



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

پیش لفظ

الحمد لله وكفى والسلام على من اتبع الهدى وعبادة الذين اصطفاه
اما بعد! اُس خدائے رحیم و کریم کے شکر سے زبان قاصر ہے جس نے مجھ ایسے
بے بضاعت و ہیچمدان کو یہ توفیق عطا فرمائی کہ جلد اول و دوم حیات القلوب کا ترجمہ زبان اردو
میں کیا جو بفضلہ تعالیٰ طبع ہو کر شائع ہو چکا اور پسند کیا گیا۔ میرے ایک کرمفرما جناب سید مسعود الحسن
صاحب نقوی بی اے نے جو نہ صرف ایک کامیاب خاکہ و مقرر ہیں بلکہ ایک ذی علم نقاد و مبصر
بھی ہیں فرمایا کہ ان دونوں کتابوں کے ترجمہ کو پڑھ کر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی دوسری زبان
کا ترجمہ نہیں بلکہ اردو زبان میں خود مستقل تصنیف و تالیف ہے۔ کہ مؤلف مسلسل واقعات
حالات اپنی عام فہم زبان میں بیان کر رہا ہے۔ میں اپنی علمی بے بضاعتی اور کم مانگی کا اعتراف
کرتے ہوئے موصوف کی جانب سے یہ مدح اپنے لئے باعث افتخار سمجھتا ہوں اور
موصوف کی قدردانی کا شکر گزار بھی ہوں۔

مختصر یہ کہ ترجمہ بھلا ہے یا بُرا جیسا ہے حاضر خدمت ناظرین کو دیا گیا۔
میری انتہائی مسرت کا باعث تو جب ہو گا کہ مومنین کا کوئی گھرانہ کتابوں سے خالی نہ رہے
اور عقبان محمد و آل محمد صلوٰۃ اللہ علیہم ان کتابوں کے معنائیں سے مستفید و مستفیض ہوں
اور اپنے پیشوایان دین کے مراتب و درجات اور خود اپنے مراتب سے جو ان ذوات
مقدسہ کے صدقہ میں پیش خدا حاصل ہیں باخبر ہو کر ان کی مرضی کے مطابق اپنے اعمال و کردار
ستوار کر اس قابل ہو جائیں کہ وہ بزرگوار اپنا کہنے میں نہ شرمائیں۔

جلد اول میں جناب آدم تا عیسیٰ مریم علی نبینا و آلہ و علیہم السلام کے تبلیغی کارنامے
اور ان حضرات کے زمانوں کے سرکشوں، شیاطین کے بندوں اور اہل ایمان کے حالات کا
مفصل و مکمل تذکرہ ہے۔

جلد دوم میں حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحیح حالات
معجزات غزوات و ستریات یعنی از ولادت تا وفات اور آپ کے مخصوص اصحاب کے
ایمانی کردار و عمل کا بیان ہے۔ اسی سلسلہ کی یہ تیسری کڑی یعنی حیات القلوب جلد سوم

کا ترجمہ بھی ہدیہ ناظرین ہے۔ جس میں امام کا منصوص من اللہ ہونا، معصوم عن الخطاء ہونا۔ بندوں پر امام کی معرفت و اطاعت کا واجب ہونا۔ کسی زمانہ کا امام سے خالی نہ ہونا۔ وغیرہ وغیرہ قرآنی آیات اور احادیث پیغمبرؐ نیز عقلی دلائل سے اس طرح ثابت کیا گیا ہے کہ کسی کے لئے جائے دم زدن ممکن نہیں۔

خدا سے دعا ہے کہ یہ تصدیق چہار دہ معصومین علیہم السلام ان تراجم کا اجر میری، میرے والدین اور اعزہ کی مغفرت قرار دے۔ آمین ثم آمین۔

مترجم

احقر الکونین سید بشارت حسین کاتل

jabir.abbas@yahoo.com

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مناجات بدسگاہ قاضی الحاجات

اے منعم حقیقی! تیرا شکر کیونکر ادا ہو سکتا ہے جبکہ تیری نعمتوں کا کوئی حساب شمار نہیں
تو نے اپنے اس عبد حقیر کو اشرف المخلوقات ہونے کا شرف بخشا۔ نیک و بد میں فرق کی تمیز
کدامت فرمائی۔ اور سب سے بڑی نعمت محبت محمد و آل محمد صلوٰۃ اللہ علیہم سے دل و دماغ اور
اعضاء و جوارح کو عزت بخشی۔

پالنے والے! انہی ذوات مقدسہ کا واسطہ۔ انہی کی محبت و مودت کے ساتھ مجھے زندہ
رکھ۔ اور انہی کی پیروی میں میری زندہ گزار دے اور انہی کے ساتھ اس بندہ ناچیز کا حشر
و نشر فرما اور روز محشر جبکہ لوگوں کے ہاتھوں میں ان کے نامہ اعمال ہوں۔ میرے ایک
ہاتھ میں انہی کے محامد و اوصاف کا یہ دفتر اور دوسرے ہاتھ میں انہی انفس قدسیہ
کا دامن رحمت ہو جس کے سہارے صراط سے بلا خوف و خطر گزرنا آسان ہو۔
رب العالمین! اپنی رحمت ہمیشہ ان کتابوں کی اشاعت کرتے والوں پر ٹھہ کر عمل کرتے والوں
اور انہی اشرف کائنات ہستیوں کے فضائل و معائب سے مسرور و محزون ہونے والوں
کے شامل حال رکھ۔ آمین ثم آمین۔

امید دار رحم و کرم بندہ ناچیز

ستید بشارت حسین کاہل مرزا پوری

فہرست مضامین

حیات اقلوب

(جلد سوم)

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۹۱	بیان جو مجلہ مختلف حدیثوں کے ضمن میں وارد ہوئے ہیں۔	۹	پہلا باب
۱۰۰	دوسرا باب		ہر زمانہ میں امام کا موجود ہونا اور اطاعت امام کا واجب ہونا۔
	ان آیتوں کا بیان جو ائمہ کی شان میں مجلہ نازل ہوئی ہیں۔		پہلی فصل: امام کا وجوب اور کسی زمانہ کا امام سے خالی نہ ہونا۔
	پہلی فصل: سلام علیہ آلہ وسلم کی تاویل		دوسری فصل: امام کا تمام گناہوں سے معصوم ہونا۔
	دوسری فصل: ذکر سے مراد اہلبیت علیہم السلام ہیں اور یہ کہ شیعوں پر واجب ہے کہ ان سے دریافت کریں لیکن ان پر جواب دینا واجب نہیں ہے۔	۳۱	تیسری فصل: امام کا بقیہ خدا و رسول ہونا۔
۱۰۲	تیسری فصل: قرآن کے علم کے جاننے والے اور راہنمون فی العلم اور قرآن سے ڈرنے والے ائمہ اطہار علیہم السلام ہیں۔	۴۲	چوتھی فصل: معرفت امام کا واجب ہونا۔
۱۰۸	چوتھی فصل: خدا کی آیات و بینات اور خدا کی کتاب سے مراد بطن قرآن میں حضرات ائمہ اطہار ہیں۔	۵۳	پانچویں فصل: کسی ایک امام کا انکار سب اماموں کا انکار ہے۔
۱۱۳	پانچویں فصل: تمام بندوں میں اور آل البرکت میں برگزیدہ ائمہ معصومین علیہم السلام ہیں۔	۶۱	چھٹی فصل: امام کی اطاعت کا واجب ہونا
۱۱۶		۶۹	ساتویں فصل: بغیر ائمہ حق کے ہدایت حاصل نہیں ہو سکتی اور وہ خدا اور خلق کے درمیان وسیلہ ہیں اور بغیر ان کی معرفت کے غلاب الہی سے نجات نہیں حاصل ہو سکتی۔
		۷۳	آٹھویں فصل: حدیث ثقلین اور اسی کے مثل حدیثوں کا تذکرہ
		۷۶	نویں فصل: ائمہ اطہار کے تمام متفرق نصوص کا

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۲۳۹	تیرھویں فصل: ان حدیثوں کے بیان میں جو ائمہ اطہار کے اہل بیت اور سابقین و مقرران الہی ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ اور ان کے شیخہ اصحاب یسین ہیں اور ان کے دشمن ان شرار و فجار اور اصحابا شمال ہیں۔	۱۲۷	چھٹی فصل: اہلبیت اطہار کی محبت و محبت کا واجب ہونا۔
۲۳۸	چودھویں فصل: صراط و سبیل و مثل ان کے الفاظ کی تاویل کے بارے میں حدیثوں کا بیان جو ائمہ علیہم السلام کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔	۱۲۸	ساتویں فصل: والدین - ولد - رسول خدا اور ائمہ اطہار کے قریبندوں کی تاویل۔
۲۴۰	پندرھویں فصل: وہ آیتیں جو صدق صادق اور صدیق پر مشتمل ہیں۔	۱۵۵	آٹھویں فصل: قرآن میں امانت سے مراد امانت ہے۔
۲۴۱	سولہویں فصل: ان حدیثوں کا بیان جن میں حسنہ حسنی کی تاویل ولایت اہلبیت سے اور سیدہ کی تاویل عداوت اہلبیت سے وارد ہوئی ہیں۔	۱۶۲	نویں فصل: وہ آیتیں جو اہلبیت کی پیروی کے واجب ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔
۲۴۲	سترھویں فصل: آیات کریمہ میں نعمت و نعم کی تاویل مفسرین نے ولایت اہلبیت کی ہے اور اس بیان میں کہ وہ حضرات سب سے بڑی نعمت ہیں۔	۱۶۵	دسویں فصل: آیت نور کی تفسیر اہلبیت کے ساتھ اور اس امر کا بیان کہ وہی حضرات انوار سبحانی ہیں اور مجددین اور ان کے مقدس مکانات کی تعریف اور ظلمت سے ان کے دشمنوں کی تاویل۔
۲۴۱	اٹھارہویں فصل: ان خبروں (حدیثوں) کے بیان میں جن میں شمس و قمر نجوم و بردج وغیرہ کی تاویل ائمہ علیہم السلام سے وارد ہوئی ہے۔	۲۰۵	گیارہویں فصل: ائمہ اطہار خلیفہ پرگواہ ہیں اور بندوں کے اعمال ان کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔
۲۸۱		۲۱۸	بارھویں فصل: ان روایتوں کا بیان جو مومنین و ایمان اور مسلمین و اسلام اور اہلبیت اور ان کی ولایت کے بارے میں آیتوں کی تاویل میں وارد ہوئی ہیں اور ان حدیثوں کا بیان جو کفار و مشرکین اور کفر و شرک اور بتوں اور ان کے دشمنوں اور ان کی ولایت ترک کرنے والوں کیستے آیتوں کی تاویل سے تعلق رکھتی ہیں۔

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۳۱۵	اٹھائیسویں فصل: قرآن میں عمار سے مراد ائمہ طاہرین ہیں اور اولوالالباب - (صاحبان عقل) ان کے شیعہ ہیں۔	۲۸۷	انیسویں فصل: ائمہ اطہار جبل المتین اور عروۃ الرقعی ہیں۔
۳۱۹	اکیسویں فصل: ائمہ طاہرین توحید ہیں جو ہر شخص کو دیکھ کر پہچان لیتے ہیں کہ وہ مومن ہے یا منافق۔	۲۹۰	بیسویں فصل: حکمت اور اولی النہی کی تفسیر ائمہ طاہرین کے ساتھ۔
۳۲۲	تیسویں فصل: سورۃ فرقان کی آخری آیتوں کی تاویل ائمہ کی شان میں۔	۲۹۱	اکیسویں فصل: صافون، مسجون، صاحب مقام معلوم، عرش کے حامل اور سفرہ کرم بزرگ ائمہ معصومین ہیں۔
۳۳۶	اکیسویں فصل: شجرہ طیبہ کی تاویل اہلبیت علیہم السلام سے اور شجرہ ملعونہ کی تاویل ان کے دشمنوں سے۔	۲۹۶	بانیسویں فصل: اہل رضوان و درجات ائمہ علیہم السلام ہیں۔ اور عقاب و عذاب والہ ان کے دشمن اور مخالفین ہیں۔
۳۳۱	تیسویں فصل: ائمہ علیہم السلام کی ہدایت سے متعلق آیتوں کی تاویل کا بیان۔	۳۰۰	تیسویں فصل: اناس سے مراد اہلبیت اور شبیہ اناس سے مراد ان کے شیعہ ہیں۔ اور ان کے غیر اناس ہیں۔
۳۳۶	تینتیسویں فصل: ان آیتوں کی تاویل کا بیان جو امام اور اُمت پر مشتمل ہیں۔ اور ائمہ کی شان میں ہیں۔	۳۰۱	چوبیسویں فصل: بحر کوٹو اور مرجان ائمہ طاہرین علیہم السلام ہیں۔
۳۳۱	چونتیسویں فصل: اس بیان میں کہ سلم اور اسلام ائمہ معصومین اور ان کے شیعوں کے حق میں ہیں۔	۳۰۳	پچیسویں فصل: باموئین، بئر معطلہ، قصر مشید، سحاب، بارش اور فواکہ اور تمام ظاہری نفع بخش چیزوں سے مراد ائمہ طاہرین اور ان کے علوم و برکات ہیں۔
۳۳۳	پینتیسویں فصل: خدا کی جانب سے خلفاء ائمہ اطہار ہیں اور خدا ان کو زمین میں تمکن کرنا چاہتا ہے۔ اور ان نصرت کا وعدہ۔	۳۰۹	چھبیسویں فصل: نخل سے مراد ائمہ معصومین علیہم السلام ہیں۔
		۳۱۳	ستائیسویں فصل: سبع شانی کی تاویل۔

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۳۶۹	چالیسویں فصل: ائمہ علیہم السلام اور ان کے شیعہ محل رحمت الہی حزب اللہ بقیۃ اللہ اور محل علوم انبیاء ہیں	۳۵۰	چھتیسویں فصل: کلمہ اور کلام کی تاویل آل محمد اور ان کی ولایت دوسری سے کی گئی ہے۔
۳۷۵	اکتالیسویں فصل: ان آیتوں کے بیان ہیں جو فرشتوں کی اہلبیت اور ان کے شیعوں سے دوستی و محبت کے ذکر میں نازل ہوئی ہیں۔	۳۵۹	سیفتیسویں فصل: اس بیان میں کہ اہلبیت خدا کی شریعت میں داخل ہیں۔
۳۷۸	بیا لیسویں فصل: اس بیان میں کہ آیات صبر و رابطہ و یسر و عسر ائمہ علیہم السلام اور ان کے شیعوں کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔		ارٹیسویں فصل: اس تاویل کے بیان ہیں کہ آیات عدل و احسان و قسط و میزان سے ولایت ائمہ علیہم السلام اور کفر و فسوق و عصیان و فحشاء و منکر و نجی سے مراد ان کی عداوت اور ولایت کا ترک کرنا ہے۔
۳۸۳	تیندالیسویں فصل: ان آیتوں کا تذکرہ جو ائمہ معصومین علیہم السلام کی مظلومیت کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔	۳۶۳	اُتتالیسویں فصل: اس بیان میں کہ جناب اللہ و جد اللہ اور ید اللہ وغیرہ جیسے الفاظ سے مراد رسول خدا اور ائمہ طاہرین ہیں۔

ہر قسم کی کتب مذہب شیعہ و حائل شریف و قرآن مجید

ملنے کا پتہ

امامیہ کتب خانہ مغل حویلی

اندرون موچی گیٹ حلقہ ۲، لاہور

ترجمہ حیات القلوب جلد سوم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله الذي اوضح لنا منهاج الهدى بمفاتيح الكرم ومصابيح الظلم السيد المورس الى محمد الذي بشر به الانبياء جميع الامم اهل بيته الا طهرين هم معادن الكرم وسادة العرب والعجم وبقائهم تم نظام العالم صلوات الله عليه وعليهم ما نهاسر اضياع دليل الظلم۔ اما بعد یہ کتاب حیات القلوب کی تیسری جلد ہے جس کو خادم اخبار کلمہ الطہار محمد باقر بن محمد تقی حشر ہما اللہ مع مولیہما نے تالیف کیا جس میں وجوب امام علیہ السلام اور ان کا خدائے علیم وخبیر کی جانب سے متصف ہونا اور گناہان صغیرہ وکبیرہ سے معصوم ہونا اور سوائے نبوت کے تمام صفات کمالیہ سے متصف ہونا درج ہے۔ اور ان آیتوں کا تذکرہ جو ائمہ طاہرین صلوات اللہ علیہم اجمعین کی شان میں مجمل نازل ہوئی ہیں اور اس میں بارہ باب ہیں۔

پہلا باب

اس بیان میں کہ ہر زمانہ میں امام کا موجود ہونا ضروری ہے اور کوئی زمانہ امام سے خالی نہیں رہتا اور اس کی اطاعت کا واجب ہونا اور یہ کہ لوگ ہدایت نہیں پاتے مگر امام کے ذریعہ سے اور چاہیے کہ امام گناہوں سے معصوم ہو اور خدا کی طرف سے مقرر ہو۔ اور مجمل طور پر ان نصوص کا تذکرہ جو ائمہ کے لئے وارد ہوئے ہیں۔ اور کچھ ان کے فضائل۔ اس میں چند فصلیں ہیں۔

پہلی فصل | امام کا وجوب اور کسی زمانہ کا امام سے خالی نہ ہونا۔

واضح ہو کہ علمائے امت کے درمیان اختلاف ہے کہ زمانہ نبوت گذرنے کے بعد امام کا نصب کیا جانا واجب ہے یا نہیں۔ اگر واجب ہے تو خدا پر یا امت پر؟ بہر صورت آیا اس کا واجب ہونا عقلی ہے یعنی اس کے وجوب پر عقل فیصلہ کرتی ہے یا دلائل سمعیہ سے اس کا وجوب معلوم ہوا ہے؟ تمام علمائے امامیہ کا بلاشبہ یہ اعتقاد ہے کہ امام کا مقرر کرنا خدا پر عقلی و نقلی حیثیت سے واجب ہے۔ اور بعض معتزلی اہلسنت اور تمام خوارج کا اعتقاد یہ ہے کہ امام کا مقرر کرنا قطعاً خدا اور خلق پر واجب نہیں ہے۔ اور

اشاعرہ اور اصحاب حدیث اور اہلسنت اور بعض معتزلی قائل ہیں کہ امام کا مقرر کرنا خلق پر سعی (سنی ہوئی) دلیل سے واجب نہ عقلی سے نہیں۔ اور معتزلہ کے ایک گروہ کا اعتقاد یہ ہے کہ امام کا مقرر کرنا فتنوں سے بچنے کے لئے امن کی حالت میں انسانوں پر واجب ہے۔ اگر مقرر کرنے میں فتنوں کا خوف ہو تو واجب نہیں ہے اور بعضوں نے اس کے برعکس بھی کہا ہے۔

عرب کی لغت میں امام کے معنی پیشوا اور مقتدا کے ہیں اور فرقہ ناجیہ امامیہ کی اصطلاح میں جب نماز کے بارے میں امام کا ذکر آتا ہے تو غالباً پیش نماز کے معنی میں ہے۔ اور علم کلام میں امام سے مراد وہ شخص ہے جو خدا کی جانب سے جناب رسالت کا کی مخالفت دنیا بیت کے لئے مبین ہوا ہو اور کبھی پیغمبر پر امام کا اطلاق ہوتا ہے۔ اور بعض معتزلیوں نے انشاء اللہ معلوم ہو گا جو اس کے بعد بیان ہو گی کہ مرتبہ امامت مرتبہ پیغمبری سے بالاتر ہے جیسا کہ خدا نے نبوت کے بعد حضرت ابراہیم سے خطاب فرمایا ہے اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ذٰلِکَ ۙ سُوْرۃ بقرہ پ میں تم کو لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔ اور بعض محققین نے کہا ہے کہ امام وہ ہے جو خدا کی جانب سے خلق پر مثل پیغمبر آدمی کے واسطے سے اُن کے امور دین و دنیا میں حاکم ہو لیکن پیغمبر وہ ہے جو کسی آدمی کے واسطے کے بغیر (براہ راست) خدا سے احکام نفل کرتا ہو اور امام آدمی کے واسطے سے جو پیغمبر ہوتا ہے لہ

لہ مؤکف فرماتے ہیں کہ یہ تعریف بھی مشکل ہے کیونکہ بہت سے غیر اولو العزم پیغمبر اولو العزم پیغمبروں کے تابع ہوئے ہیں اور ان کی شریعت پر عمل کرتے رہے اور لوگوں کو احکام پہنچاتے رہے۔ اور بہت سی حدیثیں بیان کی جائیں گی کہ آئمہ کا ہرین صلوات اللہ علیہم اجمعین علیہم السلام اور روح القدس کے توسط سے خدا نے ہی و قیوم سے علوم کا استفادہ کرتے تھے۔ اور حدیثوں میں امام اور نبی کے درمیان چند فرق و امتیاز مذکور ہیں جو اسکے بعد انشاء اللہ بیان ہونگے۔ لیکن حق یہ ہے کہ کمالات اور شرائط اور صفات میں پیغمبر اور امام کے درمیان سوائے اس کے جو حدیثوں میں مذکور ہو گا۔ کوئی فرق نہیں ہے جس سے عظمت و بلندی رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معلوم ہوتی ہے۔ او یہ کہ وہ جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اس لئے ان حضرات کے بعد کسی پر امامی اور اسکے مترادف الفاظ کے اطلاق کی ممانعت ہے اور شیخ مفید علیہ الرحمہ کتاب مسائل میں اسکے قائل ہوئے ہیں اور اس کی نسبت فرقہ ناجیہ امامیہ کی طرف دی ہے اور ظاہر ہے کہ سابقہ امتوں میں ایک صاحب شریعت پیغمبر کی وفات کے بعد دوسرے صاحب شریعت پیغمبر کے مبعوث ہونے تک بہت سے پیغمبر ہوتے تھے جو سابق پیغمبر کے اوصیاء اور اُسکی ملت اور شریعت کے محافظ تھے لہذا جناب سرور انبیاء سے روایت ہے کہ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے پیغمبروں کے مانند ہیں اور بعض روایتوں میں علماء کی تفسیر آئمہ علیہم السلام سے کی گئی ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جو فائدہ وجود رسول و نبی سے مرتب (باقی صلیہ)

اس ضمن میں آیتیں یہ ہیں۔ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے اِنَّا كُنَّا نَمُنُّ بِكَ وَكُلُّ قَوْمٍ هَادٍ آیت سورہ الرعد علیہ السلام بعض مفسروں نے کہا ہے کہ یعنی (اے رسول) تم ہر قوم کو (عذاب خدا) سے ڈرانے والے

(بقیہ حاشیہ ص ۱۱) ہوتا ہے وہی وجود امام سے بھی مرتب ہوتا ہے یعنی فساد کا دفع کرنا، شریعت کی حفاظت کرنا اور لوگوں کو ظلم و جور اور گناہوں سے باز رکھنا۔

نصب امام کا حق تعالیٰ پر واجب ہونے کی عقلی دلیلیں :-

نصب امام کا حق تعالیٰ پر واجب ہونا۔ تو اس پر فرقہ ناجیہ امامیہ کی عقلی دلیلیں بہت ہیں جو کتب مبسوطہ میں مذکور ہیں جیسے کتاب شافی مؤلف سید مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور تخیص شیخ طوسی قدس سرہ وغیرہ اور میں ان میں سے دو ویلیوں کے ذکر پر اکتفا کرتا ہوں کیونکہ اس کتاب کا موضوع نقلی دلیلوں کا ذکر کرنا ہے جو قرآن مجید اور احادیث متواترہ خاصہ و عامہ کے طریق سے ہوں۔

پہلی دلیل { یہ کہ حق تعالیٰ پر لطف واجب ہے کیونکہ جو باتیں بندوں کے حق میں زیادہ بہتر ہیں ان کا کرنا اس پر لازم ہے اس بہت سے کہ عقل کا اس پر حکم ہے کہ افعال کریم لازماً حکمت اور مصلحت پر مبنی ہوتے ہیں اور جو امر سب سے زیادہ بہتر اور سب سے زیادہ راجح اور سب سے زیادہ نفع بخش ہوتا ہے جبکہ کوئی مانع نہ رکھتا ہو اس کا ترک کرنا اور مجزئہ اصلاح کے اس کا تبدیل کرنا ترجیح مرجح ہے اور وہ اہل عقل کے نزدیک فاعل مختار یعنی کریم سے قبیح بھی ہے تو جب سب سے زیادہ بہتر امر کا واجب ہونا ثابت ہوا تو چاہئے کہ لطف بھی خدا پر واجب ہو کیونکہ لطف سے مراد وہ امر ہے کہ اُس کے سبب سے وہ امر جس کا حکم دیا گیا ہو اور وہ بھی جس سے منع کیا گیا ہو مکلف پر آسان ہو اور آسانی کے ساتھ اس کا عمل میں لانا اور اس کا ترک کرنا اُس سے ممکن ہو بشرطیکہ کوئی اضطرابی کیفیت اور مجبوری نہ ہو کیونکہ ثواب و عذاب کے مستحق ہونے کی علت کا ہونا اختیاری فعل ہے لہذا اس سبب سے حسن و قبح کے عقلی ہونے کے اور سب سے زیادہ بہتر امر کے واجب ہونے کے فاعل اشخاص حق تعالیٰ پر لطف کے واجب ہونے کے قائل ہیں۔ اور اس پر دلیل یہ ہے کہ دنیا و عقبیٰ کی تکلیف بندوں کے لئے بہت سے منافع اور مصلحتوں پر مشتمل ہے یعنی تکلیف مشتمل ہے لطف پر اور لطف بیشک سب سے بہتر امر ہے اپنے غیر سے بلند و اعلیٰ پر اعلیٰ (سب سے بہتر امر) کے واجب ہونے کی بنا پر واجب ہے اور یہ معلوم ہے کہ وجود امام لطف ہے کیونکہ یہ ضروری علم ہر ایک کو حاصل ہے کہ جب لوگوں کا کوئی حاکم ہوگا جو ان کو فتنہ و فساد اور ایک دوسرے پر ظلم و ستم کرنے اور گناہوں کے عمل میں لانے سے روکے اور اطاعت الہی اور عبادت اور انصاف و مروت پر ان کو قائم رکھے تو اس حالت میں بلاشبہ لوگوں کے معاملات اصول کے مطابق اور منظم اور بہتری سے زیادہ قریب اور شرف و فساد سے دور ہوں گے۔

دوسری دلیل { جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کا ایک محافظ ضروری ہے جو (بقیہ ص ۱۲ پر)

مکرنا
مورنا
وہ حروف
جو دو نقطوں
یا تینوں
نقطوں سے
مکمل ہوں
کی طرف توجہ

ہدایت کرنے والے ہو۔ اس صورت میں "ہاد" "مند" پر عطف ہوگا اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ تم کفار و فجار کو عذاب الہی سے ڈرانے والے ہو اور ہر قوم کا ایک ہدایت کرنے والا ہے۔ اس صورت میں ایک جملہ دوسرے جملہ پر عطف ہوگا جو دلالت کرتا ہے اس پر کہ کوئی زمانہ ہدایت کرنے والے امام سے خالی نہیں ہوتا۔ اس تفسیر کے مطابق خاصہ و عامہ کے طریقے سے بہت سی حدیثیں ہیں چنانچہ عامہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ نے فرمایا کہ میں ڈرانے والا ہوں اور علی ہدایت کرنے والے ہیں اسے علی تم سے ہدایت پانے والے ہدایت پائیں گے۔ اور ابوالقاسم صفحہ ۱۱۱ میں ابی بردہ اسلمی سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ نے اب وضو طلب فرمایا حضرت علیؑ نے حاضر کیا جب آنحضرت وضو سے فارغ ہوئے تو علیؑ کا دست مبارک پکڑ کر اپنے سینہ پر رکھا اور فرمایا اِنَّمَا اَنَا مُنْذِرٌ یعنی میں ڈرانے والا ہوں۔ پھر اپنا دست مبارک علیؑ کے سینہ پر رکھا اور فرمایا اَنْتَ لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ یعنی تھیں میرے بعد امت کے ہدایت کرنے والے ہو پھر فرمایا کہ تمہیں لوگوں کو نور بخشنے والے ہو تمہیں ہدایت کی علامت اور قلمیہ ان قرآن کے بادشاہ ہو اور میں گواہی دیتا ہوں تم ایسے ہی ہو۔

بصائر الدرجات میں بسند صحیح حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ رسول اللہ منذر (ڈرانے والے ہیں) اور ان حضرت کے بعد ہر زمانہ میں ہم میں سے ایک ہادی ہوتا ہے جو لوگوں کی ہدایت کرتا ہے ان امور کی جانب جو آنحضرت خدا کی جانب سے لائے ہیں۔ آنحضرت کے بعد ہادی علیؑ ابن ابی طالب ہیں

(بقیہ حاشیہ ص ۱۱) اس کو تحریف و تغیر اور کمی بیشی سے محفوظ رکھنے اور چونکہ قرآن کی آیتیں محل ہیں۔ اکثر احکام قرآن کے ظاہری الفاظ سے معلوم نہیں ہوتے لہذا خدا کی جانب سے ایک مفسر ہونا چاہئے جو قرآن سے احکام کا استنباط کر سکے۔ اس کے برخلاف جس وقت کہ جناب رسول خداؐ نے اپنی وفات کے وقت دواتِ قلم طلب فرمایا تاکہ امت کے لئے ایک تحریر لکھ دیں کہ وہ کبھی گمراہ نہ ہو تو حضرت عمرؓ نے کہا اِنَّ الرَّجُلَ لَيُخْجَرُ حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ يَنْبَغِيْ يَهْدِيْهِ مَرَدُّ مَعَاذِ اللّٰهِ ہدیان بکتا ہے ہم کو کتاب خدا کافی ہے۔ باوجودیکہ وہ قرآن کی ایک آیت کی تفسیر نہیں جانتے تھے اور جو مسئلہ درپیش ہوتا تھا وہ اور ان کے سامنے عاجز رہتے تھے اور جناب امیر المومنینؑ سے حل کراتے تھے یہاں تک کہ اہلسنت نے نقل کیا ہے کہ ستر موقعوں پر حضرت عمرؓ نے کہا لَوْ لَا بَعَثَ اللّٰهُ عَلٰی عَلِيٍّ عَلِيًّا لَظَلَمْتَ اَمَّا عَلِيٌّ فَاَنْتَ لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ اَمَّا عَلِيٌّ فَاَنْتَ لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ اگر کتاب خدا کافی ہوتی تو امت کے درمیان اس قدر اختلاف کیوں ہوتا۔ غرض تفسیر آیات اور ترجمہ احادیث کے ضمن میں بہت سی دلیلیں انشاء اللہ مذکور ہوئیں گی۔ ۱۲

ان کے بعد ائمہ اطہار ایک کے بعد دوسرے قیامت تک ہدایت کرنے والے ہوں گے۔

بسنڈ ہائے معتبر حضرت صادقؑ سے روایت ہے کہ آپ نے اسی آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ ہر امام اس قوم کا ہدایت کرے گا جو اسے چاہے جن کے درمیان ہوتا ہے اور بسنڈ معتبر امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ جناب رسول خداؐ منذر ہیں اور علی ہادی ہیں اور خدا کی قسم ہم میں سے ہدایت کرنے والا ہر طرف نہیں ہوتا بلکہ ہمیشہ قیامت تک ہم میں سے ہوگا۔

بسنڈ صحیح و معتبر حضرت صادقؑ سے روایت ہے کہ آپ نے اسی آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ رسول خداؐ منذر اور علی ہادی ہیں۔ پھر حضرت نے راوی سے پوچھا کہ آج ہمارے درمیان کوئی ہادی ہے؟ عرض کی کہ نہیں! میں آپ پر خدا ہوں ہمیشہ آپ میں سے ایک ہادی ایک کے بعد رہا ہے یہاں تک کہ (وہ عہدہ) آپ تک پہنچا۔ حضرت نے فرمایا: خدا تم پر رحمت نازل کرے۔ اگر ایسا ہوتا کہ یہ آیت کسی پر نازل ہوتی اور وہ مرجاتا ہے اور کوئی اسکے بعد اس آیت کے معنی جاننے والا اور اس کا حکم لوگوں کے درمیان جاری کرنے والا نہ ہوتا تو بیشک خدا کی کتاب مردہ یعنی بیفائدہ ہو جاتی اور اس کا حکم ہر طرف ہو جاتا لیکن کتاب خدا قیامت تک زندہ ہے یعنی حکم قرآن جمیع امت کے اجماع سے قیامت تک باقی ہے اور تکلیف الہی کبھی ہندوں سے ساقط نہیں ہوتی اور جب کبھی کوئی پیغام پہنچانے والا نہ ہو جو خطا سے معصوم ہو اور حکم کتاب امت کے لئے بیان کرے تو کتاب بیفائدہ ہوگی اور اگر تکلیف باقی رہے تو تکلیف غافل لازم آئیگی اور وہ ظلم ہے اور ظلم حق تعالیٰ کے لئے جائز نہیں ہے اور یہ ایک دلیل ہے۔ مینہ دیلوں میں سے جو خدا کی جانب سے نصب امام کا واجب ہونا ثابت کرتی ہے۔

ابن بابویہ علیہ الرحمہ نے کتاب الکمال الدین میں بسنڈ صحیح امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت نے لَکِن قَوْمٌ ہَادٍ کی تفسیر میں فرمایا کہ اس سے مراد وہ آئمہ ہیں جو اپنے اپنے زمانہ میں قوم کے ہادی ہوتے ہیں جس قوم میں وہ ہوتے ہیں۔ اور علی بن ابراہیم نے بسنڈ صحیح انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ منذر رسول اللہ ہیں اور ہادی امیر المؤمنینؑ۔ ان کے بعد ائمہ اطہار یعنی ہر زمانہ میں ایک امام ہے جو لوگوں کی خدا کی راہ کی طرف ہدایت کرتا ہے اور ان سے حلال و حرام بیان کرتا ہے۔

دوسری آیت: خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ (آیت ۱۵ سورہ القصص پٹا) اس کے معنی میں اکثر مفسرین کا قول ہے یعنی ہم نے ان کے لئے متصل کیا ایک آیت کو دوسری آیت کے بعد اور ایک قصہ کو دوسرے قصہ کے بعد اور وعدہ کو وعید کے ساتھ اور نصیحتوں کو قصوں کے ذریعہ سے جو ان کی عبرت کا سبب ہوں تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ اس ضمن میں

اہلبیت کے طریقہ سے بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں کہ اس سے مراد ایک کے بعد دوسرے امام کا نصب کرنا ہے جیسا کہ علی بن ابراہیم نے اپنی تفسیر میں اور شیخ طوسی نے مجالس میں بسند ہائے معتبر امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے۔ یعنی ایک کے بعد ہم نے دوسرے امام کو نصب کیا ہے۔ اس تاویل میں چند احتمالات ہیں اول یہ کہ مراد یہ ہوگا کہ ہم نے ایک امام کو دوسرے امام کے بعد نصب کر کے قول کو یعنی بیان حق اور تبلیغ احکام حق و شرائع کو لوگوں کے لئے وصل کر دیا ہے دوسرے یہ کہ ہم نے امام کے نصب کے سبب سے قول کو یعنی حق کا بیان اور حق کے احکام کی تبلیغ اور شرائع دینی کو لوگوں کے لئے واضح کر دیا ہے۔ تیسرے یہ کہ یہ اشارہ ہو اس آیت کریمہ کی طرف جو متعلق ہے جناب آدم علیہ السلام کے خلق کے ارادہ کے وقت فرشتوں سے خطاب فرمایا اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً اَیْت ۳۰ پ سورہ بقرہ یعنی زمین میں خلیفہ قرار دینے کا یہ وعدہ صرف جناب آدم کے زمانہ سے مخصوص نہیں ہے بلکہ قیامت تک جاری ہے اور کوئی زمانہ خلیفہ سے خالی نہیں ہوگا لیکن وجہ اول تو ظاہر تر ہے اور بہر تقدیر تاویل شاید باطن آیت کی تاویل ہو جو ظاہری معنی کے خلاف نہیں ہے جو مفسروں نے بیان کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

مکرر

بصائر الدرجات میں حضرت امام محمد باقر سے حق تعالیٰ کے قول وَ مِمَّنْ خَلَقْنَا اُمَّةً یَّتَقُوْنَ بِالْحَقِّ وَ بِالْیَعْقُوْۤتِ اَیْت ۱۸ سورہ الاحزاب کی تاویل میں روایت ہے جس کا ظاہری ترجمہ یہ ہے کہ اس جماعت سے جسے ہم نے خلق کیا ہے ایک گروہ ہے جو لوگوں کی حق کے ساتھ ہدایت کرتا ہے اور ان میں عدل کے ساتھ حکم کرتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اس گروہ سے مراد ائمہ برحق ہیں۔ اس آیت کی تفسیر انشاء اللہ اس کے بعد مذکور ہوگی اس ضمن میں حدیثیں یہ ہیں کہ ابن بابویہ نے کتاب مجالس اور اکمال الدین میں حضرت امام زین العابدین سے روایت کی ہے کہ مسلمانوں کے پیشوا اور عالمین پر خدا کی رحمت ہم پر اور سادات (مروار) اور مومنون اور بہشت کے روشن پہرے اور سفید ہاتھ پاؤں والوں کے بزرگ ہم ہیں جن کے منہ اور ہاتھ پیر روز قیامت و منور کے نور سے سفید اور روشن ہوں گے یعنی شیعوں کے اور مولا و آقائے مومنین ہم ہیں اور اہل زمین کے لئے عذاب الہی سے امان کا سبب ہم ہیں جس طرح ستارے اہل آسمان کے لئے امان ہیں یعنی جب تک ہم زمین میں ہیں قیامت برپا نہ ہوگی اور لوگوں پر عذاب نازل نہ ہوگا اور جب تک ستارے آسمان میں ہیں فرشتوں کو قیامت قائم ہونے کا خوف نہیں ہے۔ ہمارا زمین سے اٹھ جانا۔ زمین کے نظام کے برطرف ہونے اور اہل زمین کے مرنے کی علامت ہے جس طرح ستاروں کا آسمان سے محو ہونا علامت ہے آسمانوں کے برطرف

اہل زمین کے لئے آئینہ اطوار۔ علی بن ابی طالب سے امان ہیں جس طرح ستارے اہل آسمان کے لئے امان ہیں۔

ہونے اور اپنی جگہ سے فرشتوں کے متفرق ہونے کی حضرت نے پھر فرمایا کہ ہم امان ہیں۔ ہماری برکت سے خدا آسمانوں کو زمین پر گرنے سے محفوظ رکھتا ہے۔ مگر قیامت میں اسی کے حکم سے آسمان بھی فنا ہو جائیں گے اور ہماری برکت سے خدا زمین کو محفوظ رکھتا ہے۔ اس سے کہ وہ الٹ جائے اور اپنے ساکنوں سمیت سرنگوں ہو جائے۔ اور ہماری برکت سے خدا بارش بھیجتا ہے اور اپنی رحمت وسیع فرماتا ہے اور ہمارے سبب سے خدا زمین کی برکتیں ظاہر کرتا ہے اور اگر ہم میں سے زمین پر کوئی امام نہ ہو تو بیشک زمین اپنے ساکنین سمیت دھنس جائے۔ الغرض زمین کبھی حجت خدا سے خالی نہیں رہی جس روز سے کہ خدا نے حضرت آدم کو خلق فرمایا ہے۔ یا وہ حجت ظاہر و مشہور ہوا وہ حجت غائب و مستور ہوا اور قیامت تک زمین حجت خدا سے خالی نہیں رہے گی۔ اگر زمین میں حجت خدا نہ ہو تو عبادت نہیں کی جائے گی۔ کیونکہ عبادت کا طریقہ لوگ اسی سے سیکھتے ہیں۔ اور وہی لوگوں کو عبادت کا حکم دیتا ہے۔ راوی نے پوچھا لوگ اُس حجت سے کیونکر منتفع ہوتے ہیں جو ان سے غائب و مخفی ہو۔ حضرت نے فرمایا جس طرح لوگ اس آفتاب سے منتفع ہوتے ہیں جو زیر ابر پوشیدہ ہوتا ہے لہ

لے مؤلف فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام غائب سے بھی فیوض و برکات خلق کو پہنچتی ہیں۔ اگر کوئی عام شہ و نیا والوں کو ہوتا ہے وہ ان کی ہدایت اس طرح کرتا ہے کہ لوگ اس کو نہ پہچان سکیں۔ اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ غیبت امام ایک گروہ کے لئے لطف خدا ہے اس لئے کہ خدا جانتا ہے کہ اگر امام ظاہر ہو تو یہ لوگ ایمان نہ لائیں گے اور اکثر لوگ ایسے ہی ہیں کیونکہ ظہور امام کے سبب اعدائے دین وغیرہ سے جہاد کی تکلیفیں شدید ہوں گی۔ نیز اکثر لوگوں کا یہ حال ہے کہ آنکھیں اور دل جو بے نور ہیں۔ آنحضرت کے انوار و امرا کی تاب نہیں لاسکیں گے۔ جس طرح چمکا ڈر آفتاب کے نور سے منتفع نہیں ہو سکتا۔ اور بہت سے بادشاہ اور شہنشاہ یہ ہیں جو غیبت امام میں ایمان رکھتے ہیں۔ اور اُن حضرت کے ظہور کی تمنا کرتے ہیں اور آنحضرت کے ظہور کے بعد جبکہ حضرت مہدیؑ رجوع اور اِمامت گدا کو برابر قرار دیتے ہیں تو بسا اوقات اس مساوات کی تاب نہیں لاتے اور کافر ہو جاتے ہیں جیسا کہ منافقین کو جناب امیر المومنین نے اس غلام کے ساتھ عطا و بخشش میں برابر قرار دیا جو ایک روز پہلے آداد ہوا تھا اور یہ امر ان کے کفر کا باعث ہوا۔ اور اُن سے دین اور اہل دین کو نقصانات پہنچے۔ اور غیبت میں وجود امام کے لطف ہونے کی یہی دلیل کافی ہے۔ کہ اس کے وجود کا اعتقاد رکھنا ہے انتہا ثواب کا باعث ہے اور سید مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ثانی اور در سالہ غیبت میں اس اعتراض یعنی غیبت امام میں عدم انتفاع خلافت کے چند جوابات دیئے ہیں۔ اول یہ کہ جب لوگ ہر وقت امام کے ظہور کا احتمال رکھتے ہیں تو یہی امر ان کے بعض فبیح افعال سے باز رہنے کا باعث ہے لہذا عدم امام اور غیبت امام کا فرق واضح ہو گیا۔ دوم یہ کہ خداوند عالم پر جو لطف لازم تھا اس کو (باقی ص ۱۶ پر)

فائدہ
الغائب
منہ
فائدہ
اسی
حاصل

بسنہ معتبر یکنی و ابن بابویہ وغیرہ نے روایت کی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ہشام بن سالم سے جو فضلاء اصحاب آنحضرت میں سے تھے۔ پوچھا کہ عمر بن عبید بصری سے جو علمائے صوفیہ اہلسنت سے ہیں۔ کیسے کیسے سوالات تم نے کئے۔ ہشام نے کہا میں حضور پر فدا ہوں اے فرزند رسولؐ مجھے حضورؐ کے سامنے بیان کرتے ہوئے مشرم آتی ہے اور میری زبان میں طاقت نہیں کہ حضورؐ کی خدمت میں وہ ذکر کروں۔ حضرت نے فرمایا جبکہ میں تمہیں حکم دیتا ہوں تو چاہئے کہ تم اطاعت کرو۔ ہشام نے کہا بہت بہتر۔

واقعیہ حاشیہ (۱) اس نے پورا کر دیا مگر امام کے دشمن خلاق کو قنص ہونے سے مانع ہیں جس طرح رسالت مآبؐ مکہ میں تھے اور کفار قریش لوگوں کو آنحضرتؐ سے فائدہ حاصل کرنے سے منع کرتے تھے۔ خصوصاً ان چند سال میں جبکہ آنحضرتؐ مع تمام بنی ہاشم کے شعب ابوطالب میں پوشیدہ تھے اور کفار قریش کسی کو آنحضرتؐ کے پاس جانے سے روکے ہوئے تھے اسی طرح جب آنحضرتؐ غایب نہایت تھے اس وقت تک جبکہ مدینہ منورہ میں نزول اعلان فرمایا اور یہ امور آنحضرتؐ کے وجود کے لطف ہونے سے کسی طرح منافات نہیں رکھتے۔ سو ہم غیبت امام کا سبب ممکن ہے دوستوں سے متعلق ہو کہ جو خداوند عالم ہاشم ہے کہ اگر امام ظاہر ہوں گے تو یہ ایمان نہ لائیں گے۔ اور یہ امام ان کے کفر کا باعث ہو گا چہرہ امام یہ کہ یہ لازم نہیں ہے کہ ظہور امام کا نفع عام ہو ممکن ہے کہ ایک جماعت حضرت کو دیکھے اور ان سے فائدہ حاصل کرے۔ جیسا کہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شہر ہے جس میں آنحضرتؐ کی اولاد رہتی ہے۔ حضرت اس شہر میں تشریف لے جاتے ہیں اگرچہ وہ لوگ آنحضرتؐ کو نہیں دیکھتے لیکن اپنے مسائل حضرت سے کسی واسطے سے یا پردہ کے پیچھے سے حاصل کرتے ہیں۔

سید مرتضیٰ علیہ الرحمہ نے بعض وجہیں ذکر کرنے کے بعد ایک مقدمہ تحریر فرمایا ہے کہ امام سے امت کا فائدہ مکمل نہیں ہوتا مگر خدا کی جانب سے چند امور کے ساتھ جسکو چاہیے کہ وہ عمل میں لائے اور چند امور امام کی جانب سے حاصل ہونے چاہئیں اور چند امور ہماری طرف سے ہونے چاہئیں۔ وہ امور جو خدا کی جانب سے ہونے چاہئیں وہ یہ ہیں کہ امام کو خشن فرمائے اور اس کو لازم امت کے ساتھ ممکن کرے مثل علم و شرائط امت اور اس کی امت پر نص کرنے اور اس پر لازم قسار دینے کے کہ امور امت کے ساتھ قیام کرے۔ اور جو امور امام کی جانب سے ہیں یہ ہیں کہ اُس تکلیف کو قبول کرے اور لازم قسار دے کہ ان امور کے ساتھ قیام کرے گا۔ اور جو امور امت کی طرف سے راجع ہیں وہ یہ ہیں کہ اپنے امور کے بارے میں امام کو ممکن کرے اور اس سے رکاوٹیں دور کرے اور اس کی اطاعت و فرماں برداری کرے۔ اور وہ جو تدبیر قسار دے اُس پر عمل کرے۔ محقر یہ کہ اس بارے میں جو امور خدا کی طرف راجع ہیں وہ اصل ہیں ان کا عمل میں آنا سب سے پہلے ضروری ہے۔ اس کے بعد جو امور امام سے متعلق ہیں اور جو امت سے متعلق ہیں دونوں اس اصل کی فرع ہیں۔ لہذا جو کچھ خدا اور امام سے متعلق ہے جب تک عمل میں نہ آئے امت پر امت پر کچھ لازم نہیں ہے۔ اور اُس کے بعد جبکہ خدا امام کی جانب سے امور متعلق ہو جائیں تو اگر امت کی جانب سے مانع ظاہر ہو اور وہ امام کی غیبت کا باعث ہو تو وہ لطف الہی میں کوئی ضرر نہیں پہنچاتا۔ اس صورت میں جو کچھ خدا امام کی جانب سے لازم ہے۔ اُس کے عمل میں لانے میں امت کی جانب سے کمی ہوگی۔ اس کی تفصیل ذکر غیبت میں انشاء اللہ مذکور ہوگی۔

تفصیل کے لئے

مجھے عمر کے فضیلت کے دعوے کی اطلاع ہوئی اور مسجد بصرہ میں اس کا بیٹھا اور دین میں بکواس کرنا۔ مجھ پر بہت گراں گذرا۔ الغرض میں روانہ ہو کر روز جمعہ کو داخل بصرہ ہوا اور مسجد بصرہ میں پہنچا میں نے دیکھا کہ لوگوں کے ایک بڑے حلقے میں ہے۔ ایک سیاہ اون کا کپڑا کمر سے باندھے کھڑے اور دیسے مٹی سیاہ کپڑے کی چادر اوڑھے ہوئے ہے اور لوگ اس سے سوالات کر رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر میں لوگوں سے آگے بڑھتا ہوا حلقے میں داخل ہوا اور سب کے آخر میں دو زانو بیٹھ گیا۔ میں نے کہا اے عالم میں ایک غریب آدمی ہوں اور ایک مسئلہ دریافت کرنا چاہتا ہوں اجازت دیجئے کہ پوچھوں۔ اس نے کہا ہاں پوچھو۔ میں نے کہا کیا آپ کے آنکھیں ہیں۔ اس نے کہا اے لڑکے یہ کیا سوال ہے میں نے کہا میرا سوال ایسا ہی ہے۔ اس نے کہا اچھا پوچھو۔ ہر سچا احتمالہ سوال ہے۔ میں نے پھر پوچھا۔ آپ کے آنکھیں ہیں۔ اس نے کہا ہاں۔ میں نے پوچھا آپ ان سے کیا کام لیتے ہیں۔ کہا اُن سے رنگ اور لوگوں کی صورتیں دیکھتا ہوں۔ میں نے پوچھا کیا آپ کے ناک بھی ہے۔ اُس نے کہا ہاں۔ پوچھا اس سے کیا کام لیتے ہیں۔ کہا اس سے خوشبوئیں سونگھتا ہوں۔ میں نے پوچھا کیا آپ کے دہن بھی ہے۔ کہا ہاں۔ پوچھا اس سے کیا کام لیتے ہیں۔ اُس نے کہا چیزوں کا مزہ اس سے حاصل کرتا ہوں۔ میں نے پوچھا کیا آپ زبان بھی رکھتے ہیں کہا ہاں۔ پوچھا اس سے کیا کام لیتے ہیں۔ کہا باتیں کرتا ہوں۔ میں نے پوچھا کیا آپ کان بھی رکھتے ہیں کہا ہاں۔ پوچھا وہ آپ کے کس کام آتے ہیں۔ کہا اس سے آوازیں سنتا ہوں میں نے پوچھا کیا آپ کے ہاتھ بھی ہیں۔ کہا ہاں۔ میں نے پوچھا اُن سے کیا کرتے ہیں کہا ان سے چیزیں پکڑتا ہوں۔ میں نے پوچھا کیا آپ دل بھی رکھتے ہیں۔ کہا ہاں۔ میں نے پوچھا وہ آپ کے کس کام آتا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ جو بات ان اعضا و جوارح پر مشتبہ ہوتی اس سے تمیز کرتا ہوں۔ میں نے پوچھا کہ کیا اعضا و جوارح کافی نہیں ہیں اور دل سے بے نیاز و مستغنی نہیں ہیں اس نے کہا نہیں۔ میں نے پوچھا کیوں دل سے مستغنی نہیں ہیں حالانکہ سب صحیح و سالم ہیں۔ اس نے کہا اے لڑکے جب یہ اعضا کسی چیز میں شک کرتے ہیں جس کو سونگھا یا دیکھا یا چکھا یا سنا یا چھو یا ہے تو دل کی طرف پھرتے ہیں تو وہ یقین کرتا ہے۔ اور شک کو زائل کرتا ہے۔ میں نے کہا کہ خدا نے دل کو بدن میں اس لئے رکھا ہے کہ وہ اعضا و جوارح کے شک کو زائل کرے۔ اس نے کہا ہاں۔ میں نے کہا تو پھر دل کو یقیناً بدن میں رہنا چاہیئے اگر دل نہیں تو اعضا کا ادراک مستحکم نہیں ہو سکتا۔ کہا ہاں۔ تب میں نے کہا اے ابو مردان خداوند عالم نے تیرے اعضا و جوارح کو بغیر امام دہر زمانہ کے نہیں چھوڑا تاکہ جو حق ہے ظاہر کرے اور شک کو ان

شام بن سالم کو کورین صلیبی صوفی عالم پر وجوب امام ثابت کرنا۔

سے دور کرے اور تمام خلائی کو حیرت و شک و اختلاف میں چھوڑ دیا اور کوئی امام و پیشوا ان کے لئے مقرر نہیں کیا کہ حالت حیرت و شک میں اس کی طرف رجوع کریں جو ان کو راہ حق پر قائم رکھے اور حیرت و شک ان سے زائل کرے۔ جب میں نے یہ کہا تو وہ ساکت ہو گیا اور کوئی جواب نہ دیا۔ پھر میری طرف متوجہ ہو کر بولا تو ہشام تو نہیں ہے۔ میں نے کہا نہیں کہا کیا اس کے ساتھ رہتا تھا۔ میں نے کہا نہیں تو پوچھا۔ تم کہاں کے رہنے والے ہو۔ میں نے کہا کونہ کا تو کہا بیشک تم ہشام ہی ہو یہ کہہ کر اپنے مقام سے اٹھا اور آکر مجھے گود میں اٹھا کر اپنی جگہ بٹھایا اور جب تک میں بیٹھا رہا ایک لفظ نہ بولا۔ ہشام کہتے ہیں کہ جب میں نے یہ قصہ بیان کیا حضرت صادق بہت غوش ہوئے اور فرمایا اے ہشام یہ دلیل تم نے کہاں سے حاصل کی۔ میں نے عرض کی یا ابن رسول اللہ میری زبان پر اس طرح جاری ہوا اور دوسری روایت کے مطابق عرض کی یہ باتیں آپ سے افذ کی تھیں اور ان کے اجزاء ایک دوسرے کے ساتھ جمع کر دیئے۔ حضرت نے فرمایا خدا کی قسم یہ مضمون صحف ابراہیم و موسیٰ علیہما السلام میں لکھا ہوا ہے لہ

لہ مؤلف فرماتے ہیں کہ انسان عالم صغیر ہے اور عالم کبیر کا نمونہ ہے جیسا کہ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے اِنَّكَ جَوْزٌ صَغِيرٌ فِي الْوَسْطِ الْاَكْبَرِ۔ کیا تو یہ گمان کرتا ہے کہ تو ایک جسم صغیر ہے حالانکہ عالم کبیر تجھ میں پوشیدہ ہے چنانچہ جسم میں ہڈیاں زمین کے پہاڑ کے مانند ہیں اور گوشت خاک کے مثل اور چھوٹی بڑی رگیں مثل چھوٹی بڑی ہڈیوں کے ہیں اور آدمی کا سر جو اکثر قوی اور حساس کا محل ہے جسم آسمان کے مانند ہے۔ جس میں ستارے وغیرہ موجود ہیں جن کی روشنی زمین پر چمکتی ہے اور جو بخارات معدے سے اوپر اٹھ کر داغ بنک پہنچتے ہیں۔ اور سرد ہو کر آنکھ اور داغ سے ٹپکتے ہیں۔ ان البخارات کے مانند ہیں جو زمین سے اٹھ کر کرہ زمہر بنک جب پہنچتے ہیں تو وہاں سے بارش کی صورت میں ٹپکتے ہیں۔ نیز داغ کی قوتیں مہربا سے پشت کے مغز کے ذریعہ سے تمام بدن میں پہنچتے ہیں۔ جس طرح ستاروں کی روشنی زمین میں اثر کرتی ہے۔ اور جس طرح زمین میں امراء و سلاطین و حکام ہیں اسی طرح بدن میں بھی بعض مفرد و بعض مضمون کے غلام ہیں اور سب کا بادشاہ نفس ناطق ہے جس کو قلب کہتے ہیں اس اعتبار سے کہ پہلے ان کا تعلق روح حیوانی سے ہوتا ہے پھر دل سے نشوونما پاتے ہیں جس طرح دنیا کی آبادی شمال کی جانب ہے اور دل بھی جو بدن کی آبادی کا سب سے شمال کی طرف ہے اور جس طرح بادشاہوں کے وزیر ہوتے ہیں جو رعایا کا رزق تقسیم کرتے ہیں اسی طرح جگر کے مطبع میں جو کچھ پکتا ہے تمام بدن میں تقسیم ہوتا ہے جس طرح زمین کے لئے بعض فضلات مقرر ہوئے ہیں جو دریا میں پہنچنے ہیں اسی طرح انسان کے بدن میں بھی مقرر ہیں۔ العز من اس مضمون کا تمام و کمال بیان بہت مشرح چاہتا ہے جس کے لئے یہ مقام مناسب نہیں۔ ۱۲۔

کھیتی و شیخ طبری رحمہما اللہ تھالے نے یونس ابن یعقوب سے روایت کی ہے کہ ایک شامی حضرت صادقؑ کی خدمت میں آیا اور بیان کیا کہ میں صاحب علم کلام و علم فقہ و علم فرائض و میراث ہوں۔ آپ کے اصحاب سے مناظرہ و مباحثہ کرنے آیا ہوں۔ حضرت نے پوچھا تیرا کلام جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام سے ماخوذ ہے یا تیرے دل کی باتیں ہیں اس نے کہا بعض باتیں تو آنحضرتؐ کے کلام سے ماخوذ ہیں اور بعض خود میری ہیں۔ حضرت صادقؑ نے فرمایا تو پھر آنحضرتؐ کا شریک ہے اُس نے کہا نہیں تو حضرت نے فرمایا تو کیا وحی کو خدا سے سنا ہے کہ اُس نے تجھ کو اپنے احکام کی خبر دی ہے اس نے کہا نہیں تو حضرت نے فرمایا کہ پھر تیری اطاعت بھی اُسی طرح واجب ہے جس طرح رسول خدا کی واجب ہے۔ اُس نے کہا نہیں۔ یونس کہتے ہیں کہ پھر حضرت صادقؑ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اے یونس اس شخص نے قبل اس کے کہ گفتگو کرے اپنے کلام کو باطل کر دیا کیونکہ جس شخص پر وحی خدا نازل نہیں ہوتی اور خدا نے واجب الاطاعت نہیں کیا ہو۔ اُس کا امور دین میں گفتگو کرنا باطل ہو گا بلکہ وہ اپنے تئیں خدا کا شریک قرار دے گا۔ اسی وقت ہشام بن حکم وارد ہوئے جو اصحاب آنحضرتؐ کے متکلمین میں نہایت صاحب فضل و علم و دانش اور نوجوان تھے ان کا سبزہ آغاز تھا۔ حضرت نے ان کی تعظیم کی اور ان کے لئے جگہ خالی کی اور فرمایا کہ تم دل و زبان سے ہمارے مددگار ہو۔ اس کے بعد جبکہ حضرت کے اصحاب نے اس سے گفتگو کی اور غالب نہ ہو سکے تو حضرت نے اُس شامی سے کہا کہ اس لڑکے سے مناظرہ کر یعنی ہشام سے۔ یہ سن کر شامی نے ہشام سے کہا کہ مجھ سے اس شخص (حضرت صادقؑ) کی امامت کے بارے میں گفتگو کرو۔ ہشام اس کے اس بے ادبانہ کلام کو سن کر غضبناک ہوئے اور کہا اے مروک خدا لوگوں پر زیادہ مہربان ہے یا وہ خود اپنی ذات پر مہربان ہیں۔ اُس نے کہا خدا زیادہ مہربان ہے۔ ہشام نے کہا اس نے اپنی مہربانی سے لوگوں کے ساتھ کیا کیا شامی نے کہا اُس نے ان کے لئے ایک حجت اور راہنما قائم کیا تاکہ وہ پر اگندہ نہ ہوں اور ان کے درمیان اختلاف پیدا نہ ہو۔ اور وہ حجت ان کے امور کو منتظم رکھے اور ان کو خدا کے فرائض سے آگاہ کرے۔ ہشام نے پوچھا وہ مروکون ہے اس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ہشام نے پوچھا رسول کے بعد کون ہے اس نے کہا کتاب خدا و سنت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ہشام نے کہا آیا کتاب و سنت نے آج ہم کو کچھ فائدہ پہنچایا ہے اس معاملہ میں کہ ہمارے اختلاف برطرف ہوں اُس نے کہا ہاں۔ تو ہشام نے کہا تو پھر کیوں ہم اور تم اختلاف رکھتے ہیں اور اسی اختلاف کے سبب سے تو ہشام نے ہماری طرف آیا تاکہ مناظرہ کرے۔ یہ سن کر شامی خاموش ہو گیا اور کوئی جواب نہ دے سکا۔ اُس وقت حضرت صادقؑ نے شامی سے فرمایا کیوں جواب

جناب امام جوہر صادقؑ کا ایک شامی عالم سے مناظرہ

حضرت صادقؑ کے حکم سے ہشام کو اس شامی عالم سے مناظرہ

نہیں دیتا۔ شامی نے کہا اگر کہتا ہوں کہ ہم اختلاف نہیں رکھتے ہیں تو میں یہ جھوٹ کہوں گا اور اگر کہتا ہوں کہ کتاب و سنت اختلافات ان کی طرف رجوع کرنے کے بعد متا دیں گی تو یہ بھی غلط ہوگا۔ اس لئے کہ بہت سے امور کے بارے میں ان دونوں میں احتمال ہو سکتا ہے اور ہر شخص اپنے مطلب کے موافق عمل کرتا ہے اور اگر یہ کہتا ہوں کہ ہم اختلاف تو رکھتے ہیں لیکن ہم دونوں حق پر ہیں اس صورت میں کتاب و سنت نے ہم کو کوئی فائدہ نہ پہنچایا لیکن یہی ہو سکتا ہے کہ میں بھی یہی باتیں اس پر پلٹ دوں حضرت نے فرمایا ہاں پلٹ دے تاکہ اس کا جواب بھی سن لے۔ شامی نے کہا خدا لوگوں پر زیادہ مہربان ہے۔ یا لوگ خود اپنے اوپر خدا سے زیادہ مہربان ہیں ہشام نے کہا خدا زیادہ مہربان ہے شامی نے کہا آیا اس نے کسی کو خلق کیا ہے جو ہمارے درمیان کے اختلاف کو دور کرے اور ان کے امور کی اصلاح کرے اور ان پر حق و باطل واضح کرے ہشام نے پوچھا کہ رسول خدا کے زمانہ کے بارے میں دریافت کرتے ہو یا اس زمانہ سے متعلق پوچھتے ہو شامی نے کہا رسول خدا کے زمانہ میں تو خود رسول خدا تھے آج بتاؤ کون ہے۔ ہشام نے کہا یہ بزرگ ربیعہ حضرت صادق علیہ السلام جو اس جگہ تشریف فرما ہیں۔ جس کے پاس لوگ دُور و دراز سے سفر کر کے آتے ہیں وہ ہم کو آسمانی خبریں دیتے ہیں اس میراث کے سبب جو ان کو اپنے جد و پدر سے حاصل ہے۔ شامی نے کہا یہ مجھ پر کیسے واضح ہو سکتا ہے۔ ہشام نے کہا ان سے جو پوچھنا چاہے پوچھ لے۔ شامی نے کہا تم نے مجھ کو لا جواب کر دیا اب مجھ پر لازم ہے کہ میں انہی سے سوال کروں۔ حضرت نے فرمایا اے شامی میں تجھے خبر دوں کہ تیرا سفر کیسا گذرا اور راستہ میں تجھ پر کیا واقع ہوا پھر حضرت نے اس کو اس کے تمام حالات سفر سے مطلع فرمایا۔ اس نے کہا ہاں آپ نے سچ بیان فرمایا اب میں آپ پر ایمان لایا اور مسلمان ہو گیا حضرت نے فرمایا بلکہ اب تو ایمان لایا اور اس سے پہلے جب کہ کلمہ شہادتیں پڑھتا تھا تو صرف مسلمان تھا اور اسلام ایمان سے پہلے ہوتا ہے اسی پر احکام دینا میراث و نکاح وغیرہ مترتب ہوتے ہیں اور آخرت کا ثواب ایمان سے حاصل ہوتا ہے جب تک ائمہ اطہار کی امامت کا اعتقاد نہیں کرنے لوگ بہشت کے مستحق نہیں ہوتے۔ شامی نے کہا آپ نے سچ فرمایا میں اب خدا کی وحدانیت اور حضرت رسول کی رسالت کی گواہی دیتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ آپ اوصیائے میں سے ایک وصی ہیں۔

کلینی و بابویہ و کشی نے بند ہائے معتبر منصور بن حازم سے روایت کی ہے کہ اُس نے کہا کہ میں نے حضرت صادق سے عرض کی کہ خداوند عالم اس سے بلند و بزرگ تر ہے کہ خلق کے سبب اس کو پہچان میں بلکہ خلق کو خدا کے سبب پہچانتے ہیں۔

لے مؤلف فرماتے ہیں کہ منصور نے جو یہ کہا کہ خدا کو خلق کے سبب نہیں پہچان سکتا بلکہ خلق کو (باقی ص ۲۱ پر ملاحظہ ہو)

شامی کو حضرت صادق کا اس کے سفر کے حالات بیان فرمانا اور اس کا مسلمان ہونا۔

حضرت نے فرمایا تو نے سچ کہا میں نے عرض کی کہ جو شخص یہ جانے کہ اُس کا کوئی پروردگار ہے تو اس کو یہ بھی سمجھنا چاہئے کہ وہ پروردگار غضب و خوشنودی بھی رکھتا ہے یعنی بعض اعمال اس کی خوشنودی کا باعث ہیں اور بعض اس کے غضب و ناراضی کا سبب ہیں پھر یہ بھی جانا چاہئے کہ اس کی خوشنودی و غضب وحی یا کسی رسول کے ذریعہ سے معلوم ہو سکتا ہے۔ تو جس کے پاس وحی نہیں آتی اس کو لازم ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰) خدا کے سبب سے پہچانتے ہیں۔ اس میں کئی احتمال ہو سکتے ہیں۔ اول یہ کہ وجود صانع کا علم بدیہی و فطری ہے اور ہر شخص حبیب حد شعور و تیز کو پہچانتا ہے پہلے یہ جانتا ہے کہ اس کا ایک خالق ہے جس نے اس کو پیدا کیا ہے اور جو کفار اپنے اغراض فاسد کے سبب اس کا انکار کرتے ہیں وہ بھی اضطراب اور مجبوری کے وقت دریا یا صحرائیں خدا کی جانب متوجہ ہوتے ہیں اور اُنسی سے توسل کرتے ہیں اور جب اغراض باطلہ سے اپنے کو خالی کر کے اپنے نفس کی طرف رجوع کرتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ وہ خود اپنے کو پیدا کرنے والے نہیں ہیں اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ کسی ممکن نے جو انہی کی طرح ہے ان کو پیدا کیا ہے جیسا کہ خداوند عالم فرماتا ہے۔ وَلَکِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ یَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ثُمَّ الزمر آیت ۳۸ پہلے یعنی اے رسول اگر تم کافروں سے پوچھو کہ کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تو یقیناً وہ کہیں گے کہ خدا نے پیدا کیا ہے اس بنا پر کہ یہ آیت مخصوص مشرکان مکہ کے بارے میں نہ ہو۔ اور اس بارے میں بہت حدیثیں ہیں کہ خلق کو خدا کے سبب سے پہچانتے ہیں۔ یعنی حقیقت انبیاء و اوصیاء ان کے چند معجزات کے سبب سے ظاہر و واضح ہوتی ہے جو خداوند عالم ان کے ہاتھ سے جاری کرتا ہے۔

دوسرے یہ کہ خدا کو مخلوقات کی مشابہت نہیں پہچاننا چاہئے خدا کو متبادل کے نور سے تشبیہ سے نہ صفات کمالیہ کو جو مخلوقات میں ہیں اس کے لئے ثابت کر سکتے ہیں۔ اور خلق کو خدا کے سبب پہچان سکتے ہیں اس سبب سے کہ اس نے انکو پیدا اور ظاہر کیا ہے علوم و معرفت و حقائق اسباب سب اسی کی جانب سے خلائق کو حاصل ہوتی ہیں۔

تیسرے یہ کہ کمال معرفت حقائق اور اس کے صفات کمالیہ بغیر وحی الہام کے نہیں معلوم کر سکتے ورنہ دور لازم آئے گا بلکہ خدا کو اس عقل کے ذریعہ سے جو اس نے عطا کی ہے اور ان آیات کے ذریعہ سے جو آفاق و انفس میں اپنے وجود و صفات کمالیہ کے ثبوت میں ظاہر و آشکار فرمایا ہے پہچان سکتے ہیں۔ اور انبیاء و مرسلین کی حقیقت ان معجزات کے ذریعہ سے جو ان کے ہاتھوں پر اس سے جاری کئے جان سکتے ہیں اور ان مطالب کی تفصیل مع وجود دیگر کمالانوار میں درج ہے۔

جو دلیل منصور بن عازم نے وجوب امام اور ائمہ حق کی حقیقت کی بیان کی ہے تمام دلیلوں سے زیادہ محسوس اور مستحکم ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ حقائق نے اس خلق کو عبث و بیکار نہیں پیدا کیا اگر ان کے لئے کوئی تکلیف نہ ہو۔ اور لوگ جانوروں کی طرح کھائیں پیئیں اور چلیں پھریں اور ان کے لئے دوسری دنیا یعنی عالم آخرت نہ ہو (باقی صفحہ ۲۲ پر)

کہ پیغمبروں کو تلاش کرے اور جب اُن سے ملاقات کرے تو سمجھے کہ وہ تحت خدا ہیں معجزات اور اُن علامتوں کے ساتھ جو خدا نے ان کو عطا فرمایا ہے اور یہ کہ ان کی اطاعت واجب ہے۔ منصور کہتے ہیں کہ میں نے سنیوں سے کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلق پر حجت خدا تھے انہوں نے کہا ہاں تو میں نے پوچھا کہ جب وہ دنیا سے رخصت ہوئے تو حجت خدا کون تھا۔ انہوں نے کہا قرآن تو میں نے نظر کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱) جہاں کے ابدی ثواب کا استحقاق حاصل کرنا عرض حقیقی ہے تو بیشک یہ دنیا عبث و بیفائدہ ہوگی کیونکہ اس دنیا کے رنج و غم راحت و آرام سے زیادہ ہیں اور دنیا کی کوئی لذت ایسی نہیں جو بہت سے رنج و غم کے ساتھ نہ ہو۔ کیونکہ ایک لذت کھانے پینے کی ہے جن کے حاصل کرنے میں اکثر لوگوں کو بڑی محنت و جانفشانی کرنا پڑتی ہے۔ اور کھاتے پینے کے بعد اکثر اوقات تکلیفیں اور بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح زوجہ جس سے تھوڑی دیر کی لذت حاصل ہوتی ہے مگر اُسکے نان و نفقہ و فراہمی لباس وغیرہ اور اپنے لباس و مکان کے حاصل کرنے میں طرح طرح کی مشقتیں اور محنتیں کرنا ضروری ہوتی ہیں اور ان سے قلیل فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ اسی طرح تمام ضروریات زندگی اور زوجہ کی نامناسب معاشرت کو برواشت کرنا لازم ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر چہ پایہ سواری کے لئے خرید کرے اس کی سواری سے تھوڑی لذت و راحت ہوتی ہے لیکن اس کی حفاظت و تربیت میں طرح طرح کی تکلیفیں یعنی اس کے لئے ضروری چیزوں کا مہیا کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اسی طرح مال دنیا ہے جس کے تھوڑے سے نفع کے خیال سے کہ خود اس سے فائدہ اٹھایا جائے گا۔ اس کے حاصل کرنے اور اس کی حفاظت میں چوروں اور ظالموں کے غلبہ کے سبب تکلیفیں اٹھانا پڑتی ہیں بلکہ دنیا کی تمام لذتوں کے ساتھ رنج و غم ہیں جو دنیا میں ہر وقت انسان کو لاحق ہیں چنانچہ کھانا بھوک کی تکلیف کے زائل کرنے کا سبب اور پانی پیاس کی تکلیف کے دفعیہ کا سبب ہے اور جماع کرنا منی کی تکلیف دور کرنے کا سبب ہے اسی طرح تمام لذتوں کو قیاس کرنا چاہئے اور یہ تمام موبہوم لذت متبعض و مکدر ہو جاتی ہیں۔ اس خیال کیساتھ کہ یہ دنیا فانی ہے۔ موت ضرور آئے گی اور یہ سب معرض فنا و زوال میں ہیں۔ بعینہ اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص ایک جماعت کو ضیافت کے لئے طلب کرے ایسے خراب مکان میں جو منہدم ہونے کے قریب ہو اور اس کے متعلق یہ امید ہو کہ ان لوگوں کے سر پر بس گرا پاتا ہے اور جو کھانا ان کے سامنے لایا جائے گا وہ خوار و کور سے کرکٹ سے آلودہ ہو اور ہر لقمہ اٹھاتے وقت بہت سے سانپ بچھو اور بھڑیں ان کے ہاتھ و زبان میں کاٹنے لگیں نیز شیر و بھیرے اور درندے ان کے ہلاک کرنے کا ارادہ کریں اور چاہیں کہ لقمہ ان سے چھین لیں تو ایسی ضیافت سے مقصود صرف ان لذتوں کا کھانا ہو تو اس کی تمام اہل عقل مذمت کریں گے۔ جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَاَتُكْوَرُ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ (پہلا سورہ مومنون آیت ۱۱۵) یعنی گمان کرنے ہو کہ ہم نے تم کو عبث و بیکار پیدا کیا ہے اور تم ہمارے پاس پلٹ کر نہ آؤ گے۔ یہ آیت اس بات پر دلالت (بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱)

اور دیکھا کہ جبر یہ اور تدریق جو قرآن پر اعتقاد نہیں رکھتے اسی تفسران کے ذریعہ سے لوگوں سے مناظرہ و
مخاصمہ کرتے ہیں۔ اہل قرآن اور انہی دلیلوں کے سبب غالب آتے ہیں تو میں نے سمجھا کہ قرآن حجت خدا
نہیں ہو سکتا۔ مگر ایسے شخص کے سبب سے جو قرآن کی تفسیر کرنے والا ہو اور اس کے معانی سے آگاہ
ہو اور جو کچھ بیان کرے اس سے اپنی حقیقت ظاہر کر سکے۔ اہل سنت سے کہا کہ کون تفسیر کرنے والا اور

دبقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲) کرتی ہے کہ اگر قیامت کے روز بازگشت اور ثواب و عذاب نہ ہو تو ان کا خلق کرنا بحث و بیکار ہوگا
لہذا معلوم ہوا کہ ان کا پیدا کرنا دوسری دنیا یعنی آخرت کے حائل کرنے کے لئے ہے اور یہ معلوم ہے کہ اس دنیا
کا حائل کرنا دغیر سمجھے۔ (وجہ) ہر عمل کے ذریعہ ممکن نہیں لہذا چاہئے کہ خلاق عالم ہدایت کرنے والوں کو مقرر کرے
معرفت و عبادت کے ذریعہ ثواب آخرت کے حصول کے طریقے ان کو تعلیم کرے۔ اس لئے زمانہ انبیاء میں خود
انبیاء راہ نمائے ان کے بعد چاہئے کہ کوئی محافظ شریعت اور قرآن سے استنباط کرنے والا ہو اور ہر دلیل جو
پیغمبر کی عصمت اور اس کے تمام احکام شریعت سے آگاہ ہونے پر اور کل صفات پیغمبری پر دلالت کرتی ہے امام
میں انہی صفات کے ہونے پر بھی دلالت کرتی ہے اور عصمت اور کمال علم کو خدا کے سوا کوئی نہیں بخلا۔ لہذا لیتا ہے
کہ امام خدا کی جانب سے منصوب و مخصص ہو اور باتفاق امت امیر المومنین کے سوا کسی کے لئے نص کا واقع ہونا
ثابت نہیں لہذا ضرورت ہے کہ آنحضرت امام ہوں۔ اور جب کہ امامت حضرت امیر اور ابوبکر و عمر و عثمان کے مریدان
مشتبہ ہوں اس صورت میں بھی جناب امیر علیہ السلام ان تینوں صاحبان میں سب سے زیادہ صاحب علم سب سے زیادہ
شجاع سب سے زیادہ متقی اور صاحب حسب و نسب تھے۔ لہذا ضروری ہوا کہ امامت کے لئے بھی وہی سب
سے زیادہ مستحق و سزاوار ہوں اس لئے کہ عقل کی رو سے تفصیل مفصل تیس ہے۔

نیز حق تعالیٰ فرماتا ہے هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ اَلَمْ يَتَذَكَّرْ اُولُو
الْاَلْبَابِ ۚ (سورہ زمر آیت ۹) یعنی کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہیں نصیحت تو صرف صاحبان عقل حاصل
کرتے ہیں۔ پھر فرمایا ہے۔ اَفَمَنْ يَهْدِي الْاِلٰهَ اَحَقُّ اَنْ يُتَّبَعَ اَمَّنْ لَا يَهْدِي الْاِلٰهَ اَنْ يُتَّبَعَ اَمْ لَا يَتَذَكَّرُ
كَيْفَ يَتَذَكَّرُونَ (سورہ بقرہ آیت ۱۷۵) یعنی جو حق کی طرف ہدایت کرتا ہے وہ زیادہ سزاوار ہے اس کا کہ اس
کی متابعت کی جائے یا وہ جو ہدایت یافتہ نہیں ہوتا مگر یہ کہ کوئی اس کی ہدایت کرے تم کو کیا ہو گیا ہے یہ تم
کیسا حکم کرتے ہو۔ جس وقت کہ فرشتوں نے اپنے تئیں زمین میں خلافت کا حضرت آدم سے زیادہ مستحق سمجھا تو
خلاق عالم نے آدم علیہ السلام کی علیت سے اُن پر حجت تمام کی اور جس وقت کہ بنی اسرائیل نے طالوت کی امارت و
بادشاہی قبول نہ کی تو خداوند عالم نے ان کے علم و جسم کے سبب جو شجاعت کے لئے لازم ہے ان کی اہلیت بیان
فرمائی کہ وَذَآذَا بَسَطْنَا فِي الْوَلَدِ الْاُولُو وَاَلْحُسُوعِ (پس سورہ بقرہ آیت ۲۴۷) کہ وہ علم اور جسم ربانی حاشیہ صفحہ ۲۲ پر ملاحظہ فرما

حافظ قرآن ہے انہوں نے کہا کہ ابن مسعود جانتے ہیں عمر جانتے ہیں، خذیفہ جانتے ہیں میں نے پوچھا تمام قرآن کی تفسیر جانتے ہیں کہا بعض کو جانتے ہیں۔ الغرض میں نے کسی کو نہیں پایا سوائے علی ابن ابیطالب کے جو کل قرآن کے معانی و مطالب جانتا ہو، لہذا کوئی چیز جب ایک جماعت کے درمیان ہو اور ان میں سے ہر ایک یہ کہتا ہو کہ میں اس کو مکمل طور سے نہیں جانتا اور ایک کہے کہ میں جانتا ہوں اور وہ صحیح صحیح بیان کر دے تو وہ صرف علی ابن ابیطالب ہیں لہذا میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ قرآن کے حافظ و مفسر اور قائم رکھنے والے ہیں اور ان کی اطاعت خلافت پر واجب ہے اور وہ بعد رسولؐ لوگوں پر حجت ہیں اور جو کچھ وہ قرآن کی تفسیر بیان کریں اور اس سے احکام استنباط فرمائیں سب حق و درست ہے حضرت صادقؑ نے فرمایا منصور تجھ پر خدا رحمت فرمائے یہ سُنکر میں اٹھا اور حضرت کے سر اقدس کا بوسہ لیا اور کہا کہ حضرت علی ابن ابیطالب دنیا سے تشریف نہیں لے گئے جب تک اپنے بعد ایک حجت نہ چھوڑا جس طرح رسولؐ نے اپنے بعد ایک حجت چھوڑا تھا اور وہ حجت حضرت علیؑ کے بعد امام حسینؑ تھے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ امام حسنؑ حجت خدا تھے اور ان کی اطاعت خلق پر واجب تھی۔ پھر حضرت صادقؑ نے فرمایا خدا تجھ پر رحمت نازل فرمائے تو میں نے حضرت کے سر مبارک کو بوسہ دیا اور کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ امام حسنؑ نے دنیا سے رحلت نہ فرمائی یہاں تک کہ ایک حجت اپنے بعد کے لئے مقرر فرمایا جس طرح رسولؐ خداؑ اور آپ کے پدر بزرگوار نے کیا تھا۔ اور امام حسنؑ کے بعد امام حسینؑ حجت خدا تھے اور ان کی اطاعت بھی واجب تھی۔ یہ سُنکر پھر حضرتؑ نے فرمایا کہ خدا تجھ پر رحمت فرمائے تو میں نے پھر حضرت کے سر مبارک کو چُوما اور کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ امام حسینؑ دنیا سے نہیں گئے مگر اپنے بعد ایک حجت چھوڑ گئے اور ان کے بعد حجت خدا علی بن الحسین علیہما السلام تھے اور ان کی اطاعت واجب تھی۔ حضرتؑ نے فرمایا خدا تجھ پر رحمت فرمائے پھر میں نے حضرت کے سر اقدس کا بوسہ لیا اور کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت علی بن الحسین علیہما السلام

دقیقہ حاشیہ صفحہ ۲۳ میں زیادہ ہیں۔ اور عامہ و خاصہ کے طریقہ سے متوازن ہے کہ تمام صحابہ خصوصاً خلفائے ثلاثہ آیات و احکام مشککہ میں جناب امیر سے رجوع کرتے تھے اور وہ حضرت کبھی اسلام کے کسی حکم میں یا کسی آیت کی تفسیر میں ان کے محتاج نہ ہوتے اسی طرح امام حسن علیہ السلام کے زمانہ میں خلافت آپ کے اور معاویہ کے درمیان شبہ ہوتی تو قطع نظر معاویہ کے کفر کے کسی عاقل کو امام حسن کے تمام کمالات اور معاویہ کے عیوب و نقص میں شک نہیں ہو سکتا اسی طرح امام حسین علیہ السلام اور معاویہ و یزید کے درمیان اور آئمہ معصومین اور خلفائے جور کے زمانہ میں ان کے درمیان کسی کو شک نہیں ہو سکتا ہے اور اسی دلیل سے سب کی امامت ثابت ہوتی ہے۔ ۱۲

دنیا سے نہیں گئے جب تک کہ ایک حجت اپنے بعد نہ مقرر فرمایا اور ان کے بعد حجت خدا محمد بن علی بن الحسین عیسم السلام تھے اور ان کی اطاعت بھی واجب تھی پھر حضرت نے فرمایا خدا تجھ پر رحمت کرے تو میں نے حضرت کے سر مبارک کا بوسہ لیا مگر سر اقدس چومنے پر حضرت ہنسنے یہاں تک کہ نوبت خود حضرت صادق کی پہنچی اور وہ جانتے تھے کہ میں انہی حضرت کا نام لوں گا۔ الغرض میں نے کہا کہ آپ کے پدر بزرگوار نے دنیا سے رحلت نہ فرمائی جب تک اپنے بعد کے لئے ایک حجت نصب نہ فرمایا جس طرح ان کے پدر بزرگوار نے نصب فرمایا تھا اور گواہی دیتا کہ خدا کی قسم وہ حجت آپ ہیں اور آپ کی اطاعت واجب ہے۔ حضرت نے فرمایا تیرے لئے کافی ہے خدا تجھ پر رحمت نازل فرمائے تو میں نے کہا اپنا سر اقدس دیجئے کہ میں بوسہ دوں یہ شکر حضرت ہنسنے اور فرمایا کہ جو کچھ تو چاہے مجھ سے معلوم کر کیونکہ اس کے بعد تجھ سے کچھ پوشیدہ نہ رکھوں گا

ابن بابویہ نے بسند معتبر جابر سے روایت کی ہے۔ جابر کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ لوگ کس سبب سے پیغمبر اور امام کے محتاج ہیں۔ فرمایا تاکہ دنیا اپنی صلاح پر باقی رہے کیونکہ خداوند رحمن اہل زمین سے عذاب کو دفع فرماتا ہے جبکہ اس میں کوئی پیغمبر یا امام ہوتا ہے۔ جیسا کہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ یعنی ایسا نہیں ہو سکتا کہ خدا ان پر عذاب نازل کرے گا حالانکہ تم (اے رسول) ان کے درمیان موجود ہو اور جناب رسول خدا نے فرمایا کہ ستارے امان اہل آسمان ہیں تاکہ وہ اپنی جگہ سے نہیں اٹھیں اور میرے اہلبیت امان اہل زمین ہیں تو جب ستارے برطرف ہو جائیں گے تو اہل آسمان کی طرف وہ حوادث رونما ہوں گے جن کو وہ نہیں چاہتے اور جب میرے اہلبیت زمین سے اٹھ جائیں گے تو ان کی طرف وہ کچھ رونما ہوگا جس کو وہ نہیں چاہتے۔

ابن بابویہ فرماتے ہیں کہ اہلبیت سے مراد ائمہ طاہرین ہیں جن کی اطاعت کو خدا نے اپنی اطاعت قرار دی ہے جیسا کہ فرمایا ہے أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ (سورہ النساء آیت ۵۹) یعنی اطاعت کرو اللہ کی اور رسول کی اور صاحبان امر کی جو تم میں ہیں (وہ گناہوں سے معصوم ہیں اور عیبوں سے پاک ہیں وہ گناہ نہیں کرتے وہ موید و موفق و مستد ہیں ان کی برکت سے خدا اپنے بندوں کو روزی دیتا ہے ان کے طفیل اپنے شہروں کو آباد کرتا ہے آسمان سے بارش کرتا ہے زمین سے برکتیں اگاتا ہے گناہگاروں کو مہلت دیتا ہے ان کے عذاب میں جلدی نہیں کرتا نہ عذاب ان پر نازل کرتا ہے اور (ان ائمہ سے) روح القدس علیحدہ نہیں ہوتی اور نہ وہ اس سے الگ ہوتے ہیں

اور وہ قرآن سے جدا نہیں ہوتے اور نہ قرآن ان سے جدا ہوتا ہے۔

بسنده معتبر حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کی مدت پیغمبری ختم ہو گئی اور ان کی عمر آخر ہوئی حق تعالیٰ نے ان کو وحی فرمائی کہ اے آدم تمہاری پیغمبری کا زمانہ گزر گیا اور تمہاری عمر تمام ہوئی ہے لہذا جو کچھ تمہارے پاس علم و ایمان و میراث پیغمبری اور بعثتہ علم و اسم اعظم ہے سب اپنے بعد ہتھبہ اللہ کو سپرد کر دو کیونکہ میں زمین کو بغیر کسی عالم کے خالی نہ چھوڑوں گا۔ جس سے لوگ میری عبادت اور دین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جانیں اور نجات اس کی ہے جو اس عالم کی اطاعت کرے۔

بسنده معتبر حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے مناجات میں عرض کیا کہ پالنے والے تو زمین کو خلاق پر کسی حجت سے خالی نہ رکھنا جو یا ظاہر یا باطن ہو یا پوشیدہ تاکہ تیری دلیل اور بیانات ضائع ہوں۔

بسنده صحیح یعقوب سراج سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت صادق سے دریافت کیا کہ آیا زمین بغیر زندہ عالم کے قائم و برقرار رہ سکتی؟ جس کی امامت ظاہر ہو اور لوگ اس کی طرف پناہ لیں اور اس سے حلال و حرام دریافت کریں۔ فرمایا اگر ایسا ہو تو خدا کی عبادت نہ ہوگی۔

ابن بابویہ و صفار و مفید رحمہم اللہ نے بسند ہائے معتبر و صحیح حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ زمین باقی نہیں رہے گی مگر یہ کہ اس میں کوئی عالم ہو گا جو دین کی زیادتی و نقصان جانتا ہو تاکہ اگر مومنین دین خدا میں کچھ زیادتی کریں تو ان کو (حد و خدا کی جانب) پٹنٹا لاوے اور اگر کچھ دین میں کمی کریں تو وہ ان کے لئے کامل کر دے۔ الغرض وہ عالم کہے گا کہ دین خدا کو کامل و تمام حاصل کرو۔ اگر ایسا نہ ہو تو یقیناً مومنین پر ان کا امر دین مشتبہ ہو جائے گا اور وہ حق و باطل میں فرق نہ کریں گے۔

بسنده صحیح بسیار انہی حضرت سے منقول ہے کہ اگر زمین بغیر امام کے ایک لمحہ رہے تو بلاشبہ دھنس جائے لے

کلینی و ابن بابویہ وغیرہ نے بسند ہائے معتبر انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ اگر زمین میں دو مرد باقی ہوں تو ان میں سے ایک امام ہو گا۔ حضرت نے فرمایا کہ آخر میں جس کی وفات ہوگی وہ امام ہو گا تاکہ خدا پر کوئی حجت قائم نہ کر سکے کہ تو نے مجھے بغیر حجت کے چھوڑ دیا تھا۔

ابن بابویہ وغیرہ نے بسند معتبر حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ جبرئیل جناب رسالت آید پر

لے مولف فرماتے ہیں کہ دھنس جانے سے ممکن ہے کہ اس کے انتظام کی خرابی و برطرف ہونا کیا یہ ہو - ۱۲

نازل ہوئے اور خدا کی جانب سے خبر لائے کہ اے محمد! میں نے زمین کو نہیں چھوڑا ہے مگر یہ کہ اس میں ایک پیغمبر کی وفات کے بعد دوسرے پیغمبر آئے تک ایک عالم ہوگا۔ جس سے لوگ میری عبادت اور راہ ہدایت جائیں۔ اور نجات خلق کا سبب ہو اور شیطان کو میں آواد نہیں چھوڑتا ہوں کہ وہ لوگوں کو گمراہ کرے اور زمین پر میری کوئی سجت نہ ہو جو میری طرف لوگوں کو بلانے والا اور میری جانب ہدایت کرنے والا اور میرے امر دین کا عارف اور جاننے والا ہو۔ اس لئے میں نے ہر قوم کے لئے ہدایت کرنے والا منتخب اور مقرر کیا ہے تاکہ اس کے ذریعہ سے سعادتمندوں کی ہدایت کروں اور بد بختوں پر رحمت ہو۔ نیز حضرت صادقؑ سے بسند معتبر روایت کی ہے کہ لوگوں کی اصلاح نہیں ہوتی مگر امام کے ذریعہ سے۔ اور بسند معتبر انہی حضرت سے روایت کی گئی ہے کہ اگر زمین پر دو مرد بھی ہوں تو ان میں سے یقیناً ایک حجت خدا ہوگا۔

بسند معتبر حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ خدا کی قسم خدا نے زمین کو جس روز سے آدمؑ دنیا سے رخصت ہوئے ہیں بغیر امام کے خالی نہیں چھوڑا ہے تاکہ لوگ اس کے ذریعہ سے خدا کی جانب ہدایت پائیں اور وہ اس کے بندوں پر رحمت ہو اور زمین بغیر حجت خدا کے باقی نہیں رہ سکتی جو اس کے بندوں پر ہوتا ہے۔ جو شخص اس کی فرمانبرداری نہیں کرتا ہلاک ہوتا ہے اور جو اطاعت کرتا ہے نجات پاتا ہے اور یہ امر خدا پر واجب ہے۔ نیز انہی حضرت سے روایت ہے کہ زمین قائم و برقرار نہیں رہ سکتی مگر یہ کہ اس میں ظاہر یا پوشیدہ ایک امام ہوگا۔ اور دوسری حدیث میں فرمایا کہ زمین امام عادل سے خالی نہیں رہی ہے جس روز سے کہ خدا نے زمین و آسمانوں کو خلق فرمایا ہے اور قیامت تک خلق پر حجت خدا سے خالی نہ رہے گی۔

کلینی اور ابن بابویہ و شیخ طوسی نے بسند صحیح حمزہ ثمالی سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت صادقؑ سے پوچھا کہ کیا زمین بے امام کے باقی رہے گی فرمایا اگر ایسا ہو تو فنا ہو جائے گی۔ بسند بسیار امام باقرؑ سے مروی ہے کہ خدا نے بغیر عالم کے زمین کو خالی نہیں چھوڑا ہے جو دین میں جو کچھ لوگ زیادہ کرتے ہیں وہ انہیں کم کرتا ہے اور جو کچھ کم کر دیتے ہیں وہ زیادہ کر دیتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو بیشک لوگوں کے امور ہر دم مختلف و مشتبه ہو جائیں۔

اور سلیمان جعفری نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا زمین کبھی حجت خدا سے خالی ہو سکتی ہے فرمایا کہ اگر ایک چشم ندون کے لئے خالی ہو جائے تو بلاشبہ اپنے ساکنین سمیت غرق ہو جائے اور دوسری صحیح حدیث میں فرمایا کہ خدا کی حجت خلق پر قائم نہیں ہوتی اور پوری نہیں ہوتی مگر

امام زندہ کے سبب سے جو لوگ پہچانتے ہوں اور حمیری نے حضرت صادقؑ سے روایت کی جناب رسولؐ نے فرمایا کہ میری امت میں ہر زمانہ میں میرے اہلبیت میں سے ایک امام عادل ہوگا جسے جو اس دین میں غالیوں کی تحریف اور اہل باطل کے جھوٹے دعووں اور جاپوں کی غلط تاویل کی نفی کرتا ہے۔ اور ابن بابویہ نے فضل ابن شاذان سے اُس نے جناب امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی کہے کہ کیوں خدا نے اولوالامر کو مقرر کیا اور ان کی اطاعت کا حکم دیا ہے میں اس کو جواب دوں گا کہ بہت سی وجہوں سے۔ پہلے یہ کہ دنیا والوں کے لئے ہر چیز میں (صرف کا) ایک اندازہ مقرر کیا ہے کہ اس سے تجاوز نہ کریں جو ان کے لئے فساد کا سبب ہو اس لئے ضروری ہوا کہ ان پر ایک امین مقرر ہو جو ان کو حلال سے آگے بڑھ کر حرام میں داخل ہونے سے روکے اگر وہ نہ ہوتا تو کوئی شخص اپنی لذت و دفع کو دوسروں کے نقصان و تکلیف کے سبب ترک نہ کرتا۔ لہذا اس صورت میں باہم فساد قتال و فتناء ہوتی۔ اس لئے ان پر ایک مضبوط سردار کو مقرر کیا جو ان کو فساد سے روکے اور ان کو حدود و احکام خدا کے درمیان قائم رکھے۔ دوسرے یہ کہ کوئی فرقہ اور کوئی قوم اپنے دین و دنیا کے معاملات میں بغیر کسی رئیس و سردار کے زندہ و باقی نہیں رہ سکتی اس لئے حکیم مطلق کی حکمت کے لئے یہ سزاوار تھا کہ جس امر کو سب اس کی بہتری کے سبب قبول کریں اور یہ کہ جو لوگوں کے امور کو منظم رکھنے کے لئے ضروری ہے (وہ حکیم) اس کو ترک کر دے۔ لہذا ضروری ہوا کہ کسی ایسے شخص کو مقرر کرے جو اپنے دشمنوں سے جنگ و جہاد کرے اور لوگوں میں مال غنیمت تقسیم کرے اور جمع و جماعت ان کے درمیان قائم رکھے۔ اور ظالموں کے ظلم سے مظلوموں کو محفوظ رکھے۔ تیسرے یہ کہ اگر مخلوق کے لئے ایسا امام قیمہ و امین دستودع قرار نہ دیتا جو امور خلق کا قائم رکھنے والا ہو اور دین خدا میں خیانت نہ کرنے والا اور دین و شریعت کی حفاظت کرنے والا۔ رسول خدا کے اسرار کا امانت دار ہو تو اس صورت میں بیشک ملت کہنہ ہو جاتی دین خدا برطرف ہو جاتا۔ سنت و احکام پیغمبر میں تغیر ہو جاتا اور صاحبان بدعت دین خدا میں زیادتی کرتے جس طرح صوفیہ حکم کرتے ہیں۔ اور محمدین خدا کے دین میں کمی کر دیتے۔ جس طرح اسماعیلیوں نے کیا اور مسلمانوں پر ان کو مشتبہ کر دینے کیونکہ تم خلافت کو ناقص اور تربیت کرنے والے کی محتاج اور اپنی عقل اور خواہشوں کے اختلاف کے سبب غیر کامل پاتے ہو۔ لہذا اگر ان میں کوئی قیمہ اور محافظ خدا مقرر نہ کرتا کہ جو کچھ جناب رسول اللہ خدا کی جانب سے لائے ہیں ان کی حفاظت کرے تو یقیناً لوگ گمراہ ہو جاتے اور شریعتیں اور سنتیں اور احکام الہی اور ایمان میں تغیر و تبدل ہو جاتا اور ان میں تبدیلی تمام خلافت کیلئے فساد کا سبب ہوتی

بسنده صحیح حضرت صادقؑ سے منقول ہے کہ جناب علیؑ علیہ السلام اور حضرت رسالتؑ کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ رہا ہے اور ڈھائی سو سال تک نہ کوئی پیغمبر تھا نہ کوئی ظاہری عالم لدوی نے پوچھا تو پھر لوگ اس وقت کیا کرتے تھے۔ فرمایا دین علیؑ علیہ السلام سے متمسک تھے۔ پوچھا ان کا حال کیسا تھا فرمایا مومن تھے اور فرمایا کہ زمین بغیر کسی عالم کے نہیں رہتی یعنی اگر کوئی عالم ظاہر نہیں ہوتا تو پوشیدہ ہوتا ہے۔

کلینی وابن بابویہ وغیرہ نے بسند ہائے معتبر امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ بیشک اگر امام ایک لمحہ کے لئے بھی زمین سے الگ ہو جائے تو زمین اپنے تمام ساکنین کے ساتھ موج میں آجائے جس طرح دریا اپنے اہل کے ساتھ موج میں آتا ہے۔ اور ابن بابویہ نے بسند معتبر حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ اگر جتھلے خدا زمین پر نہ ہوتے تو زمین یقیناً ان سب کو تکان دیتی اور سرنگوں کر دیتی جو زمین پر یا اس کے درمیان ہیں۔ کیونکہ زمین ایک ساعت کے لئے بھی حجت خدا سے خالی نہیں رہتی۔ نیز بسند معتبر امام رضاؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ ہم روئے زمین پر جتھلے خدا ہیں اور خدا کے بندوں کے درمیان ہم خلیفہائے خدا ہیں ہم خدا کی رضا کے ساتھ خدا کے امین ہیں اور ہم ہیں کلمہ تقویٰ جیسا کہ خدا نے قرآن میں فرمایا ہے **وَأَلْزَمَهُمُ الْكَلِمَةَ الْتَقْوَىٰ** (آیت ۲۶ سورہ فتح پڑھا) یعنی ہماری ولایت عذاب خدا سے نجات کا سبب ہے اور ہم عودۃ الوتقی ہیں یعنی ہماری ولایت و متابعت وہ مضبوط زنجیر ہے کہ جو شخص اس کو پکڑ لے ٹوٹ نہیں سکتی بلکہ اس شخص کو بہشت میں پہنچاتی ہے اور ہم لوگوں کے درمیان خدا کے گواہ اور اس کی ہدایت کے نشان ہیں ہمارے سبب سے خدا آسمانوں اور زمین کو محفوظ رکھتا ہے اس سے کہ وہ اپنے مقام سے رواں ہوں یا حرکت کریں۔ اور ہماری برکت سے بارش کرتا ہے اور اپنی رحمت کو وسیع فرماتا ہے اور زمین کبھی ہم میں سے کسی امام قائم سے خالی نہیں رہتی وہ امام یا تو ظاہر ہوتا ہے یا پنہاں اگر زمین حجت خدا سے ایک روز بھی خالی رہے تو یقیناً اس میں طوفان برپا ہوا اور وہ اپنے ساکنین سمیت غرق ہو جائے جس طرح دریائی طوفان اپنے اہل کو برباد کر دیتا ہے اور بسند معتبر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ اگر زمین ایک روز بغیر امام کے رہے تو یقیناً اپنے اہل کے ساتھ دھنس جائے اور خدا ان کو اپنے بدترین عذاب کے ساتھ معذب کرے کیونکہ خدا نے ہم کو زمین میں اپنی حجت اہل زمین کے لئے امام قرار دیا ہے۔ تاکہ ان پر عذاب نازل نہ ہو اور وہ ہمیشہ امن میں ہیں۔ اس سے کہ زمین ان کو ڈوبا دے جب تک ہم ان کے درمیان ہیں۔ اور جب خدا چاہے گا۔

کہ انکو ہلاک کرے اور مہلت نہ دے ان کے درمیان سے ہم کو اٹھالے گا۔ پھر اپنے عذاب و عقاب سے جو ان کی نسبت چاہے گا عمل میں لائے گا۔

بسنده معتبر حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جس روز سے زمین پیدا کی گئی ہے کبھی ایسے عالم و محبت سے خالی نہیں رہی ہے جو اور حق کو زندہ کرتا ہے جس کو لوگ ضائع و برباد کرتے ہیں پھر یہ آیت پڑھی۔ یُؤَيِّدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَهِهِمْ وَيَأْتِي اللَّهُ الْآلَانَ يُثَمِّمُ نُورَهُ وَكَوْكَؤُهُ الْكَافِرُونَ (پہلا سورہ توبہ آیت ۳۲) یعنی کفار چاہتے ہیں کہ اپنے منہ سے نور خدا کو بجھا دیں اور خدا اپنے نور کو کامل کرنے والا ہے اگرچہ کافروں کو یہ ناپسند ہی ہو۔ اور دوسری روایت میں فرمایا کہ محبت خدا یعنی ہادی خلائی سے پہلے تھا اور خلائی کے ساتھ ہے اور بعد ان کے رہے گا۔

بسنده صحیح حضرت امام محمد باقر و جعفر صادق علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ جو علم حضرت آدم علیہ السلام لے کے آئے وہ واپس نہیں گیا۔ کیونکہ علم میراث میں ہم کو پہنچتا ہے اور جو علم اور آثار انبیاء و مرسلین اہلبیت رسول خدا کے علاوہ دوسروں سے اخذ کیا جاتا ہے وہ باطل ہے اس لئے کہ علی علیہ السلام اس امت کے عالم تھے اور ہم اہلبیت میں سے کوئی عالم دنیا سے نہیں جاتا مگر یہ کہ اپنے بعد کسی کو مقرر کرتا ہے جو اسی کے ایسا علم جانتا ہے جو خدا جانتا ہے۔

بسنده ہائے معتبر حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حق تعالیٰ نے زمین کو بغیر کمال علم کے کبھی نہیں چھوڑا ہے جس کے دنیا والے علم میں محتاج ہوتے ہیں اور وہ کسی کا محتاج نہیں ہوتا اور حلال و حرام کو جانتا ہے۔ راوی نے پوچھا میں آپ پر فدا ہوں وہ کہاں سے علم جانتا ہے فرمایا اس میراث کے سبب جو جناب رسول خدا و علی بن ابیطالب علیہ السلام سے اس کو پہنچا ہے۔

ابن بابویہ و صفار و برقی نے حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ زمین میں خدا کی طرف سے ہمیشہ ایک محبت نبی یا امام رہا ہے جو حلال و حرام جانتا تھا اور لوگوں کو خدا کی طرف دعوت دیتا تھا۔ اور کوئی محبت یعنی ہادی سے زمین خالی نہیں ہوگی۔ مگر قیامت سے پہلے چالیس روز کے لئے غرضکہ جب وہ ہادی زمین سے اٹھالیا جائے گا۔ تو توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ اور ایمان لانے والوں کا ایمان کچھ فائدہ نہ دے گا جو لوگ حجت کے چلے جانے کے بعد ایمان لائے ہوں گے وہ بدترین خلق ہوں گے۔ پھر ان کے لئے قیامت قائم ہوگی۔

بسنده معتبر حضرت امام محمد باقر سے منقول ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس امت میں میرے اہلبیت کی مثال آسمان کے ستاروں کے مانند ہے کہ ہر ستارہ جو غروب

ہوتا ہے (اُسکے بجائے) دوسرا ستارہ طلوع ہو جاتا ہے۔ اس طرح جو امام ہم اہلبیت میں گنیا سے رحلت کرتا ہے اس کے بعد دوسرا امامت کے ساتھ موجود ہو جاتا ہے۔

ابن بابویہ نے بسند معتبر حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے اس خطبہ میں جو مسجد کوفہ میں پڑھا فرمایا کہ خداوند بے شبہ تیری زمین ایک حجت کی محتاج ہے جو تیری طرف سے خلق پر ہو اور تیرے دین کی طرف ان کی ہدایت کرے اور تیرا علم ان کو سکھائے تاکہ میری حجت باطل نہ ہو اور تیرے فرمانبردار اور دوست ہدایت کے بعد گمراہ نہ ہوں۔ اس کے بعد وہ حجت یا امام ظاہر ہوگا۔ جس کی لوگ اطاعت کریں گے یا پوشیدہ ہوگا۔ جس کے ظہور کا انتظار کریں گے۔ اگرچہ حکومت باطل کے زمانہ میں وہ لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہوگا مگر اس کا علم اور اس کی رائے مومنوں کے دلوں میں ثابت و برقرار ہوگی جس پر لوگ اس کے ظاہر ہونے تک عمل کریں گے اور انہی چیزوں سے مانوس رہیں گے جن کے سبب جھٹلانے والوں کو ان سے دشت ہوتی ہے اور گمراہوں کی جماعت ان سے انکار کرتی ہے۔

بصائر الدرجات میں بسند حسن حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ لوگوں نے انہی حضرت سے پوچھا کہ کیا بیک وقت زمین میں دو امام ہو سکتے ہیں۔ فرمایا نہیں مگر اس صورت سے کہ ایک خاموش رہے اور دوسرا امام اس سے پہلے امامت کا دعویٰ کرے اور اس کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد وہ امام ہو لے۔

دوسری فصل | اس بیان میں کہ امام کو تمام گناہوں سے معصوم ہونا چاہئے۔ واضح ہو کہ علمائے امامیہ کا اس پر اجماع ہے کہ امام اول عمر سے آخر تک تمام صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے معصوم ہوتا ہے۔ وہ کوئی گناہ نہ عہد کرتا ہے نہ سہواً۔ اور اس بارے میں سوائے ابن بابویہ اور ان کے استاد محمد بن الحسن رحمہم اللہ کے کسی نے اختلاف نہیں کیا ہے۔ ان حضرات نے تجویز کی ہے کہ احکام خدا و تبلیغ رسالت کے علاوہ دوسرے معاملات میں جائز ہے کہ ان سے کسی مصلحت کی وجہ سے سہو ہو جائے۔ مثلاً نماز اور تمام عبادتوں میں سہو جائز ہے لیکن احکام و تبلیغ رسالت کے بیان میں کسی قسم کا سہو جائز نہیں جانتے اور تمام اسلامی فرقے اسماعیلیہ کے سوا عصمت کو شرط نہیں

لے جو مؤلف فرماتے ہیں کہ وصیت کے انصال کے بارے میں آدم سے آخر اوصیائیک اس کتاب کی پہلی جلد میں بیان کیا جا چکا ہے جس کا اعادہ طوالت کا باعث ہے۔ ۱۲

جانتے۔ مذہب امامیہ کے مطابق عقلی و نقلی دلیلیں بہت ہیں۔ ان میں سے بعض جلد اول میں بیان ہو چکیں اور اس بار سے میں چند عقلی دلیلیں ہم پھر بیان کرتے ہیں۔

پہلی دلیل :- یہ کہ نصب امام کا مقصد یہ ہے کہ رعایا سے خطا جائز نہ ہو تو کوئی ایسا ہو کہ خطا سے انکو محفوظ رکھے۔ تو اگر اس سے بھی خطا ممکن ہو تو وہ بھی کسی دوسرے امام کا محتاج ہوگا۔ لہذا یا تو تسلسل لازم آئے گا اور وہ محال ہے یا آخر میں ایک ایسے امام تک نوبت آئے گی۔ جس کے لئے خطا جائز نہ ہو تو پھر وہی امام ہوگا۔

دوسری دلیل :- امام شریعت کا محافظ ہے کیونکہ قرآن میں احکام شریعت کی تفصیل نہیں ہے۔ اسی طرح سنت و احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تمام احکام شرع معلوم نہیں ہوتے اور نہ اُمت کے اجماع سے معلوم ہو سکتے ہیں کیونکہ جس اجماع میں معصوم موجود نہ ہو توجیب ہر ایک سے خطا ممکن ہے تو خطا کاروں کی پوری جماعت سے بھی خطا ممکن ہے اور قیاس سے بھی معلوم نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ دلیلوں سے اصول میں اس کے ذریعہ سے عمل کا باطل ہونا ثابت ہو چکا ہے اور اگر مان بھی لیا جائے۔ تب بھی اس کا تمام احکام شرع کا محافظ ہونا ممکن نہیں نہ برأتِ اصلہ کیونکہ اگر اس پر عمل ہو سکتا تو پیغمبروں کا مبعوث ہونا ضروری نہ تھا لہذا بغیر امام کے محافظ شریعت نہیں ہو سکتا۔ اور اگر اس سے خطا جائز ہو تو عبادات و تکالیف الہی میں اس کے قول پر اعتماد نہیں ہو سکتا اور یہ امر غرض تکلیف یعنی احکام الہی کی اطاعت کے خلاف ہے۔

تیسری دلیل :- یہ کہ اگر اس سے خطا واقع ہو تو واجب ہوگا کہ لوگ اس سے انکار کریں۔ اور یہ اسکی اطاعت کے واجب ہونے کے خلاف ہے جس کا حکم خدا نے دیا ہے اَطِيعُوا اللَّهَ وَاَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاُولِی الْأَمْرِ مِنْكُمْ سورہ النساء آیت ۵۹ یعنی اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول اور اولی الامر کی جو تم میں ہوں نیز اگر وہ معصوم نہ ہو تو ہو سکتا ہے کہ گناہ کا حکم دے اور اطاعت سے منع کرے اور رعایا پر واجب ہوگا کہ اس کے حکم کی اطاعت کریں اور معصیت میں اطاعت واجب ہونے سے یہ امر لازم آئے گا کہ ایک ہی فعل ایک طرف سے عبادت اور دوسری طرف سے معصیت ہو اور یہ امر محال ہے۔

چوتھی دلیل :- یہ کہ اگر گناہ اس سے سرزد ہو تو نصب امام کی غرض یعنی اُمت کی فرمانبرداری اور اس کے اقوال و افعال کی اطاعت باطل ہو جائے گی اور یہ نصب امام کے منافی ہے۔ مختصر یہ کہ تمام دلائل عقیدہ کا اس کتاب میں جمع کرنا ممکن نہیں اور جو کچھ اس کتاب کی ابتدا میں اور اس جگہ مذکور

امام کے گناہوں سے معصوم ہونے کی دلیلیں۔

ہو اس مطلب کے ثبوت کے لئے کافی ہے۔

علمائے عام جو عصمت کو امام کے لئے شرط نہیں جانتے وہ فقہ و فحور اور ظلم و جور بھی مبطل امامت نہیں مانتے لہذا امامت خلفائے بنو امیہ و بنی عباس کی امامت کے باوجود ان کے مظالم اور فسوق کے قائل ہیں اور ایک شخص جو ان کے مشہور علماء میں سے ہے کہنا ہے کہ فقہ و فحور کے سبب امام امامت سے معزول نہیں ہوتا اور ملا سعد الدین نے اپنی شرح میں جو عقائد کے بارے میں لکھی ہے اسکی دلیل بیان کی ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ خلفائے راشدین کے بعد اماموں سے فقہ و ظلم ظاہر ہوا حالانکہ اگلے لوگ ان کے مطیع و متقاد تھے۔ پھر اسی شرح میں بیان کیا ہے کہ امت کے اہل حل و عقد نے بنی عباس کی خلافت پر اتفاق کیا ہے۔ پھر ملا سعد الدین شرح مقاصد میں لکھتے ہیں کہ قبر و غلبہ سے اس کی امامت منعقد ہوتی ہے ہر چند وہ فاسق و جاہل ہو پھر لکھتے ہیں کہ اگر کوئی قبر و غلبہ سے امام ہو جائے اور دوسرا آکر اس پر غالب ہو جائے اور اس کو معزول و مقہور کر دے تو پھر وہ غالب ہی امام ہوگا۔ یہ ہیں ان کے مہمل اقوال کس صاحب عقل کی عقل تجویز کر سکتی ہے کہ امام اہل جہنم سے ہو حالانکہ خدا نے فاسق کو اہل جہنم سے شمار کیا ہے جس جگہ کہ فرماتا ہے وَأَمَّا الَّذِينَ شَقُّوا ظُمُكُمُ وَالْمَنَافِعَ لَهُمْ (پلے سورہ الحجۃ آیت ۲۰) جن لوگوں نے فسق کیا ان کا ٹھکانا جہنم ہے) دوسرے مقام پر یہ بھی فرمایا ہے کہ فاسق کی خبر پر اعتماد مت کرو ان جَاءَ كُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا (جب کوئی بدکار تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو خوب تحقیق کر لیا کرو) (پلے سورہ حجرات آیت) اور فرمایا ہے إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ط خدا بدکاروں کو ہدایت نہیں کرتا۔ (سورہ منافقون پلے آیت) توجب یہ ثابت ہو گیا کہ عصمت امام کے لئے شرط ہے تو امامت خلیفہ اول باطل ہو گئی کیونکہ وہ بالاتفاق معصوم نہ تھے اور امامت امیر المؤمنین بیواسطہ ثابت ہو گئی کیونکہ بالاتفاق امت جناب رسول خدا کے بعد امامت امیر المؤمنین اور حضرت ابو بکر کے درمیان مشتبہ تھی اور جب ایک کی باطل ہو گئی تو لامحالہ دوسرے کی ثابت ہو گئی۔

جاننا چاہئے کہ عصمت کے قائل حضرات نے اس امر میں اختلاف کیا ہے کہ آیا معصوم فعل محصیت پر قادر ہے یا نہیں تو جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ امام قادر نہیں ہے ان میں بعض کہتے ہیں کہ امام کے بدن یا نفس میں ایک خصوصیت ہے جو مقتضی ہے اس امر پر کہ محال ہے کہ امام معصیت پر اقدام کرے بعضوں کا قول ہے کہ طاعت پر قدرت رکھنا اور معصیت پر قادر نہ ہونا ہی عصمت ہے اکثر علماء اس بات کے قائل ہیں کہ امام معصیت پر قدرت رکھتا ہے اور ان میں بعض نے عصمت کی

تخصص کی مشاطہیں

یہ تفسیر کی ہے کہ وہ خدا کا ایک لطف ہے بندہ کی نسبت جو طاعت سے قریب کرنے والا ہے جس کے سبب بندہ معصیت پر اقدام نہیں کرتا بشرطیکہ الحاد و اضطراب و جبر کی حد تک نہ پہنچے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ وہ ایک نفسانیہ ملکہ ہے جس کو وہ حاصل ہوتا ہے اس سے معصیت نہیں ہوتی اور بعضوں کا قول ہے کہ وہ بندہ پر خدا کا ایک لطف ہے جس کے سبب ترک طاعت و ارتکاب معصیت کی خواہش بندہ کو نہیں ہوتی اور اس کے اسباب چار ہیں۔ پہلے یہ کہ اُس کے نفس یا بدن میں ایسی خاصیت ہوتی ہے جس سے وہ ملکہ ہو جاتا ہے جو فسق و فجور سے روکتا ہے۔ دوسرے یہ کہ اُس کو گناہوں کے عیوب کا اور طاعت کی نیکیوں اور فضیلتوں کا علم حاصل ہوتا ہے۔ تیسرے یہ کہ وحی و الہام الہی کے تابع ہونے کے سبب ان علوم میں اور بھی تاکید حاصل ہوتی ہے۔ چوتھے یہ کہ خدا کا اس سے فضل مکروہ اور ترک اولیٰ پر مواخذہ کرنا تاکہ وہ جانے کہ جب غیر واجب امور میں حق اٹھائے اُس پر کام کو تنگ کرتا ہے تو واجبات و حرام میں اُس کے ساتھ تساہل نہ کرے گا۔ الغرض جب یہ امور کسی میں جمع ہو جائیں گے تو وہ معصوم ہو گا۔ اور حق ہے کہ معصیت پر اس کی طاقت زائل نہیں ہوتی ورنہ ترک معصیت پر مدح کا مستحق نہ ہو گا۔ اور اس کے لئے ثواب و عقاب کچھ نہ ہو گا اس صورت میں وہ تکلیف کی حد سے باہر ہو جائے گا۔ اور یہ متواترہ نصوص و اجماع سے باطل ہے۔ نیز اس صورت میں عصمت کا کوئی فضل و کمال نہ ہو گا کیونکہ اس صورت میں خدا جس پر جبر کرے گا وہ ہی معصوم ہو گا۔ حالانکہ تحقیق یہ ہے کہ آدمی عقل کی قوت اور فطانت کی زیادتی اور عبادت و ریاضت کی کثرت اور خدا کی ہدایت و توفیق کے سبب اُس مرتبہ پر پہنچتا ہے۔ جہاں ہمیشہ اس کی توجہ بارگاہ رب الارباب کی طرف ہوتی ہے بلکہ اپنی خواہشوں اور ارادوں سے اس کا قلب بالکل خالی ہوتا ہے۔ اور وہ دَمَا تَشَاءُ مَوْنَ الْاٰلَآءِ تَشَاءُ اللہ تو کچھ چاہتے ہی نہیں سوائے اس کے کہ جو خدا چاہتا ہے (پس سرور قدرت) کے مقام میں پہنچ جائے۔ اور مَنِ يَتَّقِ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ يَشَاءُ دَنَ يُبْصِرُ دَنَ يَنْشِئُ بندہ میرے کانوں سے سنا ہے میری آنکھوں سے دیکھتا ہے اور میرے پیروں سے چلتا ہے۔ کا مصداق ہو جاتا ہے اس حال میں عبادت ترک ہونا گناہوں کا صادر ہونا بلکہ ترک اولیٰ بھی اس سے محال ہوتا ہے۔ جیسے کوئی شخص کسی بادشاہ کے حضور میں اس کی انتہائی محبت و شفقت و احسان اور فواز شوں سے سرفراز ہو اسی کے ساتھ اس کے دل میں بادشاہ کی سطر و طاقت کا پورا پورا تصور بھی ہو اور اپنی نسبت بادشاہ کی انتہائی شفقت و محبت شاہدہ کرے اور خود بھی بادشاہ سے انتہائی محبت رکھتا ہو تو ایسا شخص تین وجہوں سے محال ہے کہ بادشاہ کی مرضی

کے خلاف کوئی کام کرے ہرچند وہ کام سہل و آسان ہو۔ پہلی وجہ انتہائی محبت کیونکہ جب محبت کرنے والا محبت کی حقیقت تک پہنچ جاتا ہے تو اس سے محبوب کی مرضی کے خلاف کوئی امر صادر ہونا محال ہے۔ دوسری وجہ شرم و حیا۔ اور وہ اُس کی شفقت و محبت و احسان و اذیت کے سبب اس کی غیبت میں اس کی مخالفت نہیں کرنے دیتی۔ پھر اس کے سامنے اس کی مخالفت کیونکہ کر سکتا ہے۔ تیسری وجہ خوف و بیم۔ کیونکہ باوجود اس خصوصیت اور اس کی قدرت و اختیار کے اگر اس کی مرضی کی رعایت نہ کرے گا۔ تو یقیناً سخت سزا کا مستحق ہوگا اور وہ انتہائی عذاب سے مطمئن نہ ہوگا۔ اور کون سی سزا اور ایسے صاحب مرتبہ کے تغیر محبت اور مرتبہ قرب و عزت کے متزل کے برابر ہو سکتی ہے اور یہ بالکل واضح ہے کہ ایسے شخص سے گناہوں کا صادر ہونا محال ہے اور جبر کا لازم ہونا بھی محال ہے کیونکہ جبر وہ ہے جس میں بندہ کی طاقت اور ارادے کا دخل بالکل نہ ہو۔ اور اس مقام پر ایسے شخص کی طاقت و خواہش کسی دوسرے شخص سے مطلق کم نہیں ہوتی جیسا کہ تمام فاسقین مثلاً شراب پیئے پر اقدام کر سکتے ہیں معصوم بھی یہ طاقت رکھتا ہے اور اقدام کر سکتا ہے۔ لہذا جبر کا مطلق یہاں شائبہ نہیں ہے جو آیتیں امام کے وجود پر دلالت کرتی ہیں۔ ان میں سے یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ سے خطاب فرمایا اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ۚ اٰیٰتِ ۱۲۴ سورہ بقرہ (پ) یعنی میں نے تم کو لوگوں کا امام بنایا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے عرض کی وَجِیْزٌ ذُرِّیَّتِیْ (خداوند!) میری ذریت میں سے بھی بعض کو امام قرار دے حق تعالیٰ نے ان کے جواب میں فرمایا لَا یَتَّٰلَیْ عَہْدِیْ الظَّالِمِیْنَ میرا یہ عہد امانت ظالموں کو نہ پہنچے گا۔ اور ہر فاسق اپنی ذات پر ظالم و ستم گار رہے۔ بہت سی حدیثیں جلد اول میں عصمتِ انبیاء کے بارے میں مذکور ہو چکی ہیں۔

ابن بابویہ نے کتاب خصال میں اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ جس شخص نے بتوں کی پرستش کی ہو اور ایک چم زدن کے لئے خدا کے ساتھ کسی کو شریک کیا ہو وہ امامت کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اگرچہ آخر میں مسلمان ہو اور ظلم کسی شے کو اس کے غیر محل و مقام پر رکھنے کو کہتے ہیں اور سب سے بڑا ظلم خدا کے ساتھ کسی کو شریک کرنا ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الشُّرُکَ ظُلْمٌ عَظِیْمٌ (پ) سورہ لقمان آیت ۱۳) یعنی یقیناً شرک ظلم عظیم ہے۔ اسی طرح امامت کے لائق وہ شخص بھی نہیں ہے جس نے کسی فعل حرام کا ارتکاب کیا ہو خواہ وہ صغیرہ ہو یا کبیرہ اگرچہ اس کے بعد توبہ کر لے۔ اور وہ شخص کسی پر حد نہیں جاری کر سکتا جس پر خود کوئی حد لازم ہوئی ہو لہذا یقیناً چاہئے کہ امام

ت معلوم نہیں ہو سکتی مگر پیغمبر کی زبانی خدا کی جانب سے اس پر نص ہونے کا ظاہری میں ظاہر نہیں ہوتی کہ دکھائی دے جیسے سیاہی و سفیدی وغیرہ سیدہ ام رہے جو معلوم نہیں ہو سکتا۔ بغیر خدا کے بتائے ہوئے جو غیبیوں کا جاننے والا ہے۔ اس بارے میں بھی حدیثیں جلد اول میں مذکور ہو چکیں۔

ابن بابویہ نے عیون اخبار الرضا میں حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص درخت یا قوت سرخ کو دیکھنا اور چھونا چاہے جسے خلاق عالم نے اپنے دست قدرت سے لگا یا ہے تو اسے چاہئے کہ علیٰ اور ان کے فرزندوں کی امامت کا اعتقاد رکھے کیونکہ وہ ائمہ خلافت کے درمیان خدا کے اختیار کئے ہوئے اور برگزیدہ اور برگناہ و خطا سے پاک ہیں۔

نیز اپنی اکثر کتب میں بسند حسن ابن عمر سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہشام بن حکم کی صحبت کی تمام مدت میں کوئی بات اس بات سے بہتر میں نے حاصل نہیں کی۔ ایک روز میں نے ان سے پوچھا کہ آیا امام معصوم ہوتا ہے۔ کہا ہاں۔ میں نے پوچھا کہ کس دلیل سے اس کو معصوم جاننا چاہئے جواب دیا کہ تمام گناہوں کے ارتکاب کی چار وجہیں ہیں پانچویں کوئی دیر نہیں ہو سکتی۔ وہ حرص حسد غضب اور شہوت ہیں اور امام کی ذات میں ان میں سے کوئی نہیں ہوتی۔ جائز نہیں کہ امام دنیا کا حرص ہو کیونکہ تمام دنیا اس کے زیر نگین ہوتی ہے اور مسلمانوں کا خزیذہ دار ہوتا ہے لہذا وہ کس چیز میں حرص کرے گا۔ دوسرے جائز نہیں کہ وہ حاسد ہو کیونکہ آدمی اس پر حسد کرتا ہے جو اس سے بالاتر ہو اور جبکہ کوئی شخص اس سے بالاتر نہیں ہوتا تو وہ کس پر حسد کرے گا۔ تیسرے جائز نہیں کہ وہ امور دنیا میں سے کسی چیز کے بارے میں غضب کرے لیکن اس کا غضب و غصہ خدا کے لئے ہوتا ہے کیونکہ خدا نے اس پر حدود کا قائم رکھنا واجب قرار دیا ہے یعنی کوئی اجڑے حدود دینی سے مانع نہیں ہوتا۔ اور دین خدا میں رحم جاری کرنے سے نہیں روکتا۔ چوتھے جائز نہیں کہ امام لذت و شہوتہائے دنیا کی متابعت کرے اور دنیا کو آخرت کے عوض اختیار کرے اس لئے کہ خدا نے آخرت کو اس کا محبوب قرار دیا ہے جس طرح کہ دنیا کو ہمارا محبوب بنایا ہے لہذا وہ آخرت پر نظر رکھتا ہے جس طرح ہماری نظریں دنیا سے لگی ہوتی ہیں۔ کیا تم نے کسی کو دیکھا ہے کہ خوبصورت چہرے کو بد صورت چہرے کے لئے ترک کر دے یا تلخ طعام کے عوض لذت دیکھا تو کو چھوڑ دے یا نرم لباس کو سخت کپڑوں کے بدلے چھوڑ دے اور ہمیشہ باقی رہنے والی نعمت کو

اسلامی روایات امام میں نہیں ہوتیں جو گناہوں کے ارتکاب کا باعث ہیں۔

فانی اور زائل ہونے والی نعمت کے لئے ترک کر دے۔

معافی الاخبار میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ امام معصوم ہوتا ہے اور عصمت ظاہری مخلوق نہیں ہوتی جو سچائی جاسکے لہذا امام وہی ہو سکتا ہے جس کی امامت پر خدا و رسول نے نص کی ہو۔ لوگوں نے پوچھا ہے فرزند رسول پھر معصوم کے کیا معنی ہیں۔ فرمایا کہ معصوم وہ ہے جو مقسم ہو اور ریسان خدا سے متمسک ہو اور ریسان خدا قرآن ہے اور امام۔ اور امام و قرآن قیامت تک آپس میں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے۔ امام لوگوں کی ہدایت قرآن کی طرف کرتا ہے اور قرآن لوگوں کی ہدایت امام کی طرف کرتا ہے اور قول خدا اِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّذِي هُوَ مَطْلُوبٌ سوره بنی اسرائیل آیت ۹، یقیناً یہ قرآن ہدایت کرتا ہے اس ملت اور طریقہ کی جو سب سے زیادہ درست یعنی متابعت دولایت ائمہ پر حق کا طریقہ ہے

نیز روایت ہے کہ ہشام بن الحکم نے حضرت صادق سے معصوم کے معنی دریافت کئے حضرت نے فرمایا کہ معصوم وہ ہے جو اپنے تئیں توفیق خدا جمیع محرمات خدا سے محفوظ رکھے۔ جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ يَعْصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هَدٰى اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (پہلے سورہ آل عمران آیت ۱۱) جس کے ظاہری الفاظ کے معنی یہ ہیں کہ جو شخص دین خدا سے متمسک یا خدا سے تمام امور میں متمسک ہو تو یقیناً وہ شخص صراط مستقیم کی طرف ہدایت پایا ہوا ہے اور اس تاویل کی بنا پر جو حضرت صادق نے فرمائی ہے یہ معنی ہونگے کہ جو شخص توفیق خدا اپنے کو تمام گناہوں سے محفوظ رکھے تو وہ بیشک صراط مستقیم کی طرف ہدایت یافتہ ہے۔

کراچی کے کنز الفوائد میں جناب رسول خدا سے روایت کی ہے کہ حضرت فرماتے ہیں کہ مجھے جبریلؑ نے خبر دی ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام کے کاتبان کہتے ہیں کہ جس روز سے ہم ان حضرت کے ہمراہ ہیں اب تک ان کا کوئی گناہ لکھنے کی نوبت نہیں آئی۔ اور عمار یا سر سے بطریق اہلسنت روایت کی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ وہ دونوں فرشتے جو کاتبان اعمال امیر المومنین ہیں۔ تمام کاتبان اعمال پر فخر کرتے

لہٰذا مؤلف فرماتے ہیں کہ عصمت کی تفسیر جو ریسان خدا سے متمسک ہونے سے کی گئی ہے وہ اس اعتبار سے کی گئی ہے کہ یا خدا اس کو گناہوں سے محفوظ رکھنے والا ہے اس سبب سے کہ وہ قرآن سے متمسک ہے یا اس معصوم سے مراد ہے جس کو خدا نے قرآن سے متمسک قرار دیا ہے کہ وہ تمام قرآن پر عمل کرے اور پورے قرآن کے معانی و مطالب جانتا ہو۔ ۱۲

ہیں کہ وہ اُن حضرت کے ساتھ ہیں جن کا کبھی کوئی عمل بالائے آسمان نہیں لے گئے جو خدا کے غضب کا باعث ہو۔

عقائد امامیہ میں حضرت صادقؑ اے منقول ہے جو آپ نے اعرش کے لئے بیان فرمایا کہ تمام پیغمبر اور ان کے تمام اوصیاء گناہوں سے معصوم ہیں اور صفات ذمیمہ سے پاک ہیں۔
عقائد اہلبیت علیہم السلام میں مذکور ہے جو امام رضا علیہ السلام نے مامون رشید کے لئے لکھے کہ حق تعالیٰ خلق پر اس شخص کی اطاعت واجب نہیں کرتا جس کے بارے میں جانتا ہے کہ وہ کافر ہو جائے گا۔ اور اس کی عبادت شیطان کی اطاعت کے ساتھ کرے گا۔

علل الشرائع میں بسند معتبر سلیم بن قیس ہلالی سے روایت کی ہے کہ امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ اطاعت صرف خدا و رسول و اولوالامر کی واجب ہے اور اولوالامر کی اطاعت کا اس لئے حکم ہے کہ وہ گناہوں سے معصوم اور برائیوں سے پاک ہیں اور لوگوں کو خدا کی نافرمانی کا حکم نہیں دیتے۔

شیخ طبرسی نے مجالس میں اور ابن معاذی شافعی نے بطریق عامہ ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاہوں میں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ ان کی دعا کس طرح ہیں؟ حضرت نے فرمایا کہ خداوند عالم نے جناب ابراہیمؑ کو وحی کی کہ اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا یعنی میں تم کو لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔ جناب ابراہیمؑ چونکہ وعدہ امامت منکر بہت خوش ہوئے اور چاہا کہ یہ عہدہ ان کی اولاد میں بھی رہے تو دعا کی کہ میری ذریت میں سے بھی میری طرح امام قرار دے۔ خدا نے ان کو وحی فرمائی کہ میں تم سے کوئی عہد نہیں کروں گا۔ جس کو پورا نہ کروں۔ ابراہیمؑ نے عرض کی یا لے والے وہ کونسا عہد ہے جس کو تو وفا کرنا نہیں چاہتا۔ فرمایا کہ تم سے یہ عہد نہیں کروں گا۔ کہ تمہاری ذریت سے کسی ظالم کو امام بناؤں عرض کی پروردگار وہ ظالم کون ہے جس کو عہد امامت نہیں پہنچے گا۔ فرمایا وہ جس نے کسی بت کو سجدہ کیا ہو گا۔ اس کو ہرگز امام نہ بناؤں گا اور وہ امام نہیں ہو سکتا۔ تب ابراہیمؑ نے دعا کی کہ وَاجْعَلْنِیْ وَبَیِّنِیْ اَنْ تَعْبُدَ الْاَصْنَامَ سَمَّیْتُ اِنَّھُمْ اَصْنَانٌ کِشْبُوْا (سورہ ابراہیم آیت ۲۵ و ۲۶) یعنی مجھ کو اور میری اولاد کو بتوں کی پرستش سے محفوظ رکھنا خداوند ان بتوں نے کثیر لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے۔ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ پھر امامت کے لئے حضرت ابراہیمؑ کی دعا مجھ تک اور میرے بھائی علیؑ تک منتہی ہوئی کیونکہ ہم میں سے کسی نے کبھی کسی بت کو سجدہ نہیں کیا۔ لہذا مجھ کو پیغمبر اور علیؑ کو میرا وصی قرار دیا۔

ابن بابویہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسول خدا کو فرماتے ہوئے سنا، علی، حسن و حسین اور حسین کے نو فرزند علیہم السلام عیوب سے پاک اور گناہوں سے معصوم ہیں۔

عیاشی وغیرہم نے صفوان جمال سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم مکہ میں تھے کہ اس آیت **وَاِذَا بَلَغَ الْاِبْرَہِیْمُ سَابِقَ یَحْکِمَاتٍ فَاکْتَتٰھُنَّ الْوِکٰلٰی تاویل کے بارے میں گفتگو ہونے لگی، حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا نے امامت کو محمد و علی اور علی کے فرزندوں (علیہم السلام) تک منتقل کر دی۔ یہ فرما کر دُترتے بعضہما مِنْ بَعْضٍ وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۳۳﴾** پھر فرمایا **اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا مَا قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِیْ الظَّالِمِیْنَ**۔ حضرت ابراہیمؑ نے کہا پالنے والے تو نے محمد و علیؑ کے بارے میں جو مجھ سے وعدہ فرمایا ہے اس کو جلد پورا فرما اور ان کی بد نصرت میں تعجیل کر۔ اور یہ خدا کے اس کلام کی طرف اشارہ ہے جو اس نے فرمایا ہے کہ **وَمَنْ یُّرِغَّبْ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرَہِیْمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَہٗ وَلَقَدْ اصْطَفٰیۤنَا فِی الدُّنْیَا وَاٰتٰنَا فِی الْاٰخِرَةِ لَیْسَ الضَّالِّیْنَ** ﴿۱۳۰﴾ سورہ البقرہ آیت ۱۳۰ جس کا حاصل یہ ہے کہ کون ہے جو ملت ابراہیمؑ سے انحراف کرے سوائے اس کے جو اپنے کو نادان اور بے عقل قرار دے یقیناً ہم نے ان کو دنیا میں برگزیدہ کیا اور آخرت میں وہ شانستہ لوگوں میں سے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ ملت سے مراد امامت ہے جب حضرت ابراہیمؑ نے اپنی ذریت کو مکہ میں ساکن کیا تو کہا **اِنِّیْ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذٰلِکَ مِنْ دَارِکَ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِقِیْمُوْا الصَّلٰوۃَ فَاَجْعَلْ اَفْئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَهْوٰی اِلَیْہِمۡ وَاسْمُدُّھُمْ مِّنَ النِّمَارِ** ﴿۳۳﴾ سورہ ابراہیم آیت ۳۳ اور دوسری جگہ فرمایا ہے **رَبِّ اجْعَلْ ہٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَاَسْمُدِّقْ اَہْلَہٗ مِنَ النِّمَارِ** ﴿۳۴﴾ سورہ ابراہیم آیت ۳۴

﴿۱۳۹﴾ سورہ البقرہ آیت ۱۳۹

پہلی آیت کا ظاہری ترجمہ یہ ہے کہ اے میرے پروردگار بلاشبہ میں نے اپنی بعض اولاد کو ایسے صحرائیں تیرے خانہ محترم کے نزدیک ساکن کیا ہے جس میں ذراعت نہیں ہوتی اے ہمارے پروردگار اس لئے کہ وہ نماز کو قائم رکھیں لہذا لوگوں کے قلوب ان کی طرف مائل کر دے اور ان کو میوے روزی کر۔

دوسری آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ خداوند اس شہر کو مقام امن قرار دے اور اس کے ساکنین کو جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان لائیں میوے کرامت فرما۔ حضرت نے فرمایا کہ جناب ابراہیمؑ نے

مومنوں کی تخصیص اس خوف سے کی کہ ایسا نہ ہو کہ سوال امامت کی طرح تمام باشندوں کے لئے یہ دعا قبول نہ ہو۔ جیسا کہ خدا نے فرمایا کہ میرا یہ عہد امامت ظالموں کو نہ پہنچے گا۔ **الْعَرْضُ خُدَانِے فرمایا مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ فَاَمْتَعْنٰهُ قَلِيْلًا ثُمَّ اُصْطَرَّكَ اِلَىٰ عَذَابِ النَّارِ وَبِئْسَ الْوَصِيْرُ۔** (پہ سورہ بقرہ آیت ۱۲۶) یعنی جو کافر ہو گا اس کو بہت قلیل مدت تک صرف دنیاوی زندگی میں (روزی سے) فائدہ پہونچاؤنگا۔ پھر اس کو عذاب جہنم سے افزیت دونگا اور وہ برا محل بازگشت ہے۔ جب خدا نے یہ فرمایا حضرت ابراہیم نے پوچھا کہ وہ کون لوگ ہیں جن کی بازگشت جہنم ہوگی تو خدا نے ان کو وحی فرمائی کہ وہ خلفائے جور اور انکی پیروی کرنے والے ہیں۔

کیلتی اور شیخ مفید وغیرہم نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ خداوند عالم نے پیغمبری سے پہلے حضرت ابراہیمؑ کو اپنا بسترہ قرار دیا اور رسول بنانے سے پہلے ان کو پیغمبر قرار دیا اور خلیل بنانے سے پہلے ان کو اپنا رسول قرار دیا اور امام بنانے سے پہلے ان کو اپنا خلیل بنایا۔ غرض یہ پانچ عہدہ جلیل پر جب وہ فائز ہو چکے تب فرمایا **اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا** میں نے تم کو لوگوں کا امام بنایا) تو چونکہ جناب ابراہیمؑ کی نگاہوں میں یہ عہدہ بہت عظیم معلوم ہوا اس لئے چاہا کہ یہ شرف ان کی اولاد سے الگ نہ ہو تو عرض کی **وَمَنْ دُوْنِیْ** (میرے بعد والے یہ عہدہ) میری اولاد میں سے بھی (لوگوں کو عطا فرما) خدا نے جواب میں فرمایا۔ **لَا یَتَّحِلُّ عَهْدِیْ الْفٰلِکَ لِیٰمِیْنِ** یہ میرا عہد ظالموں کو نہ پہنچے گا حضرت امام نے فرمایا کہ بیوقوف و بد عقل پر ہمیں گاروں کا پیشوا نہیں ہو سکتا۔

نیز روایت کی ہے **اِنَّهُ مَعْصُوْمٌ عَلَیْہِ السَّلَامُ** سے کہ انبیاء و مرسلین کے چار طبقے ہیں۔ اول ایک وہ پیغمبر ہوتا ہے جو اپنی ذات کے لئے پیغمبر ہوتا ہے اور دوسروں کو تبلیغ نہیں کرتا وہ خواب میں فرشتہ کو دیکھتا ہے بیداری میں نہیں دیکھتا صرف فرشتہ کی آواز سنتا ہے اور وہ کسی پرہوش نہیں ہوتا اس پر ایک امام حاکم ہوتا ہے جیسے حضرت لوط علیہ السلام جن پر حضرت ابراہیمؑ امام تھے۔ دوسرے وہ پیغمبر ہوتا ہے جو خواب و بیداری دونوں حالتوں میں فرشتہ کو دیکھتا ہے اور اس کی آواز بھی سنتا ہے اور وہ ایک جماعت پر مبعوث ہوتا ہے خواہ اس کے افراد کم ہوں یا زیادہ ہوں۔ جیسا کہ خداوند عالم حضرت یونس علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے **وَ اَنۡہٗ سَلَکَۡنَاۤہُ اِلٰی مِائَۃِۃِۤ اَلْفِ اَوْ یَزِیۡدُ وَاَنۡہٗ سَلَکَۡنَاۤہُ اِلٰی مِائَۃِۃِۤ اَلْفِ اَوْ یَزِیۡدُ وَاَنۡہٗ سَلَکَۡنَاۤہُ اِلٰی مِائَۃِۃِۤ اَلْفِ اَوْ یَزِیۡدُ** (پہ سورہ الصافات آیت ۱۲۴) یعنی ہم نے اُن کو بھیجا ایک لاکھ بلکہ زیادہ اشخاص کی طرف اور اُن پر ایک امام حاکم تھا۔ تیسرے وہ پیغمبر جو خواب میں دیکھتا ہے اور ملک کی آواز سنتا ہے اور خود امام بھی ہوتا ہے۔ ابتدائیں حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام پیغمبر تھے امام نہ تھے یہاں تک کہ خدا نے ان سے فرمایا کہ **اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ**

امامؑ میں نے تم کو لوگوں کا امام بنایا، اور جب اپنی ذریت کے لئے استدعا کی تو خدا نے فرمایا لَا يَتَأَلَّ عَهْدِي الظَّالِمِينَ۔ یعنی جو شخص کسی بت یا صورت یا تصویر کی پرستش کرے گا۔ (وہ امام نہیں ہو سکتا۔)

نبیؐ نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ خدا نے جس سے جو شک اور گناہ ہے اہلیت علیہم السلام کے پاک ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے جیسا کہ آیہ تطہیر میں فرمایا ہے اَلَمْ نَكْنِزْ لَكَ الْكَلِمَ الْكَافِرَاتِ وَطَهَّرَ لَكَ تَطْهِيرًا (پلا سورہ احزاب آیت ۳۳) محمد بن عباس و ابن بابیہ نے اپنی تفسیر میں حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ خداوند عالم ہم کو ہمارے حال پر نہیں چھوڑتا اگر ہم کو ہمارے حال پر چھوڑ دے تو ہم بھی گناہ و خطا میں مثل دوسرے لوگوں کے ہو جائیں گے لیکن خدا نے ہمارے حق میں فرمایا ہے اَدْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ۔ یعنی جو دعا ہم کرتے ہیں اس کو خدا قبول فرماتا ہے لہ

لہ مؤلف فرماتے ہیں۔ واضح ہو کہ علمائے امامیہ رضوان اللہ علیہم نے آمد ظاہرین کی تمام گناہوں سے عصمت پر اجماع کیا ہے لیکن بہت سی دعاؤں میں خصوصاً صحیفہ کاملہ کی دعا میں آمد سے گناہوں کا اعتراف واقع ہوا ہے اور بعض حدیثوں میں چند امور جن سے معصیت کا وہم ہوتا ہے وارد ہوئے ہیں۔ جس کی تاویل چند وجہوں کے ساتھ کی جاسکتی ہے۔ اول یہ کہ کبھی فعل مکروہ و ترک مستحب کو بھی گناہ کہتے ہیں بلکہ بعض مباحات۔ عمل میں لائے کو ان کی جلالت و بلند شان کے پیش نظر ان کے مرتبہ کے لحاظ سے اس فعل کے پست ہونے کے سبب گناہ سے تعبیر کرتے ہیں چنانچہ صاحب کشف العثر نے کہا کہ ان کے اکثر اوقات یا دعا اور مراقبہ الہی میں صرف ہوتے ہیں اور ان کے دل ملا اعلیٰ سے تعلق رکھتے ہیں تو جب اس مرتبہ سے نزول کرتے ہیں اور کھانے پینے اور جماع کرنے اور تمام مباحات میں مشغول ہوتے ہیں تو ان افعال کو گناہ کہتے ہیں اور اس لئے استغفار کرتے ہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ بعض دنیا والوں کے غلام اپنے آقا کے سامنے ان امور کی جانب متوجہ ہوں۔ تو ان کی علامت کا سبب ہوتا ہے اس لئے وہ آقا سے معذرت کریں گے۔ دوسری یہ کہ جب کبھی معاشرت خلق اور ان کی تعلیم و تکمیل و ہدایت میں مشغول ہوتے ہیں جس پر خدا کی جانب سے مامور ہوتے ہیں اس کے بعد جب تقارب و وصال و مناجات حضرت ذوالجلال کی جانب پلٹتے ہیں چونکہ یہ مرتبہ اس سے عظیم تر ہے اس لئے اپنے نیک مقصد پاتے ہیں تو استغفار اور تضرع و زاری کرتے ہیں۔ ہر چند وہ حالت بھی خدا کے حکم سے ہوتی ہے۔ جس طرح بلا تشبیہ کوئی بادشاہ اپنے کسی مقرب کو جو ہمیشہ اس کی مجلس میں حاضر رہتا ہو کسی (باقی حاشیہ صفحہ ۴۲ پر)

اگر امام کا گناہوں سے معصوم ہونا

تیسری فصل

اس بیان میں کہ امامت خدا و رسول کے نص سے ہوتی ہے امت کے اختیار و بیعت سے نہیں ہوتی۔

اور یہ کہ ہر امام پر واجب ہے کہ اپنے بعد کے امام پر نص کرے۔ اور اس مطلب کی بعض

(بقیہ جلد ۴ صفحہ ۴۱)، خدمت پر مامور کرے جس کے سبب سے وہ بادشاہ کے حضور سے محروم رہے پھر جب وہ بادشاہ کی خدمت میں مشرف ہوتا اپنی غیر حاضری کو جرم و تقصیر سے نسبت دے۔ تیسرے یہ کہ چونکہ ان کے علوم و فضائل و عصمت خدا کے لطف و فضل سے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ممکن ہے کہ طرح طرح کے گناہ اُن سے صادر ہوتے جب اپنی اس حالت پر نظر کرتے۔

عصمت نہ ہو تو ہم بھی گناہ کریں گے اور اگر تیری سرزد ہوں۔ چوتھے یہ کہ چونکہ معرفت کے آلات اور ہنر و درجہات میں ترقی کرتے رہتے

ایقان کے درجہ سے باہر آتے ہیں تو مرتبہ

اس حالت میں واقع نہیں ہوتیں تو اپنے

رسول خدا کے اس ارشاد کا کہ میں ہر روز

تیرے کو معرفت معبود و درجہ کمال پر ہوتی

نہ دعاوات میں سہی کرتے ہیں

دیتے ہیں اور اس لئے استغفار

نہ قاصر و خوف کے دل سے

تصدیق کرے گا۔ وَهَنْ لَوْ

یہ ہے کہ انبیاء و مرسلین و ائمہ طاہرین

یہ سب سے معصوم و مطہر ہیں اور یہ کہ اُن سے صغیر و

کبیرہ گناہ سرزد نہیں۔

ہیں جس پر وہ منجانب خدا مامور ہوئے ہیں۔ اور جو شخص ان کے کسی حال میں اُن سے عصمت کی نفی کرتا ہے تو اُس نے

ان کو نہیں پہچانا ہے۔ اور ان کے بارے میں ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ وہ تمام کمال علم سے اپنے حالات میں ابتدا

سے آخر تک موصوف ہیں وہ کسی حال میں نقص و عیاب و جہل سے منصف نہیں ہوتے۔ ۱۲

AvandiaTM
rosiglitazone maleate

نہ

ہے ا

اس کی؛

کرتے ہیں

قائم ہوئی ہیں

يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ نَصْرًا

علیم السلام کے با

کبیرہ گناہ سرزد نہیں

ہیں جس پر وہ منجانب خدا مامور ہوئے ہیں۔ اور جو شخص ان کے کسی حال میں اُن سے عصمت کی نفی کرتا ہے تو اُس نے

ان کو نہیں پہچانا ہے۔ اور ان کے بارے میں ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ وہ تمام کمال علم سے اپنے حالات میں ابتدا

سے آخر تک موصوف ہیں وہ کسی حال میں نقص و عیاب و جہل سے منصف نہیں ہوتے۔ ۱۲

دلیلیں فصل اول میں مذکور ہو چکیں۔ جاننا چاہئے کہ علمائے امامیہ کا اس امر پر اجماع ہے کہ امام خدا و رسول کی جانب سے منصوص ہوتا ہے۔ عباسیہ کہتے ہیں۔ نص سے یا میراث سے ہوتا ہے اور زید یہ کہتے ہیں کہ یا نص سے ہوتا ہے یا اپنی طرف دعوت کے سبب سے۔ اور تمام اہلسنت کا قول ہے کہ یا نص کے ذریعہ سے یا حل و عقد کے اختیار و بیعت سے ہوتا ہے۔ اور مذہب امامیہ کی حقیقت پر دلائل عقلیہ بہت ہیں۔

پہلی دلیل :- جیسا کہ معلوم ہو چکا کہ امام کو معصوم ہونا چاہئے اور عصمت ایک پوشیدہ امر ہے۔ جس کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ لہذا چاہئے کہ خدا کی جانب سے نص ہو کیونکہ وہ عصمت کا جاننے والا ہے اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

دوسری دلیل :- یہ کہ اولاد آدم کی عادتوں کے مشاہدہ اور دنیا والوں کی طبیعتوں کے آثار کے ملاحظہ کی بنا پر عقل معلوم ہوتا ہے کہ جب ان پر کوئی با اختیار حاکم اور صاحب قوت و قدرت بادشاہ نہیں ہوتا جو ان کو ظلم و غضب اور غواہشوں کی پیروی اور برے افعال کے ارتکاب سے باز رکھے تو اکثر لوگوں میں اپنے بنی نوع پر ظلم و سختی و دست درازی اور غارت اموال اور ناحق قتل نفوس کے ساتھ ظلم کی خواہش ہوگی اور یہ صورت طرح طرح کے فسادات اور انتظام عالم و خلائق میں فساد کا باعث ہے اور بنی آدم کے سلسلہ میں غفل کا سبب ہوگا اور یہ یقین ہے کہ حق تعالیٰ ان خصلتوں سے راضی نہیں ہے جیسا کہ فرماتا ہے کہ **وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفٰسِقِیْنَ** (آیت البقرہ ۲۰۴) (یعنی خدا یقیناً فساد کو پسند نہیں کرتا) لہذا خداوند عالم پر واجب ہے کہ فساد کو دفع کرے اور یہ عادت کے مطابق نہیں ہوتا بلکہ ہر زمانہ میں اولاد آدم کی حکومت دریاست اس شخص کو سپرد ہو جو راہ صلاح و طریق فلاح سے قطعاً قدم باہر نہ رکھے اور شریعت کے تعاضد کے مطابق تمام بندوں کی زندگی و آخرت کی تمام مصلحتوں کی حفاظت کرے ایسا ہی شخص امام ہے لہذا اگر حق تعالیٰ ہر زمانہ میں امام کی تعیین نہ کرے تو یقیناً فساد سے راضی ہوگا اور فساد و فحش ہے اور خدا کا امر قبیح پر راضی ہونا محال ہے۔

تیسری دلیل :- عقل و نقل سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ بندوں پر خدا کی شفقت و رافت اور راہ رشد و صلاح کی طرف ان کی ہدایت اور ان کی زندگی و آخرت کی اصلاح کے بارے میں جانتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں کئی مقام پر فرمایا **وَاللّٰهُ دَعُوْكُمْ بِالْعِیَادِ** (آیت البقرہ ۲۰۴) (یعنی خداوند کریم بندوں پر مہربان ہے) اور خدا کا اپنے تمام بندوں پر انتہائی رحم و کرم اور انتہائی شفقت و مہربانی کی دلیل یہ ہے کہ جزئیات اعمال و افعال کی اصلاح میں کوتاہی جائز نہیں رکھی ہے۔ چنانچہ نورہ

لگانے اور شراب لینے اور بیت الخلاء میں داخل ہونے اور باہر آنے کی کیفیت اور پانی اور پتھر سے استنجا کرنے اور جماع کرنے کے آداب و اسی قسم کے امور کے جزئیات کو تمام کمال اپنے رُوف و رحیم رسول کے ذریعہ سے اپنے بندوں کو آگاہ فرمایا اس طرح کہ تمام لوگوں پر بخوبی واضح و آشکار ہو گیا اور رسول کے لئے خلیفہ کا مقرر و معین کرنا جو ان کے بعد شریعت اور دین و ملت کے قواعد و طریقہ کی حفاظت کرے اور مخالفوں کے شر و فساد و غیرہ سے بندوں کی محافظت فرمائے جزئیات مذکور سے کہیں زیادہ اہم ہے اور جب خداوند عالم امور جزئیہ کے افہام میں سستی کو تاہی جائز نہیں رکھتا تو ایسے امر عظیم و ضروری کی تکمیل میں جو دین کا سب سے بڑا کنجکیزہ پہلو تھی کرے گا۔ اس لئے یقین ہے کہ خلیفہ کی تعیین فرمائی جو تمام بندوں کا حاکم ہوتا ہے اور جناب رسول خدا کو اس امام کے مقرر کرنے کی وحی فرمائی اور تمام مسلمانوں کا اس پر جماع ہے کہ سوائے امیر المومنین علیہ السلام کے کسی پر نص نہیں ہوئی لہذا وہ حضرت بلاشبہ نص کے ساتھ مقرر ہوئے ہیں۔

چوتھی دلیل۔ باعتبار اہلسنت جناب رب العزت کی عادت آدم سے خاتم تک تمام انبیاء کے بہ نسبت یہ رہی ہے کہ جب تک خلیفہ ان کے لئے مقرر نہ فرمادیا ان میں سے کسی کو دنیا سے نہ اٹھایا اور جناب رسول خدا کی یہی سنت تمام غزوات میں اور جزئی سفروں میں جو مدینہ منورہ میں فرماتے تھے بلکہ ہمیشہ جب آنحضرت اپنے مقام پر مقیم رہتے اہل اسلام کے کسی قریہ میں جہاں تھوڑے لوگ رہتے تھے یا کوئی سریرہ اور کوئی لشکر کسی جگہ بھیجنے تو رئیس و خلیفہ کا مقرر کرنا رعایا پر نہ چھوڑتے جب تک خود حکم خداوند عالم سے امیر و حاکم مقرر نہ فرمادیتے تو ایسے سفر کے موقع پر جس کی مدت کی کوئی انتہاء نہ تھی۔ تمام اہل اسلام اور تمام شرائع و احکام کو قیامت تک کیونکر معطل اور دوسروں کے اختیار میں چھوڑ دیتے۔

پانچویں دلیل۔ منصب امامت مثل عہدہ نبوت ہے کیونکہ یہ دونوں ایک ریاست و حکومت عام کی دلیل ہیں جو تمام ممکنہ بین پر تمام امور دین و دنیا سے متعلق ہیں۔ اور لوگوں کا ایسے شخص کہ پہچاننا جو اس منصب جلیل کے لائق ہو ممکن نہیں باوجود تمام مختلف رایوں کے جن پر بھی اتفاق کریں گے وہ انکی عقل ناقص کے مطابق اور اعتراض باطلہ کے موافق ہو گا مصلحت کی اور حکمت الہی کے مطابق نہیں ہو سکتا ان میں ہر شخص کی رائے متفرقہ اسی کو تجویز و اختیار کرے گی جس کو اپنے اور اپنی قوم کے لئے بہتر سمجھے گی ہاں ایسے امور پر متفق ہونا قہر و غلبہ کے سبب ہو سکتا ہے اور بادشاہان جبار کی سلطنت و

ریاست ہے امامت ملت و امارت شریعت نہ ہوگی۔ اور جب رعایا مصلحت الہی کے موافق امام کا انتخاب کر سکتی ہے تو نبی کو بھی اختیار کر سکتی ہے اور یہ باتفاق باطل ہے اور طریقہ یہ ہے کہ اگر کوئی بادشاہ کسی شہر کے حاکم کو معزول کر دے اور اس کی جگہ پر کسی کو مقرر نہ کرے یا کسی گاؤں کا رئیس اپنے گاؤں سے باہر جائے اور کسی کو اپنا جانشین مقرر نہ کرے کہ وہ رعایا کے امور کو منظم رکھے بلکہ یہ امر رعایا کے اختیار پر چھوڑ دے تو بلاشبہ وہ لوگ جو خدا اور رسول پر نصب امام کے واجب ہونے کے قابل نہیں ہیں اس بادشاہ و رئیس کی نہایت مذمت و توبیخ کریں گے اور اس امر قبیح کو جسے رئیس قریب کے لئے بہتر نہیں سمجھتے خدا اور رسول کے مستحسن جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ پیغمبر دنیا سے رخصت ہو گئے اور کسی کو خلیفہ مقرر نہیں کیا اور امام کا نصب کرنا رعایا کے اختیار میں چھوڑ دیا۔

چھٹی دلیل۔ فرض کر لیا جائے کہ امت اپنی تمام خواہشات و غزہائے نفسانی سے پاک و منزہ ہو کر نہایت سوچ سمجھ کر امام کو اختیار کرے چونکہ سب کے سب جائز الخطا ہیں لہذا ہو سکتا ہے کہ ان سے کسی کو اختیار کرنے میں بھی خطا ہوئی ہو اور لائق امامت شخص کو ترک کر کے غیر مستحق و نااہل کو اختیار کر لیں۔ جیسا کہ ملوک و سلاطین نیز تمام لوگوں کے اختیار و انتخاب میں واقع ہوتا ہے کہ ایک مدت تک کسی کو کسی منصب کے لئے امین و مختار اور قابل سمجھتے ہیں اس کے بعد اس انتخاب کے خلاف ظاہر ہوتا ہے۔ حضرت صاحب الامرؑ کے ذکر میں یہ دلیل تفصیل سے انشاء اللہ بیان کی جائے گی۔

ساتویں دلیل۔ مان لیا جائے کہ امت کا اپنے لئے امام اختیار کر لینا عین صواب و بہتر بھی ہو لیکن یہ امر بہت واضح ہے کہ خداوند کریم پوشیدہ و آشکار کا جاننے والا ہے وہ اپنے بندوں کو سب سے بہتر جانتا اور پہچانتا ہے کہ کون کس کام کے لائق اور مناسب ہے بیشک یہ کام اس کے لئے زیادہ آسان ہے پھر باوجود اس کے خود اس کا ترک کرنا اور دوسروں کے سپرد کرنا جو بہت مشکل سے جان سکتے اور کر سکتے ہیں ترجیح مرجوح ہے اور اس کا قادر حکیم سے صادر ہونا قبیح اور محال بھی ہے۔

آٹھویں دلیل۔ اگر امامت امت کے اختیار میں ہو تو دو احتمال سے خالی نہیں پہلے یہ کہ ان کا اختیار کرنا خطا ہوگا۔ اور چونکہ خلاق عالم اختیار کرنے سے پہلے جانتا تھا کہ وہ خطا کریں گے لہذا باوجود علم و قدرت و حکمت و شفقت کے اجرائے امور دین اور تربیت مسلمان کو ایسے گروہ کے سپرد کرنا جو یقیناً خطا کرتے ہیں اور ظالم حاکم اختیار کرتے ہیں۔ نہایت قبیح ہے۔ اور حکیم و بخیر سے اس کا صادر ہونا محال ہے۔ اور علم الہی میں یہ گمراہ ہو کہ وہ لوگ امامت کے

لائق شخص کو اختیار کریں گے حالانکہ ایسے شخص کا پہچانا اور رعایا کو پہچنانا اور اس کو اسکی اطاعت کے لئے مجبور کر دینا اور مزاح کرنے والوں کی نزاع اور حسد کرنے والوں کے حسد کا دفع کرنا نہایت مشکل کام ہے اور پروردگار عالم کے لئے نہایت آسان لہذا ایسا کام باوجود اس دشواری کے دوسروں پر چھوڑنا اور کمزوروں کے ایک گروہ کو ایسے امر عظیم کے لئے مقرر کرنا انتہائی قبیح ہے اور یہ حکیم مطلق کے لئے محال ہے۔ باوجودیکہ خود فرماتا ہے یُرِیدُ اللّٰهُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیدُ بِکُمُ الْعُسْرَ (سورہ بقرہ آیت ۱۸۵ پ) یعنی خدا تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے۔ دشواری نہیں چاہتا پھر فرماتا ہے مَا جَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَدٍّ رِجْ سُوْرَةُ الْحَجِّ آیت ۷۸، یعنی خدا نے تمہارے لئے دین میں تنگی اور دشواری نہیں کی ہے اور اس سے زیادہ دشواری اور کیا ہو سکتی ہے۔ یہ دلیل سابق کی دو دلیلوں سے مرکب ہے۔

وہ آیتیں جو نصب امام کرنے کے لئے نص ہیں۔

پہلی آیت :- خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَنْتُمْ عَلَیْکُمْ رَاضِیّٰ (پ پ سورہ مائدہ آیت ۳) یعنی آج میں نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں۔ باتفاق امت موت کے بعد دین کو اس قدر کسی چیز کی حاجت اور مسلمانوں کو اس قدر کسی نعمت کی ضرورت نہیں جس قدر کہ امام کی ہے اس حیثیت کہ اگر امام نہ ہو تو بہت جلد دین کا اور مسلمانوں کا نشان باقی نہ رہے تو باوجود دین اور مسلمانوں کے اس قدر احتیاج کے دونوں بغیر امام کے ناقص رہیں تو اگر خداوند تعالیٰ نے امام مقرر نہ کیا ہو اور امت کو اس کا حکم نہ دیا ہو اور اپنے پیغمبر کو دنیا سے اٹھالیا ہو تو لازم آئے گا کہ دین اور امت دونوں نامکمل رہیں اور جو شخص ایسا تجویز کرے اس نے قرآن و رسول و خدا سب کی تکذیب کر دی اور وہ کافر ہو گیا قطع نظر حدیث متواترہ کے جو خاصہ و عامہ کے طریقہ سے وارد ہوئی ہیں کہ یہ آیت حضرت علی علیہ السلام کی نص خلافت ظاہر کرنے کے بعد نازل ہوئی ہے جن کو ہم انشاء اللہ ان کے محل و مقام پر ذکر کریں گے اور دوسری آیتیں وہ ہیں۔ حق تعالیٰ نے بہت سی آیتوں میں فرمایا ہے کہ ہم نے ہر چیز کو قرآن میں بیان کر دیا ہے جیسا کہ ارشاد فرماتا ہے مَا قَدْ طَنَّا فِی الْکِتَابِ مِنْ شَیْءٍ رِجْ سُوْرَةُ الْاَنْعَامِ آیت ۳۸ اور وَ نَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتَابَ بَلٰغًا مَّحَلِّ شَیْءٍ نِیْزًا لَا مَ طَیْبٍ وَلَا یَاسِیْنَ (الْاٰیٰتِیْنِ) (پ پ سورہ النحل آیت ۸۹) اور اجمعی کے مثل اور آیتیں ہیں اور ان سب کا حاصل یہ ہے کہ کوئی چیز نہیں جس کا حکم ہم نے قرآن میں

بیان نہ کر دیا ہو تو جب تمام چیزوں کو قرآن میں بیان فرما دیا ہے امامت کا حکم اور امام کی تعیین جو تمام چیزوں سے اہم اور نہایت ضروری حکم ہے۔ یقیناً بیان فرمایا ہے۔ اور ترک نہیں کیا ہے اور دوسروں کے اختیار میں نہیں دیا ہو گا۔ اور جو شخص اس کے خلاف کہے۔ وہ قرآن کی تکذیب کر کے کافر ہو جائے گا۔

اور دوسری قسم کی بہت سی آیتیں قرآن میں ہیں جن میں خدا نے فرمایا ہے کہ تمام امور خدا کے اختیار میں ہیں۔ دوسروں کو ان پر کوئی اختیار نہیں ہے مثل اس قول خدا کے جبکہ منافقین کہتے تھے کہ کیا ہم کو کسی امر میں کوئی اختیار ہے تو خدا نے فرمایا کہ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهُ لِلّٰہِ سورہ آل عمران آیت ۱۵۴، یعنی اے رسول ان سے کہہ دو تمام کاموں کا اختیار خدا کو ہے تم کو کسی کام میں کوئی اختیار نہیں ہے۔ دوسرے مقام پر ارشاد فرماتا ہے کہ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ آیت ۱۲۸ سورہ آل عمران پ، یعنی اے رسول، کسی کام کا تم کو اختیار نہیں تو جب آنحضرت کو کسی کام کا اختیار نہیں تو امامت بھی انہی میں سے ہے۔ لہذا دوسرے اس کے زیادہ مستحق ہیں کہ بے اختیار ہوں اور اہلبیت علیہم السلام کے طریق سے وارد ہوا ہے کہ یہ آیت امامت کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ چنانچہ عیاشی نے جابر جعفی سے روایت کی ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام کے سامنے یہ آیت پڑھی کہ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ حضرت نے فرمایا کہ خدا کی قسم آنحضرت کو ہر چیز کا اختیار تھا مراد اس آیت سے وہ نہیں جو تم نے سمجھا ہے میں تم سے اس آیت کے نازل ہونے کا سبب بیان کرتا ہوں حقیقت یہ ہے کہ پروردگار عالم نے جب اپنے پیغمبر کو ولایت و امامت علی علیہ السلام کے اظہار کا حکم دیا تو رسول خدا علیؑ کے بارے میں اپنی قوم کی عداوت سے متفکر ہوئے۔ چونکہ ان کو جانتے اور پہچانتے تھے کہ جب خداوند عالم نے امیر المومنین کو ان کی تمام خصلتوں کے سبب صحابہ پر فضیلت دی اس لئے کہ امیر المومنین نے خدا اور رسولؐ کی سب سے پہلے نصرت کی اور ایمان لائے اور سب سے پہلے خدا اور رسولؐ کی نصرت و مدد کی اور سب سے پہلے دشمنان خدا اور رسولؐ کو قتل کیا اور خدا اور رسولؐ کے مخالفوں سے سب سے زیادہ دشمنی کی ان کا علم سب سے زیادہ تھا۔ ان کے فضائل اس قدر زیادہ تھے جن کا احصاء نہیں ہو سکتا تو جناب سرور کائنات کو جب امیر المومنین سے ان کی ان خصلتوں کے سبب قوم کی عداوت کے بارے میں فکر ہوئی اور ان حسد کے بارے میں جو وہ ان حضرت سے کرتے تھے آنحضرتؐ کو خوف ہوا کہ وہ لوگ ان حضرت کی اطاعت نہ کریں گے اس وقت خدا نے حضرت کو خبر دی کہ امامت و خلافت

کے بارے میں تم کو کوئی اختیار نہیں ہے اس کا اختیار خدا کو ہے اور خدا نے علی کو ان کا وصی قرار دیا اس کے بعد حضرت نے ان کو امامت کا اختیار سپرد فرمایا اس آیت کا یہ مطلب ہے پھر بسند دیگر جابر سے روایت کی ہے کہ انہوں نے حضرت امام باقر سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی۔ حضرت نے فرمایا اے جابر رسول خدا کی خواہش تھی کہ ان کے بعد خلافت علی کو ملے اور علم خدا میں یہ تھا کہ لوگوں کو برائے امتحان ان کے حال پر چھوڑ دے اور کسی امر میں جبر نہ کرے اور وہ جانتا تھا کہ وہ ان کی خلافت غصب کریں گے تو جابر نے پوچھا کہ پھر اس آیت سے کیا مراد ہے۔

فرمایا یہ مراد ہے کہ خدا نے فرمایا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امامت و خلافت علی کے بارے میں اور ان کی خلافت غصب کرنے والوں کے بارے میں تم کو کوئی اختیار نہیں ہے جو کچھ اختیار ہے مجھ کو ہے اور میں نے تم پر یہ آیت نازل کی ہے۔ **الَّذِي أَحْسَبَ النَّاسُ أَنْ يَبْتَغُوا الْإِثْمَ لَا يُقْنُوا أَمْتًا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ**۔ (پت سورہ عنکبوت آیت ۲ و ۳) یعنی کیا لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ ان کے اس کہنے پر کہ ایمان لائے وہ چھوڑ دیئے جائیں گے اور ہم ان کا امتحان نہ لیں گے بیشک ہم نے ان لوگوں کا امتحان لیا جو ان سے پہلے تھے تو خدا ان لوگوں کا بھی امتحان ضرور بالضرورے گا تا کہ معلوم ہو جائے کہ کون دعوے ایمان میں سچا ہے اور کون جھوٹا اور منافق ہے۔

اور دوسری آیت یہ ہے **وَقَالُوا لَوْلَا نَزَلَ هَذَا الْقُرْآنُ عَلَىٰ رَسُولٍ مِنْ أَلْفِ نَبِيٍّ مِنْ قَبْلِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ فَقَدْ نَبَذْنَا فِيهَا بِغَضَبِنَا أَعْيُنَنَا وَنَحْنُ كَذِبُونَ**۔ (پت سورہ زحرف آیت ۳۱ و ۳۲) یعنی کفار قریش کہتے ہیں کہ کیوں یہ قرآن دو قریوں (یعنی مکہ و طائف) کے کسی شخص یعنی ولید بن مغیرہ و عروہ بن مسعود ثقفی پر کیوں نازل نہیں ہوا جو جاہ و مال میں بڑھے ہوئے ہیں کیونکہ رسالت منصب عظیم ہے اور کسی مرد عظیم ہی کے لائق ہے اور انہوں نے یہ نہیں سمجھا کہ یہ مرتبہ روحانی ہے اور عظمت نفس یعنی فضائل قدسیہ سے آراستہ ہونے کی خواہش رکھتا ہے خرافات و دنیا کے جمع کرنے کی نہیں اس لئے حق تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا یہ اس بات کو چاہتے ہیں کہ پروردگار عالم کی رحمت کو تقسیم

کریں جو پیغمبری ہے اور جس کو چاہیں دین جس طرح ہم نے ان کے درمیان دنیاوی زندگی میں ان کی معیشت تقسیم کی ہے کہ ان میں بعض کا درجہ بعضوں پر بلند کیا ہے اور ان کی روزی میں فرق رکھا ہے اس لئے کہ ان میں بعض اپنی ضرورت میں دوسروں سے کام لیں اور ان میں الفت پیدا ہو اور اس طرح نظام علم صحیح و منظم رہے اور اس تقسیم میں ہم پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔ اور تمہارے پروردگار کی رحمت جو پیغمبری اور جو چیزیں اس کے تابع ہیں۔ بس بہتر ہیں جو مال و سامان دنیا سے وہ لوگ جمع کرتے ہیں۔ اس آیت کا ماحصل یہ ہے کہ دنیا کی معیشت اور دولت سے نبوت بہتر ہے اور اس کا مرتبہ بڑا ہے۔ جس کا تقسیم کرنا ہم نے ان کے اختیار میں نہیں دیا ہے۔ بلکہ ہم خود تقسیم کرتے ہیں اور جس کے لئے چاہتے ہیں۔ مقرر کرتے ہیں اور جب نبوت کو جس کا مقام بلند اور اس کی شان عظیم ہے ہم ان کے اختیار میں نہیں چھوڑتے اور خود اس کی جانب توجہ رکھتے ہیں تو مرتبہ امامت جو مرتبہ نبوت کے مثل ہے اور نبوت کے بعد خداوند کریم و رحیم کی کوئی نعمت و رحمت اس کے بندوں پر مثل امامت کے نہیں ہے تو جب معیشت دنیا کی تقسیم جو سب سے ادنیٰ نعمت ہے عطا ہے نبوت کو جو نظیر امامت ہے بندوں کے اختیار پر نہیں چھوڑتا بلکہ اپنے ارادہ و اختیار سے مقرر کرتا ہے تو بلا شک و شبہ امام کا نصب و مقرر کرنا جو فی الحقیقت بحسب معنی نبوت ہے یقیناً امت کے اختیار میں نہ چھوڑے گا۔

دوسری آیت: وَتَبَّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ سُبْحَانَ اللَّهِ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ (پہلی آیت ۲۸ سورہ القصص) یعنی تمہارا پروردگار جو چاہتا ہے خلق کرتا ہے اور ہر امر کے لئے جس کو چاہتا ہے۔ اختیار کرتا ہے دنیا والوں کو اختیار نہیں کہ جس کو چاہیں اپنی خواہش سے کسی امر کو اختیار کریں اور خداوند عالم اس سے پاک و منزہ ہے جس کی وہ لوگ اس کی طرف نسبت دیتے ہیں اور اپنے اور دوسروں کو اختیار میں شریک سمجھتے ہیں۔ اور صاحب اختیار جانتے ہیں۔

مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ آیت اُس وقت نازل ہوئی جبکہ کفار قریش نے کہا تھا: لَوْلَا نُزِّلَ هَذَا الْقُرْآنُ عَلَىٰ سِرِّ جَلٍّ مِّنَ الْقُرْآنِ عَظِيمٍ۔ (پہلی آیت ۳) جیسا کہ اس کی تفسیر اس سے پہلے بیان ہوئی۔ اس آیت سے استدلال کی وجہ نہایت واضح ہے اور اس کی تاویل میں بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں جو ذیل میں درج کی جاتی ہیں ابن شہر آشوب نے مناقب میں حضرت صادقؑ سے اس آیت وَتَبَّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَ

یَحْتَأَمُّہُ کی تفسیر میں روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ خدا نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اہلبیت کو اختیار فرمایا ہے۔

نیز بطریق عامہ و خاصہ انس بن مالک سے روایت کی ہے اور سیہ ابن طاؤس نے بھی طائف میں تفسیر محمد ابن مومن میں انس سے روایت کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے اس آیت و سہبک یخلق ما یشاء کی تفسیر جناب رسول خدا سے دریافت کی حضرت نے فرمایا کہ خدا نے آدم کو مٹی سے جس طرح چاہا پیدا کیا پھر فرمایا وَ یَحْتَأَمُّہُ یعنی خدا نے مجھے اور میرے اہلبیت کو تمام خلقت سے برگزیدہ کیا اور ہم کو سب پر اختیار کیا۔ تو مجھ کو رسول بنایا اور علی بن ابیطالب علیہ السلام کو میرا وصی قرار دیا پھر فرمایا مَا کَانَ لَہُمْ اَنْ یَّخِیْرُوْکَ یعنی لوگوں کو اختیار نہیں دیا کہ خود چسے چاہیں اختیار کر لیں لیکن میں جسے چاہتا ہوں اختیار کرتا ہوں۔ چنانچہ میں اور میرے اہلبیت خلق سے خدا کے برگزیدہ اور اختیار کئے ہوئے ہیں اس کے بعد فرمایا سبحان اللہ یعنی خدا پاک ہے ان تمام باتوں سے جو کفار مکہ اس کے ساتھ شریک قرار دیتے ہیں وَ مَا یَبْتَکَ یَعْلَمُوْکَ مَا تَبْتَکُمْ صَدُوْهُمْ هُوَ (پہلے سورہ النحل آیت ۴۷ و پہلے سورہ القصص آیت ۷۰) یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارا پروردگار جانتا ہے وہ سب کچھ جو وہ اپنے سینوں میں چھپاتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ مطلب یہ ہے۔ منافقوں کا بغض و عناد جو ان کو تم سے اور تمہارے اہلبیت سے ہے وَ مَا یَعْلَمُوْنَ یعنی وہ بھی جو کچھ تمہاری اور تمہارے اہلبیت کی دوستی و محبت زبان سے ظاہر کرتے ہیں۔

حمیری نے قرب الاسناد میں بسند صحیح حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ امام پر اس کی وفات کے وقت واجب ہے کہ اپنے بعد کے امام کے بارے میں لوگوں پر حجت واضح و ظاہری تمام کرے خداوند عالم اپنی کتاب میں فرماتا ہے وَ مَا کَانَ اللّٰہُ لِیُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ اِذْ هَدٰیہُمْ حَتّٰی یَبِیِّنَ لَہُمْ مَا یَتَّقُوْنَ دیکھ سورہ قمر آیت ۱۱۵ یعنی خدا کسی قوم کو اس کی ہدایت کرنے کے بعد گمراہ نہیں کرتا۔ جب تک کہ ان چیزوں کو بیان نہیں کرتا کہ جس سے وہ پرہیز کریں۔ غرض کہ راوی نے پوچھا کہ آیا امام اپنے بعد کے امام کو وصی کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے مقرر کرتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اس کے بارے میں خدا کے حکم سے وصیت کرتا ہے جس کو خدا مقرر کرتا ہے۔ یہی روایت بصائر الدرجات میں بھی بسند معتبر منقول ہے۔

شیخ طبرسی وغیرہم نے احتجاج میں روایت کی ہے سعید بن عبد اللہ امام حسن عسکری کی خدمت میں گیا تاکہ کچھ مسائل دریافت کرے دیکھا کہ ایک بچہ ان حضرات کی گود میں بیٹھا ہے۔ جب اس نے مسائل بیان کئے تو حضرت نے اس بچہ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ اپنے اس مولا سے پوچھو یعنی حضرت صاحب الامر علیہ السلام سے تو اس کا ایک سوال یہ بھی تھا کہ اے میرے مولا یہ بتائیے کہ کس سبب سے امت اپنے واسطے امام اختیار نہیں کر سکتی۔ حضرت نے فرمایا کہ کس امام سے تمہاری غرض ہے ایسا امام جو ان کے امور کی اصلاح کرنے والا ہو یا وہ امام جو ان میں فساد پیدا کرنے والا ہو۔ عرض کی کہ وہ امام جو اصلاح کرنے والا ہو حضرت نے فرمایا کیا ممکن ہے کہ ان کا اختیار فساد کا سبب ہو اور ان کے گمان میں وہ اصلاح کرنے والا ہو اس کی رائے جو کسی کے دل کے حالات سے آگاہ نہ ہو کہ وہ اصلاح کا ارادہ رکھتا ہے یا فساد کا۔ اس نے کہا ہاں یہ ممکن ہے حضرت نے فرمایا اسی سبب سے امام کا اختیار کرنا ان کے امکان میں نہیں ہے اور اس مطلب کو میں تم پر ایک دلیل سے اور واضح کرتا ہوں جس کو تمہاری عقل قبول کرے گی اس نے کہا ضرور بیان فرمائیے۔ حضرت نے فرمایا۔ مجھے ان رسولوں کے بارے میں بتاؤ جن کو خدا نے برگزیدہ کیا اور ان پر کتابیں نازل کیں اور ان کو وحی و عصمت سے قوت بخشی کیونکہ وہ امت کے راہنما ہیں۔ ان میں سے جناب موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام بھی ہیں۔ آیا جائز ہے کہ وہ اپنی عقل و کمال و علم کی زیادتی کے باوجود جب کسی جماعت کو اختیار کرنا چاہیں منافق کو اختیار کریں اس گمان سے کہ وہ مومن ہے اس نے کہا یہ جائز نہیں۔ حضرت نے فرمایا کون موسیٰ علیہم السلام نے اپنے کمال و علم و عقل و نزول وحی کے باوجود اپنے بزرگان قوم اور سرداران لشکر سے اپنے پروردگار کی میقات کے لئے ستر اشخاص کو اس گروہ سے اختیار کیا جن کے ایمان و اخلاص میں ان کو کوئی شبہ نہ تھا لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ وہ سب منافق تھے۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا وَ اخْتَارَ مُوسٰی قَوْمًا سَابِقِينَ دَجَلًا لِّبَيِّنَاتٍ اَنَّا كُنَّا آخِذًا بِهٖمُ الذُّجْعَةَ ۚ وَ اٰتٰی سُوْرَةَ الْاٰرَافِ اٰیٰتِ ۱۵۵ جس کی تفسیر جلد اول میں بیان ہو چکی۔ اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ جب ہم کو معلوم ہوا کہ اس بزرگوار کا تجویز و اختیار کرنا۔ جس کو خدا نے پیغمبری کے لئے برگزیدہ کیا تھا۔ فاسد ترین مردم پر واقع ہوا اور وہ گمان کرتے تھے کہ وہ صالح ترین خلق ہیں تو ہم نے جانا کہ وہ شخص کسی کو اختیار نہیں کر سکتا جو ان چیزوں کو نہیں جانتا جو لوگوں کے سینوں میں پوشیدہ اور خلاق کے ضمیر میں

پہاں ہے لہذا وہ اختیار کر سکتا ہے جس کے نزدیک لوگوں کے پوشیدہ راز ظاہر ہویدا ہوں تو جب پیغمبر سب سے بہتر کو اختیار نہ کر سکے تو مہاجر و انصار کیونکر امام کو اختیار و انتخاب کر سکتے ہیں یہ پوری حدیث حضرت صاحب الامر علیہ السلام کے حالات کے ابواب میں بیان ہوگی (انشاء اللہ تعالیٰ)

ابن بابویہ نے بسند معتبر حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ خداوند عالم آنحضرتؐ کو ایک سو بیس مرتبہ آسمان کے اوپر لے گیا اور ہر مرتبہ آنحضرتؐ کو ولایت امیر المومنینؑ اور ان کے بعد کے اماموں کے بارے میں وصیت فرمائی اور اس سے زیادہ تاکید کی کہ جو کچھ دوسرے فرائض کے بارے میں فرمائی۔

قرب الاسناد میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ خداوند عالم نے اپنے بندوں پر کسی امر میں اس قدر تاکید نہیں کی جس قدر کہ امامت کے اقرار کے بارے میں تاکید فرمائی ہے اور لوگوں نے کسی امر میں ایسا انکار نہیں کیا جیسا امامت کے بارے میں کیا۔

ابن بابویہ و کلینی وغیرہم نے بسند معتبر روایت کی ہے کہ حضرت صادق علیہ السلام سے لوگوں نے پوچھا کہ امامت کیوں فرزند ان امام حسینؑ میں قرار پائی اور امام حسنؑ کے فرزندوں میں کیوں نہیں قرار پائی حالانکہ دونوں بزرگوار جناب رسول خدا کے فرزند اور آپ کی بیٹی کے فرزند اور بہترین جوانان اہل جنت تھے۔ حضرت نے فرمایا کہ جناب موسیٰ و ہارون دونوں پیغمبر مرسل تھے اور بھائی تھے۔ حالانکہ خدا نے پیغمبری کو صلب ہارون علیہ السلام میں قرار دیا صلب موسیٰ علیہ السلام میں قرار نہیں دیا اور کسی کی مجال نہ تھی جو کہے کہ کیوں خدا نے ایسا کر کیا اس لئے کہ امامت خدا کی خلافت ہے کسی اور کی نہیں ہے کہ کہے کہ کیوں امام حسینؑ کے فرزندوں میں قرار دی کیونکہ خدا نے افعال میں حکیم ہے اور اس کے بارے میں جو کچھ وہ کرتا ہے اُس سے سوال نہیں کیا جاسکتا بلکہ دوسروں سے سوال کیا جاسکتا ہے۔

کلینی اور ابن بابویہ و صفار اور دوسرے بیس اشخاص سے زیادہ لوگوں نے بسند معتبر حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ تم لوگ گمان کرتے ہو کہ امامت کا اختیار امام کو ہے کہ ہم جس کو چاہیں یہ عہدہ عطا کریں۔ نہیں خدا کی قسم بلکہ امامت جناب رسول خدا کا ایک عہد ہے مخصوص ایک ایک طرف آخری امام تک۔

بند ہائے معتبر دیگر انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ ہم میں سے کوئی امام دنیا سے نہیں جاتا مگر یہ کہ خدا اس کو بتا دیتا ہے کہ کس کو اپنا وصی قرار دے۔ اور بروایت دیگر امام اپنے بعد کے امام کو جانتا ہے اور اسی سے وصیت کرتا ہے۔ اور بروایت دیگر امام دنیا سے نہیں جاتا جب تک کہ جان نہیں لیتا کہ کون اس کے بعد امام ہے۔

ابن شہر آشوب نے مناقب میں محمد ابن جریر طبرسی سے روایت کی ہے کہ جس وقت کہ جناب رسول خدا نے اپنے کو قبائل عرب کے سامنے پیش کیا اور ان سے بیعت طلب کی تو فقیہ بنی کلاب کے پاس آئے اور اسلام قبول کرنے کو فرمایا اور بیعت طلب کی ان لوگوں نے کہا کہ ہم اس شرط پر بیعت کریں گے کہ اپنے بعد آپ امر خلافت ہمارے سپرد کریں۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ خدا کا امر ہے اگر وہ چاہے گا تمہارے سپرد کرے گا اور اگر چاہے گا دوسروں کے سپرد کرے گا۔ جب ان لوگوں نے یہ سنا تو بیعت نہیں کی اور کہا کہ ہم آئیں اور آپ کے لئے دوسروں سے شمشیر زنی کریں اور آپ دوسروں کو ہم پر حاکم قرار دیں۔

نیز روایت کی ہے کہ ابوالحسن رفاہ نے کسی عالم اہلسنت سے پوچھا کہ جس وقت جناب رسول خدا مدینہ سے باہر گئے تو کسی کو مدینہ میں خلیفہ مقرر کیا تھا اس نے کہا ہاں علی علیہ السلام کو خلیفہ مقرر کیا تھا ابوالحسن نے کہا کیوں نہ اہل مدینہ سے فرمایا کہ تم اپنے میں سے کسی کو خلیفہ بنا لو کیونکہ تم لوگ گمراہی و ضلالت پر مجتمع نہ ہو گے۔ اس عالم نے کہا اس لئے کہ ان کی آپس کی مخالفت سے اور اس بات سے ڈرے کہ کہیں کوئی فتنہ نہ برپا ہو جائے۔ ابوالحسن نے کہا اگر ان کے درمیان فساد ہو جاتا تو حضرت جب واپس آتے تو ان کی اصلاح کر دیتے اس عالم نے کہا حضرت کا خلیفہ مقرر کرنا زیادہ بہتر اور فتنہ سے حفاظت کے لئے ضروری تھا تو ابوالحسن نے کہا کہ پھر کسی کو مقرر کیا کہ حضرت کے بعد آپ کا جانشین ہو اس نے کہا نہیں۔ ابوالحسن نے کہا کہ حالت سفر سے موت کی حالت زیادہ عظیم اور اس وقت خلیفہ کی ضرورت زیادہ تھی لہذا وقت وفات امت کے اختلاف و فتنہ و فساد ان کے درمیان واقع ہونے سے کیوں نہ ڈرے حالانکہ حالت سفر میں خوف کیا جس کا تدارک جلد ممکن تھا یہ سنکر وہ عالم ساکت ہو گیا اور کوئی جواب نہ دے سکا۔

معرفت امام کا واجب ہونا اور یہ کہ لوگ امام برحق کی ولایت ترک کر دینے پر معذور نہیں اور یہ کہ جو شخص مر جائے اور اپنے زمانہ کے امام کو نہ پہنچانے

چوتھی فصل

وہ کفر و نفاق کی موت مرے گا۔

جاننا چاہئے کہ شیعوں کے نزدیک امام کا اقرار اصول دین میں سے ہے اور اس کا ترک کرنے والا احکام آخرت میں کافروں کے ساتھ شریک ہے۔ اور احکام دنیوی میں مسلمانوں کی طرح ان سے برتاؤ کیا جاتا ہے مگر جو لوگ کہ اہلبیت علیہم السلام کے ساتھ دشمنی ظاہر کرتے ہیں مثل خوارج کے تو وہ لوگ احکام دنیوی میں بھی کفار کا حکم رکھتے ہیں اور بعض روایتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام برجی کے خلیفہ نہ ہونے کے زمانہ میں شیعوں پر شفقت کے لئے ان پر حکم اسلام ظاہرًا جاری کیا ہے تاکہ ان کے ساتھ معاشرت میں دشواری نہ ہو اور حضرت صاحب الامر علیہ السلام کے ظہور کے بعد ان پر صرف کفار کا حکم جاری ہو گا اور اکثر علمائے شیعہ کا یہ اعتقاد ہے کہ سولائے صنیف الاعتقاد والوں کے سب کے سب مثل تمام کافروں کے ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہیں گے اور علمائے شیعہ میں سے شاذ و نادر کوئی اس کا قائل ہوا ہے کہ عذاب الہی میں طویل مدت تک رہنے کے بعد انکی نجات کی امید ہے۔ اور مستضعف (مکرور اعتقاد والا) وہ ہے جو ضعف عقل کے سبب حق و باطل میں تمیز نہ کر سکے یا یہ کہ مذہب حق کی حقانیت کی دلیل یا وجود عدم تقصیر کے اس پر تمام نہ ہوئی ہو مثل ان لوگوں کے جنہوں نے سنی بادشاہوں کے عمل میں نشوونما پائی ہو اور مذہب کے اختلاف کو نہ سنا ہو اور کسی کو نہ پایا ہو جو مذہب شیعہ کی حقیقت ان پر ثابت کرتا ایسے لوگوں کے لئے آخرت میں نجات کی امید ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ سولائے مستضعفین کے عذاب الہی سے نجات کی امید نہیں ہے وہ عذاب الہی میں ہمیشہ رہیں گے عامہ و خاصہ نے بطریق متواترہ حضرت رسول خدا سے روایت کی ہے کہ حضرت فرماتے ہیں کہ مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَعْرِفْ اِمَامًا مَرَّ مَاتَ مَيِّتًا اَلْجَاهِلِيَّةَ یعنی جو شخص مر جائے اور اپنے امام زمانہ کو نہ پہچانے وہ اہل جاہلیت کی موت مرا ہو گا۔ جو کہ آنحضرت کے مبعوث ہونے سے پہلے اصول و فروع دین سے جہل و کفر پر مرتے تھے۔ اور یہ کہ جو بعض متعصب متکلمین اہلسنت نے کہا ہے کہ امام زمانہ سے مراد قرآن ہے تو ہر صاحب عقل جانتا ہے کہ امام سے کتاب مراد لینا مجاز اور ظاہر کے خلاف ہے نیز لفظ زمانہ کے اضافہ سے ظاہر ہے کہ ہر زمانہ میں ایک امام ہوتا ہے اور قرآن تمام زمانوں میں مشترک ہے لہذا اسی وجہ ثانی سے یہ تاویل دفع ہوتی ہے کہ حضرت رسول خدا کی مراد امام سے کتاب ہے۔ نیز امام گذشتہ کو امام زمانہ نہیں کہتے۔ لہذا معلوم ہوا کہ ہر زمانہ کے لئے ایک امام ہونا چاہئے جس کو لوگ پہچانیں اور بالاتفاق

سوائے فرقہ امامیہ کے کوئی قائل نہیں کہ ہر زمانہ میں ایک امام ہے اور کوئی زمانہ امام سے خالی نہیں ہوتا۔

برقی نے محاسن میں بسند معتبر حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ جو شخص مر جائے اور اپنے زمانہ کے امام کو نہ پہچانے تو وہ دین جاہلیت پر رہے۔ لہذا تم پر اپنے امام کی اطاعت لازم ہے تم نے بیشک اصحاب امیر المومنین علیہ السلام کو دیکھا ہے کہ انہوں نے حضرت کی پیروی نہیں کی تو ان کا معاملہ کہاں انتہی ہوا تو تم کسی کی پیروی نہ کرو کہ تم جہالت اور امام کے نہ پہچاننے سے معذور نہیں ہو اور قرآن میں کریم ترین آیتیں ہماری شان میں نازل ہوئی ہیں یعنی جو آیتیں کہ فضیلت پر دلالت کرتی ہیں اور ہم وہ گروہ ہیں جن کی اطاعت خدا نے واجب قرار دی ہے اور تمام زمینیں ہماری لئے عنیت میں ہیں اور برگزیدہ عنیت ہم سے ہے۔

بسند معتبر حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ زمین قائم باقی رہنے کی صلاحیت نہیں رکھتی ہے مگر امام کے سبب سے اور جو شخص مر جاتا ہے اور اس نے اپنے امام کو نہیں پہچانا وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے اور تم میں سے ہر ایک معرفت امام کا اس وقت تمام زندگی سے زیادہ محتاج ہوتا ہے جب اس کی جان یہاں تک پہنچ جاتی ہے اور اپنے دست مبارک سے اپنے سینہ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ اس وقت کہے گا کہ میں امر نیک اور صحیح مذہب پر تھا اور وہ وقت وہ ہے جب کہ احوال آخرت اُس پر ظاہر ہوتے ہیں اور اپنے حالات کو بخوبی مشاہدہ کرتا ہے۔

بسند حسن حسین بن ابی العلاء سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت صادقؑ سے خطاب رسول خدا کے اس قول کے بارے میں دریافت کیا جو حضرتؑ نے فرمایا ہے کہ جو شخص مر جاتا ہے اور اس کا کوئی امام نہیں ہوتا تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہوتی ہے۔ امام نے فرمایا کہ ہاں بجا ہے اگر لوگ حضرت علی بن الحسین کی متابعت کرتے اور عبد الملک مروانی کو چھوڑ دیتے تو ہدایت پاتے۔ ہم نے کہا کہ جو شخص مر جائے اور اپنے امام کو نہ پہچانے تو وہ کفر کی موت مرتا ہے حضرت نے فرمایا نہیں بلکہ اپنے پیغمبر سے گمراہی کی موت مرتا ہے لہ

لہ مؤلف فرماتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ اس حدیث سے مراد ہو کہ ان پر دنیا میں حکم کفر جاری نہیں ہوتا یا ضعیف الاعتقاد لوگ مراد ہوں۔ جیسا کہ دوسری معتبر حدیثوں میں انہی حضرت سے منقول ہے یعنی ان کی موت کفر و ضلالت و نفاق پر ہوتی ہے۔

نیز محاسن وغیرہ میں بسند ہائے معتبر حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ جو شخص مرجائے اور اس کا کوئی امام نہ ہو تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہے اور لوگ امام کے پہچاننے سے معذور نہیں۔ اور جو شخص اس حال میں مرجائے کہ اپنے امام کو پہچانتا ہو اس کو امام کا ظاہر ہونا ضرر نہیں کر سکتا خواہ ان کا ظاہر ہونا اس کی موت سے پہلے ہو یا بعد ہو اور جو شخص مرجائے اور اپنے امام کو پہچانتا ہو ایسا ہے کہ وہ حضرت قائم علیہ السلام کے ساتھ ان کے خیمہ کے اندر ہے۔

امکال الدین میں بسند معتبر روایت ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام سے لوگوں نے پوچھا کہ جو شخص مرجائے اور اپنے امام کو نہ پہچانتا ہو کیا جاہلیت کی موت مرا ہے۔ حضرت نے فرمایا ہاں جو شخص امام کی امامت میں شک کرے یا توقف کرے وہ کافر ہے اور جو شخص امام کی امامت سے انکار کرے یا امام سے اظہار عداوت کرے وہ مشرک ہے یعنی بُت پرست کے مانند ہے کلینی اور نعمانی نے بسند صحیح ابن ابی بصیر سے روایت کی ہے کہ لوگوں نے اس آیت وَمَنْ أَهْدَىٰ مِّنَ الْآتِمِّ هُوَ الَّذِي يَهْدِي قَلْبَهُ (پس سورہ القصص آیت ۵۰) کی تفسیر حضرت امام رضاؑ سے دریافت کی یعنی اور اُس سے زیادہ گمراہ کون ہے جو خدا کی جانب سے ہدایت کے بغیر اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اس سے وہ شخص مراد ہے جو اپنے دین میں اپنی رائے سے عمل کرتا ہے بغیر اس کے کہ ائمہ ہدے ہیں کسی امام کی متابعت کرے۔

نیز حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جس شخص نے ایسے امام کے ساتھ جس کی امامت خدا کی جانب سے ہو ایسے شخص کو شریک قرار دیا ہو جسکی امامت منجانب خدا نہ ہو تو وہ مشرک ہے اور ایسا ہے کہ اس نے خدا کے ساتھ شریک قرار دیا۔

نعمانی نے بسند قوی ابن ابی یعقوب سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی کہ ایک شخص ایسا ہے جو آپ کو دوست رکھتا ہے اور آپ کے دشمنوں سے بیزاری اختیار کرتا ہے اور آپ کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام قرار دیتا ہے اور یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ امامت آپ جاہلیت سے دوسرے سلسلہ میں نہیں جاتی۔ لیکن یہ بھی کہتا ہے کہ ان لوگوں نے اختلاف کیا ہے حالانکہ وہ بزرگوار پیشوا اور راہنما ہیں تو جس وقت سب ایک شخص پر اتفاق کر لیں گے تو میں بھی اس کی امامت کا قائل ہو جاؤں گا۔ حضرت نے فرمایا اگر اسی حال میں وہ مرے گا۔ تو جاہلیت کی موت مرے گا۔ اور اس بارے میں بہت سی دہلیزیں

بیان کی گئی ہیں۔

علی بن ابراہیم اور ابن بابویہ وغیرہم نے بسند ہائے معتبر حضرت باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ خداوند عالم روز قیامت کسی کو معذور نہ رکھے گا جو یہ کہے گا پالنے والے میں نہیں جانتا تھا کہ فرزند ان فاطمہ صلوات اللہ علیہم تمام خلق پر والی و حاکم ہیں اور فرزند ان فاطمہ کے شیعوں کے حق میں یہیت نازل ہوئی ہے **قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ آمَنُوا عَلَي أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ** (پہلے سورہ الزمر آیت ۳۴) یعنی اے میرے وہ بند و جنہوں نے بہت گناہ کر کے اپنی جانوں پر بڑا ظلم کیا ہے۔ خدا کی رحمت سے مایوس نہ ہو یقیناً اگر خدا چاہے گا تو تمام گناہوں کو بخش دے گا۔ وہ بیشک بخشنے والا بڑا مہربان ہے حضرت کی مراد یہ ہے کہ وہ صرف شیعیاں اہلبیت ہیں جو بخشے جانے کا حق رکھتے ہیں ان کے سوا دوسرے لوگ یہ حق نہیں رکھتے اور دوسرے لوگ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

حمیری نے بسند صحیح حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جو اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کے اور خدا کے درمیان کوئی حجاب نہ رہے اور وہ رحمت الہی کی جانب دیکھے اور خدا تعالیٰ اس کی طرف نظر رحمت کرے تو وہ آل محمد کو دوست رکھے اور ان کے دشمنوں سے علیحدگی اختیار کرے اور دو ازوہ آئمہ میں سے کسی امام کی متابعت کرے۔ تو جو شخص ایسا کرے گا تو وہ ہمیشہ لطف و کرم خداوند عالم کی طرف نظر کرے گا اور رحم و کرم الہی کی نظر اس کی طرف سے منقطع نہ ہوگی۔

عیون اخبار الرضا میں انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ حضرت نے اپنے آبائے طہرین کے واسطے سے حضرت امیر المومنین سے روایت کی ہے کہ جو شخص مر جائے اور ہمارے فرزندوں میں سے کسی امام کا اعتقاد نہ رکھتا ہو تو وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے اور خدا اس کو ان تمام اعمال کے عوض عذاب کرے گا جو اُس نے جاہلیت و اسلام میں کئے ہوں گے۔

شیخ طوسی رحمہ اللہ نے مجالس میں اس آیت **وَأَنِّي لَغَفَّارٌ لِّمَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدَىٰ** (پہلے سورہ طہ آیت) کی تفسیر میں روایت کی ہے یعنی میں یقیناً اس کو بخشوں گا۔ جس نے (بڑے کاموں سے) توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھے اچھے اعمال کئے پھر ہدایت پائی حضرت نے فرمایا خدا کی قسم اگر کوئی شرک سے

توبہ کرے اور ایمان لائے خدا اور روز قیامت پر اور اچھے اعمال بجالائے حالانکہ ہماری ولایت و محبت اور ہماری فضیلتوں کو پہچاننے سے ہدایت نہ پائے تو اس کو کوئی فائدہ نہ پہنچے گا لہذا بہتر ایمان اور اس کا بغزو آخر آئمہ حق کی امامت کا اعتقاد اور ان کی پیروی ہے علل الشرائع میں روایت ہے کہ حنان بن سدر نے حضرت صادق سے پوچھا کہ ہر وہ امام جو پیغمبر کے بعد ہیں کیا سبب ہے کہ ان کا پہچانا ضروری ہے اور جو آنحضرت سے پہلے تھے ان سب کا پہچانا واجب نہیں ہے حضرت نے فرمایا کہ اس کا سبب یہ ہے کہ ان کی شریعتیں جو آنحضرت سے پہلے تھے آنحضرت کی شریعت کی مخالف تھیں اور ہم ان شریعتوں کے مکلف و پابند نہیں ہیں اس سبب سے ان کی معرفت ضروری نہیں ہے برخلاف ان آئمہ کے جو آنحضرت کے بعد ہیں اور ان حضرت کی شریعت کے محافظ ہیں۔

معانی الاخبار میں بسند معتبر روایت کی ہے کہ سلیم بن قیس ہلالی نے حضرت امیر المومنینؑ سے دریافت کیا کہ سب سے کم وہ بات جس سے کہ آدمی گمراہ ہو جاتا ہے کیا ہے۔ فرمایا کہ وہ ہے کہ اس شخص کو نہ پہچانے جس کی اطاعت کا خدا نے حکم دیا ہے اور اس کی محبت و ولایت واجب قرار دی ہے اور اس کو زمین میں اپنی حجت گردانا ہے اور غلطی پر اپنا گواہ مقرر کیا ہے۔ سلیم نے پوچھا کہ وہ کون لوگ ہیں۔ جناب امیر نے فرمایا کہ وہ وہ گمراہ ہیں جن کی اطاعت کو خدا نے اپنی اور اپنے پیغمبر کی اطاعت قرار دی ہے اور فرمایا ہے اَطِيعُوا اللَّهَ وَاَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ (پڑھ سورہ النساء آیت ۵۹) (یعنی اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول اور اولی الامر کی جو تم میں سے ہوں) یہ سُنکر سلیم نے ان حضرت کے سر مبارک کو بوسہ دیا۔ اور کہا کہ آپ نے مجھ پر واضح فرما دیا اور میرے دل سے الجھن دور کر دی اور میرے دل کے تمام شکوک رفع فرما دیے۔

علل الشرائع میں حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ ایک روز حضرت امام حسین علیہ السلام دولت سرا سے نکل کر اپنے اصحاب کے پاس آئے اور فرمایا کہ ایہا الناس خداوند عالم نے یقیناً اپنے بندوں کو خلق نہیں فرمایا مگر اس لئے کہ اس کو پہچانیں اور جب پہچانیں گے تو اس کی عبادت کریں گے اور جب اس کی عبادت کریں گے تو اس کی عبادت کے سبب دوسروں کی عبادت سے بے نیاز ہو جائیں گے یہ سن کر ایک شخص نے پوچھا یا ابن رسول اللہ

میرے پاس آپ پر خدا ہوں معرفت خدا کیا ہے فرمایا ہر زمانہ کے لوگوں کا اُس امام کو پہچانتا جس کی اطاعت ان پر واجب ہے لے

کتاب عقاب الاعمال میں بطریق عامہ ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ ایک روز آنحضرت تشریف فرما تھے اور آپ کی خدمت میں امیر المومنین اور اصحاب حاضر تھے جناب رسول خدا نے فرمایا کہ جو شخص لا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ کہتا ہے وہ داخل بہشت ہو گا یہ سُنکر شیخیں نے کہا ہم تو لا الہ الا اللہ کہتے ہیں حضرت نے فرمایا کہ لا الہ الا اللہ کہنا مقبول نہ ہو گا مگر اس کے سبب سے یعنی امیر المومنین اور ان کے شیعوں کے سبب سے کیونکہ ہمارے پروردگار نے ان سے علی کی ولایت کا عہد لیا ہے پھر ان دونوں صاحبان نے کہا کہ ہم لا الہ الا اللہ کہتے ہیں تو جناب رسول خدا نے اپنا دست مبارک امیر المومنین کے سر پر پھر کر فرمایا کہ تمہاری اس شہادت کی قبولیت کی علامت یہ ہے کہ اس کی بیعت نہ توڑنا اور اس کے عہدہ کو غصب نہ کرنا اور اس کی بات کو دروغ سے نسبت مت دینا۔

حضرت صادق سے بسند معتبر روایت ہے کہ ہم میں سے ہے وہ امام جس کی اطاعت واجب ہے جو شخص اس سے انکار کرتا ہے یہودی مرتا ہے یا نصرانی خدا نے زمین کو خالی نہیں چھوڑا جس روز سے حضرت آدم علیہ السلام کو دنیا میں بھیجا ہے مگر یہ کہ زمین میں کوئی امام رہا ہے جس کے سبب سے لوگ خدا کی طرف ہدایت پاتے تھے اور وہ بندوں پر خدا کی حجت تھا جو شخص اس کی متابعت سے انحراف کرتا تھا وہ ہلاک ہوتا تھا۔ اور جو شخص اس کی اطاعت کرتا تھا نجات پاتا تھا اور خدا پر لازم ہے کہ ہمیشہ ایسا ہی رہے۔

کلینی نے بسند معتبر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ خدا کی عبادت نہیں کرتا ہے مگر جو خدا کو پہچانتا ہے لیکن جو خدا کو نہیں پہچانتا وہ گمراہی کے ساتھ خدا کی عبادت کرتا ہے راوی نے پوچھا خدا کی معرفت کیا ہے فرمایا خدا کی تصدیق کرے اسکے پیغمبر کی تصدیق کرے اور علی علیہ السلام

لے مؤلف فرماتے ہیں کہ معرفت خدا کی معرفت امام سے اس لئے تفسیر فرمائی کہ خدا کو نہیں پہچان سکتے مگر امام کے ذریعے سے۔ یا اس جہت سے کہ بغیر معرفت امام خدا کی معرفت فائدہ نہیں دے سکتی یا اس جہت سے کہ جو شخص خدا کو اس طرح پہچانے کہ لوگوں کو مہل چھوڑ دیا اور کسی امام کا ان کے لئے تعین نہیں کیا تو اس نے خدا کو اس کی حکمت و لطف و کرم کے ساتھ نہیں پہچانا۔ ۱۲

کی امامت کا اعتقاد رکھے اور ان کی پیروی کرے اور آئمہ ہدایت کی اور ان کے دشمنوں سے بیزاری اختیار کرے اسی طرح خدا کو پہنچانا چاہیے۔

کلینی و برقی و نعمانی نے بسند ہائے صحیح و مستبر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جو شخص کہ خدا کی عبادت اس طرح کرے کہ اس میں اہتمام کرے اور اپنے کو تعجب و شقت میں ڈالے اور اس امام عادل کا اعتقاد نہ رکھتا ہو جو خدا کی جانب سے مقرر ہو تو یقیناً عبادت میں اس کا اہتمام اور کوشش مقبول نہیں۔ اور وہ گمراہ اور حیران ہے اور اس کی مثال اس گوسفند کی سی ہے جو اپنے چرواہے اور اپنے گلہ سے جھٹک گئی ہو۔ اور تمام دن حیران پھرتی رہی ہو اور جب رات ہوئی تو اس نے ایک دوسرے گلہ گوسفند کو اس کے چرواہے کے ساتھ دیکھا تو اسی گلہ کے ساتھ ہو گئی اور رات انہی کے ساتھ بسر کی پھر جب صبح کو وہ چرواہہ اپنے گلہ کو چراگاہ میں لے گیا تو گوسفند نے دیکھا کہ وہ اس کا گلہ ہے نہ اس کا چرواہہ تو وہ ان سے الگ ہو کر اپنے چرواہے اور گلہ کی تلاش میں حیران و سرگرداں پھرتی رہی پھر اس نے دوسرا گلہ دیکھا اور چاہا کہ اس میں شامل ہو جائے مگر اس کے چرواہے نے اس کو ڈانٹا کہ اپنے گلہ سے ملتی ہو کیونکہ تو حیران ہے اور اپنے گلہ اور چرواہے کو تو نے گم کر دیا ہے یہ سنکر وہ واپس ہوئی اور حیران و پریشان و خوفزدہ پھرتی رہی نہ اس کا کوئی چرواہا تھا کہ اس کو چراگاہ میں لے جائے یا چراگاہ سے جائے قیام کو پہنچا دے ناگاہ اسی حال میں بھڑیے نے اس کو دیکھا اور اس کی تنہائی کو غنیمت سمجھ کر اس کو کھا گیا اسی طرح جو شخص اس امت میں ایسا ہو جس کا کوئی ایسا امام نہ ہو جو خدا کی جانب سے مقرر ہو اور عادل ہو تو وہ بھی گمراہی میں حیران ہو کر مارا مارا پھرتا رہے گا اور اگر اسی حال میں مر جائے گا تو وہ کفر و نفاق پر مرا ہوگا۔ اور یہ سمجھ لو کہ امامان حق اور ان کے تابعین خدا کے دین پر ہیں اور امامان جو دین خدا اور حق سے معزول ہیں اور خود گمراہ ہیں اور لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں اور جو اعمال کرتے ہیں وہ ایسی راہ ہے جس کو آندھی اڑا کر پراگندہ کر دیتی ہے یہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں ان میں کسی چیز پر قادر نہیں مگر گمراہی و دروازہ پر لے

نے موافق فرماتے ہیں کہ اس مثال میں وجہ تشبیہ اس جہت سے ہے کہ کوئی شخص امام برحق رکھتا ہو اور اس کے بعد اس کے جانشین کی متابعت نہ کرے اور آئمہ جور میں سے کسی کے پاس جاتا ہے اور وہاں (بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰ پر ملاحظہ ہو)

ابن بابویہ نے بسند معتبر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ امام خلق خدا اور خدا کے درمیان ایک علم اور نشان ہے تو جو شخص اس کو پہچانے وہ مومن ہے اور جو شخص اس کو نہ پہچانے وہ کافر ہے۔

نعمانی نے بسند معتبر روایت کی ہے کہ محمد بن مسلم نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ مجھے ایضاً اس سے آگاہ فرمائے جو آپ میں سے کسی امام کا انکار کرے اس کا کیا حال ہے حضرت نے فرمایا کہ جو شخص اس امام سے انکار کرے جس کی امامت خدا کی جانب سے ہو اور اس سے اور ہمارے عین سے بیزاری اختیار کرے تو وہ کافر ہے اور دین اسلام سے مرتد ہے کیونکہ امام خدا کی جانب سے ہے اور اس کا دین خدا کا دین ہے تو وہ دین خدا سے بیزاری کا اظہار کرتا ہے اس حال میں اس کا خون مباح ہے مگر یہ کہ وہ دین میں واپس آئے اور خدا سے توبہ کرے اس سے جو کچھ اس نے کہا ہے۔

اس بیان میں کہ جو ایک امام سے انکار کرتا ہے ایسا ہے کہ اُس نے **پانچویں فصل** سب سے انکار کیا۔

کلینی وابن بابویہ و نعمانی وغیرہم نے بسند ہائے صحیح و معتبر حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جو شخص ایک امام زندہ کا انکار کرے تو اس نے تمام گذشتہ اماموں کا انکار کیا۔ ابن بابویہ وغیرہم نے بسند ہائے معتبر ابان بن عقیب سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ جو شخص تمام گذشتہ اماموں کی معرفت رکھتا ہو اور اپنے زمانہ کے امام کو نہ پہچانے تو کیا وہ مومن ہے فرمایا نہیں میں نے دریافت کیا کہ کیا وہ مسلمان ہے فرمایا ہاں۔ ابن بابویہ فرماتے ہیں کہ اسلام شہادتین کا اقرار کرنا ہے اور اس سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۰) اس کے خلاف دیکھتا ہے جو امام برحق سے دیکھتا اور سنتا تھا تو اس سے نفرت کر کے دوسرے امام جو رکھے پاس جاتا ہے اس سے بھی وہی خلاف باتیں مشاہدہ کرتا ہے اور امام جو بھی جہاں اس سے اپنے امور باطلہ کی مخالفت دیکھتا ہے اس خیال سے کہ کہیں وہ اس کے پیروی کرنے والوں کو اس سے منحرف کر دے۔ اس کو دور کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ شیطان جو راہ دین و ایمان کا ٹھکانہ ہے اس کی اس حیرانی کو غنیمت سمجھ کر اس کو دین سے بالکل خارج کر دیتا ہے یا کسی ایک مشرور کی متابعت پر راغب کر کے اس کو ہلاک کر دیتا ہے۔

اس کی جان و مال محفوظ ہو جاتے ہیں اور آخرت کا ثواب ایمان پر منحصر ہے۔ رسول خداؐ نے فرمایا کہ جس شخص نے خدا کی وحدانیت اور میری رسالت کا اقرار کیا تو اس نے اپنی جان و مال محفوظ کر لیا اس سے کہ وہ قتل کیا جائے یا اس کا مال لے لیا جائے۔ اور اس کا حساب قیامت میں خدا پر ہے

نیز حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جان لو کہ اگر کوئی شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیغمبری سے انکار کرے اور دوسرے تمام پیغمبروں کا اقرار کرے تو وہ مومن نہیں خدا کے راستے پر چلنے کا قصد اس امام کی تلاش و طلب کر کے کرو جس کی علامت حق ہے اور جب تمہارا امام پوشیدہ ہو تو ان کے آثار و احادیث کی تلاش کرو جو کہ تمہارے درمیان ہے اور اپنے امر دین کو کامل کرو تو تم اپنے خدا پر ایمان لائے ہوئے ہو گے۔

بند مذکور حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے علیؑ تم اور تمہارے فرزندوں میں سے امام میرے بعد خلق پر حجت خدا ہیں۔ اور بندوں میں راہ خدا کی ہدایت کے نشان ہیں جس شخص نے ان میں سے کسی ایک کا انکار کیا تو اس نے میرا انکار کیا اور جس نے ان میں سے کسی پر ظلم کیا اس نے مجھ پر جفا کی اور جس نے تمہارے ساتھ محبت و نیکی کا برتاؤ کیا تو اس نے میرے ساتھ محبت و نیکی کا برتاؤ کیا۔ اور جس نے تمہاری اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے تم سے دوستی کی اس نے مجھ سے دوستی کی اور جس نے تم سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی کیونکہ تم مجھ سے اور میرے صلب سے پیدا ہوئے ہو اور میں تم سے ہوں۔

نعمانی نے محمد بن نما سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ فلاں شخص جو آپ کا غلام اور شیعہ ہے آپ کی خدمت میں سلام عرض کرتا ہے اور کہتا ہے کہ آپ میرے بے حنا من ہوں کہ قیامت میں آپ میری شفاعت کریں گے۔ حضرت نے پوچھا کیا وہ ہمارے شیعوں اور دوستوں میں سے ہے۔ میں نے عرض کی ہاں۔ تب حضرت نے فرمایا کہ اس کی شان اس سے بلند ہے کہ

وہ شفاعت کی التجا کا محتاج ہو پھر میں نے عرض کی کہ ایک شخص ہے کہ علی علیہ السلام کو دوست رکھتا ہے اور ان کے بعد کے اوصیا کو نہیں جانتا اور نہیں پہنچتا۔ یہ منکر حضرت نے فرمایا وہ گمراہ ہے میں نے کہا کہ تمام ائمہوں کا اقرار کرتا ہے مگر امام آخر کا انکار کرتا ہے حضرت نے فرمایا کہ وہ اُس شخص کے مانند ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیغمبری کا اقرار کرتا ہے اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیغمبری کا منکر ہے یا آنحضرت کی پیغمبری کا اقرار کرتا ہے اور حضرت عیسیٰ کی نبوت کا منکر ہے۔ میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں اس شخص سے جو خدا کی حجتوں میں سے کسی کا انکار کرتا ہے۔

کلینی اور نعمانی نے بسند موثق محمد بن مسلم سے روایت کی ہے کہ اس نے حضرت صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی کہ ایک یمنی نے مجھ سے کہا کہ امام آخری کو جو امام زمانہ ہیں تم پہنچانتے ہو تو اگر پہلے کے امام کو نہیں پہنچانتے تو کوئی حرج نہیں ہے حضرت نے فرمایا کہ خدا لعنت کرے اس شخص پر۔ میں اس کو دشمن رکھتا ہوں۔ باوجود اس کے کہ اس کو نہیں جانتا اور نہیں پہنچتا۔ وہ اپنے امام آخر کو نہیں پہچان سکتا مگر امام اول کے ذریعہ سے۔

کلینی نے بسند معتبر امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ بسندہ مومن نہیں ہو تا جب تک خدا و رسول اور تمام ائمہ اور اپنے امام زمانہ کو نہ پہچانے اور اس کی طرف رجوع کرے اس امر میں جو اس پر مشتبہ ہو اور اس کی اطاعت کرے پھر فرمایا کہ کیونکر وہ امام آخر کو پہچان سکتا ہے جبکہ امام اول سے واقف نہ ہو اور اس کی امامت کو نہ جانتا ہو۔

نیز بسند صحیح زرارہ رحمۃ اللہ سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ مجھے آگاہ فرمائیے کہ آیا معرفت امام تمام

لے مؤلف فرماتے ہیں کہ وہ انبیا و اوصیا جن کا ذکر خدا نے قرآن میں کیا ہے جیسے حضرت ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام یا سقوت پیغمبر میں ان کی نبوت و وصایت تو اتنے سے ہو اور ضروری دین سے ہے لہذا جو شخص ان میں کسی کا انکار کرے وہ کافر ہے لہذا بجملاً تمام انبیاء و اوصیاء کا اعتقاد رکھنا چاہئے خاص طور سے جاننا واجب نہیں ہے مثلاً یہ کہ اقرار کرے کہ تمام انبیاء اور ان کے اوصیاء برحق ہیں۔ ۱۲

خلق پر واجب ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ خداوند عالمین نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسالت کے ساتھ تمام خلق پر مبعوث فرمایا اور وہ زمین میں تمام خلق پر حجت خدا بنتے لہذا جو شخص خدا و رسول پر ایمان لاتا ہے اور ان کی متابعت کرتا ہے اور ان کی تصدیق کرتا ہے اس پر معرفت امام واجب ہے اور جو شخص کہ خدا و رسول پر ایمان نہیں لاتا اور ان کی متابعت و تصدیق نہیں کرتا اور ان کے حق کو نہیں پہچانتا تو اس پر امام پوشیدہ کی معرفت کیونکر واجب ہوگی حالانکہ وہ ایمان خدا و رسول پر نہیں لایا اور ان کے حق کو نہیں پہچانا۔ زرارہ نے کہا تو پھر آپ اس شخص کے حق میں کیا فرماتے ہیں جو خدا و رسول پر ایمان لایا اور جو کچھ خدا نے اپنے رسول پر نازل کیا ہے ان سب چیزوں کی تصدیق کی تو کیا ایسے لوگوں پر آپ کی معرفت واجب ہے۔ حضرت نے فرمایا ہاں۔ اہلسنت ابو بکر و عمر کی معرفت باوجود ان کی کمزوریوں کے واجب جانتے ہیں۔ زرارہ نے کہا ہاں تو حضرت نے فرمایا کہ کیا تم گمان کرتے ہو کہ خدا نے ان دونوں کی معرفت ان کے دلوں میں ڈال دی ہے۔ نہیں خدا کی قسم سوائے شیطان کے کسی نے ان کے دلوں میں نہیں ڈالی ہے اور خدا کی قسم ہماری معرفت مومنین کو خدا کے سوا کسی نے نہیں الہام کی ہے۔

نیز بسند معتبر جابر سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے سنا ہے آپ نے فرمایا کہ خدا کو نہیں پہچانتا اور نہ اس کی عبادت کرتا ہے مگر وہ شخص جو خدا کو پہچانے اور ہم اہلبیت میں اپنے زمانہ کے امام کو پہچانے اور جو شخص خدا کو اور ہم اہلبیت میں سے اپنے عہد کے امام کو نہیں پہچانتا تو البتہ وہ غیر خدا کو پہچانتا اور غیر خدا کی پرستش کرتا ہے۔ خدا کی قسم وہ ضلالت و گمراہی کی وجہ سے بے راہ چلتا ہے۔

نیز بسند معتبر حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ تم لوگ صالح اور نیک نہیں ہو سکتے جب تک معرفت امام حاصل نہ کرو اور تم کو معرفت حاصل نہیں ہو سکتی جب تک تصدیق نہ کرو اور تم نے تصدیق نہیں کی ہے جب تک فرمانبرداری اور پیروی نہ کرو۔ چار چیزیں جو آیت میں مذکور ہوں گی۔ حق ہیں یعنی توبہ، ایمان۔ عمل صالح اور ائمہ کی ولایت و متابعت سے ہدایت یافتہ۔ اس کے بعد فرمایا۔ کہ صلاحیت نہیں پاتا اور درست نہیں ہوتا ان کا اول مگر ان کے آخر امامت کے ذریعہ سے

اور بغیر ولایت کے ان کو فائدہ نہیں ہوتا اور تین مذکورہ باتوں پر ایمان رکھنے والے گمراہ ہیں اور انتہائی حیرانی میں مبتلا ہیں۔ یقیناً خدا قبول نہیں کرتا لیکن عمل صالح کو اور وہ قبول نہیں کرتا مگر ان کی شرطوں اور عہدوں کے ساتھ ان کو پورا کرنے سے جو اس آیت میں مذکور ہیں لہذا جو شخص خدا کی شرطوں کو پورا کرتا ہے اور عمل میں لاتا ہے ان باتوں کو جن کا خدا نے قرآن میں اس سے عہد لیا ہے تو اس کو وہ ثوابت ملتے ہیں جن کا خداوند عالم نے اس سے وعدہ کیا ہے یقیناً خدا نے اپنے بندوں کو راہ ہدایت سے مطلع فرمایا ہے اور راہ ہدایت پر علامتیں نصب کی ہیں اور ان کو آگاہ کیا ہے کہ کس طرح اس راستہ کو طے کرنا چاہئے لہذا فرمایا کہ اِنْفِرُوا لِمَنْ تَابُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا صَالِحًا ثَوَّاهْتَدَىٰ۔ یعنی میں یقیناً بڑا بخشنے والا ہوں اس کو جو مشرک اور کفر سے توبہ کرے اور خدا و رسول اور روز قیامت پر ایمان لائے اور ہدایت حاصل کرے۔ اور فرمایا ہے اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ رپ سورہ مائدہ آیت ۲۷، یعنی یقیناً خدا اعمال کو قبول نہیں کرتا مگر پرہیزگاروں سے تو جو شخص خدا سے ڈرتا ہے ان باتوں میں جن کا خدا نے حکم دیا تو وہ خدا سے ملاقات کرتا ہے ان چیزوں پر ایمان کے ساتھ جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لائے ہیں۔ افسوس افسوس اس جماعت کا حال سعادت سے کس قدر دور ہے بہت سی جماعتیں قبل اس کے کہ ائمہ حق کی متابعت و ولایت سے ہدایت پاتیں گذر گئیں اور ان کے افراد گمان کرتے تھے کہ وہ سمجھتے تھے کہ خدا پر ایمان لائے ہیں حالانکہ اپنی نادانی سے خدا کا شریک قرار دیا تھا جو شخص گھر میں اس کے دروازہ سے آتا ہے وہ ہدایت یافتہ ہے اور جو شخص علاوہ دروازہ کے کسی اور راستہ سے داخل ہوتا ہے اس نے ہلاکت کا راستہ طے کیا اور علم رسول کے دروازے ائمہ حق ہیں۔ جیسا کہ جناب رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ میں علم و حکمت کا شہر ہوں اور علیؑ اس کے دروازہ ہیں اور خدا نے فرمایا ہے وَاتَّبِعُوا الْبَيْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا رپ سورہ بقرہ آیت ۱۸۹، یعنی گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ اور خدا نے اولوالامر یعنی ائمہ برحق کی اطاعت کو اطاعت رسول سے ملا دیا ہے اور اطاعت رسول کو اپنی اطاعت سے وصل کر دیا ہے چنانچہ فرمایا ہے اطِيعُوا اللَّهَ وَاطِيعُوا الرَّسُولَ وَادْبِئُوا الْاَمْرَ مِنْكُمْ۔ تو جو شخص والیان امر کی اطاعت کو ترک کرتا ہے تو اس نے

خدا کی اطاعت کی اور نہ رسول کی اطاعت کی اور ان کی اطاعت اقرار ہے اس امر کا جو کہ خداوند عالم نے فرمایا ہے کہ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ رِثْ سُوْرَةُ الْاَعْرَافِ آیت ۳۱) یعنی مسجد کے پاس اپنے تئیں آراستہ کرو اور حدیثوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسجد سے مراد نماز ہے اور زینت سے مراد جسمانی و روحانی دونوں زینتیں ہیں اور روحانی زینتوں میں بہترین زینت ایمانی عقائد ہیں جن کے بغیر عبادتیں مقبول نہیں ہوتیں اور ان میں سب سے بہتر ائمہ حق و پیشوایان دین کی ولایت و متابعت ہے اس کے بعد فرمایا کہ ان مکانوں کو تلاش کرو جن کے بارے میں خدا نے آیت نور کے بعد جو اہلبیت علیہم السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے فرمایا ہے فِي بُيُوتٍ اِذْ قَالَ اللّٰهُ اَنْ تَرْفَعُوْا رُفْعًا وَ يَذْكُرُ فِيْهَا اسْمُهُ۔ (پہلے سورہ نور آیت ۳۶) جس کی تاویل احادیث میں یوں وارد ہوئی ہے کہ یہ نور اس مکان میں روشن ہے جس میں خدا نے اجازت دی ہے اور مقرر و مقدر فرمایا ہے کہ ہمیشہ بلند مرتبہ اور شہرت میں بلند رہے اور اس میں ذکر خدا ہوتا ہے اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ تم کو بلاشبہ بتلادیا ہے کہ وہ گھر اور اس کے رہنے والے کون لوگ ہیں۔ فرمایا ہے کہ رَجَالٌ لَا تُلٰهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (پہلے سورہ نور آیت ۲۴) یعنی وہ کچھ ایسے لوگ ہیں جن کو نہ تجارت نہ خرید و فروخت یا خدا سے نماز قائم کرنے اور ادا کرنے سے غافل کرتی ہے اور وہ لوگ اس روز سے ڈرتے ہیں جس روز کے خوف سے دل اور آنکھیں پھر جاتی ہیں اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ یقیناً خدا نے رسولوں اور پیغمبروں کو اپنے امیر کے لئے برگزیدہ اور مخصوص فرمایا ہے یعنی ہدایت خلق اور بیان شرائع دین کے لئے پھر ان میں سے ایک گروہ کو برگزیدہ کیا جو پیغمبروں کو انداز یعنی ڈرانے کی تصدیق کریں جس کو خدا نے اپنے پیغمبروں کی زبانی بیان کیا ہے جیسا کہ فرمایا ہے کہ وَاِنْ مِنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ یعنی کوئی امت ایسی نہیں جس میں خدا نے عذاب سے ڈرانے والے کو نہیں بھیجا جو شخص نادان ہے وہ حیران ہے اور جو شخص بینا اور صاحب عقل ہے وہ ہدایت یافتہ ہے اور بینائی سے مراد دل ہے جیسا کہ خداوند عالم فرماتا ہے فَاِنَّهَا لَا تَعْلٰی اِلَّا بَصَارًا وَاَلَيْسَ تَعْلٰی الْقُلُوْبُ اَلَّتِیْ فِی الصُّدُوْرِ (پہلے سورہ الحج آیت ۲۶) یعنی ان کی آنکھیں اندھی نہیں بلکہ ان کے دل اندھے ہیں جو ان کے سینوں میں ہیں وہ شخص کیونکر

ہدایت پاسکتا ہے جس کا دل اندھا ہو وہ کیونکر بینا ہو سکتا ہے جو آیات و احادیث میں غور و فکر نہ کرے۔ اور رسول خدا صلعم اور ان کے اہلبیت کی متابعت کرو اور ان کا اقرار کرو جو کچھ خدا کی جانب سے نازل ہوا ہے اور متابعت کرو آثار ہدایت کی جو آئمہ حق ہیں بے شبہ وہ لوگ امانت و دینداری و پرہیزگاری کی علامتیں ہیں۔

نیز بسند معتبر حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ عبداللہ بن الکوار جو خارجی تھا جناب امیر کی خدمت میں آیا اور اس آیت **وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِضُونَ** **كُلًّا بَيْنَهُمَا هُوَ** سوره الاعراف آیت ۴۶ کی تفسیر دریافت کی حضرت نے فرمایا کہ ہم ہیں جو اعراف میں ہوں گے اور اپنے دوستوں کو ان علامتوں سے پہچان لیں گے جو ان کی پیشانیوں پر ہونگے ہم وہ اعراف ہیں کہ دنیا والے خدا کو نہیں پہچان سکتے مگر ہماری معرفت کے ذریعہ سے ہم وہ اعراف ہیں کہ جن کو خدا ہمارے دوستوں دشمنوں کو صراط پر پہنچوائے گا۔ لہذا بہشت میں داخل نہ ہوگا مگر وہ شخص جو ہم کو پہچانتا ہے۔ اور اس کو ہم پہچانتے ہیں اور جہنم میں نہیں جائے گا مگر وہ شخص جس کو ہم نہیں پہچانتے اور وہ ہم کو نہیں پہچانتا اگر خدا چاہتا تو اپنے تئیں بندوں کو پہچان دیتا لیکن مصلحت اس نے اسی میں سمجھا کہ ہم کو اپنی معرفت کا دروازہ قرار دے اور صراط مستقیم اور راہ نجات قرار دے۔ ہم وجہ خدا ہیں کہ ہمارے ذریعہ سے خدا تک پہنچا جاسکتا ہے لہذا جو شخص ہماری ولایت سے انکار کرے یا ہمارے غیر کو ہم پر ترجیح دے تو وہ راہ راست سے بھٹک گیا۔ وہ لوگ جن کی متابعت لوگ کرنے لگے ہیں۔ مرتبہ میں ہمارے برابر نہیں ہیں اس لئے کہ جو لوگ غیر شیعہ ہیں وہ کیچڑ بھرے تالابوں سے ملحق ہوئے ہیں جو بعض پر بعض گرتے ہیں اور جو لوگ ہماری طرف آئے ہیں وہ ایسے صافی چشمے کی طرف آئے ہیں جو خداوند عالم کے حکم سے ہمیشہ جاری ہیں۔ وہ چشمے کبھی آخر نہیں ہوتے اور کبھی منقطع نہیں ہوتے لے

لے مولف فرماتے ہیں کہ حضرت نے علم کو پانی سے تشبیہ دی ہے اس سبب سے کہ جس طرح پانی بدن کی حیات کا باعث ہے اسی طرح علم روح کی حیات کا باعث ہے اور مخالفین کے علم کو بوجہ ان کی کمی اور غیر منقطع ہونے اور شک و شبہ سے بھرے ہونے کے اس پانی سے تشبیہ دی ہے جو کم اور کسی گڑھے میں جمع ہو جس میں کیچڑ اور کثافتیں ہوں۔ اس سبب سے کہ انہوں نے آپس میں (بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۸ پر دیکھئے)

نیر بسند معتبر حمزہ ثمالی سے روایت ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اُن سے فرمایا کہ تم میں سے کوئی ایک شخص اگر چند فرسخ کا سفر کرتا ہے تو ایک راہنما ساتھ لیتا ہے تاکہ راستہ بھول نہ جائے اور تم زمین کی راہوں کے بہ نسبت آسمان کی راہوں سے زیادہ ناواقف ہو لہذا اپنے لئے کسی راہنما کی تلاش کرو آسمان کی راہوں سے مراد چند اعمال و عقائد ہیں جن کے ذریعہ سے انسان بہشت اور قرب الہی کے بلند درجوں اور کمال معنوی پر فائز ہوتا ہے۔

اور بسند صحیح حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ میں اُن حضرت سے اس آیت وَمَنْ يُؤْتِ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا ذَلِكُمْ بَصَرٌ يَرَىٰ شَيْءًا مِنْ عَمَلِهِ کی تفسیر دریافت کی۔ یعنی جس کو حکمت دی گئی ہے اس کو خیر کثیر عطا ہوا ہے حضرت نے فرمایا کہ حکمت سے مراد طاعت خدا اور معرفت امام ہے لے

د بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۷) ایک دوسرے سے علوم (فائدہ) حاصل کیا ہے جو خدا و رسول و ائمہ حق کی طرف جن کے پاس علوم حق ہیں منتہی نہیں ہوتا۔ اور حضرت نے تشبیہ دی ہے کہ وہ چشمے بعض میں بعض گرتے ہیں اور علوم اہلبیت علیہم السلام کی چشمہ صافی سے تشبیہ دی ہے جو ہمیشہ خداوند عالم کی جانب سے جاری رہتا ہے۔ اس بہت سے کہ ان کے علوم یقینی ہیں جن کا منبع وحی و الہام الہی ہے اور اس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے اور وہ ہمیشہ روح القدس کے القا کرنے سے اور الہامات یقینیہ سے جو ان کے قلب پر فائز ہوتے ہیں جو نہ منقطع ہوتے ہیں نہ ختم ہوتے ہیں چنانچہ اس کے بعد انشاء اللہ مذکور ہوگا۔ ۱۲

د حاشیہ صفحہ ۶۸) ہذا مولف فرماتے ہیں کہ حکمت سے علوم حق یقینی مقصود ہیں جن کا تعلق عمل سے ہوتا ہے چنانچہ کہا گیا ہے کہ حکیم سچا اور درست کردار ہوتا ہے۔ اسی لئے حضرت نے حکمت کی تفسیر معرفت امام سے فرمائی ہے جو مقام ساداتوں کا سرچشمہ ہے اور علوم حق یقینیہ امام ہی سے حاصل ہوتے ہیں اور انہی سے خدا کی اطاعت ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اطاعت کا مقصد ان علوم پر عمل کرتا ہے۔ یہیں سے معلوم ہوا کہ حکمت وہ علوم باطلہ نہیں جنکو گمراہ لوگوں نے اپنی کوتاہ عقل سے پیدا کر کے حکمت نام رکھ لیا ہے اسی غلط حکمت کے ذریعہ اکثر نبیوں کی شریعتوں اور کتب الہی کو الٹ پھیر کر کے لوگوں کو معرفت الہی اور احادیث رسول خدا اور ارشادات ائمہ ہدی صلوٰۃ اللہ علیہم سے محروم کر دیا ہے۔ ان لوگوں نے علم دین اور مسائل ضروریہ کو بغیر سمجھے ہوئے چند باطل مسئلوں کے سبب اپنا نام عالم اور حکیم رکھ لیا ہے

نیز بسند موثق حضرت امام باقر علیہ السلام سے اس آیت اَوْ مَن كَانَ مَبِيتًا فَآحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَاهُ نُورًا يَبْشُرُ بِهِ فِي النَّاسِ كَمَن مَّثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا (پچھ سو رہ انعام آیت ۱۵۷ ع ۱۵۷) یعنی جو شخص کہ مردہ ہوتا ہے تو ہم اس کو زندہ کرتے ہیں اور اس کے لئے ایک نور قرار دیتے ہیں جس کی روشنی میں لوگوں کے درمیان راستہ چلتا ہے اس شخص کے مانند ہے؟ جس کی مثال اور صفت یہ ہو کہ وہ کفر و ضلالت کی تاریکی میں ہو اور کبھی اس میں سے باہر نہیں آتا۔ حضرت نے فرمایا کہ مردہ سے مراد ہے جو کچھ نہیں جانتا اور عقائد حقہ کا علم نہیں حاصل کرتا۔ اور وہ جو نور کے ذریعہ سے لوگوں کے درمیان راہ چلتا ہے وہ امام ہے جس کی لوگ پیروی کرتے ہیں اور جو شخص کہ تاریکیوں میں ہے وہ ہے جو اپنے امام کو نہیں پہچانتا۔

بسنید معتبر حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ابو عبد اللہ جدلی حضرت امیر المومنین کی خدمت میں آئے تو حضرت نے فرمایا کہ اے ابو عبد اللہ کیا تم چاہتے ہو کہ میں تم کو اس آیت مَن جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ مِّنْهَا وَهُوَ مِّنْ قَوْمٍ يُّؤْمِنُونَ ۝ وَمَن جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وَجُوهُهُمْ فِي النَّارِ هَلْ يَتَجَدَّدُونَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ دیتا سورہ النمل آیت ۸۹ و ۹۰ جس کا ظاہری ترجمہ یہ ہے کہ جو شخص خدا کی بارگاہ میں نیکی لاتا ہے تو اُس کے واسطے اُس سے بہتر ثواب ہے کیونکہ ذیل کے عوض میں شریف اور فانی کے بدلے باقی اور ایک کے مقابلہ میں دس بلکہ سات سو تک خداوند عالم اس کو عطا فرماتا ہے اور ایسے لوگ روز قیامت کے ہول اور خوف سے محفوظ ہیں۔ اور جو شخص کہ گناہ اور بدی لاتا ہے (اکثر مفسرین نے سیدے شرکہ (دلیا ہے) تو ایسے لوگ مُنہ کے بل جہنم میں ڈالے جائیں گے کیا تم کو انہی اعمال کا بدلہ (دے) دیا جائیگا جو تم کرتے ہو۔ ابو عبد اللہ نے کہا ہاں یا امیر المومنین میں آپ پر فدا ہوں حضرت نے فرمایا کہ حسنہ سے مراد ہماری ولایت و امامت ہے اور ہم اہلبیت کی محبت ہے اور سیدہ سے مراد اس جگہ ہماری ولایت سے انکار اور ہم اہلبیت سے عداوت ہے جو اس کا باعث ہوتا ہے کہ اس کو ذلت و خواری کے ساتھ اس دنیا سے لے جائے اور جہنم میں ڈال دے۔

چھٹی فصل | ائمہ حق کی اطاعت کے واجب ہونے کا بیان۔
کلینی وغیرہ نے بسند مثل صحیح کے حضرت امام محمد باقر سے روایت کی

ہے کہ امر دین کی بلندی اس کی رفعت اس کی کبھی اور تمام امور اور خداوند رحمان کی خوشنودی کا دروازہ امام کو پہنچانے کے بعد اس کی اطاعت ہے۔ پھر فرمایا کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ تَوَلَّى فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيفًا۔ (پس سورہ النساء آیت ۸۰) یعنی جو رسول کی اطاعت کرتا ہے تو اس نے خدا کی اطاعت کی اور جو شخص اس کی اطاعت سے منہ پھیرتا ہے تو کچھ پروا نہیں) اے رسول ہم نے تم کو ان کا محافظ بنا کر نہیں بھیجا ہے کہ تم ان کے اعمال کے ذمہ دار ہو اور نہ یہ کہ تم ان کا حساب کرو تم پر تو ہمارے احکام کا پورا پورا دینا واجب ہے اور ان کا حساب کرنا اور ثواب و عذاب دینا ہمارے ذمہ ہے۔

بسنہ معتبر ابوالصباح سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے حضرت صادق کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ وہ حضرت فرماتے تھے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ علی بن علیہ السلام وہ امام تھے جن کی اطاعت خدا نے واجب کی تھی اسی طرح حسن و حسین و علی بن الحسین علیہم السلام امام تھے جن کی اطاعت خدا نے واجب کی تھی۔ نیز انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم ائمہ وہ گروہ ہیں جن کی اطاعت خدا نے واجب کی ہے اور تم اس کی اقتدا کرو جس کے پیچھانے میں لوگ معذور نہیں ہیں۔ نیز انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے حق تعالیٰ کی اس قول کی تفسیر میں فرمایا جو اس نے آل ابراہیم کے حق میں ارشاد فرمایا ہے وَآتَيْنَاهُم مِّنْكَ عَظِيمًا (پس سورہ النساء آیت ۴۴) یعنی ہم نے ان کو بادشاہی بزرگ عطا کی ہے فرمایا کہ بادشاہی بزرگ سے طاعت مفروضہ مراد ہے ہم ان کی اطاعت تمام خلق پر واجب قرار دی ہے اور رسول خدا اور ان کے اہلبیت صلوات اللہ علیہم آلہ ابراہیم میں داخل ہیں اور حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ آپ نے ابوالحسن عطار سے فرمایا کہ اطاعت میں انبیاء اور اوصیاء کو شریک کر لو یعنی جس طرح پیغمبروں کی اطاعت واجب ہے

۱۔ مؤلف فرماتے ہیں کہ اس آیت سے استدلال اس جہت سے ہے کہ جناب رسول خدا نے متعدد موقعوں پر لوگوں کو ائمہ طاہرین کی اطاعت کا حکم دیا ہے اس لئے ان کی اطاعت رسول کی اطاعت ہے اور اطاعت رسول اطاعت خدا ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ائمہ کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے۔

ان کے اوصیا کی اطاعت بھی واجب ہے۔ نیز بسند صحیح و مستبر روایت کی ہے کہ ہم وہ گروہ ہیں کہ خلاق عالم نے ہماری اطاعت واجب کی ہے اور ہمارے لئے انفال کو قرار دیا ہے یعنی تمام پہاڑوں اور زمینوں وغیرہم کا حاصل جو اپنے مقام پر مذکور ہے اور برگزیدہ مال غنیمت۔ اور ہم علم میں راسخ و مضبوط ہیں کہ علم میں ثابت قدم ہیں اور ہمارے علوم یقینی ہیں اور ہم وہ محسود ہیں جن کے حق میں خدا نے فرمایا ہے اَمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ عَلَى مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ (پس سورہ النساء آیت ۵۴) یعنی آیا لوگ ان چیزوں پر حسد کرتے ہیں جو خدا نے اپنے فضل سے ان کو عطا کی ہے۔

ایضاً بسند معتبر کا صحیح حسین ابن ابی عمار سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت صادق کی خدمت میں شیعوں کا اعتقاد عرض کیا کہ خدا کی جانب سے اوصیا کی اطاعت فرض ہے حضرت نے فرمایا ہاں اوصیا وہ لوگ ہیں جن کی شان میں خدا نے فرمایا ہے اَطِيعُوا اللَّهَ وَاطِيعُوا الرَّسُولَ وَادِيعُوا الْاَمْرَ مِنْكُمْ یعنی اطاعت کرو خدا کی اور اطاعت کرو رسول اور ائمہ معصومین ہیں جن کا امر امت متعلق ہے اور ان کے حکم کی اطاعت واجب ہے اور وہی وہ لوگ ہیں جن کے حق میں خدا نے فرمایا ہے اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُوْثِقُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ رِطْ سُوْرہ مائدہ آیت ۸۱ یعنی تمہارا ولی امر اور صاحب اختیار تو بس خدا ہے اور اس کا رسول اور وہ لوگ ہیں جو نماز کو قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اس حال میں کہ رکوع میں ہوتے ہیں۔ باتفاق خاتمہ و عاتقہ سوائے امیر المومنین کے کسی نے رکوع میں تصدق نہیں کیا اور بعض احادیث کے مطابق ائمہ علیہم السلام سے صدقہ ویناسات کو رع میں واضح ہوتا ہے اور صیغہ جمع اسی کی تائید میں ہے۔

بسند صحیح معتبر منقول ہے کہ اہل فارس میں سے ایک شخص نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا آپ کی اطاعت فرض ہے۔ فرمایا ہاں۔ پوچھا کیا مثل اطاعت علی بن ابی طالب فرض ہے؟ فرمایا ہاں۔

نیز بسند معتبر ابو بصیر سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت صادق سے سوال کیا کہ کیا ائمہ علیہم السلام امر امت میں اور ان کی اطاعت واجب ہونے میں سب مثل ایک شخص کے

ہیں اور ان کا حکم ایک ہے۔ حضرت نے فرمایا ہاں۔

نیز بسند معتبر کلینی وغیرہ نے محمد بن زید طبری نے روایت کی ہے کہ میں خراسان میں حضرت امام رضا علیہ السلام کے پیچھے کھڑا تھا اور بنی ہاشم کے بہت سے لوگ اُن حضرت کی خدمت میں حاضر تھے جن میں اسحاق بن موسیٰ بن علی بن عباسی بھی تھا حضرت نے اس سے فرمایا کہ مجھے خبر پہونچی ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم دعوے کرتے ہیں کہ لوگ ہمارے غلام ہیں۔ اُس قربت کی وجہ سے جو ہم رسول خدا صلعم سے رکھتے ہیں۔ میں نے ہرگز یہ بات نہیں کہی ہے اور نہ اپنے آبا و اجداد میں سے کسی سے سنی کہ یہ بات کہتے ہوں اور نہ مجھ کو یہ خبر پہونچی ہے کہ میرے آباؤ طاہرین میں سے کسی نے یہ کہا ہو۔ لیکن ہم یہ ضرور کہتے ہیں کہ اطاعت میں لوگ ہمارے بندے ہیں یعنی مثل بندوں کے ہیں اس لئے کہ واجب ہے کہ ہماری اطاعت کریں اور وہ سب دین میں ہمارے بندے ہیں اور آزاد کہتے ہوئے ہیں، یعنی دین میں ہماری اطاعت کرنے کے سبب آتش جہنم سے آزاد ہوئے ہیں لہذا لازم ہے کہ ان لوگوں پر جو یہاں موجود ہیں اُن لوگوں تک یہ خبر پہونچا دیں جو غائب ہیں۔

کلینی نے بسند معتبر ابی سلمہ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت صادق کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہم وہ کہہ رہے ہیں کہ رب العزت نے ہماری اطاعت خلق پر واجب فرمائی ہے اور لوگوں کو ہماری معرفت کے بغیر چارہ نہیں ہے اور لوگ ہمارے نہ پہچاننے میں معذور نہیں ہیں اور جو شخص ہم کو ہماری امامت کے ساتھ پہچانے وہ مومن ہے اور جو شخص انکار کرے وہ کافر ہے۔ اور جو شخص کہ ہم کو پہچانے اور انکار بھی نہ کرے بلکہ مقام شک میں ہے وہ مثل ضعیف الاعتقاد کے ہے اور گمراہ ہے جب تک کہ اس ہدایت کی طرف نہ پھرے جس کو خدا نے اُس پر واجب کیا ہے یعنی ہماری اطاعت واجبہ کی طرف اور اگر اسی ضلالت میں وہ مرجھائے تو خدا غدا یا معافی اس کے لئے جو چاہے کرے۔

نیز بسند معتبر روایت کی ہے امام رضا علیہ السلام سے لوگو! نے اس بہترین چیز کے باریں دریافت کیا جس پر فرما کر بندے خداوند عالم کا تقرب حاصل کریں، فرمایا کہ سب سے بہتر وہ امر جس کے ذریعہ سے بندے خدا کا تقرب حاصل کریں، وہ اطاعت خدا ہے اور اطاعت رسول و اولی الامر ہے اور حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ ہماری دوستی ایمان ہے اور ہماری دشمنی کفر ہے۔ ایضاً بسند معتبر روایت ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقرؑ سے عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ کے رد و برد و اپنا دین بیان کر دوں

جس کے ذریعہ سے عبادت خدا کرتا ہوں۔ فرمایا بیان کرو میں نے عرض کیا کہ میں شہادت دیتا ہوں خدا کی وحدانیت اور حضرت رسالت مآب صلعم کی رسالت کی اور ان تمام چیزوں کا اقرار کرتا ہوں جو آنحضرت خدا کی جانب سے لائے ہیں اور یہ بھی اقرار کرتا ہوں کہ علی علیہ السلام وہ امام تھے جن کی اطاعت خدا نے واجب کی تھی۔ ان کے بعد امام حسن امام تھے جن کی اطاعت بھی خدا نے واجب کی تھی۔ بعد ان حضرت کے علی بن الحسین امام تھے کہ ان کی اطاعت بھی خدا نے واجب قرار دی تھی اس کے بعد تمام اماموں تک کی امامت کا ذکر میں نے اسی طرح کیا یہاں تک کہ خود حضرت کی امامت کا اقرار کیا اور کہا کہ ان کے بعد امام واجب الاطاعت آپ ہیں تو حضرت نے فرمایا کہ یہی دین خدا و دین ملائکہ خدا ہے سہ

ساتویں فصل اس بیان میں کہ ہدایت نہیں پاسکتے مگر ائمہ حق کے ذریعہ سے اور وہ خدا اور خلق کے درمیان وسیلہ ہیں اور بغیر ان کی معرفت کے عذاب الہی سے نجات نہیں حاصل ہو سکتی۔

ابن بابویہ نے مجالس میں اور دوسرے محدثین نے بسند ہائے معتبر امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ اُن حضرت نے فرمایا کہ لوگوں کی بلائیں ہم پر عظیم ہیں اگر ان کو اپنی طرف بلا تے ہیں تو وہ قبول نہیں کرتے اور ان کو یونہی چھوڑ دیتے ہیں تو وہ ہمارے بغیر ہدایت نہیں پاتے۔ ایضاً فضال میں روایت کی ہے کہ رسول خدا صلعم نے امیر المؤمنین علیہ السلام سے فرمایا تین چیزیں ہیں جن کو قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ حق ہیں اول یہ کہ تم اور تمہارے بعد تمہارے اوصیا جو عارفان خدا ہیں۔ خدا کی معرفت نہیں حاصل ہو سکتی مگر تمہاری معرفت کے سبب سے دوسرے یہ کہ تم عارفان باللہ اور وہ شہداء ہو کہ بہشت میں کوئی داخل نہیں ہو سکتا۔ مگر وہ شخص جس کو تم پہچانتے ہو اور وہ تم کو پہچانتا ہے تیسرے یہ کہ تم وہ عرفا ہو کہ جہنم میں نہیں جائے گا۔ مگر وہ شخص جس کو تم نہیں پہچانتے اور وہ تم کو نہیں پہچانتا۔ اور عمل الشرائع میں بسند صحیح روایت کی ہے حضرت امام حسن عسکری نے اسلحی ابن اتمعیل کو

۱۔ مؤلف فرماتے ہیں کہ دین ملائکہ خدا سے یہ مطلب ہے کہ فرشتے اس دین کو خدا کے بندوں کے لئے پسند کرتے ہیں جس طرح کہ دین اللہ سے یہی مراد ہے یا یہ مطلب ہے کہ ملائکہ اس اعتقاد کے مکلف ہیں جیسا کہ دوسری حدیثوں سے ظاہر ہوتا ہے۔

لکھا کہ حضرت رب العزت نے اپنی عنایت و رحمت سے جب فرائض کو تم پر واجب قرار دیا تو اس لئے نہیں کہ خدا کو ان کی احتیاج تھی۔ بلکہ اس خدا کی جانب سے ایک رحمت ہے جس کے سوا تمہارا کوئی خدا نہیں ہے تاکہ غیبت کو پاک سے جدا کرے اس لئے کہ تمہارا امتحان لے ان امور کے بارے میں جو تمہارے سینوں میں ہیں اور خالص قرار دے ان امور کو جو تمہارے دلوں میں ہیں اس واسطے کہ اس کی رحمت کی جانب سبقت کرو اور اس غرض سے کہ بہشت میں تمہارے درجے بلند کرے لہذا تم پر حج و عمرہ اور نماز کا قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا، اور روزہ رکھنا اور ولایت الطہیت علیہم السلام واجب قرار دیا، اور تمہارے واسطے ایک مکان قرار دیا تاکہ اس کے سبب سے فرائض دروازے کھول دیں اور وہ اس درگاہ کی کنجی ہوں اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اوصیاء ان کی اولاد میں سے نہ ہوتے تو تم بلاشبہ مثل چوپایوں کے حیران و سرگرداں ہوتے اور واجبات میں سے کوئی چیز نہ جانتے کیا شہر میں بغیر دروازے کے داخل ہو سکتے ہو، تو خدا نے کیسا احسان تم پر کیا ہے کہ تمہارے پیغمبر کے بعد تمہارے لئے ائمہ اطہار و صاحبان اختیار مقرر فرمائے اور روز غدیر فرمایا اَلَيْسَ بِمَنْ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلَكُمْ حَيَاتُكُمْ عَلَيْكُمْ ذِمَّتِي ذِمَّتِي لَكُمْ اِسْلَامٌ دِيْنٌ لَكُمْ رِبِّ سُوْرَةُ مَائِدَةِ اٰیٰتِ ۲) یعنی آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا تم پر اپنے دوستوں کے چند حقوق واجب کئے جن کے ادا کرنے کا تم کو حکم دیا تاکہ تم پر تمہاری عورتیں اور تمہارے مال اور جو کچھ کھاتے پیتے ہو حلال ہوں اور اس لئے کہ تم کو اپنے تئیں پہنچو لے اور ان چیزوں میں برکت و زیادتی عطا کرے تاکہ معلوم ہو کہ اس کی ظاہر و پوشیدہ کون اطاعت کرتا ہے پھر فرمایا قَدْ لَّا اَسْأَلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اَلَا الْمَوَدَّةُ بَیْنِ الْقُرْبٰی یعنی اے رسول کہہ دو کہ میں تم سے کچھ اجر رسالت نہیں چاہتا سوائے اس کے کہ میرے قریبداروں سے محبت کرو۔ لہذا یہ سمجھ لو کہ جو شخص ان سے محبت میں نخل کرے گا تو وہ اپنے نفس کے لئے نخل کرے گا کیونکہ اس کا فائدہ خود اس کی ذات کو پہنچتا ہے اور خدا تو یقیناً تم سے بے نیاز ہے اور تم خدا کے فقرو محتاج ہو۔ لہذا جب کہ حق تم پر ظاہر ہو گیا تو تم جو چاہو کرو اس کے بعد خدا اور اس کا رسول اور مومنین تمہارے عمل کو دیکھیں گے کیونکہ تمہاری بازگشت ہر طرح کے ظاہر و پوشیدہ جاننے والے کی طرف ہونے والی ہے جو تم کو تمہارے تمام اعمال تم کو بتا دے گا اور

بہتر انجام پر ہمیزگاروں کا ہے۔ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔

معانی الاخبار میں حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ اے علیؑ روز قیامت میں، تم اور جبریلؑ صراط پر بیٹھیں گے اور کوئی اُنس پر سے نہیں گذرے گا مگر وہ کہ جس کے پاس تمہاری ولایت کے سبب سے آتش دوزخ سے نجات کا پروانہ ہوگا۔

شیخ طبرسیؒ نے مجالس میں حضرت امام صادقؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ ہم وہ ہیں جو تمہارے اور خدا کے درمیان وسیلہ ہیں نیز امام حسن علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خدا صلعم نے حضرت امیر المومنینؑ سے خطاب فرمایا کہ اے علیؑ تم اور تمہارے اصحابؑ پیروی کرنے والے بہشت میں ہوں گے۔ اور احتجاج میں عبد اللہ بن سلیمان سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں جناب امام محمد باقرؑ کی خدمت میں حاضر تھا۔ اہل بصرہ میں سے ایک شخص نے حضرت سے عرض کی کہ حسن بصری کہتے ہیں کہ جو لوگ علم اپنے ایمان کو چھپاتے ہیں ان کے شکم اہل جہنم کو آزار پہنچائیں گے حضرت نے فرمایا جبکہ ایسا ہے تو زمین آل فرعون ہلاک ہو گا جس کے بارے میں خدا نے فرمایا ہے يَكْتُمُ اٰيٰمَانَهُ (وہ اپنے ایمان کو چھپاتے ہوئے تھا) حالانکہ خدا نے ایمان کو پوشیدہ کرنے کے سبب اس کی مدح کی ہے۔ جس روز سے خدا نے حضرت نوح علیہ السلام کو پیغمبری کے ساتھ بھیجا ہے علم ہمیشہ پوشیدہ و مخفی رہا ہے۔ لہذا حسن بصری اگر چاہے داہنے جانے یا بائیں لیکن خدا کی قسم علم نہیں پایا جانا مگر اہلبیت رسول کے پاس اسی لئے حضرت نے فرمایا کہ ایسے لوگوں کی وجہ سے ہماری مصیبت عظیم ہے اگر ان کو اپنی طرف ہم بلاتے ہیں تو وہ نہیں آتے اور اگر ہم ان سے ہاتھ اٹھا لیتے ہیں تو وہ ہمارے بغیر ہدایت نہیں پاتے۔

بسنده صحیح بصائر الدرجات میں امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ ہمارے سبب سے خدا کی عبادت کی جاتی ہے اور ہمارے سبب سے خدا کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور ہمارے سبب سے لوگ خدا کو اس کی وحدانیت و یکتائی کے ساتھ پہچانتے ہیں۔ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلعم حجاب ہیں یعنی خدا اور اس کی مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں۔ اور بشارۃ المصطفیٰ میں بسند معتبر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جو شخص خدا کو ہمارے وسیلے سے پکارتا ہے فلاح در ستکاری پاتا ہے اور جو شخص بغیر ہمارے وسیلے

حسن بصری کا تفسیر بالقرآن اور حضرت صادق کا جواب

کے خدا کو پکارتا ہے وہ خود بھی ہلاک ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی ہلاک کرتا ہے۔

۱۰ مٹھویں فصل

حدیث ثقلین اور اسی کے مثل حدیثوں کا تذکرہ۔

بشارت المصطفیٰ میں بطریق عامہ رافع آزاد کردہ حضرت ابوذر غفاری

سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوذرؓ کو دیکھا کہ وہ کعبہ کے دروازے سے لگے ہوئے کہتے تھے کہ جو مجھے پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہے سجاد جو نہیں پہچانتا وہ پہچان لے میں ہوں ابوذر غفاری میں نے جناب رسول خدا سے سنا ہے۔ آنحضرتؐ فرماتے تھے کہ جو شخص پہلی مرتبہ مجھ سے جنگ کرے گا۔ اور پھر دوسری مرتبہ میرے اہلبیت سے جنگ کرے گا۔ تو خدا اس کو تیسری مرتبہ دجال کے ساتھ محشور کرے گا۔ بے شبہ میرے اہلبیت کی مثال تمہارے درمیان کشتی فوج کے مانند ہے کہ جو شخص اس میں سوار ہوا اُس نے نجات پائی اور جس نے اُس کشتی سے روگردانی کی وہ غرق ہوا۔ میرے اہلبیت بابِ حطہ بنی اسرائیل ہیں جو شخص اس دروازے میں داخل ہوا اس نے نجات پائی اور جو اس میں داخل نہیں ہوا وہ ہلاک ہوا۔

شیخ طوسی رحمہ اللہ نے متعدد طریقے سے حضرت ابوذرؓ سے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور بعض روایت کے آخر میں اتنا اضافہ اور ہے کہ حضرتؓ نے آخر میں تین مرتبہ فرمایا کہ کیا میں نے خدا کی رسالت پہنچا دی؟

سید ابن طاووس نے طائف میں مسند احمد بن حنبل سے روایت کی ہے کہ ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ میں تم میں دو بڑی گرانقدر چیزیں چھوڑتا ہوں جب تک تم ان دونوں سے متمسک رہو گے میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو گے اور وہ ایک دوسرے سے گرانقدر ہیں ان میں سے ایک کتابِ خدا ہے اور وہ ایک ریسمان ہے جو آسمان سے زمین تک کھینچی ہوئی ہے اور دوسری میری عزت اور اہلبیت ہیں بے شبہ وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گی یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوں۔ نیز احمد سے روایت کی ہے کہ اسرائیل بن عثمان نے کہا کہ میں نے مختار کے مکان میں زید بن ارقم کو دیکھا تو ان سے پوچھا کہ کیا آپ نے رسول خداؐ سے حدیث ثقلین مذکورہ کو سنا ہے۔ انھوں نے کہا۔ ایضاً۔ احمد نے زید ابن ثابت سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خداؐ فرماتے تھے کہ میں تم میں دو بڑی چیزیں چھوڑتا ہوں جو تمہارے درمیان میرے جانشین اور ولیق ہیں ایک خدا کی کتاب جو ایک رشتی ہے آسمان سے زمین کی طرف کھینچی ہوئی دوسرے میری

عزیز جو میرے اہلبیت ہیں یقیناً یہ دونوں آپس سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوں اور ان حدیثوں کو شیخ نے عمدہ میں اسی طریقہ سے روایت کی ہے۔

ایضاً سید ابن طاووس نے بطریق عامہ کتاب جامع الاصول سے روایت کی ہے جو کہ اس زمانہ میں عامہ کی معتبر ترین کتاب ہے اور سید موصوف نے اس کی اصل کتاب سے لکھا ہے میں اس کے الفاظ نقل کرتا ہوں میں نے حدیث میں بھی دیکھا ہے کہ زید بن حیان سے روایت کرتے ہیں وہ کہتا ہے کہ میں اور حصین بن سبرہ اور عمر بن مسلم زید ابن ارقم کے پاس گئے۔ جب ہم لوگ ان کے پاس بیٹھے تو حصین نے ان سے کہا کہ زید تم نے حدیثیں بہت بیان کی ہیں اور تم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے، ان سے حدیثیں سنی ہیں ان کی معیت میں جہاد کیا ہے اور ان کے پیچھے نماز پڑھی ہے اور ان حضرات سے بہت مرتبہ ملاقاتیں کی ہیں اے زید مجھ سے وہ حدیثیں بیان کرو۔ جو آنحضرت سے تم نے سنی ہیں زید نے کہا اے بھتیجے خدا کی قسم میری عمر زیادہ ہو گئی اور آنحضرت کے ساتھ کو عرصہ گزر گیا میں بہت سی حدیثیں جو میں نے آنحضرت سے سُن کر یاد کی تھیں اب بھول گیا ہوں لہذا جو کچھ میں تم سے روایت کروں اور بیان کروں اُسی کو قبول کرو اور جو روایت نہ کروں اس کے بارہ میں مجھے مجبور نہ کرو پھر کہا۔ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ يَوْمَافِينَا خُطْبًا بِنَاءٍ يَدْعَى خُتَابَيْنِ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةَ تَحْمِدةَ اللَّهِ وَاشْتَى عَلَيْهِ وَعَظَ ثَمَّ ذَكَرَ وَقَالَ أَلَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ يُوشِكُ أَنْ يَأْتِيَنِي رَسُولُ رَبِّي فَأُجِيبُ وَإِنِّي تَارِكٌ فِيكُمْ الثَّقَلَيْنِ أَوَّلُهُمَا كِتَابُ اللَّهِ فِيهِ الْهُدَى وَالنُّورُ فَخُذُوا بِلِكْتَابِ اللَّهِ وَاسْتَمْسِكُوا بِهِ فَخُتَّ عَلَى كِتَابِ اللَّهِ وَرَغَبَ فِيهِ ثُمَّ قَالَ وَأَهْلُ بَيْتِي أَذْكُرُكُمْ اللَّهُ فِي أَهْلِ بَيْتِي أَذْكُرُكُمْ اللَّهُ فِي أَهْلِ بَيْتِي أَذْكُرُكُمْ اللَّهُ فِي أَهْلِ بَيْتِي فَقَالَ لَهُ حَصِينٌ وَمَنْ أَهْلُ بَيْتِهِ يَا نَبِيَّ أَلَيْسَ نِسَاءُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ فَقَالَ نِسَاءُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ وَلَكِنْ أَهْلُ بَيْتِهِ مَنْ حَرَّمَ الصَّدَقَةَ بَعْدَهُ قَالَ وَمَنْ هُمْ قَالَ آلُ عَلِيٍّ وَآلُ عَقِيلٍ وَآلُ جَعْفَرٍ وَآلُ عَبَّاسٍ قَالَ كُلُّ هَؤُلَاءِ حَرَّمَ الصَّدَقَةَ قَالَ نَعَمْ۔ یعنی ایک روز جناب رسول خدا ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور خطبہ پڑھا اُس تالاب پر جس کو تم کہتے ہیں جو مکہ و مدینہ کے درمیان واقع ہے۔

پھر خدا کی حمد و ثنا کی اور نصیحتیں فرمائیں اور ہم لوگوں کو آخرت کی یاد دلائی اور فرمایا کہ اسے لوگوں میں بھی ایک شرموں عنقریب میرے پروردگار کی طرف سے میری طلبی ہوگی یعنی ملک الموت آئیں گے تو قبول کروں گا اور اس دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا۔ بلاشبہ میں تم میں دو بزرگ چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ ان میں سے ایک کتاب خدا ہے جس میں ہدایت اور نور ہے لہذا کتاب خدا کو اختیار کرو اور اس کو پکڑ لو۔ پھر حضرت نے کتاب پر عمل کرنے کی تحریریں کی اور ترغیب دلائی پھر فرمایا کہ ان میں دوسرے میرے اہلبیت ہیں پھر تین مرتبہ فرمایا کہ میں اپنے اہلبیت کے حق کے بارے میں تمہیں خدا کو یاد دلاتا ہوں یعنی ان کو اہلیت نہ پہنچانا اور ان کی حرمت کی رعایت کرنا اور ان سے حق امامت غصب نہ کرنا۔ یہ شکر حصین نے پوچھا کہ اسے زید ان کے اہلبیت کون ہیں کیا ان کی بی بیان ان کے اہلبیت میں شامل نہیں ہیں۔ زید نے کہا ان کے گھر کے لوگوں میں سے وہ ہیں تو مگر اس جگہ اہلبیت سے وہ مراد ہیں جن پر پیغمبر کے بعد صدقہ حرام ہے اس نے پوچھا کہ وہ کون لوگ ہیں۔ زید نے کہا کہ وہ آل علی، آل عقیل آل جعفر اور آل عباس ہیں حصین نے کہا کیا ان سب لوگوں پر صدقہ حرام ہے زید نے کہا ہاں ۱۷

ایضاً اسی مضمون کو تھوڑے اختلاف کے ساتھ جامع الاصول اور تمام کتابوں میں روایت کیا ہے اور سید نے ابن معاذ زلی شافعی سے چند طریقوں سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ وہ زمانہ قریب آگیا ہے کہ عالم قدس میں میری طلبی ہوگی اور میں جانا قبول

۱۷ مؤلف فرماتے ہیں کہ اس کے بعد مذکور ہو گا کہ زید نے غلطی کی اور اہلبیت مخصوص آل عباس ہیں

۱۸ ممکن ہے کہ زید نے غلطی نہ کی ہو بلکہ ناقل حدیث نے جو علمائے عامہ ہیں سے ہیں آل عباس وغیرہ کی محبت میں اپنی طرف سے ان کا اضافہ کر دیا ہو جیسا کہ شیخ عبدالحی محمد ث دہلوی نے مدارج النبوة میں تفسیر آیہ قتل لا استکمل الخ میں علی و فاطمہؑ اور ان کے دونوں فرزند حسنین علیہم السلام کے بارے میں یہ لکھ کر کہ یہ لوگ عمدہ و نخبہ قرابت داران اور رسولؐ ہیں لیکن صواب یہ ہے کہ اس آیت میں ازواج رسول اور اصحاب بھی داخل ہیں اضافہ فرمایا ہے۔ (مترجم)

کروں گا۔ بیشک میں تم میں دو بڑی چیزیں چھوڑے جاتا ہوں ایک کتاب خدا جو آسمان سے زمین کی طرف ایک ٹھنچی ہوئی رسی ہے اور میری عزت جو میرے اہلبیت میں اور مجھے خداوند علیم و خبیر نے آگاہ فرمایا ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گی جب تک میرے پاس جو صحن کوثر پر وارد نہ ہوں لہذا غور کرو کہ ان دونوں کی رعایت میں کیونکر میری قائم مقامی کرو گے۔

ایضاً سید نے کتاب فضائل قرآن ابن ابی الدنیاء سے روایت نقل کی ہے کہ رسول خدا نے فرمایا کہ جو صحن کوثر پر تمہارا فرط ہوں گا یعنی پہلے پہنچنے والا ہوں گا اور تم سے پہلے وارد ہوں گا۔ تاکہ تمہارے لئے جہتیا کروں تو جب تم لوگ آؤ گے اور مجھ سے ملاقات کرو گے تو میں ثقلین کے بارے میں تم سے سوال کروں گا کہ کیونکر ان کے حق میں تم نے میری قائم مقامی کی ہے راوی کہتا ہے کہ ہم نے نہیں سمجھا کہ ثقلین کیا ہیں۔ یہاں تک کہ ایک مہاجر نے اٹھ کر کہا کہ یا رسول اللہ میرے باپ ماں آپ پر خدا ہوں ثقلین کون ہیں حضرت نے فرمایا کہ ان میں بڑی چیز کتاب خدا ہے جس کا ایک سرا دست قدرت میں ہے اور دوسرا سرا تمہارے ہاتھوں میں ہے لہذا اس کو مضبوطی سے پکڑے رہنا تاکہ لغزش نہ کرو اور گمراہ نہ ہو۔ اور اس سے چھوٹی چیز میری عزت ہیں ان میں جو میرے قبلہ کی طرف رخ کرے اور میری دعوت قبول کرے تو ان کو قتل مت کرو اور فریب مت دو اس لئے کہ میں نے صاحب لطف و احسان اور دانا خدا سے سوال کیا تھا تو اس نے قبول فرمایا کہ یہ دونوں ساتھ ساتھ میرے پاس جو صحن کوثر پر آئیں اور اپنی دونوں انگشت شہادت ملا کر فرمایا کہ اس طرح دونوں ملے ہوئے اور خدا نے مجھ سے فرمایا کہ ان دونوں کی مدد کرنے والا اے رسول تمہاری مدد کرنے والا ہے اور ان دونوں کو حقیر و ذلیل کرنے والے بھی حقیر و ذلیل کرنے والے ہیں اور ان دونوں کے دشمن ہیں اے لوگو تم سے پہلے کوئی امت ہلاک نہیں ہوئی مگر اپنی نفسانی خواہشوں پر عمل کرنے کے سبب سے اور انہوں نے اپنے پیغمبر کی نقصان رسانی میں ایک دوسرے کی مدد کی اور ان لوگوں کو قتل کیا جو ان میں انصاف کے ساتھ حکم کرتے تھے۔

صاحب طرائف نے ثقلی سے جو مفسران عامہ میں ہے۔ اس آیت دَاْعَتْصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا۔ (پہ سورہ آل عمران آیت ۱۰۳) کی تفسیر میں چند طریقہ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا

صلعم نے فرمایا کہ ایسا الناس میں تم میں دو امر بزرگ چھوڑنا ہوں جو تمہارے درمیان میرے خلیفہ و جانشین ہیں اگر تم ان کو اختیار کرو گے اور عمل کرو گے اور اس کی متابعت کرو گے تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو گے ایک دوسرے سے بزرگتر ہے کہ وہ کتاب خدا ہے جو آسمان و زمین کے درمیان کھینچی ہوئی ریسمان ہے دوسرے میرے اہلبیت ہیں یہ دونوں آپس سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس جو حق کوثر پر آئیں اور ابن ابی شیبہ نے جامع الاصول میں جو ان کے درمیان متبادل ہے صحیح ترمذی سے جس میں جابر بن عبد اللہ انصاری سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے روز عرفہ جناب رسول خدا کو نافہ غضب پر سوار خطبہ پڑھتے ہوئے سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ میں تم میں وہ چیز چھوڑتا ہوں کہ اگر تم اس کو پکڑے رہو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے کتاب خدا اور میری عزت جو میرے اہلبیت ہیں ایضاً صحیح ترمذی سے زید بن ارقم سے روایت کی ہے کہ رسول خدا نے فرمایا کہ میں تم میں وہ چیز چھوڑتا ہوں کہ اگر ان سے متمسک رہو گے تو میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو گے وہ دو چیزیں ہیں جو ایک دوسرے سے بلند و بزرگ ہیں اور وہ ایک کتاب خدا ہے جو ایک ریسمان کشیدہ ہے زمین سے آسمان تک اور دوسری میری عزت جو میرے اہلبیت ہیں وہ دونوں ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گی یہاں تک کہ جو حق کوثر پر میرے پاس وارد ہوں لہذا غور کرو کہ ان کے حق میں کیونکر میری قائم مقامی کرو گے اور احتجاج میں سلیم بن قیس ہلالی سے روایت کی ہے سلیم کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ زمانہ حج میں میں اور عیش بن المعقر مکہ میں تھے ناگاہ ابو ذر اٹھے اور کعبہ کی زنجیر کو پکڑ کر باواز بلند دادی کہ ایسا الناس جو مجھے پہچانتا ہے وہ پہچانتا ہے اور جو نہیں پہچانتا تو وہ پہچان لے کہ میں جناب بن جنادہ ہوں میں ابو ذر ہوں ایسا الناس میں نے پیغمبر خدا کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری امت میں میرے اہلبیت کی مثال کشتی نوح کے مانند ہے جو ان کی قوم میں تھی جو اس کشتی میں سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جو اس سے علیحدہ رہا وہ غرق ہو گیا اور میرے اہلبیت کی مثال باب حلہ کی سی ہے جو بنی اسرائیل میں تھا۔ ایسا الناس میں نے رسول خدا سے سنا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑتا ہوں کہ جب تک ان سے متمسک رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے کتاب خدا اور میرے اہلبیت تا آخر حدیث۔ اس کے بعد جب ابو ذر مدینہ میں آئے تو خلیفہ سوم نے ان کے پاس کسی کو بھیج کر بلوایا اور کہا کہ تمہارے لئے کیا باعث ہوا کہ لوگوں کو تم لے کھڑے

ہو کر موسم حج میں یہ حدیثیں سنائیں ابو ذر نے جواب دیا کہ یہ عہد تھا جو مجھ سے رسول خداؐ نے لیا تھا اور مجھے اس کا حکم دیا تھا عثمان نے پوچھا کہ اس کا گواہ کون ہے یہ سنتے ہی امیر المؤمنین علیؑ السلام اور مقداد اٹھ کھڑے ہوئے اور گواہی دی پھر وہ تینوں حضرات باہر چلے گئے تو عثمان نے امیر المؤمنین کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ اس کے دونوں مصاحب سمجھتے ہیں کہ یہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں گے اور کچھ ان کے ہاتھ آجائے گا۔

ابن بابویہ نے بسند معتبر ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص میرے دین پر اعتقاد رکھے اور میرے طریقہ پر عمل کرے اور میری سنت کی پیروی کرے اس کو چاہئے کہ میرے اہلبیت میں اماموں کا اعتقاد بھی رکھے جو میری تمام امت سے بہتر ہیں یقیناً اس امت میں ان کی مثال نئی نہیں کے باب حطہ کی سی ہے۔ اور یحیون اخبار الرضا میں بسند ہائے معتبر بسیار آنحضرت سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ تمہارے درمیان میرے اہلبیت کی مثال سفینہ نوحؑ کی سی ہے جو اس کشتی میں اہلبیت کی متابعت میں سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے روگردانی کی اس کو پس گردن سے قتل کر کے آتش دوزخ میں ڈال دیں گے۔ اسی حدیث کو ابن اثیر نے جو عامہ کے بہت بڑے عالموں میں سے ہیں نہایہ میں نقل کیا ہے۔ اور صحیفہ رضا علیہ السلام میں ہے اور عیاشی نے امام رضاؑ سے تفسیر آیہ قَوْلُوا حِطَّةً تُغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ خطایا کھڑپ سورہ بقرہ آیت ۵۸ کے بارے میں روایت کی ہے کہ حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ تمہارے لئے باب حطہ ہم ہیں لے

لے مؤلف فرماتے ہیں کہ مفسرین و مورخین کے درمیان دخول باب حطہ میں بہت اختلاف ہے اور مشہور جو کچھ ہے وہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ کی وفات کے بعد چالیس سال میں تیبہ کی مدت تمام ہوئی آپ کے وصی حضرت یوشع بنی اسرائیل کو قوم عمالقہ سے جنگ کے لئے شہر اریحا میں لائے جو ملک شام میں سے ہے تاکہ فتح کریں جب فتح کر لیا اور عمالقہ کو قتل کر چکے اور بلاد شام پر متصرف ہو گئے تو خدا نے ان کو حکم دیا کہ تواضع و انکساری کے ساتھ استغفار کرتے ہوئے اپنے سروں کو جھکائے جو شہر اریحا میں داخل ہوں جیسا کہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے۔ وَادْخُلُوا اَریحاً وَتَسْتَسْقِیْ حِطَّةً (بقیہ حاشیہ ص ۸۱)

اس کے بعد امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کے لئے دروازہِ حطہ نصب کیا گیا اور اسے امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے واسطے بابِ حطہ خدانے درابطیت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نصب کیا ہے اور تم کو ان کی ہدایت کی پیروی اور ان کے طریقوں کو اختیار کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ خدا تمہارے

(ما شیء منکذ شتہ) ھذہ القرۃ فکلو و منها حیث شئتموہ ر خذوا اذ خلوا الباب سجداً اذ قنوا حطۃ تغفر لکم خطایا کھو۔ (پ آیت ۵۸ سورہ البقرہ) اکثر مفسرین نے سجدہ سے خم ہونے اور عاجزی و انکساری ظاہر کرنے سے تفسیر کی ہے۔ اور حطۃ کے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ حطۃ عتاً خطایا کھو یعنی ہمارے گناہوں کو محو کر دے۔ بیان کرتے ہیں کہ ان کا گناہ یہ تھا کہ حضرت موسیٰؑ کے زمانہ میں انھوں نے شہر اریحا میں داخل ہونا منظور نہیں کیا تھا تو بلاؤں میں مبتلا ہوئے اور ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حطہ کے معنی لا الہ الا اللہ ہے اور سبذین الذہیین کا مطلب ہے کہ ہم عنقریب نیک لوگوں کی نیکی میں امانہ کر دیں گے۔ فَبَدَّلَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوا قَوْلًا غِیْرَ الَّذِیْ قِیلَ لَھُمْ یعنی پھر ان لوگوں نے جنھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اس بات کو بدل دیا جو ان سے کہی گئی تھی کہ کہیں۔ وہ لوگ خم نہ ہوئے اور اپنے بستروں کو اس پر بیٹھے ہوئے کھینچتے چلے اور حطہ کے بجائے حطہ سمعاً تائیں خدا کے حکم کا مذاق اڑانے کی غرض سے یہ کہتے ہوئے چلے کہ ہم سرخ گندم چاہتے ہیں۔ اس پر خدانے ان کو تاریکی اور طاعون میں مبتلا کیا اور ایک ساعت میں ستر ہزار اشخاص مر گئے اس کے بعد خدانے ان پر رحم کیا اور طاعون برطرف کر دیا جیسا کہ خداوند عالم فرماتا ہے قَاتِلْنَا عَلٰی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَاَمِیْنُ السَّمَآءِ بِمَا کَاذِبُ یَفْسُقُوْنَ (آیت ۵۵ سورہ بقرہ) کہ ہم نے ان لوگوں پر جنھوں نے فسق کیا تھا۔ آسمان سے عذاب نازل کیا ان زمین ابلیس کی مثال اس امت میں اُسی دروازہ کے مانند ہے کیونکہ وہ باب اللہ ہیں جو شخص ان کی متابعت کے دروازہ میں داخل ہوتا ہے دنیا اور آخرت کے عذاب سے نجات پاتا ہے اور جو شخص ان کی امامت کے اقرار اور ان کی پیروی سے روگردانی کرتا ہے وہ ہلاک معنوی کے ساتھ ہلاک ہوتا ہے اور گمراہ ہوتا اور دنیا و آخرت میں دردناک عذاب سے عذاب ہوتا ہے۔

اور جلد اول میں تفسیر امام سے ذکر ہو چکا ہے کہ حق تعالیٰ نے محمد و علی علیہم السلام کی صورتیں دروازہ شہر پر ظاہر کر کے اُن کو حکم دیا تھا کہ اُن کو سجدہ تنظیم کریں اور ان کی بیعت اپنے اوپر تازہ کریں۔ فرمک جیسا کہ گذر چکا ہے۔

گناہوں کو بخش دے اور تمہارے نیک لوگوں کو ثواب زیادہ عطا فرمائے اور تمہارا باب
 حطہ بنی اسرائیل کے باب حطہ سے بہتر ہے اس لئے کہ ان کا دروازہ چند لکڑیوں کا تھا اور
 ہم سچی بات کرتے والے ہیں ہم صاحبان ایمان اور ہدایت کرنے والے اور افضل و
 اعلیٰ ہیں جیسا کہ رسول خدا نے فرمایا کہ ستارے آسمان کے لئے امان ہیں اور میرے
 اہلبیت میری امت کے لئے امان ہیں ان کے دین میں گمراہ ہونے سے اور وہ زمین میں
 ہلاک نہ ہوں گے جب تک کہ میرے اہلبیت میں سے کوئی باقی رہے گا۔ جس کے اخلاق
 و سنت کی متابعت کرتے رہیں گے۔ ایضاً جناب رسول خدا نے فرمایا کہ جو شخص چاہے
 کہ میری زندگی کے مطابق زندگی گزارے اور میری روش کے مطابق دنیا بے
 رخصت ہو اور جنت عدن میں مقام حاصل کرے جس کا میرے پروردگار نے مجھ سے
 وعدہ فرمایا ہے اور اُس درخت تک رسائی حاصل کرے جس کو خدا نے اپنے دست
 قدرت سے بویا ہے جس کے متعلق فرمایا کہ ہو جا تو وجود میں آگیا تو اس کو چاہئے کہ علی
 علیہ السلام کی ولایت اختیار کرے اور ان کی امامت کا اقرار کرے اور ان کے دوست
 کا دوست رہے اور ان کے دشمن کو دشمن رکھے اور ان کے بعد ان کے افضل فرزندوں
 کی ولایت اختیار کرے جو خدا کی اطاعت کرتے ہیں اس لئے وہ میری طینت سے خلق
 ہوئے ہیں اور خدا نے میرا علم و فہم انھیں کرامت فرمایا ہے لہذا وائے ہو میری
 امت کے ان لوگوں پر جو ان کے فضل کی تکذیب کریں اور ان کے ساتھ میرے
 حق کی رعایت نہ کریں خدا ان کو میری شفاعت نصیب نہ کرے۔

حدیث سفینہ نوح کو سید نے طائف میں کتاب ابن منازلی شافعی سے کئی طریقہ پر
 ابن عباس اور سلمہ ابن الاکوع ابو ذر وغیرہ سے روایت کی ہے اور حدیث سفینہ اور
 حدیث باب حطہ کو سلیم ابن قیس نے حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے روایت
 کی ہے اور حضرت سے عرض کی کہ میں نے ان حدیثوں کو سو سے زیادہ فقہائے صحابہ
 سے سنی ہے۔

ابن بابویہ نے امالی اور اکمال الدین میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول خدا
 نے حضرت علی ابن ابیطالب سے فرمایا کہ یا علی میں حکمت کا شہر ہوں اور تم اس کے
 دروازہ ہو اور شہر میں داخل ہونا ممکن نہیں مگر اس کے دروازہ سے اور جو شخص تم کو دشمن

رکھتا ہے وہ غلط دعوے کرتا ہے کہ مجھ کو دوست رکھتا ہے کیونکہ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں تمہارا گوشت میرے گوشت سے اور تمہارا خون میرے خون سے اور تمہاری روح میری روح سے اور تمہارا باطن میرے باطن سے اور تمہارا ظاہر میرے ظاہر سے ہے۔ تم میرے بعد میری امت کے امام اور میری امت پر میرے خلیفہ و جانشین ہو۔ سعادتمند وہ ہے جو تمہاری اطاعت کرے اور شقی و بد بخت ہے وہ جو تمہاری نافرمانی کرے۔ اور خوش قسمت ہے وہ جو تمہاری ولایت اختیار کرے اور زیاں کار ہے وہ شخص جو تم سے دشمنی رکھے۔ اور نجات یافتہ ہے وہ شخص جو تم سے جدا نہ ہو اور ہلاکت میں ہے وہ جو تم سے الگ ہو جائے تمہاری اور تمہارے امام فرزندوں کی مثال میرے بعد کشتی نوح کے مانند ہے کہ جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے انحراف کیا۔ وہ غرق ہوا۔ اور تمہاری مثال آسمان کے ستاروں کی سی ہے کہ جب ایک ستارہ غروب ہوتا ہے تو اس کی جگہ دوسرا ستارہ طلوع ہوتا ہے اسی طرح قیامت تک ہوتا رہے گا۔

پھر زید ابن ثابت سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْ کُودِ الثَّقَلِیْنِ کِتَابِ اللّٰهِ وَ عَتْرَتِیْ اَہْلِ بَیْتِیْ اِلَّا وَہُمْ اُخْلِفَتَانِ مِنْ بَعْدِیْ وَ لَنْ یَقْتَرِ قَاتِحٌ یَّرِدَّ عَلٰی الْخَوَضِ۔

اور اکمال الدین، معانی الاخبار اور خصال میں ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑتا ہوں جن میں سے ایک دوسرے سے بلند تر ہے۔ ایک کتاب خدا ہے آسمان سے زمین تک پہنچی ہوئی ایک ریسمان ہے دوسری میری عترت ہے یقیناً یہ دونوں آپس سے جدا نہ ہوں گی یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچیں۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے ابوسعید سے پوچھا کہ ان کی عترت کون ہے انھوں نے کہا کہ ان کے اہلبیت۔

ایضاً ابو عمرو و مصاحب ابوالعباس نخعی لغوی سے میں نے سنا وہ کہتے تھے کہ ان دونوں چیزوں کو ثقل اس لئے کہا ہے کہ ان سے تمسک سنگین اور دشوار ہے۔

ابن بابویہ نے حدیث ثقلین کو اکمال الدین وغیرہ میں ابوسعید خدری سے پچیس سند سے ثعلبی، ابوہریرہ، حضرت امیر المومنین علیہ السلام، زید بن ارقم، جابر بن عبد اللہ انصاری

ابو ذر غفاری زید بن ثابت وغیرہ صحابہ سے روایت کی ہے۔ اور علی بن ابراہیم نے اپنی تفسیر میں روایت کی ہے کہ جناب رسول خدا نے حجۃ الوداع میں مسجد خیف میں فرمایا کہ میں تمہارا فرط ہوں میں تم سے پہلے حوض پر پہنچوں گا۔ اور تم میرے بعد وارد ہو گے اور حوض وہ ہے جس کا عرض بصرہ و شام کے درمیانی فاصلہ کے برابر ہے صنعا ئے میں تک، اُس پر خالص چاندی کے پیالے آسمان کے ستاروں کی تعداد میں ہیں۔ میں وہاں تم سے یقیناً ثقلین کے بارے میں سوال کروں گا کہ ان کے ساتھ کیسا بڑتاؤ کیا۔ لوگوں نے پوچھا کہ ثقلین کیا ہیں فرمایا ایک کتاب خدا ہے جو ثقل بزرگ ہے جس کا ایک کنارہ خدا کے ہاتھ میں ہے اور دوسرا تمہارے ہاتھ میں ہے لہذا اس کو مضبوطی سے پکڑ لو تاکہ گمراہ نہ ہو اور کبھی لغزش نہ کرو۔ دوسرے میری عزت جو میرے اہلبیت ہیں بیشک مجھ کو خدائے لطف و احسان و دانائے ظاہر و پوشیدہ نے خبر دی ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گی یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچیں مثل میری ان دونوں انگلیوں کی گرہ کے اور اپنی دونوں شہادت کی انگلیاں ملا کر اشارہ کیا پھر فرمایا کہ میں یہ نہیں کہتا کہ ایک کو دوسرے سے بڑا سمجھو میری ان دونوں انگلیوں کے مانند جن میں ایک دوسرے سے بڑی ہے اور اپنی انگشت شہادت اور انگوٹھے کو ملا کر دکھایا

۱۔ مؤلف فرماتے ہیں کہ پہلے جو ایک ہاتھ کی دونوں انگلیوں سے تشبیہ دی اس سے ایک دوسرے سے جدا نہ ہونا مقصود ہے۔ اس لئے ایک ہاتھ کی انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کی تشبیہ زیادہ مناسب ہے اور چونکہ ایک کو دوسرے پر فوقیت نہ دینا مقصود ہے لہذا دونوں ہاتھوں کی شہادت کی انگلیوں کی تشبیہ زیادہ بہتر ہے اور درمیانی انگلی کے ساتھ تشبیہ مناسب نہیں کیونکہ وہ انگشت شہادت سے بڑی ہے اور اُس پر فوقیت رکھتی ہے۔ الزم دونوں تشبیہوں سے مقصود کفران کے اصل الفاظ اور معانی اہلبیت کے پاس ہیں اور کوئی دوسرا شخص ان سے واقف نہیں ہے نیز عمل قرآن سب کا سب ادا و فواہی کے ساتھ انہی حضرات سے مخصوص ہے جیسا کہ جناب رسول خدا کی صفت میں وارد ہوا ہے کہ قرآن آنحضرت کا خلق ہے۔ ایضاً وہ حضرات حقیقت قرآن کی شہادت دیتے ہیں اور قرآن ان کی حقیقت کی گواہی دیتا ہے چنانچہ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ تمہاری قرآن ان کے فضائل میں اور تمہاری قرآن ان کے دشمنوں کی مذمت میں ہے بعض روایتوں میں ہے کہ چوتھائی قرآن وارد ہوا ہے۔ باوجودیکہ جناب رسول خدا نے اپنے کلام کو ایسی قید سے مفید فرمایا ہے کہ تمام شہروں کو زائل کر دیا ہے اور اپنے کلام کو یہ فرما کر واضح کر دیا کہ میری (بقیہ حاشیہ ص ۸۵ پر ملاحظہ ہو)

حوض کوثر کی تصویر

ابن بابویہ نے اپنی اکثر کتابوں میں حضرت سید الشہداء سے روایت کی ہے کہ لوگوں نے جناب امیر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ عترت کون ہیں۔ فرمایا میں حسن حسین اور حسین کے فرزندوں میں سے نو امام ہیں اور ان کا نواں جہدی اور قائم ہے (سلام اللہ علیہم) یہ کتاب خدا سے جدا نہیں ہونگے اور نہ کتاب خدا ان سے جدا ہوگی یہاں تک کہ میرے پاس حوض

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) عترت میرے اہلبیت ہیں لہذا اس حکم کو متوجہ کیا ہے اس کی طرف جو دونوں کا مستحق ہو۔ اور ہم جانتے ہیں کہ آدمی کی عترت میں جو اس کے اہلبیت ہونے سے متصف ہو سکتا ہے وہ اس کی اولاد اور اولاد کی اولاد ہے اور وہ جو نسب میں قریب ہونے کے سبب ان کا قائم مقام ہو سکے۔ باوجودیکہ جناب رسول خدا نے خود بیان فرمایا ہے کہ ان کے اہلبیت کون لوگ ہیں جیسا کہ اخبار متواترہ میں وارد ہوا ہے کہ آنحضرت نے جناب امیر اور جناب فاطمہ اور حضرات حسن و حسین علیہم السلام کو اپنے مکان میں جمع کیا اور ایک چادر ان پر اوڑھا کر فرمایا کہ یہ میرے اہلبیت ہیں لہذا ان سے رحس اور برائی اور شک کو دور رکھو اور ان کو گناہوں اور صفات صنیہہ سے پاک رکھو جو پاک رکھنے کا حق ہے تو اسی وقت آیت تطہیر نازل ہوئی۔ یہ دیکھ کر ام سلمہ زوجہ جناب رسول خدا نے کہا یا رسول اللہ کیا میں آپ کے اہلبیت میں نہیں ہوں حضرت نے فرمایا کہ نہیں لیکن تم ایک نیکی پر ہو۔ الغرض اہلبیت علیہم السلام مخصوص انہی حضرات کو قرار دیا ان کے علاوہ کسی اور کو اہلبیت میں داخل نہیں فرمایا لہذا لازم ہے کہ حدیث ثقلین انہی کی طرف متوجہ ہو یا اس شخص کی طرف جو دوسری دلیل سے ان سے ملحق ہو۔ اور اس امر پر اجماع کیا ہے کہ یہ حکم یعنی وجوب تسک اور ان حضرات کی پیروی کرنا ان کی اولاد کے لئے بھی ثابت و متحقق ہے کیونکہ وہ بھی ان کے قائم مقام ہیں اور انہی کا حکم رکھتے ہیں۔ اکثر لوگوں نے کہا ہے کہ بعض احتمالات کی بنا پر جو مذکور ہوئے چاہئے کہ امیر المومنین داخل عترت نہ ہوں۔ ہم اس کا جواب دیتے ہیں کہ شیعوں میں سے جو شخص عترت کو مخصوص اولاد اور اولاد کی اولاد میں جانتا ہے وہ یہ بھی کہتا ہے کہ اگرچہ ظاہر لفظ عترت ان حضرت کو شامل نہیں ہے لیکن چونکہ وہ عترت کے پدرانہ اور ان کے سردار اور ان سب سے بہتر ہیں لہذا عترت کے باب میں حکم یہ دلیل خارج ان حضرت کے لئے شامل ہے اور اگر یہ کہیں کہ عدم ضلالت کا حکم اس کے لئے ہے جو کتاب و عترت دونوں سے متمسک ہو نہ تنہا عترت سے تو ہم جواب یہ دیں گے کہ اس بنا پر یہ کلام ہی بیجا نہ ہو جائے گا کہ جب کتاب تنہا حجت ہو اور جو چیز کہ تنہا حجت نہ ہو اس کا کتاب (بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۷)

کوثر پہ وارد ہوں اور صفار نے بصائر الدرجات میں اور عیاشی نے تفسیر میں حدیث ثقلین کو بسند ہائے بسیار طریق اہل بیت سے روایت کی ہے اور بصائر میں حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ خدا نے زمین میں تین محترم چیزیں قرار دی ہیں۔ قرآن۔ میری عمرت اور خانہ خدا ہے۔ لیکن قرآن میں لوگوں نے تحریف کی اور تغیر کر دیا۔ اسی طرح کعبہ کو بھی

(بقیہ ماثیہ صفحہ گذشتہ) کے ساتھ منم کرنا کچھ فائدہ نہیں رکھتا خاص کر عزت کا کچھ دخل نہ ہوگا بلکہ ہر شخص اور ہر چیز اسی طرح ہے کہ جب کتاب کے موافق ہو تو حجت ہوگی لہذا عمرت کی تخصیص کرنا اور یہ قطعی فرمان کہ وہ اور کتاب آپس سے تار و قیامت جدا نہ ہوں گے اس بات کی دلیل ہے کہ انہی کا قول تنہا حجت ہے۔ اور عامتہ نے اس حدیث میں یہ احتمال کیا ہے کہ اجماع اہلبیت علیہم السلام حجت ہے ہے کچھ فائدہ نہیں ہوتا کیونکہ یہ معلوم ہے کہ ان کا اس پر اجماع ہے کہ حضرت امیر المومنین جناب رسول خداؐ بلا فاصلہ ان کے خلیفہ ہیں لیکن شاذ و نادر اس اجماع سے کسی کا حاضر و نہین رکھتا باوجودیکہ اسی حدیث سے یہ استدلال کرنا ممکن ہے کہ ہر زمانہ میں ایک سے مخاطب فرمایا تاکہ ہمارا عذر قطع کر دیں اور امر دین میں ہم پر حجت تمام کر دیں اور کہ مہمانی اس چیز کی طرف فرمادیں جس کے سبب ہم شک و شبہ سے نجات پائیں اور زید بن کی روایت میں جو کچھ مذکور ہے وَ هَذَا الْخَلِيفَتَانِ مِنْ بَعْدِي یعنی کتاب و عمرت دونوں کے بعد میرے خلیفہ و جانشین ہیں کیونکہ معلوم ہے کہ اس سے بھی مراد ہے کہ جس چیز کو میری حالت حیات میں میری طرف رجوع کرتے تھے چاہئے کہ میرے بعد ان کی طرف رجوع کر دہم کہتے ہیں کہ یہ امر دو حال سے خالی نہیں اول یہ کہ ان کا اجماع حجت ہے جیسا کہ مخالفین نے سمجھا ہے۔ دوسرے یہ کہ ہر زمانہ میں ان کے درمیان ایک معصوم رہتا ہے جس کا قول حجت ہے تو اگر قول اول مراد ہو تو اس صورت میں جناب رسول خداؐ نے حجت ہم پر تمام نہیں کی اور ہمارا عذر قطع نہیں کیا اس لئے کہ ہمارے درمیان اپنا ایسا کوئی خلیفہ نہیں چھوڑا جو ان کا قائم مقام ہو کیونکہ ہر مسئلہ میں واجب نہیں کہ ان کا اجماع منعقد ہو اور جس پر ان کا اجماع ہو گیا ہے وہ شاید مسائل شریعت ہزار اجزاء میں سے ایک جزو پر ہوا ہو۔ لہذا اس طرح شریعت میں ہم پر حجت تمام ہوتی ہے اس شخص کے بارے میں جس سے ہماری کوئی حاجت پوری نہ ہو سکے لیکن بہت میں سے کم اس لئے یہ دلیل اس پر ہے (بقیہ ماثیہ ص ۸۷ پر)

Ararat condemned the bombings
day as a "serious and dangerous ter-
act" and announced that armed gr-
of all Palestinian, Syrian,
mas and kno-
tion
Peters sealed on the
Gaza Strip, baying 2 million Palesti-
from entering Israel.

لوگوں نے خراب کیا۔ اور یوں ہی میری عزت کو قتل کیا۔ اور یہ تینوں خدا کی امانتیں تھیں اور ان سب کو لوگوں نے ضائع کیا۔

واضح ہو کہ حدیث ثقلین و سفینہ و بابِ سطحہ یہ تینوں متواتر ہیں اور عامہ کے تمام لغوی حضرات نے اس کو نقل کیا ہے اور ابن اثیر نے نہایت میں کہا ہے کہ حدیث میں وارد ہوا ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کہ اہلبیت رسول میں سے ہر زمانہ میں ایک حجت کا ہونا لازمی ہے جو موصوم ہوا اور اس کے کلام پر اطمینان قطعی حاصل ہو اور یہ وجود حجت پر مجلہ دلیل ہے اور خاص کی دلیلوں سے تفصیل معلوم ہوتی ہے۔ اور چونکہ آنحضرت نے فرمایا ہے کہ وہ دونوں قیامت تک آپس سے جدا نہ ہوں گی تو کتاب کا حکم اور اس کی اصل قیامت تک باقی ہے لہذا چاہئے کہ وہ حجت بھی اس صفت کے ساتھ باقی رہے اور ہر زمانہ میں اس کی ایک فرد موجود ہو۔ مؤلف کہتا ہے کہ، بلکہ حجت کی احتیاج کتاب کی احتیاج سے زیادہ ہے۔ کیونکہ ظاہر قرآن سے احکام شرع چھوڑے معلوم ہوتے ہیں۔ اور وہ بھی نہایت شک کے ساتھ چنانچہ بعض لوگوں نے کہا ہے۔ سب سے زیادہ واضح آیت قرآن مجید میں وضو کی آیت ہے لیکن اس میں بھی اتنی شبہ ہے لہذا شریعت کی اکثر اصل اور عمدہ احکام و احکام موجودہ قرآن شرح، تفسیر اور تفصیل۔ میں غلیفہ کے محتاج ہیں۔ یہیں سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ ان لوگوں کا یہ قول کہ کتاب و عزت دونوں کے ساتھ رجوع ممکن نہیں کیونکہ تمام احکام قرآن سے ظاہر نہیں ہوتے اور جو معلوم ہوتے ہیں وہ بھی تشابہ کی وجہ سے لوگوں پر مشتبہ رہ جاتے ہیں لہذا ان دونوں کے ساتھ ان کا غدر قطع نہیں ہوتا۔ لیکن اس عبارت کا اہمیت و خلافت پر اور اطاعت کے واجب ہونے پر نص کرنا تو جو شخص چھوڑی عقل اور انصاف سے منصف ہو گا وہ بھی اس میں شک نہیں کر سکتا۔ جیسے اگر کوئی بادشاہ یا حاکم شہر سے باہر جائے اور کہے کہ فلاں شخص کو میں تمہارے درمیان چھوڑے جاتا ہوں تو اس سے سوائے اس کے اور کچھ نہ سمجھا جائے گا۔ کہ جس طرح میری اطاعت کرتے ہو چاہئے کہ اس کی اطاعت بھی کرو۔ اور جیسے کہ کوئی شخص اپنے گھر سے سفر کا ارادہ کرے اور کہے کہ فلاں شخص کو تمہارے درمیان چھوڑے جاتا ہوں تو اس کا یہ قول کیا اس بات پر دلالت نہیں کرتا جو جس کے کہ وہ میرا کیل ہے اور میرے گھر کا اس کو اختیار ہے۔ خاص کر اس وقت جبکہ وہ پہلے کہے کہ میں بھی تمہاری طرح ایک بشر ہوں اور بہت جلد اپنے خدا کی دعوت قبول کرنے والا ہوں اس کے بعد کہے کہ میں تمہارے درمیان کتاب (بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۹ پر)

إِنِّي تَأْتِيكُمْ لَتَقْلِبَنَّ كِتَابَ اللَّهِ وَعِثْرَتِي تَوَانُ كُوْثْلُ كِيَوْمِ فَرِيَا۔ اس لئے کہ ان سے تسک کرنا اور عمل کرنا سخت و دشوار تر ہے اور ہر اور ہر عمدہ و بہتر چیز کو ثقل کہتے ہیں اسی لئے ان کا نام ثقل رکھا کیونکہ وہ نہایت عظیم القدر و مرتبت ہیں۔ پھر نہایت میں کہا ہے کہ حدیث میں ہے کہ مَثَلُ أَهْلِ بَيْتِي كَمَثَلِ سَيْفِيَّةٍ تُوْجُّ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا سَمَّيَ اللَّهُ فِي النَّاسِ۔ اور قاضی

(بقیہ حاشیہ گذشتہ) اور اپنی عزت چھوڑے جاتا ہوں۔ اور جو اکثر احادیث مذکور میں عزت پر کتاب کی فضیلت وارد ہوئی ہے تو اسی طرح دوسری بہت سی حدیثوں سے کتاب پر عزت کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے لہذا ان کو مطابقت کرنا اشکال سے خالی نہیں ہے۔ اس فقر (مراد خود اپنی ذات) کے دل میں ایک واضح دلیل پیدا ہوئی جس کو تفصیل کے ساتھ میں نے کتاب عین الیوۃ میں ذکر کیا ہے مجملایہ کہ قرآنی الفاظ کے معنی ظاہر و باطن بہت ہیں۔ سات بطن سے ستر بطن تک ہیں اور بہت سی حدیثوں کے موافق لفظ قرآن اور سارا قرآن اہلبیت علیہم السلام سے مخصوص ہے اور بہت سی حدیثیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ قرآن کے معنی خصوصاً اس کے باطنی معنی اہلبیت علیہم سے مخصوص ہیں بلکہ علم ماکان و مایکون قیامت تک اور جمع شرائع و احکام قرآن میں موجود ہیں اور اس کا علم ان کے پاس محفوظ ہے لہذا کامل قرآن کے حامل یہی نفوس قدسیہ ہیں اسی طرح تمام احکام و شرائع قرآن پر عمل انہی حضرات سے مخصوص ہے اس لئے کہ وہ تمام گناہوں سے پاک و معصوم ہیں۔ اور تمام کمالات بشری سے متصف ہیں اسی طرح قرآن کا زیادہ حصہ ان کی مدح میں اور ان کے مخالفوں کی مذمت میں ہے جیسا کہ پہلے مذکور ہو چکا۔ بایں معنی نیز واضح ہے کہ ہر صفت کمال کی تعریف جو قرآن میں واقع ہے اُس صفت سے متصف افراد کی مدح کی طرف پھرتی ہے اور اُس کمال صفت کے باطن و وجہ مالک یہی حضرات ہیں اور ہر بُرائی کی مذمت جو وارد ہوئی ہے اس سے موصوف لوگوں کی مذمت کی جانب پھرتی ہے جو ان حضرات کے دشمن ہیں اور چونکہ قرآن قائم بالذات کوئی شخصیت نہیں ہے بلکہ ایک عرمن ہے جو مختلف مخلوق میں مختلف صورتیں رکھتا ہے۔ چنانچہ پہلے ملک علام کے علم میں تھا پھر لوح محفوظ پر ظاہر ہوا اس جگہ سے حضرت جبریلؑ پر منتقل ہوا پھر خدا کی جانب سے بلا واسطہ یا جبریلؑ کے ذریعہ سے روح مقدس اور قلب منور حضرت رسالتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا۔ یہاں سے آپ کے اوصیا اور مومنین کے قلب میں آیا۔ اور کتابی شکل میں جلوہ نما ہوا۔ تو حقیقت میں اصل قرآن کی حرمت ہے اسی کے سبب سے ان مقامات کو جہاں وہ ظاہر ہوتا رہا قابل احترام بناتا رہا اور جس جگہ اُس (بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۰ پر دیکھئے)

میں ہے کہ ثقل محرکہ ہر نفیس چیز ہے جس کو لوگ حاصل کر کے پوشیدہ رکھتے ہیں۔ لہذا یہی معنی ہیں اِنِّیْ تَاْمُرُکُمْ فِیْکُمْ الثَّقَلِیْنِ کِتَابُ اللّٰہِ وَحِذْقِیْ دُکے۔

سید مرتضیٰ نے شافی میں تحریر فرمایا ہے کہ حدیث ثقلین کی صحت پر یہ دلیل ہے کہ تمام امت نے اس کو قبول کر لیا اور سوائے تاول کے اس کی صحت میں کسی نے اختلاف

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کا ظہور زیادہ ہے وہ زیادہ قابل احترام ہے اسی طرح وہ روشنائی اور وہ تختی اور وہ کاغذ جس پر قرآنی الفاظ نقش کئے جاتے ہیں حتیٰ کہ وہ جلد جو قرآن کے نقش شدہ الفاظ پر چڑھائی جاتی ہے جو قرآن کی پست ترین ظہور کا محل ہے۔ اس کی بھی اتنی حرمت ہو جاتی ہے کہ اگر کوئی شخص اس سے بے ادبی کرے تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔ لہذا جس مومن کا قلب حامل قرآن ہو تا ہے اس کی حرمت قرآن کے الفاظ و کاغذ سے زیادہ ہوگی جیسا کہ وارد ہوا ہے کہ مومن کی حرمت قرآن سے زیادہ ہے۔ اور مضامین و اخلاق حسنہ قرآن جس قدر مومن میں زیادہ ظاہر ہوگا اسی قدر اس کے زیادہ احترام کا باعث ہوگا۔ اور جس قدر اچھائیوں کے بجائے گناہ اور ذلیل طور و طریقے کسی میں ظاہر ہوں تو یہ قرآن کے ظاہر کے نقصان کا سبب ہوگا۔ الغرض یہ مراتب ظہور قرآن اور اس کے اوصاف زیادہ ہوتے جاتے ہیں یہاں تک کہ جب یہ ظاہر مراتب قرآن آنحضرت اور ان کے اہلبیت علیہم السلام تک پہنچتا ہے تو اس وقت اپنے درجہ انتہا کو پہنچتا ہے اس لئے اگر حقیقت کی نظر سے دیکھا جائے تو حقیقی قرآن ہی بزرگوار ہیں جو قرآن کے الفاظ کا محل اور اس کے معنی و اخلاق کا مقام ہیں جیسا کہ تم کو معلوم ہوا کہ قرآن اس چیز کو کہتے ہیں جس میں قرآن کے نقوش ہوں اور قرآن کے نقوش کا مل طور سے لفظ و معنی کے لحاظ سے انہی بزرگوار کے قلوب مطہر ہیں۔ جیسا کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ میں قرآن ناطق ہوں۔ اس مضمون پر بہت سی حدیثیں ہیں۔ جن میں سے بعض کو ہم نے عین الجبۃ میں لکھی ہیں۔ مختصر یہ کہ تحقیق کی بنا پر ان تمام حدیثوں کا حاصل یہ ہے کہ ان بزرگواروں کی یہ جہت جو قرآن سے اتحاد رکھنے اور اس کے علم حاصل ہونے کی جہت ہے تمام جہتوں سے افضل و بہتر ہے جیسا کہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے وَفَضَّلْنَا هُوَ عَلَى الْعَالَمِیْنَ۔ (سورہ الجاثیہ آیت ۱۷) ہم نے ان کو (علم کی جہت سے) تمام عالمین پر فضیلت دی ہے۔ اور ان بزرگواروں کے تمام جہات جو مثل ان کے انساب شریفہ یا ان کے متعلق نصوص وغیرہ کے ہیں اگرچہ ان کو بھی جہات قرآنیت میں داخل کر سکتے ہیں لیکن قرآن کی تمام جہات میں سب سے بہتر جہت علم ہے۔

نہیں کیا۔ اور علماء کا قاعدہ یہ ہے کہ اگر حدیث کی صحت میں شک ہو تو پہلے اسی کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں اُس کے بعد اس کی تاویل اور اُس کے معنی میں کلام کرتے ہیں۔ ان کا اس طریقہ سے روگردانی کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ حدیث کی صحت میں کوئی شک نہیں رکھتے اس کے بعد سید مرتضیٰ لکھتے ہیں کہ آدمی کی عزت لغت میں اس کی نسل ہے مثل لڑکے اور لڑکے کی اولاد اور بعض اہل لغت نے کچھ اور وسیع کر دیا ہے وہ کہتے ہیں کہ آدمی کی عزت اس کی قوم میں سب سے زیادہ نزدیک والے ہیں اس کے نسب میں لہذا قول اول کی بنا پر نہایت ظاہر و واضح ہے کہ حقیقت لفظ جناب امام حسن و حسینؑ اور ان کی اولاد پر شامل ہے اور قول ثانی کی بنا پر ان بزرگواروں نیز اس گروہ کے لئے شامل ہو گا جو قرب نسب میں مثل ان کے ہیں۔

ائمہ اطہار کے تمام متفرق نصوص کا بیان جو مجملًا مختلف حدیثوں کے ضمن میں وارد ہوئے ہیں۔

نویں فصل

کتاب بشارۃ المصطفیٰ میں ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ تم لوگوں میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو میرے بعد میرے اہلبیت کے حق میں سب سے بہتر ہو۔

ایضاً جناب رسول خداؐ جابر بن عبد اللہ انصاری نے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا جو لوگ پدری فرزندوں میں ہوتے ہیں، باپ کی جانب رشتہ رکھتے ہیں۔ یعنی ہر ایک اپنے باپ کی طرف منسوب ہوتا ہے سوائے میری بیٹی فاطمہؑ کی اولاد کے کہ میں ان کا ولی اور ان کا عصہ ہوں۔ وہ میری عزت میں میری طینت سے خلق ہوئے ہیں۔ وائے ہو ان پر جو ان کی فضیلت سے انکار کریں جو شخص ان کو دوست رکھتا ہے۔ خدا اس کو دوست رکھتا ہے اور جو شخص ان کو دشمن رکھتا ہے خدا اس کو دشمن رکھتا ہے۔

ایضاً اسند معتبر جناب امیر علیہ السلام سے روایت ہے کہ بے شبہ خداوند عالم نے اپنے بندوں پر پانچ چیزیں واجب قرار دی ہیں اور وہ سب کی سب بہتر اور عمدہ اعمال سے ہیں۔ نماز روزہ۔ زکوٰۃ۔ حج اور ہم اہلبیت کی ولایت۔ تو لوگوں نے چار چیزوں پر عمل کیا اور پانچویں کو حقیر و ذلیل کیا۔ خدا کی قسم ان چاروں چیزوں پر عمل کامل نہیں ہو سکتا جب تک پانچویں پر عمل نہ ہو۔ یعنی ہم اہلبیت کی امامت کا اعتقاد نہ ہو جو ان

چاروں کی قبولیت کے لئے شرط ہے۔

ایضاً۔ حضرت امیرؓ ہی سے روایت ہے کہ ہم میں نجیب و شریف اور ہماری اولاد پیغمبروں کی اولاد ہے اور ہمارا گروہ خدا کا گروہ ہے اور جو گروہ ہم پر خروج کرے وہ شیطان کا لشکر ہے اور جو شخص ہم کو غیروں کے برابر ٹھہرائے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

صاحب کتاب مصباح الانوار نے حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ میں علم کا ترازو ہوں اور علی اس کے دونوں پلٹے ہیں اور حسن و حسینؑ اس کی رسیاں ہیں۔ اور فاطمہؑ اس کی ڈنڈی ہیں۔ اور ان کے بعد کے ائمہ اس ترازو سے اپنے دوستوں اور دشمنوں کو وزن کریں گے۔ اور جو لوگ ان کے دشمن ہیں خدا کی اور لعنت کرنے والوں کی اُن پر لعنت ہے۔

علامہ ابن اثیر نے جامع الاصول میں صحیح ترمذی سے جناب امیرؓ کی زبانی نقل کیا ہے کہ جناب رسول خداؐ نے جناب حسن و جناب حسین علیہما السلام کے ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ جو شخص مجھ کو دوست رکھتا ہو اور ان دونوں فرزندوں کو اور ان کے باپ ماں کو تو وہ روز قیامت میرے ساتھ میرے درجہ میں ہوگا۔

ایضاً صحیح ترمذی میں زید بن ارقم سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خداؐ جناب امیرؓ حضرت فاطمہؑ و امام حسن و امام حسین علیہم السلام کے بارے میں فرمایا کہ میں جنگ کرنے والا ہوں جو تم سے جنگ کرے اور صلح رکھنے والا ہوں جو تم سے صلح رکھے۔

دہلی جو عامہ کے محدثین میں سے ہیں فردوس الاخبار میں حضرت علیؑ علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول خداؐ صلعم نے فرمایا کہ ہم وہ اہل بیت ہیں جن سے خدا نے ظاہری و باطنی تمام برائیوں کو دور رکھا ہے۔ نیز روایت کی ہے کہ جناب رسول خداؐ صلعم نے فرمایا کہ ہم وہ اہل بیت ہیں کہ خدا نے ہمارے لئے آخرت کو دنیا کے عوض اختیار کیا ہے۔

سید رضیؒ نے نہج البلاغہ میں روایت کی ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ نے اس خطبہ میں جس میں آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کیا ہے فرمایا کہ وہ پیغمبر کے رازوں کے محل و مقام ہیں اور امور رسالت کی پناہ گاہ ہیں اور ان کے عہد کے صندوق ہیں۔

اور ان کے حکم کی بازگشت کے محل ہیں اور ان کی کتابوں کے مخزن و محل ہیں اور ان کے دین کے ربمان ہیں انہی کے ذریعہ سے خدا نے دین کی خمیدہ کمر سیدھی کی ہے اور انہی کے ذریعہ سے خدا نے دین کے خوف کو زائل کیا ہے آل محمد کو اس امت کے کسی شخص پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ اور کسی گروہ کو کبھی ان کے برابر نہیں کیا جاسکتا کیونکہ انہی کے ذریعہ سے مسلمانوں کو نعمت ملی ہے۔ اور انہی کے ذریعہ سے لوگوں نے ہدایت پائی ہے۔ یہی ہیں دین کی مضبوط بنیاد اور یقین کا ستون انہی کی طرف ہر ایک کو رخ کرنا چاہئے یعنی متک رہنا چاہئے۔ اور جس شخص نے ان کے بارے میں غلو کیا اور ان سے آگے بڑھ گیا اس کو چاہئے کہ ان کی طرف پلٹ آئے اور جو شخص کہ ان کے معاملہ میں پیچھے رہ گیا ہے اس کو چاہئے کہ ان سے آکر مل جائے ان کے لئے ہیں حق ولایت کی خصوصیات ہر مخلوق پر ان کی محبت واجب ہے۔ انہی کے حق میں وصیت پیغمبر اور آپ کی وراثت ہے یعنی یہی حضرات اوصیائے پیغمبر اور آپ کے وارث ہیں۔

ابن بابویہ نے امالی میں حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ مجھے خدا کی جانب سے جبریل نے خبر دی کہ خدا فرماتا ہے کہ علی بن ابی طالب خلق پر میری حجت ہیں اور وہی میرے دین کو قائم رکھیں گے اور ان کے صلب سے کئی امام پیدا کروں گا۔ جو میرے حکم کے ساتھ لوگوں میں زندگی بسر کریں گے اور لوگوں کو میری راہ کی جانب بلائیں گے۔ ان کی برکت سے اپنے بندوں اور کمیزوں سے عذاب کو دفع کروں گا اور انہی کے سبب سے اپنی مخلوقات پر رحمت نازل کروں گا۔ ایضاً بسند معتبر روایت کی ہے ام سلمہ سے آپ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول خداؐ سے سنا، آپ فرماتے تھے کہ میرے بعد علی بن ابیطالب اور ان کے فرزندوں میں سے ائمہ روئے زمین پر سب سے بزرگ ہیں اور یہی لوگ ان لوگوں کو جنت میں پہنچائیں گے۔ جن کے ہاتھ اور چہرے منور ہوں گے۔

ایضاً بسند قوی جناب رسول خداؐ سے روایت کی ہے کہ جب شب معراج مجھ کو آسمان ہنقم پر اور وہاں سے سدرۃ المنتہیٰ اور وہاں سے حجابہائے نودیک لے گئے تو میرے پروردگار نے مجھ کو ندا دی کہ اے محمدؐ تم میرے بندے ہو اور میں تمہارا پروردگار ہوں لہذا میرے لئے مخصوع کرو اور میری عبادت کرو اور مجھ پر بھروسہ کرو میرے غیر پر بھروسہ مت

کہو اور مجھ ہی پر اعتماد کرو اور بس۔ میں نے تم کو اختیار کیا ہے اور تمہارے بھائی علی کو جو تمہارے خلیفہ بنائیں اور تمہارے شہر علم کے دروازہ میں تودہ میرے بندوں پر میری حجت اور میری حقوق پرانا اور انکے مشائیں ان کی ذریعہ سے جو دوست بنیں چھپانے جائیں گے اور گروہ شیطان میرے گروہ سے الگ تمیز کیا جائے گا اور انہی کے ذریعہ سے میرا دین قائم ہوگا۔ اور میرے دین کے حدود کی حفاظت ہوگی اور میرے احکام جاری ہوں گے اور ان کے اور ان کے فرزندوں میں سے اماموں کے ذریعہ سے اپنے بندوں اور کنیزوں پر رحمت نازل کرونگا۔ اور تمہارے قائم کے ذریعہ سے اپنی زمین کو بیج و تقدیس و تکبیر و تجمید کے ساتھ آباد کرونگا۔ اور اسی کے ذریعہ سے زمین کو اپنے دشمنوں سے پاک کرونگا۔ اور اپنی زمین کو اپنے دوستوں کو میراث میں عطا کرونگا۔ اُسی کے ذریعہ سے کافروں کے بول بالا کو پست کرونگا اور اپنے کلمہ اور دین کو بلند کرونگا۔ اور اسی کے ذریعہ سے اپنے بندوں اور کنیزوں کو زندہ کر دوں گا۔ اور اپنے علم سے اپنی مشیت سے اس کے لئے خزانے اور دینے ظاہر کروں گا۔ اور اس پر اپنے ارادہ سے لوگوں کے دلوں کے پوشیدہ راز ظاہر کروں گا۔ اور اپنے فرشتوں سے اُس کی مدد کروں گا۔ تاکہ وہ فرشتے میرے احکام جاری کرنے میں اور میرے دین کو ظاہر کرنے میں اس کو تقویت پہنچائیں۔ حقیقت میں وہ میرا دوست ہے اور وہ میرے بندوں پر بھائی کے ساتھ میرا بھائی ہے۔

ایضاً بسند معتبر حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ اے علی! تم میرے اہلیت میں اور میری امت میں میری حیات اور میری وفات کے بعد میرے بھائی، میرے وارث، میرے وصی اور میرے خلیفہ و جانشین ہو۔ تمہارا دوست میرا دوست اور تمہارا دشمن میرا دشمن ہے۔ اے علی! میں اور تم اور تمہاری اولاد میں سے ائمہ خلق کے سید و سردار ہیں دنیا میں اور بادشاہ ہیں آخرت میں جس نے ہم کو پہچانا تو اس نے خدا کو پہچانا ہے اور جس نے ہمارا انکار کیا تو یقیناً اس نے خدا سے عز و جل کا انکار کیا ہے۔

ایضاً بسند معتبر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول خدا نے فرمایا کہ اس انزعاع یعنی علی کے دامن کو پکڑ لو (چونکہ آپ کی پیشانی کشادہ تھی اس لئے آپ کو انزعاع فرمایا) یقیناً وہ صدیق اکبر ہے (یعنی پیغمبر کی تصدیق سب سے پہلے)

کی ہے، گفتار و کردار میں تمام صدیقیوں سے اشرف و افضل ہے۔ اور وہی فاروق ہے کہ حق و باطل کے درمیان جدائی ڈالتا ہے جو شخص اس کو دوست رکھتا ہے خدا نے اس کی ہدایت کی ہے اور جو شخص اس کو دشمن رکھتا ہے خدا اس کو دشمن رکھتا ہے۔ اور جو شخص اس سے روگردانی کرتا ہے خدا اس کو ہلاک کرتا ہے۔ اُسی سے اس پیغمبر کے دونوں بے پیدا ہوں گے یعنی حسن و حسینؑ اور وہ میرے بیٹے ہیں) اور حسینؑ سے ہدایت کرنے والے امام پیدا ہوں گے خدا نے ان کو میرا علم و فہم عطا فرمایا ہے لہذا ان کو دوست رکھنا اور اپنا حاکم قرار دینا اور کوئی رازداری ان کے بغیر نہ کرنا۔ ورنہ تم میں خدا کا عظیم قہر و غضب نازل ہو جائے گا اور جس پر اس کے خدا کا غضب نازل ہو جائے تو وہ گمراہی کے میدان میں اور عذاب الہی میں گرفتار ہو جائے گا۔ اور دنیا کی زندگی تو ایک فریب ہے جس کی کوئی اصل و حقیقت نہیں۔

علی بن ابراہیم نے اپنی تفسیر میں حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت نے اپنے ایک خطبہ میں فرمایا کہ یقیناً جو لوگ اصحاب پیغمبرؐ میں سے حدیث یاد رکھتے ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں اور میرے اہلبیتؑ مطہر اور معصوم ہیں لہذا ان پر کسی امر میں سبقت مت کرو ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے اور ان سے روگردانی مت کرو ورنہ تم لوہا نہ بنو گے اور ان کو کسی چیز کی تعلیم دو کیونکہ وہ تم سے زیادہ جاننے والے ہیں اور بزرگی میں بہت بلند ہیں اور اپنی نمشی میں تمام لوگوں سے زیادہ بردبار ہیں اس لئے حق کی اور اہل حق کی متابعت کرو وہ جہاں بھی ہوں۔

ایضاً بسند معتبر حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ جب قیامت برپا ہوگی تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طلب کئے جائیں گے اور ان کو گھزننگ حلقہ پہنایا جائیگا اور ان کو عرش کی داہنی جانب ٹھہرایا جائیگا ان کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام بلائے جائیں گے اور ان کو ایک سفید حلقہ پہنایا جائیگا اور ان کو عرش کی بائیں جانب ٹھہرایا جائیگا پھر المؤمنین علی علیہ السلام کو بلا دیا جائیگا اور ان کو بھی سُرخ رنگ کا حلقہ پہنا کر حضرت رسول خدا کی داہنی جانب کھڑا کیا جائیگا پھر حضرت اسماعیلؑ بلائے جائیں گے اور ان کو سفید حلقہ پہنا کر حضرت ابراہیمؑ کی بائیں جانب کھڑا کیا جائیگا۔ پھر امام حسنؑ کو طلب کر کے ان کو ایک سبز حلقہ پہنایا جائیگا۔ اور حضرت امیر المؤمنینؑ کی داہنی جانب کھڑا کیا جائیگا پھر حضرت امام حسینؑ کو بلا کر ان کو سُرخ حلقہ پہنایا جائیگا۔ اور امام حسنؑ کی داہنی جانب کھڑا کیا جائیگا پھر ان بزرگوار دن کے شیعوں کو طلب کر کے ان کے سامنے کھڑا کریں گے

پھر جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا بلائی جائیں گی اور ان کے شیعوں کی عزتیں اور بچے بھی بلائے جائیں گے اور ان کو بے حساب بہشت میں داخل کیا جائے گا اس کے بعد منادی عرش کے درمیان افتی اعلیٰ سے حکم خدا کرے گا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا اچھے باپ ہیں تمہارے ابراہیم (علیہ السلام) اور کیا اچھے بھائی ہیں تمہارے علی بن ابیطالب علیہ السلام اور کیا اچھے تمہارے فرزند ہیں جو تمہاری بیٹی کے بیٹے حسن و حسین ہیں اور کیسا اچھا ہے تمہارا فرزند محسن جو ایام حل میں ساقط کر دیا گیا تھا جو علی و فاطمہ کا بیٹا ہے اور تمہارے فرزندوں میں سے بہترین اور بزرگ ترین ہدایت یافتہ ائمہ ہیں۔ پھر ہر ایک کا نام لے لے کر پکارا جائے گا۔ پھر ندا آئے گی کہ بہترین شیعہ ہیں تمہارے شیعہ۔ بیشک محمدؐ، ان کے وصی، اور ان کے دونوں فرزند حسن و حسینؑ اور ان کے فرزندوں میں سے ائمہ نجات یافتہ ہیں۔ پھر ان کو حکم دیا جائے گا کہ سب کو بہشت میں لے جائیں یہ ہے مطلب قول حق سبحانہ و تعالیٰ کا قَدَمَنْ مِّنْكُمْ مَرَّ بِحُجْرٍ مِّنْ جَنَّاتٍ فَدَخَلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ رَاحَةً (آل عمران ۱۸۵) یعنی جو شخص آتش جہنم سے دور رکھا گیا اور بہشت میں داخل کیا گیا وہ رستگار و کامیاب ہوا۔

صغار نے بسند معتبر حضرت امام محمد باقر و امام جعفر صادق علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ جو شخص میری زندگی جیسی اپنی زندگی گزارنا اور میری موت جیسی اپنی موت چاہے اور اس بہشت میں داخل ہونا چاہے جس کا مجھ سے میرے پروردگار نے وعدہ فرمایا ہے اور وہ جنت عدن ہے وہ میری منزل ہے۔ بہشت میں میرے پروردگار نے ایک درخت اپنے دست قدرت بویا ہے یعنی اس سے کہا کہ ہو جاؤ وہ درخت بن گیا تو اس شخص کو چاہئے کہ علی کو دوست رکھے اور میرے بعد اہل امامت کا اعتقاد رکھے اور میرے فرزندوں کی امامت کا اعتقاد رکھے جن کو خدا نے میرا علم و فہم عطا فرمایا ہے اور وہ میری عزت ہیں۔ میرے گوشت و خون سے پیدا ہوئے ہیں۔ میں اپنی امت میں سے ان کے دشمنوں کی خدا سے شکایت کروں گا کہ ان کی فضیلت کا انکار کیا اور ان کے حق میں میری قربت اور رشتے کو قطع کیا خدا کی قسم وہ میرے فرزند کو قتل کریں گے خدا ان کو میری شفاعت نہ پہونچائے۔ اور دوسری روایت میں حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ جو شخص میری

جیسی زندگی گزارنا اور میری موت جیسی موت اور جنت عدن میں داخل ہونا پسند کرے تو اس کو چاہئے کہ اپنا حاکم اور امام علی بن ابی طالب اور ان کے اوصیاء کو میرے بعد قرار دے۔ اس لئے کہ وہ تم کو ہرگز کسی بارگاہ ضلالت میں داخل کریں گے اور نہ کسی درگاہ ہدایت سے خارج کریں گے اور ان کو کچھ سکھانے پڑھانے کی جرات نہ کرنا کیونکہ وہ تم سے زیادہ جاننے والے ہیں اور میں نے اپنے پروردگار سے خواہش کی ہے کہ ان کے اور قرآن کے درمیان کبھی جدائی نہ ڈالے یہاں تک کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوں اور حضرت نے اپنی دونوں انگلیوں کو باہم ملا کر دکھایا اور فرمایا کہ اس حوض کی چوڑائی اتنی ہے جس قدر فاصلہ بصری و شام کے درمیان صنعاء میں تک ہے اور اس کے کنارے سونے اور چاندی کے پیالے ستارہ ہائے آسمان کی تعداد کے مطابق رکھے ہوئے ہیں۔

ابن بطریق نے ان مضامین کی حدیثوں کو کتاب حلیۃ الاولیاء سے کئی سندوں سے ابن عباس و زید بن ارقم سے روایت کی ہے اور صاحب کشف الغمہ نے مناقب خوارزمی سے حضرت صادق سے روایت کی ہے اور شیخ مفید نے مجالس میں حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ رسول خدا نے فرمایا کہ اے علی خدا نے تم سے امر امت کی ابتدا کی ہے اور تم ہی پر اس کا خاتمہ کرے گا۔ لہذا غاصبوں کے غضب پر اور دشمنوں کے ظلم پر صبر کرنا۔ اس لئے کہ نیک عاقبت پر ہیزگاروں کے لئے ہے۔ تم خدا کے گروہ ہو اور تمہارے دشمن خدا کے گروہ نہیں بلکہ شیطان کے گروہ ہیں۔ خوشحال اس کا جو تمہاری اطاعت کے لئے ہو اُس پر جو تمہاری نافرمانی کرے۔ تم ہی خلق پر محبت خدا ہو اور اُس کی مضبوط رسی کہ جو شخص اس سے متمسک ہوگا ہدایت پائے گا اور جو اس کو ترک کرے گا گمراہ ہوگا اور میں خدا سے تمہارے لئے بہشت کا سوال کرتا ہوں۔ طاعت خدا میں کوئی شخص تم پر سبقت نہیں کرتا بلکہ تم خود طاعت خدا کے دوسروں سے زیادہ حقدار ہو۔

ایضاً۔ جناب امیر سے روایت کی ہے کہ رسول خدا نے فرمایا کہ اے علی خدا ہم پر دین اسی طرح ختم کرے گا جس طرح ہم سے ابتدا کی ہے۔ اور ہمارے سبب سے اے لوگو تمہارے دلوں میں خدا عداوت دیکھنے کے بعد ہماری محبت پیدا کرتا ہے۔

کتاب فضائل میں حضرت صادق اور ان کے آبائے طاہرین علیہم السلام سے جاہر

ابن عبداللہ انصاری سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ فاطمہ میرے قلب کی خوشی ہے۔ اور اُس کے دونوں فرزند (حسن و حسینؑ) میرے دل کے میوے ہیں اور اس کا شوہر (علیؑ) میری آنکھوں کا نور ہے اور اس کے فرزندوں میں ائمہ میری امانت اور لیسمان کشیدہ ہیں جو آسمان سے زمین تک کھنچی ہوئی ہے جو شخص اُن کو پکڑے رہیگا وہ نجات پائے گا اور جو روگردانی کرے گا ضلالت کے دلدل میں غرق ہو جائے گا۔ کتاب روضۃ الفضائل میں ابن عباس سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب ہم حجۃ الوداع سے واپس ہوئے تو مسجد نبویؐ میں آنحضرتؐ کے پاس بیٹھے تھے۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ آگاہ ہو کہ حضرت احدیتؐ نے دینداروں پر احسان کیا کہ ان کی میرے ذریعہ سے ہدایت کی اور میں اُن پر احسان کرتا ہوں کہ ان کی ہدایت علیؑ کے ذریعہ سے کرتا ہوں جو میرا ابن عم اور میرے فرزندوں کا پدر ہے جو ان کے ذریعہ سے ہدایت حاصل کرے گا۔ نجات پائے گا اور جو شخص ان سے منہ پھیرے گا گمراہ ہو جائے گا۔ اے لوگو! میرے اہلبیت کے بارے میں خدا کو یاد رکھو اور اس سے ڈرو کہ بیشک فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے اس کے دونوں فرزند میرے دونوں بازو ہیں اور میں اور اس کے شوہر راہِ ہدایت کے دو چراغ ہیں۔ خداوند رحم کر اس پر جو ان پر رحم کرے اور اس کو نہ بخشا جو ان پر ظلم و ستم کرے پھر آپؐ رونے لگے اور فرمایا کہ گریائیں دیکھ رہا ہوں جو ستم ان پر ہونگے۔ عیون الرضا میں بسند معتبر انہی حضرتؐ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ یا علیؑ تم اور تمہارے فرزند خدا کی مخلوق میں اس کے برگزیدہ ہو۔

ایضاً انہی حضرتؐ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کا مولا اور حاکم صاحب اختیار میں ہوں علیؑ بھی اس کا مولا اور اس کے نفس پر صاحب اختیار ہے، خداوند دوستی کر اس سے جو علیؑ سے دوستی کرے اور دشمنی کر اس سے جو علیؑ سے دشمنی کرے اور مدد کر اس کی جو علیؑ کی مدد کرے اور یاری کر اس کی جو علیؑ کی یاری کرے اور اُس کے دشمن کو ذلیل کر۔ اور علیؑ اور اس کے فرزندوں کا مدد گاہیہ اور اس کے فرزندوں میں اس کا قائم مقام رہ اور جو کچھ تو نے ان کو عطا فرمایا ہے اس میں برکت عطا فرما۔ اول روح القدس سے ان کی تائید کر۔ یہ لوگ زمیں میں جس طرف جائیں تو ہر طرف سے ان کی حفاظت فرما۔ اور امامت انہی میں قرار دے اور جو شخص ان کی اطاعت کرے ان کو

زندگی حقیقی عطا فرما۔ اور جو ان کی نافرمانی کرے اُس کو ہلاک کر بیشک تو دعا کرنے والوں سے نزدیک ہے اور اُن کی دعائیں قبول فرماتا ہے۔

ابن بابویہ نے کتاب فضائل الشیعہ میں حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ لوگ علیؑ کے حق میں روز غدیر خم پیغمبر کے ارشاد و فرمان سے غافل ہو گئے اسی طرح جیسا کہ آنحضرتؐ نے مادر ابراہیم کے پوشیدہ حجرے میں علیؑ کے حق میں فرمایا تھا جبکہ لوگ آنحضرتؐ کی عیادت کو آتے تھے اور علیؑ بھی داخل حجرہ ہوئے اور چاہتے تھے کہ آنحضرتؐ کے نزدیک بیٹھیں۔ لیکن جگہ نہ ملی۔ جب آنحضرتؐ نے دیکھا کہ لوگوں نے علیؑ کو جگہ نہیں دی تو فرمایا کہ اے گروہ مردم یہ ہمارے اہلبیت ہیں لہذا تم ان کی شان میں کمی نہ کرو۔ ابھی تو میں تمہارے درمیان زندہ موجود ہوں۔ اگر میں تمہاری نظروں سے غائب ہو جاؤں تو خدا تمہارے ساتھ سے غائب نہ ہوگا۔ یاد رکھو کہ روح و راحت و خوشنودی و بشارت و دوستی و محبت اُس شخص کے لئے ہے جو علی بن ابی طالب کی اقتدا کرے اور اس کی امامت کا اعتقاد رکھے اور اس کی اور اس کے بعد اس کے اوصیاء کی اطاعت و فرمانبرداری کرے اور اُن کو اپنی شفاعت میں داخل کرنا مجبوری ہوگا جو ان کی اتباع کریں گے کیونکہ وہ درحقیقت میری اتباع کرنے والے ہوں گے۔ اور جو شخص میری اتباع کرے تو وہ مجھ سے ہے اور یہ وہ مثال جو ابراہیمؑ کے بارے میں بیان کی گئی ہے۔ جیسا کہ فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي دوسرہ ابراہیمؑ آیت ۳۶ پک) کیونکہ میں ابراہیمؑ سے ہوں اور ابراہیمؑ مجھ سے ہیں میرا دین اُن کا دین ہے اور میری سنت ان کی سنت ہے اور میرا فضل ان کا فضل ہے اور میں ان سے افضل ہوں اور میری فضیلت ان کی فضیلت ہے میرے پروردگار کی اُس تصدیق کے مطابق جیسا کہ فرمایا ہے۔ ذُرِّيَّةَ بَعْضِهِم مِّن بَعْضٍ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ آیت ۳۳ سورہ آل عمران پک)

دوسرا باب

ان آیتوں کا بیان جو ائمہ کی شان میں مجملًا نازل ہوئی ہیں
اور اس میں چند فصلیں ہیں

اسلام علی آل یسین کی تاویل -

دوسرہ والصفہ آیت - ۵۳

پہلی فصل

خداوند عالم نے فرمایا ہے۔ یس و القرآن الحکیم (پہلی آیت ۲ سورہ یسین) اور فرمایا ہے
اسلام علی آل یس مفسرین نے حضرت امیر المومنین اور حضرت امام محمد باقر علیہم السلام سے
روایت کی ہے کہ یس پیغمبر خدا کا نام ہے اور دوسری آیت میں فخر رازی نے کہا ہے
کہ نافع بن عامر و یعقوب نے آل یس پڑھا ہے۔ لفظ یس پر لفظ آل کے اضافہ کے ساتھ
باقی قاریوں نے بکسر میزہ و سکون لام (ال) پڑھا ہے۔ قرأت اول میں تین وجہیں بیان
کی گئی ہیں۔ پہلی وجہ یہ کہ الیاس یا سین کے فرزند ہیں لہذا الیاس آل یا سین ہوئے دوسری
وجہ یہ کہ آل تو آل محمد ہیں تیسری یہ کہ یس اسم قرآن ہے۔ اور عامہ و خاصہ کے طریقہ سے بہت
سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں کہ قرأت بمنزلہ آل یسین ہے۔ اور اس سے مراد آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم ہیں۔

ابن حجر نے سوانح محرقہ میں فخر رازی سے نقل کیا ہے کہ اہل بیت رسول پانچ باتوں میں رسول
خدا سے مساوی ہیں۔

- ۱۔ سلام میں۔ رسول کے لئے ہے۔ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ أَوْ أَهْلَ بَيْتِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ سلام علی آل یس۔
- ۲۔ تشہد میں رسول اور آل رسول پر درود ہے۔
- ۳۔ طہارت میں۔ کہ پیغمبر کی شان میں فرمایا ہے طہ اور اہلبیت کی شان میں یطہر کہ

تَطْهِيرًا۔

۴۔ حدیث کے حرام ہونے میں۔

۵۔ محبت میں۔ رسول کے حق میں ہے فَأَتَّبِعُوا فِي مِثْلِ كُنُفِكُمْ اللَّهُ رِبِّ آلِ عِمْرَانَ آیت ۳۱ اور اہلبیت کی شان میں ہے۔ قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ۔

علی بن ابراہیمؑ نے اپنی تفسیر میں حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ یسین جناب سولہ کا اسم مبارک ہے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ خدا نے اس کے بعد فرمایا ہے إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ (پہلے سورہ یسین آیت ۳) نیز سلام علی آل یسین کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ یسین سے مراد آنحضرتؐ ہیں اور آل محمد ائمہ اطہار علیہم السلام ہیں۔

کتاب امالی و کتاب معانی الاخبار اور تفسیر محمد بن العیاض بن ماہیار میں حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت امیر المومنین نے قول حق تعالیٰ سلام علی آل یسین کی تفسیر میں فرمایا کہ یسین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور آل یسین ہم ہیں۔ امالی اور معانی الاخبار میں ابی مالک سے روایت کی ہے کہ یاسین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

انہی دونوں کتابوں میں قول حق تعالیٰ سلام علی آل یسین کے بارے میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ آل یسین سے آل محمد مراد ہیں

معانی الاخبار میں سلام علی آل یسین کی تفسیر میں ابن عباس سے روایت ہے کہ پروردگار عالم کی جانب سے سلام محمد اور اُن کی آل پر اور قیامت میں عذاب خدا سے سلامتی اس کے لئے ہے جس نے ان کی ولایت و محبت اختیار کی ہوگی۔

معانی الاخبار میں عبدالرحمن سلمیٰ سے روایت کی ہے کہ عمر بن الخطاب سلام علی آل یسین پڑھا کرتے تھے۔ ابو عبدالرحمن نے کہا کہ آل یسین آل محمد ہیں۔

ابن ماہیار نے اپنی تفسیر میں سلیم بن قیس ہلالی سے روایت کی ہے کہ جناب امیرؑ نے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک نام یسین ہے اور ہم ہیں وہ جن کی شان میں خدا نے سلام علی آل یسین فرمایا ہے۔

ابن ماہیار اور حرّات نے اپنی اپنی تفسیروں میں بطریق متعدد ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ایک طولانی حدیث میں جس سے جناب امام رضا علیہ السلام نے عزت کی فضیلت میں

علمائے عامہ سے احتجاج فرمایا مذکور ہے کہ حضرت نے ان سے پوچھا کہ مجھے قول حق تعالیٰ یسین والقرآن الحکیم انک لمن المرسلین علی صراط مستقیم کے متعلق بتلاؤ کہ یسین کون ہیں۔ علمائے جواب دیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور اس میں کسی کو شک نہیں۔ تو حضرت نے فرمایا کہ پھر خدا نے محمد و آل محمد کو اس کے سبب سے وہ فضیلت عطا فرمائی ہے کہ کوئی شخص اس کی حقیقی تعریف نہیں کر سکتا سوائے اس کے جو اس میں صحیح و درست غور و فکر کرے۔ اس لئے کہ خدا نے صرف انبیاء پر سلام بھیجا ہے اور فرمایا ہے سلام علی نوح فی العالمین۔ و سلام علی ابراہیم۔ و سلام علی موسیٰ و ہارون اور سلام علی نوح۔ یہ نہیں فرمایا کہ سلام علی آل ابراہیم اور سلام علی آل موسیٰ و ہارون لیکن سلام علی آل یسین فرمایا ہے۔ یعنی آل محمد پر سلام ہو۔

اس بیان میں کہ ذکر سے مراد اہلبیت علیہم السلام ہیں۔ اور یہ کہ شیعوں پر واجب ہے کہ ان سے دریافت کریں لیکن ان پر جواب دینا واجب نہیں ہے۔

دوسری فصل

خلاق عالم کا ارشاد ہے مَا قَسَّيْتُ لَكُمْ كِتَابِي وَلَا تَعْلَمُونَ بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ (پچھ سوہ نخل آیت ۴۳) یعنی اگر تم نہیں جانتے ہو تو اہل ذکر سے پوچھو۔ دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے مَا هَذَا عَطَاؤُنَا قَامُنٌ أَوْ آمْسِكُ بِغَيْرِ حِسَابٍ (آیت ۳۹ پچھ سوہ ص)

پھر فرمایا ہے کہ مَا قَسَّيْتُ لَكُمْ كِتَابِي وَلَا تَعْلَمُونَ (پچھ سوہ ص ۳۹) پہلی اور دوسری آیت کے ظاہری معنی یہ ہیں کہ اہل ذکر سے پوچھو اگر تم نہیں جانتے ہو۔ مفسروں نے اختلاف کیا ہے کہ اہل ذکر کون ہیں۔ بعضوں نے کہا ہے کہ اہل علم ہیں۔ بعض کا قول ہے کہ اہل کتاب ہیں۔ لیکن بہت سی حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ ائمہ اطہار ہیں دو وجہوں سے۔ اول یہ کہ اہلبیت علم قرآن کے جاننے والے ہیں۔ چنانچہ خداوند عالم اس کے بعد سورہ نخل کی آیت میں فرماتا ہے کہ مَا وَانْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ كَرْتَلْبِيقًا لِلنَّاسِ مَا نَزَّلَ إِلَيْهِمْ (پچھ سوہ نخل آیت ۴۴) یعنی تمہاری طرف قرآن نازل کیا تاکہ جو احکام لوگوں کے لئے نازل کئے گئے ہیں تم ان سے صاف صاف بیان کر دو۔ دوسری وجہ یہ کہ ائمہ اطہار علیہم السلام رسول کے اہلبیت ہیں جیسا کہ فرمایا ہے۔

۱۰۔ قَدْ أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْكُمْ ذِكْرًا مُسَوِّدًا رُفِيعًا سوره الطلاق آیت ۱۰ (۱۱) اللہ نے تمہاری طرف رسول بھیجا ہے جو ذکر ہے۔

تیسری آیت میں مفسروں کے درمیان مشہور یہ ہے کہ یہ خطاب حضرت سلیمان سے ہے یعنی یہ بادشاہی ہماری طرف سے ایک بخشش ہے جو تم کو دی ہے اگر تم چاہو تو کسی کو دیکر اُس پر احسان کرو یا خود روک رکھو اور کسی کو مت دو اس بارے میں تم پر کوئی حساب نہیں ہے۔ نہ دینے میں نہ روکنے میں۔ آئندہ مذکور ہونے والی حدیثوں سے معلوم ہوگا۔ کہ عطا سے مراد علم ہے۔

چوتھی آیت میں اکثر مفسرین نے ذکر سے شرف مراد لیا ہے یعنی قرآن مجید تمہارے اور تمہاری قوم کے لئے ایک شرف ہے اور قیامت میں قرآن عطا ہونے کا شکر ادا کرنے کے بارے میں اور اُس کے احکام پر عمل کرنے کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ آئندہ حدیثوں میں جو ذکر کی جائیں گی وارد ہوا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ تم سے قرآن کے علوم و احکام کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

علی بن ابراہیم و صفار نے بسند ہائے معتبر باریار روایت کی ہے کہ زرارہ نے حضرت امام محمد باقر سے اہل ذکر کے بارے میں سوال کیا حضرت نے فرمایا کہ وہ ہم میں زرارہ نے کہا تو آپ سے دریافت کرنا چاہئے فرمایا ہاں۔ زرارہ نے پوچھا کہ ہم سوال کرنے والے ہیں فرمایا ہاں زرارہ نے کہا تو ہم پر واجب ہے کہ ہم آپ سے سوال کریں۔ فرمایا ہاں۔ کہا تو آپ پر واجب ہے کہ آپ ہمارا جواب دیں فرمایا ہم کو اختیار ہے ہم جواب دیں یا نہ دیں پھر یہی آیت پڑھی هَذَا عَطَاؤُنَا لَہ

۱۱۔ مولف فرماتے ہیں کہ گمراہوں کی ہدایت کرنا نہی عن المنکر اور امر بالمعروف بغیر کسی رکاوٹ کے اور شرطیں پائے جانے پر تمام لوگوں پر واجب ہے خاص طور سے ان اماموں اور پیشوایان دین پر واجب ہے کیونکہ یہ لوگ توان امور کے لئے مقرر ہی ہوئے ہیں۔ لہذا یہ حدیثیں اور انہی کے ایسی دوسری حدیثیں یا تو تنقیہ پر محمول ہیں کیونکہ وہ اس امر پر مامور نہیں کہ ترک تنقیہ کریں۔ اگر نقصان کا خطرہ ہو تو حق کا اظہار نہ کریں۔ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی کہ نقصان کا خوف نہ ہو اور دوسری شرط یہ ہے کہ تاثیر ہونے کا بھی امکان ہو۔ یا یہ قول امام محمول ہے آیتوں کی (بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۴ پر)

عیون اخبار المرضا میں عترت طاہرہ کی فضیلت کے ضمن میں مذکور ہے کہ (اگر بقول عامہ) آنحضرت نے فرمایا ہے کہ اہل ذکر یہود و نصاریٰ ہیں تو حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا یہ جائز ہے کہ ہم ان سے سوال کریں۔ اگر ہم ان سے سوال کریں گے تو وہ ہم کو اپنے دین کی دعوت دیں گے اور کہیں گے کہ ہمارا دین دین اسلام سے بہتر ہے۔ مامون نے امام سے کہا کہ کیا آپ کے پاس ان کے قول کے خلاف کوئی بیان و دلیل ہے حضرت نے فرمایا ہاں رسول خداؐ اور ہم ان کے اہلبیت ذکر ہیں اور یہ مطلب کتاب خدا میں نہایت واضح ہے جہاں سورۃ طلاق میں خدا فرماتا ہے **الَّذِينَ آمَنُوا قَدْ أَنزَلَ اللَّهُ إِلَيْكُمْ ذِكْرًا دَسُّوا تِلْكَ عَلَيْنَا** آیات اللہ (پہلے سورۃ الطلاق آیت ۱۰۱) لہذا ذکر رسول خدا ہیں اور ہم ان کے اہلبیت ہیں۔

قرب الاسناد و بصائر الدرجات اور کافی میں بسند صحیح روایت کی ہے کہ حضرت امام رضاؑ نے ابن ابی بصیر کو لکھا کہ پروردگار فرماتا ہے **فَاسْتَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ** نیز فرمایا ہے **وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً قُلُوا لَا نَفَعُ مِنْ كُلِّ ذَرْبَةٍ مِنْهُمْ حَاطَّةٌ لِّيَنفَقَهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ** (پہلے سورۃ توبہ آیت ۱۲۲) یعنی مومنین کے لئے مناسب نہیں کہ سب کے سب علم دین سیکھنے کے لئے گھروں سے نکل جائیں۔ ہر گروہ دہرستی سے کچھ لوگ کیوں نہیں دینی مسائل سیکھنے کے لئے نکلتے اور جب واپس آئیں تو اپنی قوم کو خدا کے عذاب سے ڈرائیں تاکہ وہ لوگ بھی (نافرمانی

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) بعض تاویل پر جو امام نے کسی گروہ کے متعلق فرمایا ہے جنکی عقلیں ان کے سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتی ہیں۔ یا معرفت الہی کے بعض باریک نکاتوں یا جناب رسول خداؐ اور ائمہ معصومین علیہم السلام کے بعض عجیب و غریب حالات پر جن کے سمجھنے سے اکثر مخلوق عاجز ہیں کیونکہ ہمارے ائمہ صلوات اللہ علیہم کم فہم شیعوں سے زیادہ ستیوں سے تقیہ کرتے تھے۔ اس سبب سے کہ شیعوں میں سے بعض ان کے عجیب معجزات و حالات دیکھنے سے خالی ہو گئے اور ان کی الوہیت کے قائل ہو گئے۔ لیکن اُس آیت سے استدلال جس میں حضرت سلیمان کے قصہ کا ذکر ہے۔ یعنی جس طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کو امور دنیا میں اختیار دیا گیا تھا کہ دیں یا نہ دیں اسی طرح ہم کو علوم و حقائق کے اضافہ میں اختیار دیا گیا ہے۔ یا یہ کہ حضرت سلیمان کے قصہ میں بھی علوم و معارف کی خصوصیت ہو یا اس سے بھی امور دنیا مراد ہوں۔ یا یہ کہ ائمہ کے حق میں بھی ان دونوں امور دین و دنیا عام طور سے مراد ہوں۔ ۱۲۔

خدا سے) پر ہیز کریں۔ امام نے فرمایا کہ اس حکم سے تم پر واجب ہوا کہ ہماری جانب رجوع کرو اور ہم سے سوال کرو۔ لیکن جواب دینا ہم پر واجب نہیں کیا ہے۔ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے۔ فَإِنْ لَمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَاعْلَمْ أَنَّمَا يَكُونُ آهْوًا لَهُمْ وَعَنْهُمْ وَأَمَّا أَصَلُّ مَتْنٍ اتَّبَعَهُ هُوَ بَدِّلَ هَذَا مِنَ اللَّهِ (پہلے رکوع ۸ سورہ قصص آیت ۵۰) اے ہمارے حبیب! اگر یہ لوگ تمہاری بات نہ مانیں تو سمجھ لو کہ یہ لوگ اپنی خواہشات نفسانی کی پیروی کرتے ہیں اور اُس سے بڑھ کے گمراہ کون ہوگا جو خدا کی ہدایت کے بغیر اپنی خواہش کی پیروی کرے لے

بصائر الدرجات میں کئی موثق طریقہ سے امام نے فرمایا کہ تم شیعہ ہو۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے کہا کہ آپ مامور ہیں اس پر کہ ہم آپ سے سوال کریں۔ پھر میں نے سمجھا کہ اس صورت سے جب معلوم ہو جائے گا تو ہم جو چاہیں گے آپ سے سوال کریں گے حضرت جواب دیں گے۔ یہ سنکر حضرت نے فرمایا کہ تم کو حکم ہے کہ ہم سے سوال کرو۔ لیکن ہم جواب دینے پر مامور نہیں ہیں۔ ہم کو اختیار ہے۔ جواب دیں یا نہ دیں۔ اور صفار نے بصائر الدرجات میں تیس معتبر سندوں کے ساتھ اس مضمون کی زراہ سے روایت کی ہے اور علامہ حلی علیہ الرحمہ نے کتاب کشف الحق میں محمد بن موسیٰ شیرازی کی تفسیر سے جو عامہ کے علمائے ہیں بارہ تفسیروں سے استخراج کر کے روایت کی ہے کہ اُس نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ اہل ذکر محمد و علی و فاطمہ و حسن و حسین علیہم السلام ہیں۔ یہی لوگ اہل ذکر و اہل علم و اہل عقل ہیں یہی اہلبیت نبوت اور معدن رسالت ہیں اور فرشتوں کے آنے جانے کے محل و مقام ہیں خدا کی قسم خدا نے مومن کا نام امیر المومنین علیہ السلام کی بزرگی و کرامت کے سبب مومن رکھا ہے۔ سفیان ثوری نے بھی اس روایت کو صدی اور حارث اعور سے روایت کی ہے۔

بصائر الدرجات میں چار صحیح سندوں سے حضرت امام جعفر صادقؑ سے وَ إِنَّكَ لَإِيَّاهُ

لے مؤلف فرماتے ہیں کہ امامؑ نے ظاہر اس آیت کی تاویل یہ فرمائی ہے کہ جب تم یہ جان لو کہ تمہاری بات نہیں قبول کرتے تو سمجھ لو کہ اس امر میں تبلیغ کی ضرورت نہیں ہے اور پھر اس میں مبالغہ نہ کرو تو یہ اس امر کی دلیل ہے کہ ان بزرگواروں پر جواب دینا واجب نہیں ہے۔ ۱۲

لَكَ وَ لِقَاؤُكَ وَسَوْفَ تُسْئَلُونَ ﴿۲۷﴾ سورہ الزخرف آیت ۲۷ کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ ذکر سے مراد قرآن ہے اور ہم آنحضرتؐ کی قوم ہیں جن سے قرآن کے معانی و احکام کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔

دوسری صحیح روایت میں حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ اس آیت سے مقصود ہم ہیں اور ہم اہل ذکر ہیں ہم سے سوال کیا جاسکتا ہے اور کرنا چاہیے۔

دوسری صحیح روایت میں امام محمد باقرؑ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اہلبیت اہل ذکر ہیں اور یہی وہ بزرگوار ہیں جن سے سوال کیا جاسکتا ہے۔ اور بسند صحیح و معتبر حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ ہم آنحضرتؐ کی قوم ہیں۔

ابن مہیار نے اپنی تفسیر میں انہی روایتوں کے مانند سلیم بن قیس سے امیر المومنینؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت نے اس آیت کو پڑھا اور فرمایا کہ رسول خداؐ اور ان کے اہلبیت اہل ذکر ہیں وہی ہیں جن سے سوال کیا جاسکتا ہے۔ خدا نے لوگوں کو حکم دیا ہے کہ ان سے سوال کریں۔ (مسائل و احکام دریافت کریں)۔

وہی ہیں لوگوں کے حاکم اور ان کے امور کے والی۔ لہذا کسی کو یہ جائز نہیں کہ یہ حق جو خدا نے ان کے لئے واجب قرار دیا ہے۔ ان سے چھینے۔

ایضاً۔ دوسری معتبر حدیث میں انہی حضرت (علیؑ) سے روایت کی ہے آنحضرتؐ کی قوم سے مراد حضرت علیؑ ہیں اور قیامت میں لوگوں سے اُن حضرت کی ولایت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

کافی میں بسند معتبر موسیٰ بن ائیم سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر تھا۔ ایک شخص نے اسی آیت کی تفسیر دریافت کی حضرت نے جواب دیا۔ اسی وقت ایک دوسرا شخص حاضر ہوا اور اسی آیت کے بارے میں سوال کیا۔ حضرت نے دوسری تفسیر بیان فرمائی اس کے علاوہ جو پہلے بیان کی تھی۔ جس کو سنکر مجھ پر وہ کیف طاری ہوئی جس سے بس خدا آگاہ ہے معلوم ہوتا تھا کہ میرے دل کو چھری سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں نے شام میں ابو قتادہ کو دیکھا کہ اس کا ایک لفظ بھی ایک دوسرے کے خلاف نہیں ہوتا اور اس شخص کو دیکھو کہ ایسا سخت ظلم کرتا ہے میں اسی خیال میں تھا کہ ایک دوسرا شخص آیا اس نے بھی اسی آیت کے متعلق سوال کیا حضرت

حضرت صادقؑ کا ایک شخص نے اسی آیت کی تفسیر میں ابو قتادہ کو دیکھا کہ اس کا ایک لفظ بھی ایک دوسرے کے خلاف نہیں ہوتا اور اس شخص کو دیکھو کہ ایسا سخت ظلم کرتا ہے میں اسی خیال میں تھا کہ ایک دوسرا شخص آیا اس نے بھی اسی آیت کے متعلق سوال کیا حضرت

نے اس سے ایک تیسری بات بیان کی ان دونوں کے خلاف جو پہلے بیان کی تھی۔ یہ دیکھ کر مجھے سکون ہو گیا میں نے سمجھا کہ یہ غلطی نہیں بلکہ دیدہ و دانستہ بنظر تفتیہ و مصلحت ایسا فرمایا ہے جب حضرت نے جانا کہ میرے دل میں ایسی باتوں نے خطور کیا ہے تو میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اے اشیم کے بیٹے خدا نے تفویض کیا اور فرمایا ہے وَمَا أَلْشَكُّمُ الرَّسُولُ فُخِّدَا وَكَوَمَا نَهَضَكُمْ عَنْكُمْ فَأَنْتَهُمْ اَرَبًا سورہ حشر آیت ۷، جو کچھ رسول تمہیں دیدیں وہ لے لو اور جس سے منہ کر دیں اس سے باز آ جاؤ۔ اور خدا نے جو کچھ رسول کو تفویض فرمایا تھا وہ سب ہم کو بھی تفویض فرمایا ہے۔ کتاب اختصاص میں بھی اسی حدیث کو روایت کیا ہے اور اس کے آخر میں یہ ہے کہ جب حاضرین مجلس چلے گئے تو حضرت نے میری جانب رخ کیا اور فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم دلتنگ ہو گئے ہو میں نے عرض کی ہاں! میں آپ پر فدا ہوں ایک سوال کے جواب میں آپ کے تین مختلف اقوال سے ضرور دل تنگ و پریشان ہوں حضرت نے فرمایا کہ اے پسر اشیم یقیناً خدا نے سلیمان علیہ السلام کو سلطنت و حکومت تفویض فرمائی اور فرمایا کہ هَذَا اَعْطَاؤُنَا قَامُ مَنُ اَوْ اَمْسِكُ رِبًا سورہ ص آیت ۳۹ اور جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا امر دین تفویض فرمایا ہے اور فرمایا کہ وَمَا أَلْشَكُّمُ الرَّسُولُ اور خدا نے ہم ائمہ کو وہی سب کچھ تفویض فرمایا ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تفویض فرمایا تھا۔ لہذا دلتنگ نہ ہو۔

بعض ائدرجات میں بسند حسن مثل صحیح کے روایت کی ہے کہ صفوان نے امام رضا علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ امام سے کسی کے حرام و حلال ہونے کے متعلق دریافت کیا جائے اور اس کے پاس اس کا جواب نہ ہو۔ فرمایا کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جواب تو اس کے پاس ہوتا ہے مگر کسی مصلحت کی بنا پر وہ بیان نہیں کرتا۔

حضرت صادق علیہ السلام سے بسند صحیح روایت کی ہے کہ ہم اہل ذکر اور صاحبان علم ہیں اور تمام حلال و حرام کا علم ہم کو حاصل ہے۔

علی بن ابیہم نے اس آیت اَلَّذِينَ اٰمَنُوا وَ تَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ رِبًا سورہ الرعد آیت ۲۸، یعنی جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کے قلوب کو ذکر خدا سے اطمینان و سکون حاصل ہوتا ہے فرمایا کہ یا خدا امیر المؤمنین اور ائمہ علیہم السلام ہیں۔ یعنی ان کی محبت و ولایت کیونکہ ان کی یاد خدا کی یاد ہے

ابن مہیار نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے اس آیت لَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ كِتَابًا فِيهِ ذِكْرُكُمْ أَفَلَا تَعْقِلُونَ کی تفسیر میں روایت کی ہے، ہم نے بے شک تمہاری طرف وہ کتاب نازل کی ہے جس میں تمہارا ذکر ہے کیا تم نہیں سمجھتے ہو۔ (سورہ انبیاء آیت ۱۰) فرمایا کہ ذکر سے مراد امام کی اطاعت ہے پیغمبر کے بعد جو دنیا و آخرت کی عزت و شرف کا باعث ہے۔

اس بیان میں کہ قرآن کے علم کے جاننے والے اور را سخون فی العلم اور قرآن سے ڈرنے والے ائمہ اطہار ہیں۔

تیسری فصل

ابن مہیار نے بسند مستبر امام محمد باقر علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر میں قَالَ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْكِتَابِ يُؤْمِنُونَ بِمَا فِيهِمْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ كِتَابٌ قَبْلَ هَذَا وَمَا كُنْ لَهُمْ آيَاتٌ يَنْظُرُونَ کہ اس آیت میں وہ لوگ اس پر ایمان رکھتے ہیں امام نے فرمایا کہ اس آیت میں وہ لوگ سے مراد جن کو کتاب عطا کی ہے آل محمد علیہم السلام ہیں جن کو علم قرآن عطا کیا ہے وَمِنْ هَؤُلَاءِ مَنْ يُؤْمِنُ بِهِمْ اور اس گروہ سے بعض وہ ہیں جو ایمان لائے ہیں کتاب پر۔ حضرت نے فرمایا کہ اہل ایمان سے مراد بعض اہل قبیلہ ہیں۔

کلمنی وغیرہ نے بسند ہائے بسیار حضرت صادق سے اس آیت کی بَلْ هَؤُلَاءِ آيَاتٌ لِّكُنُوزٍ لِّكَ فِي صُحُفٍ أُنزِلَتْ إِلَى الَّذِينَ أَوْتُوا الْعِلْمَ (پا سورہ حکمت آیت ۳۹) قرآن مجید کھلی ہوئی چند آیتیں ہیں۔ ان سینوں میں جنکو علم عطا کیا گیا ہے کی تفسیر میں حضرت صادق نے فرمایا کہ جن کو علم عطا کیا گیا ہے وہ آل محمد سے ائمہ اطہار ہیں اور ان کے سینوں میں قرآن کے الفاظ و معنی دونوں ہیں۔

بصائر الدرجات میں بسند معتبر ابو بصیر سے امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ حضرت نے اس آیت کو پڑھا اسکے بعد فرمایا ہے کہ خدا نے یہ نہیں فرمایا کہ دو دفینوں کے درمیان مصحف ہے بلکہ فرمایا ہے کہ اُن کے سینوں میں ہے جس کو اُس کا علم دیا گیا ہے۔ ابو بصیر نے پوچھا کیا وہ لوگ آپ ہیں فرمایا اور کون ہو سکتا ہے تقریباً بیس سندوں کے ساتھ روایت کی ہے کہ یہ آیت ان کے شان میں ہے اس سے یہ بھی احتمال ممکن ہے کہ فی صدور الذین اوتوا العلم سے حضرت کی مراد یہ ہو کہ قرآن مجید کی وضاحت ائمہ کے سینوں میں ہے۔ اور کوئی ان کے سوا اس کے معنی اور رموز نہیں جانتا لہذا قرآن سمجھنے کے لئے ان ہی سے رجوع کرنا چاہئے۔

عیاشی نے اس آیت الَّذِينَ آمَنُوا بِالْكِتَابِ يُؤْمِنُونَ بِمَا فِيهِمْ اَوْ لِيَسْ

يُؤْمِنُونَ بِهِ (سورہ بقرہ پ آیت ۱۲۱) یعنی وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی ہے اس کی تلاوت کرتے ہیں جیسا کہ تلاوت کا حق ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جو اس پر ایمان رکھتے ہیں کی تفسیر میں حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ وہ لوگ جن کو کتاب دی گئی ہے وہ ائمہ اطہار ہیں لہ

کلیبی نے بسند ہائے معتبر امام صادق علیہ السلام سے اس آیت دَاوُجِيْ اِلٰی هٰذَا الْقُرْآنُ لِتُذَكَّرَ بِمَا كُنْتُمْ عَلَيْهِ وَمَنْ يَّكْفُ بِهِ (پ سورہ الانعام آیت ۱۹) یعنی میری طرف اس قرآن کی وحی کی گئی ہے تاکہ اُس کے ذریعہ سے میں تم کو ڈراؤں اور وہ جو (اس عہدہ تک) پہنچنے کی تفسیر میں حضرت نے فرمایا کہ مَنْ يَّكْفُ بِهِ جو پہنچنے سے مطلب یہ ہے کہ وہ جو آل محمد میں سے عداامت تک پہنچے وہ بھی قرآن کے ذریعہ سے لوگوں کو ڈراتا ہے جس طرح رسول خدا ڈراتے تھے۔ علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ مَنْ يَّكْفُ بِهِ مراد امام ہے حضرت نے فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (عذاب الہی سے) ڈرایا کرتے تھے اور ہم بھی اسی طرح ڈراتے ہیں لہ

علی بن ابراہیم نے حضرت صادق سے بسند معتبر روایت کی ہے کہ قرآن خبر کرنے والا اور ڈرانے والا ہے۔ جنت کی ترغیب دیتا ہے اور جہنم سے بچنے کی تاکید کرتا ہے اس میں محکم آیتیں ہیں جو معنی مقصود پر واضح دلیل ہیں اور متشابہات ہیں جن میں بہت سے معنی نکل سکتے ہیں اور معنی مقصود کا سمجھنا اور جان لینا مشکل ہے۔ لیکن محکم آیتوں پر عمل کر سکتے ہو اور ایمان

لہ مولف فرماتے ہیں کہ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ کتاب سے مراد توریت ہے اور وہ جن کو اس کا علم دیا گیا ہے وہ یہود و نصاریٰ میں سے وہ لوگ ہیں جو جناب رسول خدا پر ایمان لائے تھے بعضوں کا قول ہے کہ کتاب سے مراد قرآن ہے اور وہ جن کو کتاب دی گئی ہے اس امت کے مومنین ہیں۔ اور تفسیر جو حضرت نے فرمائی ہے اس پر مبنی ہے اور سیاق آیت کے موافق ہے کیونکہ تلاوت کا حق موقوف ہے اسکے علم و اسرار و رموز کے ساتھ اور وہ انہی بزرگواروں کے ساتھ مخصوص ہے چنانچہ قرآن پر ایمان کامل نہیں ہو سکتا مگر انہی ذریعہ سے ملے مواف فرماتے ہیں کہ اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ مَنْ يَّكْفُ بِهِ صغیر مفعول لا تذکر کہہ پر یعنی اسلئے کہ میں ڈراتا ہوں ہر شخص کو جس تک قرآن تاروز قیامت پہنچے اور احادیث میں جو وارد ہوا ہے اسکی بنا پر اندر کم کی صغیر فاعل پر عطف ہوگی۔

لاؤ اور متشابہات پر بس ایمان لاؤ مگر اس پر عمل نہیں کر سکتے۔ یہ ہے قول حق تعالیٰ
 فَاَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ شُرُكٌ فَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ مَا تُنَادِيهِمْ اَلْفَتْنَةُ وَابْتِغَاءُ
 تَأْوِيلِهِ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ اِلَّا اللّٰهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ اٰمَنَّا بِهِ
 كُلٌّ مِّنْ عِندِ رَبِّنَا (آیت، سورہ آل عمران پ)، یعنی جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ تو
 متشابہات کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اور اُسی کے ذریعہ سے اپنی خواہش کے مطابق تاویل
 کر کے فتنے برپا کرتے ہیں حالانکہ ان کی تاویل خدا اور راسخون فی العلم کے سوا کوئی نہیں
 جانتا اور علم میں راسخ آل محمد علیہ السلام ہیں۔

ایضاً۔ علی بن ابراہیم اور صاحب اختصاص نے بسند ہائے معتبر امام محمد باقر علیہ السلام
 سے روایت کی ہے کہ رسول خدا علم میں بہترین راسخین میں سے تھے اور وہ جانتے تھے جو
 کچھ خدا نے ان پر تنزیل قرآن اور اُسی کی تاویل بھیجی تھی۔ یعنی قرآن کا ظاہر و باطن جانتے
 تھے۔ ایسا نہ تھا کہ خدا نے کوئی آیت اُن پر نازل کی ہو اور اس کی تاویل سے آگاہ نہ کیا ہو
 اور آپ کے اوصیاء جو آپ کے بعد ہوئے سب قرآن کی تنزیل و تاویل جانتے تھے۔
 کافی اور بصائر میں اس کا تتمہ یہ ہے کہ شیعہ اُس کی تاویل نہیں جانتے مگر جب کوئی
 راسخون فی العلم میں سے یعنی امام اُن سے بیان کرتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے
 وہ سب خدا کی جانب سے ہے حالانکہ قرآن میں خاص، عام، محکم، تشابہ، ناخ و منسوخ
 سب کچھ ہے اور ان سب کو وہ لوگ جانتے ہیں جو علم میں راسخ ہیں لے

لے مترجم فرماتے ہیں کہ ان آیات کی ابتدا اس طرح ہوئی ہے ہُوَ الَّذِي أَنْزَلَ الْكِتَابَ يُعِيْنُ وَهُ
 خَدَاوَهُ جِسْمِ نَسَمٍ پَرِ قَرَّانَ نَازِلَ كَمَا هُوَ مِنْهُ آيَاتٍ مُّحْكَمَاتٍ هُوَ اَمَ الْكِتَابِ جِسْمِ دَاخِلِ
 الدَّلَالَةِ آيَاتِيں ہیں اور یہی اصل قرآن ہیں و احو متشابہات اور کچھ دوسری آیتیں ہیں جو آپس میں
 متشابہ ہیں جن کے معنی و مطالب واضح نہیں ہیں و اما الذین فی قلوبہم شُرُکٌ وَابْتِغَاءُ
 کی جانب رجحان ہے فیتبعون ما تشابہ منه تو وہ انہی متشابہات کے پیچھے لگے رہتے ہیں ابتغاء
 الفتنة وابتغاء تاويله تاکہ لوگوں کو گمراہ کریں اور شبہ میں ڈالیں اور اپنی خواہش کے مطابق تاویل کریں
 وما يعلم تاويله الا الله اور متشابہ کی تاویل نہیں جانتے لیکن خدا جانتا ہے والراسخون فی العلم
 اور وہ لوگ جانتے ہیں جو علم میں مضبوط ہیں اور ان کے علم کی بنیاد یقین پر ہے۔ (بقیہ ماشیہ صفحہ ۱۱۱ پ)

کلینی نے بسند صحیح امام سے روایت کی ہے کہ ہم راسخون فی العلم ہیں اور تاویل قرآن کو جانتے ہیں۔ اور دوسری معتبر حدیث میں انہی حضرت (امام جعفر صادق) سے روایت کی ہے کہ راسخون فی العلم امیر المؤمنین اور ان کے بعد ائمہ ہیں صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین۔ بصائر الدرجات میں بسند صحیح حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ قرآن میں کوئی آیت نہیں ہے مگر یہ کہ اس کے لئے ظاہر و باطن ہے اور کوئی حرف اس میں نہیں ہے مگر یہ کہ اشارہ ہے اس امر کی طرف جو حادث ہوتا ہے اور اس کا حدوث و فظہور امام وقت پر وارد ہوتا ہے اور امام موجود و زندہ پر اس کا علم واضح ہوتا ہے اور امام گذشتہ پر بھی جیسا کہ خدا فرماتا ہے کہ اس کی تاویل کوئی نہیں جانتا مگر اللہ اور راسخون فی العلم اور وہ ہم ہیں جو جانتے ہیں۔

علم بن ابراہیم نے جناب صادق علیہ السلام سے اس آیت قَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ إِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوءَ عَلَى الْكَافِرِينَ (سورہ نمل آیت ۲۰) یعنی اس جماعت کے لوگ کہیں گے جن کو علم دیا گیا ہے کہ آج کی ذلت و بری حالت کافروں کے لئے ہے۔ کی تفسیر میں حضرت صادق سے روایت ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ وہ جماعت جن کو علم دیا گیا ہے ائمہ علیہم السلام ہیں۔

ایضاً اس آیت وَيَرَى الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ الَّذِي أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ هُوَ الْحَقُّ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) مفسرین کے درمیان اس میں اختلاف اکثر اللہ پر وقف کرتے ہیں اور اس کو کلام کی ابتدا سمجھتے ہیں و یقولون المتناہی کل من عندنا کو اسکی خبر جانتے ہیں یعنی راسخون فی العلم کہتے ہیں کہ ہم متشابہ پر ایمان لائے یہ سب ہمارے خدا کی جانب سے ہے اگرچہ ہم اسکے معنی نہیں جانتے بعض مفسرین اللہ پر وقف نہیں کرتے والراسخون کو اللہ پر عطف کرتے ہیں یعنی راسخون فی العلم بھی متشابہات قرآن کو جانتے ہیں۔ اس تفسیر پر بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں کہ راسخون فی العلم سے مراد رسول خدا اور ائمہ ہدی صلوٰۃ اللہ علیہم ہیں اور بعض روایتوں میں وارد ہوا ہے کہ یقولون استیناف کلام ہے اور اس کے فاعل شیعہ ہیں یعنی جب شیعہ اپنے ائمہ سے جو علم میں راسخ ہیں متشابہ کی تاویل سکتے ہیں تو ان کی تصدیق کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ سب ہمارے پروردگار کی جانب سے

پہلا سورہ سبا آیت ۶) یعنی جن کو علم دیا گیا ہے وہ جانتے ہیں کہ اسے رسول جو کچھ تم پر تمہارے پروردگار کی طرف سے نازل ہوا ہے کی تفسیر میں حضرت نے فرمایا کہ اس سے مراد امیر المؤمنین علیہ السلام ہیں جنہوں نے جناب رسول خدا پر جو کچھ خدا نے بھیجا ہے اسکی تصدیق فرمائی۔

کلینی نے بسند معتبر امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ کسی شخص نے سوائے دروغ گو کے دعوے نہیں کیا ہے کہ تمام قرآن کو جیسا کہ آنحضرت پر نازل ہوا ہے۔ جانتا ہے اور نہ جمع کیا ہے اور نہ حفظ کیا ہے جیسا کہ اُسے خدا نے بھیجا ہے مگر علی بن ابی طالب علیہ السلام اور ان کے بعد کے ائمہ علیہم السلام نے صحیح دعوئی کیا ہے۔ دوسری روایت میں فرمایا کہ کوئی دعوے نہیں کر سکتا کہ اس کے پاس ظاہر و باطنِ معلم قرآن ہے سوائے اوصیائے پیغمبر علیہم السلام کے۔

دوسری حدیث میں فرمایا کہ منجملہ ان تمام علوم کے جو خدا نے ہم کو دیا ہے قرآن کی تفسیر اور احکام قرآن ہے۔ اور زمانہ کے تغیرات و حوادث کا علم بھی عطا فرمایا ہے جو واقع ہوتے ہیں پھر فرمایا کہ اگر کسی ضبط کرنے والے کو ہم پاتے جو ہمارے بھیدوں کو ناشن نہ کرتا یا یا ای شخص کو پاتے جس سے راز کہے جاسکتے ہیں تو ہم اُس سے کہتے۔

ایضاً بسند معتبر حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں کتاب خدا اول سے آخر تک اس طرح جانتا ہوں۔ جیسے کہ گویا وہ دونوں ہتھیلیاں ہیں قرآن میں آسمان و زمین کی اور گزشتہ و آئندہ کی خبریں ہیں۔ خدا فرماتا ہے فَبِذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكَ شَيْءٌ یعنی قرآن میں ہر چیز کا بیان ہے۔

دوسری حدیث میں فرمایا کہ خدا نے آصف بن برخیا وزیر حضرت سلیمان علیہ السلام کی شان میں فرمایا ہے کہ اس شخص نے کہا جس کے پاس کتاب کا کچھ علم تھا کہ میں آپ کے لئے تخت بلقیس لاتا ہوں قبل اس کے کہ آپ کی آنکھ جھپکے۔ پھر امام نے اپنا دست مبارک اپنے سینہ حقیقت گنجینہ پر رکھ کر فرمایا کہ خدا کی قسم ہمارے پاس تمام کتاب کا علم ہے۔

بسند صحیح حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ معاویہ بن عمار نے اُن حضرت سے اس آیت قُلْ كَفَىٰ بِاللّٰهِ شَهِيدًا اَبَيْتُكَ وَبَيْنَكُمْ وَ مَنْ عِنْدَ كُ عِلْمُ اَنْكِتَابٍ ۝ (پہلا سورہ الرعد آیت ۶۳) یعنی اے محمد (میری نبوت) کی گواہی کیلئے گہدو کہ میرے اور

تمہارے درمیان ایک تو خدا کافی ہے اور ایک وہ شخص جس کے پاس کتاب کا پورا پورا علم ہے امام نے فرمایا کہ پیغمبر کے بعد وہ ہم میں سے ہیں اور ہم سے بہتر ہیں۔ (یعنی وہ علی بن ابی طالب ہیں)۔

بصائر میں بسند معتبر روایت کی ہے کہ ایک شخص نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کتاب خدا کی کچھ ایسی تفسیریں کرتے ہیں جن کو ہم نے کسی دوسرے سے نہیں سنا ہے حضرت نے فرمایا کہ قرآن دوسروں سے پہلے ہمارے پاس آیا اور قبل اس کے کہ اس کی تفسیر دوسروں تک پہنچے ہم کو معلوم ہوئی لہذا ہم قرآن کے حلال و حرام اور ناسخ و منسوخ کو جانتے ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ کون سی آیت سفر میں نازل ہوئی اور کون سی حضر میں۔ اور کون سی رات کو نازل ہوئی۔ اور کون سی دن میں اور کس کے بارے میں نازل ہوئی۔ اے ہم خدا کی جانب سے اس کی زمین میں صاحب عقل و حکمت ہیں اور خلق پر خدا کے گواہ ہیں اور حضرت باقر عجل کے قول کے مطابق ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے سَنَكْتُبُ شَهَادَتَهُمْ وَيَسْتَكُونُ يَعْنِي مَقْرِبِ ہم ان کی گواہی لکھیں گے اور اُن سے پوچھا جائیگا۔ حضرت نے فرمایا کہ شہادت (گواہی) ہمارے لئے ہے اور سوال اُن کے لئے ہے جن میں ساری امت داخل ہے۔ لہذا یہ وہ علم ہے جس سے تم کو باخبر کر دیا اور تم پر حجت تمام کر دی جو کچھ مجھ پر لازم تھی۔ تو اگر قبول کرتے ہو تو شکر کرو اور اگر ترک کرتے ہو تو خدا ہر چیز پر گواہ ہے۔

اس بیان میں کہ خدا کی آیات و بینات اور خدا کی کتاب مراد ہیں قرآن میں حضرات ائمہ اطہار ہیں۔

چوتھی فصل

علی بن ابراہیم نے بسند معتبر امام محمد باقر عجل سے روایت کی ہے اس آیت کی تفسیر میں الَّذِينَ كَذَبُوا بِالْآيَاتِنَا هُمْ وَبُكَرُوا فِي الظُّلُمَاتِ مَنْ يَشَاءُ اللَّهُ يُضْلِلْهُ وَمَنْ يَشَاءُ يُجْعَلْهُ عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝ رب سورة الانعام آیت ۳۹ جس کے ظاہری لفظ کا ترجمہ یہ ہے کہ جن لوگوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی وہ ایسے ہرے ہیں جو آیتوں کو سنتے نہیں جیسا کہ سنا چاہئے تاہم اس سے فائدہ اٹھائیں اور ایسے گونہ میں جو کلمہ حق کے ساتھ نواہیں ہوتے۔ کفر و منکرات کی تائید میں حیران اور سرگرداں پڑے ہیں جو خدا گمراہ کر لیا ہے اس کے گمراہ کر دینا۔ یعنی جو احواف الہی کا حق نہیں اس کو دیکھ کے حال پر چڑھتا ہے اور جس کو چاہتا ہے اس کو راہ راست کی طرف پھیر دیتا ہے امام نے فرمایا کہ یہ آیت اس جماعت کی شان میں نازل ہوئی ہے جنہوں نے نبیوں کے وصیاء

کی تکذیب کی ہے اور وہی لوگ بہرے اور گونگے ہیں۔ جیسا کہ خدا فرماتا ہے کہ وہ تمہارے مکیوں میں گھرے ہوئے ہیں۔ جو شخص شیطان کی اولاد میں سے ہے وہ اوصیاء کی تصدیق نہیں کرتا اور ان پر ایمان نہیں لاتا یہی ہیں وہ جنہیں خدا گمراہ کرتا ہے اور جو شخص کہ آدم کی اولاد میں سے ہے اور شیطان اس کے نطفہ میں شریک نہیں ہوا ہے اور وہ انبیاء کے اوصیاء پر ایمان لاتا ہے اور راہ مستقیم پر ہے۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے حضرت سے سنا آپ فرماتے تھے کہ قرآن میں جس جگہ کَذَّبُوا بِآيَاتِنَا نازل ہوا ہے اس سے مراد تمام اوصیاء کی تکذیب ہے لے
ایضاً۔ علی بن ابراہیم نے اس آیت وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ آيَاتِنَا غٰفِلُونَ یعنی وہ لوگ جو ہماری آیتوں سے غافل ہیں۔ کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ مراد آیات سے حضرت امیر المومنین اور آئمہ معصومین صلوات اللہ علیہم ہیں اور اس پر حضرت علی کا یہ قول دلیل ہے کہ خدا کی کوئی نشانی مجھ سے بڑی نہیں ہے۔

ایضاً۔ بسند مجتہد حضرت صادق علیہ السلام سے اس آیت وَمَا تُغْنِي الْآيَاتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ کی تفسیر میں روایت کی ہے۔ یعنی آیتیں اور ڈرانے والے ان گمراہوں کو فائدہ نہیں پہنچاتے جو ایمان نہیں لاتے۔ حضرت نے فرمایا آیات سے مراد آئمہ ہیں اور نذیر سے مراد انبیاء ہیں پھر اس کی تفسیر میں فرمایا کہ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَاُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ۔ (پچھلے سورہ الحج آیت) یعنی وہ لوگ جو کافر ہو گئے اور جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تو ان کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب ہے جس سے مراد وہ گمراہ ہے جو امیر المومنین اور آئمہ اطہار کی ولایت پر ایمان نہیں لایا۔ پھر اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ سَيُؤْيِكُمْ اَيَّاهُ فَتَعْرِضُوْهُمْ۔ یعنی بہت جلد خدا تم کو اپنی آیتیں دکھائے گا۔ اس وقت تم ان کو پہچان

لے مولف فرماتے ہیں کہ تکذیب آیات کی تاویل اوصیاء کی تکذیب کے ساتھ کرنے کی دو وجہیں ہیں۔ اول یہ کہ مراد آیات سے عظمت و جلالت الہی کی نشانیاں ہیں جیسا کہ اس کے بعد بیان ہوں گی۔ دوسرے یہ کہ وہ آیتیں مراد ہوں گی جو آئمہ کی شان میں قرآن میں وارد ہوئی ہیں ان کی تکذیب تمام قرآن کی تکذیب ہے۔ ۱۲

لو گے "ان کو" میرا المؤمنین اور ائمہ معصومین علیہم السلام مراد ہیں۔ جب وہ رجعت میں واپس آئیں گے تو ان کے دشمن ان کو پہچان لیں گے جب ان کو دیکھیں گے پھر بسند حسن مثل صحیح کے حضرت صادق علیہ السلام سے اس آیت اِنْ شَأْنُ نَزْلِ عَلَيْهِ مِنَ السَّمَاءِ آيَةً فَظَلَّتْ اَعْيُنُهُمْ يَعْنِي اگر ہم چاہیں تو ان پر آسمان سے کوئی آیت نازل کر دیں تو ان کی گردنیں اس کے لئے جھک جائیں گی تفسیر میں روایت کی ہے کہ اس سے مراد بنی امیہ کی گردنیں ہیں اس وقت جبکہ آسمان سے حضرت صلب الامر کا نام لے کر ایک آواز آئے گی۔ (تو ان کو ان کی اطاعت کرنا پڑے گی) ایضاً۔ اس قول حق تعالیٰ کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا الْكَافِرُونَ یعنی انکار نہیں کرتے ہیں ہماری آیتوں سے مگر کفار۔ انکار نہیں کرتے ہیں "سے مراد امیر المؤمنین ہیں۔

ایضاً۔ بسند معتبر حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے اس آیت ذٰلِكَ بِآيَاتِهِ كَانَتْ تَاْتِيهِمْ سُلُطٰنًا بِاٰيَاتِنَا کی تفسیر میں منقول ہے کہ بَيِّنَات سے مراد ائمہ علیہم السلام ہیں۔

کلینی نے حضرت صادق سے اس آیت وَ اِذَا تَنَزَّلَتْ عَلَيْنَا مَائِدَاتُ بَيِّنَاتٍ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَاءَنَا اِنَّتِ بِقُرْآنٍ غَيْرِ هٰذَا اَوْ بَدِّلْهُ رَسُوْلٌ آیت ۱۱۱) جب ان کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنانی جاتی ہیں جو واضح اور روشن ہیں تو وہ لوگ ہماری ملاقات کا یقین نہیں رکھتے یعنی آخرت کا یقین نہیں رکھتے کہتے ہیں کہ اس قرآن کے علاوہ کوئی اور قرآن لاؤ یا اس کو تبدیل کر دو۔ کی تفسیر میں حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ بدل دو علی علیہ السلام کو۔ گویا مراد یہ ہوگی کہ وہ لوگ کہتے تھے کہ ایسا قرآن لاؤ جس میں ولایت علی کا ذکر نہ ہو۔ یا اس قرآن میں علی کے بدلے دوسروں کا ذکر درج کر دو۔

بہت سی حدیثوں میں بروایت ابن مہیاری وغیرہ حضرت صادق و امام رضا علیہم السلام سے اس آیت وَ اِنَّكَ فِي الْكِتَابِ لَدَيْنَا لَعَلَّيْ حَكِيْمٌ کی تفسیر میں وارد ہوا ہے کہ اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ ہمارے پاس قرآن لوح محفوظ ہیں۔ تغیر و تبدل سے محفوظ ہے اور تمام کتب آسمانی میں بلند رتبہ اور حکیم ہے۔ یعنی حکمتوں پر مشتمل ہے یا محکم ہے اور

اپنے سوا کسی اور سے منسوخ نہیں ہوتا۔ ان حضرات نے فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ جناب امیر سورۃ فاتحہ میں جو ام الکتاب ہے مذکور ہیں جو حکیم و دانائیں۔ اور یہ اس پر مبنی ہے کہ حضرت امیر راہ ولایت و متابعت میں صراط مستقیم ہیں چنانچہ منقول ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام سے لوگوں نے پوچھا کہ ام الکتاب میں کس جگہ حضرت علی بن ابیطالب کا ذکر ہوا ہے فرمایا اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ میں کیونکہ علی علیہ السلام صراط مستقیم ہیں اور روز غدیر کی دعائیں وارد ہوئے کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ علی علیہ السلام ہدایت کرنے والے امام ہیں اور مومنوں کے امیر ہیں جن کا ذکر خدا نے اپنی کتاب میں کیا ہے یعنی فرمایا ہے وَ اِنَّهُ فِي الْكِتَابِ لَدَيْنَا لَعَلَّيْ حَكِيمٌ ۝

پانچویں فصل اس بیان میں کہ تمام بندوں میں اور آل ابراہیم میں برگزیدہ ائمہ معصومین علیہم السلام ہیں اور اس میں چند آیتیں ہیں۔

اول۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے لَمَّا اَوْزَنَّا الْكِتَابَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ جَنَاتٌ عٰدِنٌ يَّدْ خُلُوْهَا الْاَزْوَاجُ سُوْرَةُ فَاطِمَہ ۱۶ آیت ۱۶ یعنی ہم نے کتاب میراث میں دی جو قرآن ہے یا توریت یا مطلق خدا کی کتابیں اَلَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا اور وہ لوگ جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے برگزیدہ کیا ہے بعضوں نے کہا کہ برگزیدہ حضرات پیغمبر ان خدا ہیں۔ اور بعضوں نے کہا کہ حضرت رسول خدا کی امت کے علماء ہیں۔ اس کے بعد بہت سی حدیثیں مذکور ہوں گی جن سے معلوم ہوگا کہ یہ حضرات مخصوص اہلبیت ہیں فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ تو ان میں سے بعض اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے ہیں۔ ضمیر منہم کے مرجع میں مفسروں کے درمیان اختلاف ہے ستید مرتضیٰ رحمہ اللہ اور مفسروں کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ یہ ضمیر راجع ہے۔ عباد کی جانب۔ یعنی ہمارے بندوں میں بعض اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعضوں نے کہا ہے کہ راجع ہے برگزیدہ لوگوں کی طرف۔ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ یعنی اُن میں سے بعض میاند رو ہیں وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ اور ان میں سے بعض نیکیوں کی طرف خدا کی توفیق سے سبقت کرنے والے ہیں۔ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ اور یہ بڑی فضیلت ہے مفسروں نے ان تینوں فرقوں کے بارے میں اختلاف

کیا ہے جن کا ذکر آیت میں ہوا ہے بعض کہتے ہیں وہ سب نجات پائیں گے۔ بعض کا قول ہے کہ جو ظالم ہیں وہ عذاب الہی سے نجات نہ پائیں گے۔ چنانچہ قتادہ نے کہا ہے کہ ظالم اصحاب مشمہ میں سے ہے اور مقتصد اصحاب میمنہ میں سے ہیں اور سابق مقربین میں سے ہیں۔ جنات عدن یدخلونہا عدن کی جنتیں ان کے قیام کی جگہ ہیں جن میں وہ داخل ہونگے مفسروں نے اس میں اختلاف کیا ہے کہ یدخلونہا کی ضمیر فاعل کس چیز کی طرف راجع ہے بعض نے کہا ہے کہ تینوں کی طرف راجع ہے اور یہ تینوں فرقے بہشت میں داخل ہوں گے اور بعضوں نے کہا ان برگزیدہ لوگوں کی طرف راجع ہے جن کے بارے میں فرمایا ہے الَّذِیْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا۔ اور بعض کا قول ہے کہ مقتصد اور سابق کی طرف راجع ہے ظالم اس میں داخل نہیں ہے کیونکہ وہ حدیث اس کا ثبوت ہیں جو اس بارے میں وارد ہوئی ہیں چنانچہ معانی الاخبار میں حضرت صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ظالم ہمیشہ اپنے خواہشات نفس کی پیروی کرتا ہے اور مقتصد اپنے دل میں غور و فکر کرتا رہتا ہے یعنی اپنے عقائد کی صحت کی کوشش میں لگا رہتا ہے یا اپنے اصلاح نفس میں مشغول رہتا ہے یا عبادت میں اور غرض دنیوی میں جس کے پیش نظر دین ہوتا ہے۔ اور سابق الخیرات اپنے پروردگار کے گرد پھرتا ہے اور اپنی مرادوں اور تمناؤں سے خالی الذہن ہو کر اپنے پروردگار کی رضامندی کے سوا کوئی غرض نہیں رکھتا۔

ایضاً۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے بسند معتبر روایت کی ہے کہ حضرت رسول خدا کی ذریت طاہرہ میں سے ظالم وہ ہے جو حق امام کو نہیں جانتا اور مقتصد وہ ہے جو امام کی امامت کا اعتقاد رکھتا ہے۔ اور اس کے حق کو جانتا ہے۔ اور سابق الخیرات خود امام ہے۔

مجمع البیان میں حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت نے اس مضمون کے آخر میں فرمایا کہ ان میں سے سب بخشے جائیں گے جنات عدن یدخلونہا یعنی سابق و مقتصد عدن کی جنتوں میں داخل ہوں گے۔

ایضاً بسند معتبر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ لوگوں نے حضرت سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی حضرت نے فرمایا کہ یہ ہم اہلبیت کا خاص ہے

نازلی ہوئی ہے ابو حمزہ ثمالی کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا اپنے نفس پر ظلم کرنے والا آپ میں سے کون ہے فرمایا کہ ہم اہلبیت میں سے وہ ہے یعنی ذریت رسول خدا میں سے جس کا گناہ اور ثواب برابر ہو گا تو وہ اپنی ذات پر ظلم کرنے والا ٹھہرا کہ خدا کی عبادت میں کمی کی۔ میں نے پوچھا مقصد آپ میں سے کون ہے فرمایا وہ ہے جو شدت اور امید کی حالت میں یا غلبہ اہل باطل کے عالم میں عبادت خدا کرتا ہے یہاں تک کہ متبعین موت اس کو آئے۔ میں نے پوچھا سابق بالخیرات آپ میں سے کون ہے فرمایا وہ ہے جو خدا کے سیدھے راستے پر چلنے کا لوگوں کو حکم کرتا ہے اور نیکیوں اور عبادت کی ہدایت کرتا ہے اور برائیوں اور گناہوں سے منع کرتا ہے اور گمراہ کرنے والوں کا مددگار نہیں ہوتا اور خیانت کرنے والوں کی طرف سے کسی پر غصہ نہیں کرتا اور فاسقوں کے حکم پر راضی نہیں ہوتا مگر وہ جس کو اپنی ذات اور دین کے بارے میں خوف ہو اور اس کے ساتھ ایسے مددگار نہ ہوں جو فاسقوں کی مخالفت کریں اس لئے وہ تقیہ کے طور پر ان سے میل جول رکھتا ہے اور علی بن ابراہیم نے کہا ہے کہ الذین اصطفینا سے مراد امہ علیہم السلام ہیں اور ظالم لنفسہ آل محمد سے امہ اطہار کے علاوہ وہ لوگ ہیں جو حق امام سے انکار کرتے ہیں لیکن امام کی امامت کا اقرار کرتے ہیں اور سابق بخیرات سے مراد امام ہیں۔

اور کتاب احتجاج میں روایت کی ہے کہ ابو بصیر نے حضرت صادق سے سوال کیا کہ اس آیت کی تفسیر بیان فرمائیے۔ حضرت نے فرمایا کہ تم کیا کہتے ہو ابو بصیر نے کہا کہ میں کہتا ہوں کہ یہ بنی فاطمہ سے مخصوص ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ جو شخص تلوار کھینچے اور لوگوں کو اپنی طرف اور ضلالت و گمراہی کی طرف دعوت دے اور ناحق دعوئے امامت کرے خواہ وہ بنی فاطمہ سے ہو یا ان کے علاوہ دوسروں میں سے ہو اس آیت میں داخل نہیں ہے۔ ابو بصیر نے پوچھا پھر کون اس آیت میں داخل ہے فرمایا کہ ظالم اپنے نفس پر وہ ہے جو لوگوں کو بجائے ہدایت کے گمراہی کی طرف بلائے اور مقصد ہم اہلبیت میں سے وہ ہے کہ حق امام کو پہچانے اور سابق بالخیرات سے امام مراد ہے۔

اور حضرت صادق سے الذین اصطفینا کے بارے میں روایت ہے کہ وہ

آل محمد ہیں اور سابق بخیرات امام ہے اور حضرت باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ یہ آیت ہماری شان میں نازل ہوئی ہے اور سابق بخیرات امام ہے۔

دوسری سند سے انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ سابق بخیرات امام ہے اور یہ آیت فرزند ان علی وفاطمہ صلوٰۃ اللہ علیہما کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

کشف الغمہ میں دلائل حمیری سے روایت کی ہے کہ ابو ہاشم جعفری نے کہا کہ میں نے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی آپ نے فرمایا کہ تینوں فرقے آل محمد میں سے ہیں اور اپنے نفس پر ظلم کرنے والا (ظالم لنفسہ) وہ ہے کہ امام کا اقرار نہ کرے ابو ہاشم کہتے ہیں کہ یہ شکریہ میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور میرے دل میں گذرا کہ یہ کون سی بزرگی ہے جو خدا نے آل محمد کو عطا فرمائی ہے۔ امام باعجاز میرے دل کی بات سمجھ گئے اور میری طرف دیکھ کر فرمایا کہ امر امامت بلند تر اور رتبہ امام اُس سے بزرگ تر ہے جو کچھ عظمت و شان محمد کے بارے میں تمہارے دل میں گذرا۔ لہذا خدا کی حمد کرو کہ تم کو اُن سے منسلک قرار دیا اور ان کی امامت کا مقتصد کیا ہے۔ قیامت کے روز انہی کے ساتھ تم کو طلب کریں گے جس وقت کہ ہر گروہ کو ان کے مقتدا کے ساتھ بلائیں گے لہذا اے ابو ہاشم خوش ہو کہ تم مذہبِ حق پر ہو۔

مجمع البیان میں ابو دردا سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلعم سے اس آیت کی تفسیر میں سنا آپ فرماتے تھے کہ سابق بحساب داخل بہشت ہو گا اور مقتصد کا آسان حساب کیا جائے گا اور اپنے نفس پر ظلم کرنے والے کو طویل مدت تک مقامِ حساب میں روکیں گے پھر وہ داخل بہشت ہو گا الغرض یہی لوگ ہیں جو کہیں گے الْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزْنَ دہلے سورہ فاطر آیت ۲۸ یعنی تمام تعریفیں اُس خدا کے لئے زیبا ہیں جس نے ہم سے آخرت کا خوف و رنج دور کر دیا۔ اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ اپنے نفس پر ظلم کرنے والا وہ ہے جو نیک اور برے اور ناشائستہ دونوں طرح کے اعمال بجا لاتا ہے اور مقتصد وہ ہے جو عبادت میں بڑی کوشش کرتا ہے اور سابق بخیرات علی و حسن و حسین علیہم السلام ہیں اور آل محمد میں سے وہ لوگ مراد ہیں جو شہید ہوں۔

سید ابن طاووس نے کتاب سعد السعود میں محمد بن عباس کی تفسیر سے روایت کی ہے اور صاحب تاویل الآیات الباہرہ نے بھی انہی کے سند سے ابی اسحاق سیسی سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں حج کو گیا اور محمد بن علی علیہ السلام یعنی محمد بن حنفیہ سے ملاقات کی اور ان سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی انھوں نے فرمایا کہ تمہاری قوم اس آیت کی تفسیر میں کیا کہتی ہے (قوم سے آپ کی مراد اہل کوفہ ہیں) میں نے کہا وہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد شیعہ ہیں حضرت نے فرمایا جبکہ وہ اہل بہشت سے ہیں تو کیوں ڈرتے ہیں۔ میں نے عرض کی۔ میں آپ پر فدا ہوں آپ کیا فرماتے ہیں۔ فرمایا کہ اے ابواسحاق یہ مخصوص ہم اہلبیت سے ہے۔ لیکن سابق ہجرات علی بن ابی طالب علیہ السلام اور حسن و حسین علیہم السلام ہیں اور ہم میں سے ہر امام جو ہوگا بعض نسخوں میں ہے کہ اس کے بعد فرمایا کہ ہم میں سے ہر شہید بھی ہے اور مقصد وہ ہے جو دنوں کو روزہ رکھتا ہے اور راتوں کو عبادت میں قیام کرتا ہے۔ اور اپنے نفس پر ظالم (ظالم لنفسہ) توبہ کرنے والوں کے حق میں نازل ہوا ہے اور بعض روایتوں میں جو تمام لوگوں کے لئے ہے اور وہ بخشے ہوئے بیان کئے گئے ہیں تو اے ابواسحاق خداوند کریم ہمارے سبب سے تمہارے عیبوں اور گناہوں کو زائل کرتا ہے اور ہماری وجہ سے تمہاری گردنوں سے ذلت و خواری کی رسیاں کھولتا ہے اور ہمارے سبب سے تمہارے گناہوں کو بخشتا ہے یا تمہارے قرضوں کو ادا کرتا ہے اور ہمارے ذریعہ سے خلافت و امامت کا افتتاح کرتا ہے۔ اور ہمیں پر اس کو ختم کرتا ہے تم پر نہیں۔ اور اصحاب کہف کے مانند ہم ہی تمہارے غار اور پناہ کی جگہ ہیں اور کشتی نوح کی طرح ہم ہی تمہاری کشتی نجات ہیں۔ اور ہم ہی باب حطہ بنی اسرائیل کے مثل تمہارے باب حطہ ہیں۔

سید نے فرمایا کہ محمد بن العیاش نے اس آیت کی تاویل میں بیس طریقوں سے مخطوڑی سی کی و زیادتی کے ساتھ روایت کی ہے اور فرات بن ابراہیم نے بھی مخطوڑے سے فرق کے ساتھ کتاب تاویل الآیات الباہرہ میں محمد بن عیاش کی تفسیر سے روایت کی ہے۔

بند معتبر سورۃ بن کلیب سے روایت کی ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام

سے میں نے اس آیت کی تفسیر دریافت کی حضرت نے فرمایا کہ ظالم نفسہ وہ ہے جو امام کو نہ پہچانے میں نے عرض کی پھر مقصد کون ہے فرمایا وہ ہے جو امام کو پہچانتا ہے میں نے پوچھا کہ سابق بخیرات کون ہے فرمایا وہ امام ہے میں نے کہا پھر آپ کے شیعوں کے لئے کیا ہے فرمایا ان کے گناہ بخشے جائیں گے اور ان کے فرضے ادا کئے جائیں گے۔ اور ہم ان کے باب خط ہیں اور ان کے گناہ ہمارے سبب سے بخشے جائیں گے۔

ایضاً بسند معتبر امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے الذین اصطفتنا آل محمد ہیں جو خدا کے برگزیدہ ہیں اور اپنے نفس پر ظلم کرنے والا ہلاک ہونے والا ہے اور مقصد صالح و نیک لوگ ہیں اور سابق بالخیرات علی بن ابی طالب ہیں۔ خداوند علین فرماتا ہے ذلک هو فضل الکبیر یعنی قرآن اور جنات عدن یدخلونہا۔ یعنی آل محمد بہشت کے قصروں میں داخل ہوں گے جن میں سے ہر ایک قصر سفید موتی کے ایک دانے کا ہے جس میں کوئی شکاف اور کوئی جوڑ نہیں ہے اگر اس میں تمام اہل اسلام جمع ہو جائیں تو اس میں سب کی گنجائش ہوگی۔ ان قصروں میں زبرجد کے کمرے ہیں جن میں دو دو ڈیوڑھیاں ہیں اور ہر ڈیوڑھی کا طول بارہ میل ہوگا جو چار فرسخ کے برابر ہے اس کے بعد خدا فرماتا ہے کہ جب وہ داخل بہشت ہونگے تو کہیں گے حمد وثنا اس خدا نے بزرگ و بزرگوں کے لئے جس نے ہم سے رنج و غم برطرف کر دیا۔ حضرت نے فرمایا کہ حزن وہ ہے جو دنیا میں ان کو برداشت کرنا پڑا تھا۔ یعنی اہل زمانہ کی طرف سے سختیاں اور تکلیفیں۔

۱۰ مؤلف فرماتے ہیں کہ ان احادیث کا حاصل دو وجہوں میں سے ایک ہو سکتی ہے اول یہ کہ ضعیف اہلبیت کی طرف راجع ہیں اور آنحضرت کی تمام ذریت طاہرہ ہوگی اور ظالم و فاسق سب انہی میں سے ہوں۔ مقصد ان کے نیکو کار اور سابق بخیرات امام ہو۔ اس بناء پر اس تقسیم میں داخل نہیں ہوگا جسے ناحق دعوائے امامت کیا یا دوسرے طریقہ سے اس کے عقائد درست نہ ہوں۔ دوسری وجہ یہ کہ ظالم وہ ہے جس کے عقائد درست نہ ہوں اور ایمان کے خلاف کوئی فعل اس سے صادر نہ ہوا ہو لہذا ضعیف داخل نہ ہوا راجع ہوگی مقصد اور (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ پر)

دوسری آیت اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓ اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهٖمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ
عَلٰی الْعَالَمِیْنَ ذُرِّیَّتَهُ بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۱۳۳﴾ (پ سورہ آل عمران آیت ۳۳)
یعنی خداوند عالم نے نبوت و امامت و خلافت کے لئے آدم؛ نوح اور آل ابراہیم تمام
عالمین میں سے چن لیا اور ان کی اولاد سے رسول خدا اور آئمہ ہدیٰ بھی اسی میں داخل
ہیں لیکن آل عمران کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ کون ہیں۔ بعضوں نے کہا ہے کہ
وہ موسیٰ و ہارون علیہم السلام اور ان کی اولاد ہیں۔ کیونکہ موسیٰ و ہارون عمران کے
رٹ کے ہیں۔ بعضوں نے کہا ہے کہ مریم و عیسیٰ مراد ہیں کیونکہ مریم عمران کی بیٹی تھیں۔
شیخ طبرسیؒ قول ہے کہ یہ آیت فرات اہلبیت میں (بجائے آل عمران) والی صمد
علی العالمین ہے اور آئمہ علیہم السلام سے منقول ہے کہ آل ابراہیم سے مراد آل
محمد ہیں۔

ایضاً۔ طبرسیؒ نے کہا ہے کہ جس جماعت کے افراد کو خدا نے برگزیدہ فرمایا ہے
واجب ہے کہ وہ لوگ تمام گناہوں اور عیبوں سے مطہر و معصوم ہوں۔ کیونکہ خدا ایسے
لوگوں کے سوا کسی اختیار نہیں کرتا اور نہیں چنتا جن کا ظاہر بھی مثل باطن کے ظاہر ہو
اور عصمتِ مصطفیٰ کی بناء پر اس سے محض ہوگی جو آل ابراہیم میں سے ہو۔ اور
آل عمران خواہ پیغمبر ہو یا امام ہو۔ ذُرِّیَّتَهُ یعنی چند اولاد و اطفال ہیں بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ
ان میں سے بعض ہیں بعض سے یعنی ایک دوسرے کی دین میں مدد کرتے ہیں یا ایک دوسرے
کی نسل سے ہیں کیونکہ وہ ذریتِ آدم ہیں پھر نوح کی ذریت ہیں پھر ابراہیم کی ذریت
ہیں۔ چنانچہ جناب صادق علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے فرمایا کہ وہ لوگ جن کو
خدا نے برگزیدہ کیا ہے وہ بعض کی نسل سے ہیں۔ تمام ہوا کلام طبرسیؒ۔

(بقیہ حاشیہ گذشتہ) سابقہ بالخیرات کی جانب اس سے ظالم مراد نہیں ہو سکتا اور آیت کے
ظاہری اور باطنی اعتبار سے یا مختلف باطنی اعتبار سے یہی دونوں مراد ہوں گے اور مصطفیٰ
سے یہ مراد ہوگی کہ حقیقتاً نے اس پاک ذریت کو اس طرح برگزیدہ کیا ہے کہ انہیں اوصیا اور
ائمہ کو قرار دیا ہے اور ان میں سے ہر ایک کو علم کتاب عطا فرمایا ہے اور یہ شرف اولاد میں
سے ہر ایک کے لئے ہو سکتا ہے اگر وہ اس کو منافع نہ کریں۔ ۱۲۰

علی بن ابراہیمؑ نے تفسیر میں بیان کیا ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ آیت اس طرح نازل ہوئی ہے وال ابراہیم وال عمران وال محمد علی العالمین آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرآن سے خارج کر دیا ہے۔ شیخ طوسیؒ نے مجالس میں بسند معتبر ابراہیم بن عبد الصمد سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت صادقؑ کو اس آیت کو اس طرح پڑھتے ہوئے سنا ان اللہ اصطفیٰ آدم و نوحا وال ابراہیم وال عمران وال محمد علی العالمین لیکن آل محمد کو قرآن سے نکال دیا حضرت نے فرمایا کہ یہ آیت اسی طرح نازل ہوئی ہے۔ کتاب تاویل الایات میں امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ وائے ہوان لوگوں پر کہ جب آل ابراہیم و آل عمران کو یاد کرتے ہیں خوش ہوتے ہیں اور جب آل محمدؐ کو یاد کرتے ہیں تو ان کے قلوب مکرر ہو جاتے ہیں اسی خدا کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں محمدؐ کی جان ہے۔ اگر ان میں سے کسی نے ستر پیغمبروں کے مثل عمل کیا ہو گا تو خدا اس کے عمل کو قبول نہ کرے گا اگر اس کے نامہ عمل میں میری اور علی بن ابیطالب کی محبت ولایت نہ ہو۔

ایضاً۔ ابن عباس سے روایت کی ہے کہ میں حضرت امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا ابا الحسن مجھ کو اس وصیت سے آگاہ فرمائیے جو آپ کو حضرت رسولؐ نے فرمائی ہے جناب امیرؑ نے فرمایا کہ بیشک خدا نے تمہارے لئے دین حق کو انتخاب کیا اور تمہارے لئے اس کو پسند فرمایا اور تم پر اپنی نعمت تمام کی کیونکہ تم اس کے سب سے زیادہ مستحق اور اہل تھے اور بیشک خدا نے اپنے پیغمبرؐ کو وحی کی کہ وہ مجھ سے وصیت فرمائیں تو حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ اے علی میری وصیت یاد رکھو میرے امان کی رعایت کرنا۔ میرے عہد کو وفا کرنا میرے وعدوں کو پورا کرنا میری سنت کو زندہ رکھنا اور لوگوں کو میرے دین کی طرف دعوت دینا کیونکہ خداوند تعالیٰ نے مجھ کو برگزیدہ کیا اور پسند کیا تو مجھے اپنے بھائی موسیٰؑ کی دعا یاد آگئی اور میں نے دعا کی کہ خداوند امیرؑ واسطے میرے اہل سے ایک وزیر قرار دے جس طرح جناب موسیٰؑ کے لئے ہارون کو وزیر قرار دیا تھا تو خدا نے مجھے وحی فرمائی کہ علیؑ کو میں نے تمہارا وزیر اور مددگار اور تمہارے بعد تمہارا خلیفہ

و جانشین قرار دیا اسے علی تم امامان ہدایت میں سے ہو اور تمہاری اولاد میں سے بھی تمہاری طرح امام ہیں تو اسے علی تم لوگ ہدایت و تقویٰ کی طرف لوگوں کو کھینچ لانے والے ہو۔ اور تم لوگ وہ درخت ہو جس کی جڑ میں ہوں اور تم لوگ اس کا تنہ اور شاخیں ہو جو شخص اس درخت کو پکڑ لے گا بیشک نجات پائے گا۔ اور جو شخص اس سے روگردانی کرے گا وہ ہلاک ہو گا اور جہنم کے نیچے طبقے میں جائیگا۔ اور تم وہ لوگ ہو جن کی محبت اور مودت خدا نے واجب قرار دی ہے اور تمہاری امامت کا اقرار فرض کیا ہے اور تم وہ جماعت ہو جن کا ذکر اور وصف اپنے بندوں کے لئے خدا نے اپنی کتاب میں کیا ہے اور فرمایا ہے ان الله اصطفى آدم و نوحاً و ال ابراہیم و آل عمران علی العالمین ذریۃ بعضہما من بعض واللہ سمیع علیم۔ تو تم لوگ آدم و نوح و آل ابراہیم و آل عمران میں برگزیدہ خدا ہو اور اسمعیل کے بہترین قبیلہ اور گروہ ہو اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمرت ہو جو خلق کی ہدایت کرنے والی ہے۔

عیاشی نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ان الله اصطفى ادم تا ذریۃ بعضہما من بعض کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ ہم اُسی ذریت سے اور عمرت سے ہیں۔ اور بسند دیگر روایت کی ہے کہ رسول خدا نے فرمایا کہ روح راحت۔ نصرت۔ آسانی اور تو نگری اور خوشنودی اور دشمنوں پر غلبہ اور خدا و رسول کا قرب و محبت اس کے واسطے ہے جو علی کو دوست رکھے اور اُن کی اور ان کے بعد ان کے اوصیا کی پیروی کرے مجھ پر واجب و لازم ہے کہ میں اُن کی شفاعت کروں اور میرے پروردگار پر لازم ہے کہ میری شفاعت ان کے حق میں قبول کرے اس لئے کہ وہ میرے پیرو ہیں اور جو شخص میری پیروی کرتا ہے وہ مجھ سے ہے میرے متعلق ابراہیم کی مثال جاری ہے جیسا کہ ابراہیم نے کہا تھا کہ فَمَنْ يَتَّبِعْنِي فَيَاتَهُ وَفِي (پس سورہ ابراہیم آیت ۱۲) یعنی جس نے میری پیروی کی تو وہ یقیناً مجھ سے ہے کیونکہ ابراہیم مجھ سے ہیں اور میں اُن سے ہوں اور ان کا دین میرا دین ہے اور میرا دین ان کا دین ہے اور ان کی سنت میری سنت ہے اور میری سنت ان کی سنت ہے اور میری فضیلت ان کی فضیلت ہے اور میں ان سے افضل ہوں اور اس بات کی تصدیق

میرے پروردگار عالم کا یہ ارشاد ہے جو اس نے فرمایا ہے ذرا یہ بعضہا من بعض واللہ سمیع علیم۔

ابن بطریق نے کتاب عمدہ میں تفسیر ثعلبی سے ابی وائل سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن مسعود کے مصحف میں ان اللہ اصطفیٰ آدم و نوحًا و آل ابراہیم و آل محمد علی العالمین پڑھا ہے۔

تیسری آیت۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ یعنی حمد خدا عالمین کے لئے ہے اور خدا کی سلامتی اس کے ان بندوں پر جن کو اس نے برگزیدہ کیا ہے۔ علی بن ابراہیم نے کہا کہ برگزیدہ بندے آل محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہیں جو بھی آیت۔ رَبَّنَا اِنِّیْ اَسْکَلْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ رِبًّا آیت سورہ ابراہیم تا آخر آیت۔ یہ اس وقت کا ذکر ہے جب کہ حضرت ابراہیم نے جناب اسمعیلؑ اور ان کی مادر گرامی حضرت ہاجرہؑ کو خدا کے حکم سے مکہ منظر کے نزدیک چھوڑا تھا تو خدا سے دعا کی تھی کہ لے ہمارے پروردگار بیشک میں نے اپنی بعض ذریت اور اولاد کو ساکن کر دیا یَوَادِّ عِبْدِیْ ذُرِّیَّۃَیْ ذٰلِکَ اس وادی میں جہاں کھیتی باڑی نہیں ہوتی اور نہ وہ زمین زراعت کے قابل ہے اس لئے کہ پتھر لی ہے۔ عِنْدَ بَيْتِکَ الْمُحَرَّمِ تِیرے گھر کے نزدیک جو ہمیشہ سے قابل احترام و اکرام ہے رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلٰوةَ اے ہمارے پروردگار تاکہ وہ نماز کو قائم کریں۔ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوٰی اِلَیْہِمْ۔ لہذا کچھ لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف پھیر دے کہ شوق و محبت کے ساتھ ان کی جانب سبقت کریں یا ان کے مشتاق اور دوست ہوں۔ وَ اٰوِیْۤ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوٰی اِلَیْہِمْ۔ ان کو پھلوں کی روزی عطا فرما لَعَلَّہُمْ یَشْكُرُوْنَ تاکہ وہ ان نعمتوں پر تیرا شکر ادا کریں۔

عیاشی اور ابن شہر آشوب نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ہم اس عزت کا بقیہ ہیں۔ اور تفسیر فرات بن ابراہیم میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ افئدۃ من الناس سے ہمارے شیعوں کے دل مراد ہیں جو ہماری محبت میں سبقت کرتے اور متوجہ ہوتے ہیں اور دوسری سند کے ساتھ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ خداوند عالم نے فرمایا

فاجعل افئدة من الناس تهوى اليهمو کی ضمیر ذریت کی جانب راجع ہے کیونکہ الیہ نہیں فرمایا ہے۔ جس سے ضمیر خانہ کعبہ کی طرف ہوتی لہذا تم یہ گمان کرتے ہو کہ خدا نے تم پر پھڑوں کی طرف آنا اور اس پر ہاتھ ملنا واجب کیا ہے اور ہماری طرف متوجہ ہونا اور ہم سے مسائل دریافت کرنا اور ہم اہلبیت سے محبت کرنا واجب نہیں کیا ہے۔ خدا کی قسم تم پر خدا نے ہمارے دین کے سوا کسی اور دین کی پیروی واجب نہیں کی ہے۔

پانچویں آیت :- اِنَّ اَوَّلٰى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاللّٰهُ ذٰلِىُّ الْاَلْوٰمِيْنِ۔ جناب ابراہیم کی جانب منسوب ہونے کی سب سے زیادہ مستحق وہ جماعت ہے جو انکی پیروی کرتی ہے اور یہ پیغمبر اور وہ لوگ جو اس پیغمبر پر ایمان لائے ہیں۔ اور خدا مومنین کا والی اور مددگار ہے۔

کافی میں بسند معتبر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ مراد ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں امہ علیہم السلام اور ان کی پیروی کرنے والے ہیں مجمع البیان میں عمر بن یزید سے روایت کی ہے کہ حضرت صادق علیہم السلام نے فرمایا کہ اے عمر بن یزید تم لوگ آل محمد میں سے ہو عمر بن یزید نے کہا کہ ہم خود؟ امام نے تین مرتبہ فرمایا کہ ہاں خدا کی قسم خود تم لوگ پھر حضرت نے میری جانب نظر کی اور میں نے حضرت کو دیکھا پھر حضرت نے فرمایا اے عمر حق تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے۔ ان اولی الناس

چھٹی آیت :- اَوَّلٰىكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيِّْنَ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ اَدَمَ وَ مِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ وَمِنْ ذُرِّيَّتِكَ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْرٰٓءِيْلَ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا اِذْ اَتٰنَا عَلَيْهِمُ الْاٰيٰتِ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّاجِبًا۔ آیت سورہ مریم جس کا ظاہری ترجمہ یہ ہے کہ وہ ایسی جماعت ہیں جن پر خدا نے انعام فرمایا ہے وہ پیغمبروں میں سے ہیں آدم کی اولاد سے اور اس جماعت سے جن کو ہم نے نوح کی کشتی میں سوار کیا۔ اور ابراہیم و اسرائیل یعنی یقوتہ کی ذریت میں سے اور اس جماعت سے جن کی ہم نے ہدایت کی اور جن کو منتخب کیا یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان کے سامنے خدا کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ روتے ہوئے

پیشہ ہا سورہ آل عمران

سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔

بسنہ معتبر محمد بن العیاش نے حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ لوگوں نے انہی حضرت سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی فرمایا ہم ذریت ابراہیم ہیں ہم وہ ہیں جو نوح کے ساتھ کشتی میں سوار ہوئے اور ہم خدا کے برگزیدہ ہیں اور اس قول خدا من ھدینا و اجتبینا سے خدا کی قسم ہمارے شیعہ مراد ہیں جن کی خدا نے ہماری محبت و مودت کی طرف ہدایت کی ہے اور ان کو ہمارے دین کے لئے اختیار فرمایا ہے تو وہ لوگ ہمارے دین پر زندہ رہتے ہیں اور مرتے ہیں خدا نے ان کی تعریف کی ہے عبادت و خشوع و رقت قلب کے ساتھ جیسا کہ فرمایا ہے۔ اذ اتلى عليهم ايات الرحمن

ساتویں آیت :- وَلَقَدْ اخْتَرْنَا هُوَ عَلَىٰ عِلْمٍ عَلَىٰ الْعَالَمِينَ ﴿۲۵﴾ سورہ دغان آیت ۳۲، یعنی ہم نے ان کو سمجھ کر عالمین پر برگزیدہ کیا ہے

محمد بن العیاش کی تفسیر میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے یعنی ہم نے اماموں کو غیروں پر فضیلت عطا کی ہے

پہلی فصل | محبت و مودت اہلبیت علیہم السلام کے واجب ہونے کے بیان میں اس لئے کہ ان کی محبت اجر رسالت ہے۔ خداوند کریم ارشاد فرماتا ہے۔ وَلَقَدْ ارسلنا من قبلك وجعلنا لهم اذوا جادا ذریۃ اور فرماتا ہے قُلْ لَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى وَمَنْ يَقْرِضْ حَسَنَةً نَّوْذُكُ فِيهَا حُسْنًا اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿۲۵﴾ سورہ شوریٰ آیت ۲۳

۱۔ مؤلف فرماتے ہیں کہ جو تفسیر حضرت نے فرمائی ہے وہ اس پر مبنی ہے کہ مِثْنٌ هَدَيْنَا جملہ متانفہ ہو جیسا کہ مفسرین کی ایک جماعت نے کہا ہے۔ ۱۲۔

۲۔ مؤلف فرماتے ہیں کہ اگرچہ آیت کی ظاہری صنیہ حضرت موسیٰ اور آپ کی قوم کی طرف راجح ہے لیکن چونکہ بنی اسرائیل کا حکم اس امت سے مشابہ ہے اور بنی اسرائیل کی امت میں تھے اور ان کے خلیفہ تھے اس امت میں جناب رسول خدا کے جانشین و خلیفہ امہ اطہار ہیں جو تمام امت سے افضل ہیں۔ لہذا امہ طاہرین ہی مراد ہیں۔ ۱۲۔

شیخ طبرسی نے پہلی آیت کی تفسیر میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ کافروں نے آنحضرتؐ پر بہت سی عورتوں کا خون چڑھ دیا اور کہا کہ اگر یہ پیغمبر ہوتے تو عورتوں سے نکاح کرنے کے بجائے کار رسالت میں مشغول ہوتے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ اور حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت نے اس آیت کو پڑھا اور اپنے سینہ کی طرف اشارہ فرما کر کہا کہ خدا کی قسم ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذریت ہیں۔

اور دوسری آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بارے میں چند اقوال کے ساتھ لوگوں نے اختلاف کیا ہے۔

قول اول :- یہ کہ اے مسلمانوں! تم سے تبلیغ رسالت کی اجرت کچھ نہیں چاہتا لیکن دوستی و محبت اس چیز سے چاہتا ہوں جو قرب الہی کا باعث ہو۔
دوسرا قول :- یہ کہ مراد یہ ہو کہ لیکن مجھ کو اُس قرابت کے سبب سے دوست رکھو جو تم سے رکھتا ہوں۔

تیسرا قول :- یہ کہ میں تم سے کچھ اجر رسالت نہیں چاہتا سوائے اسکے کہ میرے رشتہ داروں کو جو میری محبت میں دوست رکھو اور ان کے حق میں میرے احترام کی حفاظت کرو۔

اس مطلب کے سلسلہ میں علی بن حسینؑ، سعید بن جبیرؑ، عمرو بن شعیبؑ، امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ اور ایک جماعت سے اور شواہد التنزیل میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہیں جن کی محبت کا ہم کو حکم دیا گیا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ وہ علی و فاطمہ و حسن و حسین علیہم السلام ہیں۔

ایضاً ابوامامہؑ یا ہلی سے روایت کی ہے کہ رسول خدا نے فرمایا کہ حضرت عترة نے پیغمبروں کو مختلف درختوں سے خلق فرمایا اور میں اور علیؑ ایک درخت سے مخلوق ہوئے ہیں۔ تو میں اُس درخت کی چڑھوں اور علیؑ شاخیں اور حسنؑ و حسینؑ اسکے پھل اور ہمارے شیعیہ اس کے پتے ہیں۔ تو جو شخص اس کی کسی شاخ کو پکڑ لے گا وہ نجات پائے گا اور جو اُس سے منہ پھیرے گا وہ عذاب الہی میں گرفتار ہوگا۔ اور اگر کوئی

روایت کا ذکر کیا ہے کہ رسول خدا نے فرمایا کہ میں اور علیؑ ایک درخت سے مخلوق ہوئے ہیں۔ تو میں اُس درخت کی چڑھوں اور علیؑ شاخیں اور حسنؑ و حسینؑ اسکے پھل اور ہمارے شیعیہ اس کے پتے ہیں۔ تو جو شخص اس کی کسی شاخ کو پکڑ لے گا وہ نجات پائے گا اور جو اُس سے منہ پھیرے گا وہ عذاب الہی میں گرفتار ہوگا۔ اور اگر کوئی

بندہ صفا و مروہ کے درمیان ہزار سال تک عبادت کرے یہاں تک کہ مشک کی طرح بوسیدہ ہو جائے اور اس کے دل میں ہماری محبت نہ ہو تو خدا اُس کو اوندھے منہ آتش جہنم میں ڈالے گا۔ اس کے بعد اس آیت قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ الخ کی تلاوت فرمائی۔

زادان نے حضرت امیر المومنین سے روایت کی ہے حَاح کی سورتوں میں ایک آیت ہماری مودت کے حکم میں ہے جس کو ہر مومن ہی یاد رکھتا ہے پھر اس آیت کو پڑھا تو شیخ طبری نے کہا کہ ہر حال میں اس مودت کے سلسلہ میں دو قول ہیں۔ اول یہ کہ استثنا منقطع ہے یعنی یہ محبت اسلام کے سبب سے واجب ہے لہذا پیغمبری کی اجرت نہیں ہوگی۔ دوسرا قول یہ کہ استثنا متصل ہے۔ یعنی میں تم سے سوائے مودت کے کسی اجرت کا سوال نہیں کرتا کیونکہ اسی پر راضی ہوں اور اس مودت کا فائدہ تمہیں کو پہونچے گا۔ گویا میں نے تم سے اپنے لئے کسی اجر کی خواہش نہیں کی ہے۔

حمزہ ثمالی نے اپنی تفسیر میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خدا جب مدینہ میں تشریف لائے اور اسلام مستحکم ہو گیا اور انصار نے آپس میں یہ طے کیا کہ ہم سب آنحضرت کی خدمت میں چل کر کہیں کہ آپ کے ذمہ اخراجات زیادہ ہوتے ہیں۔ ہمارے مال آپ کے لئے ماضی میں اپنے تصرف میں جس طرح چاہیں لائیں۔ اس میں آپ کے ذمہ کوئی حساب کتاب نہیں ہے اور نہ آپ کے لئے حرام ہے۔ جب ان لوگوں نے یہ عرض کی تو یہ آیت نازل ہوئی قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَیْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ۔ آنحضرت نے ان لوگوں کو سنایا اور فرمایا کہ تم لوگوں کو چاہئے کہ میرے بعد ان کو دوست رکھنا یعنی دشمنی نہ کرنا آزار نہ پہنچانا اس کے بعد آنحضرت کے پاس سے ان کی اطاعت کا اقرار کرتے ہوئے واپس آئے اس وقت منافقوں نے کہا کہ محمد نے اس آیت کا افترا کیا ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ اپنے بعد اسے قرا بتداروں کا ہم کو فرمانبردار اور ذلیل کر دیں اُس وقت یہ آیت نازل ہوئی اخذتٰی عَلَی اللہ کَذِبًا تو آنحضرت نے ان منافقوں کو بلا بھیجا اور ان کے سامنے یہ آیت پڑھ کر سنائی تو وہ رونے لگے اور اس آیت کا نازل ہونا ان پر گراں گزرا تو یہ آیت نازل ہوئی هُوَ الَّذِی یَقْبَلُ التَّوْبَةَ

عَنْ عِبَادٍ ۴ یعنی وہ خدا وہ ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔ تو حضرت نے یہ آیت بھی اُن کے پاس بھیج دی اور خوشخبری دی اور فرمایا۔ وَيَسْتَجِيبُ الَّذِينَ آمَنُوا یعنی خدا اہل ایمان کی دعائیں قبول فرماتا ہے یا ان کو ثواب عطا فرماتا ہے یا وہ لوگ خدا کی دعوت کو قبول و منظور کرتے ہیں۔ پھر اس کے بعد فرمایا کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو خدا کے حکم کی اطاعت پر پہلے ہی آمادہ ہو گئے۔ وَمَنْ يَتَّقِرْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهُ فِيهَا حُسْنًا یعنی جو شخص اطاعت کرتا ہے ہم اس کی اس طاعت میں نیکی کو اور بڑھا دیتے ہیں یا یہ کہ اُس کے لئے ثواب واجب کر دیتے ہیں یا زیادہ بڑھا دیتے ہیں۔ ابو حمزہ ثمالی نے سدی سے روایت کی ہے کہ اَقْتَرَفَ حَسَنَةً سے مراد آل محمد کی دوستی اور محبت ہے۔

حدیث صحیح میں امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے لوگوں کے سامنے خطبہ پڑھا اور اس میں فرمایا کہ میں اُن اہل بیت میں سے ہوں جن کی مودت خدا نے ہر مسلمان پر واجب کی ہے اور فرمایا ہے قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ وَمَنْ يَتَّقِرْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهُ فِيهَا حُسْنًا۔ اقراف حسنہ ہم اہل بیت کی محبت ہے اور حضرت صادق سے منقول ہے کہ یہ آیت ہم اہل بیت کی شان میں نازل ہوئی ہے کیونکہ ہم اصحاب عبا ہیں۔ یہاں کلام طبرسی تمام ہوا۔

علامہ حلی قدس اللہ سرہ نے کشف الحقائق میں لکھا ہے کہ اہل سنت کی کتاب صحیح بخاری و مسلم و احمد بن حنبل کی مسند اور ثعلبی کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ آپ کے قرابتدار کون لوگ ہیں جن کی محبت خدا نے ہم پر واجب قرار دی ہے فرمایا کہ وہ علیؑ فاطمہؑ اور اُن کے دونوں فرزند ہیں۔ اور مودت کا واجب ہونا ان کی اطاعت واجب ہونے کو لازم قرار دیتا ہے۔ اس روایت کو علامہ بیضاوی نے بھی اپنی تفسیر میں لکھا ہے اور فخر رازی نے جو ان کے بڑے عالموں میں سے ہیں اپنی تفسیر میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ جب مدینہ میں تشریف لائے تو ان پر اخراجات کی زیادتی ہوئی کیونکہ ان کے پاس بہت قبائل عرب آیا کرتے تھے

شأن ان قول کریم مودت

اور اُنکے حقوق دہمانداری کی ادائیگی اُن پر لازم تھی اور آپ کی مالی حالت وسیع نہ تھی انصار نے آپس میں مشورہ کیا کہ خدا نے اس بزرگ کے ذریعہ سے ہماری ہدایت کی اور وہ ہمارے خواہر زادہ بھی ہیں اور تمہارے پاس تمہارے شہر میں آئے ہیں لہذا ان کے واسطے اپنے مالوں میں سے محوڑا متھوڑا جمع کر دو چنانچہ کچھ رقم جمع کر کے آنحضرتؐ کے پاس لائے۔ حضرت نے وہ رقم ان کو واپس کر دی اور قبول نہ فرمائی تو یہ آیت نازل ہوئی قَدْ لَاحَظْنَا اسْلُکَہُ عَلَیْہِ اجْرًا اِلَّا الْمُوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی۔ یعنی میں تمہارے ایمان لانے یعنی تمہاری ہدایت کرنے کے عوض میں تم سے کوئی اجرت نہیں چاہتا مگر یہ کہ میرے رشتہ داروں کو دوست رکھو۔ پھر اپنے قرائنداروں کی مودت پر تحریریں و ترغیب فرمائی۔

پھر صاحب تفسیر کشاف سے نقل کیا ہے کہ آنھوں نے جناب رسول خداؐ سے وایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ جو شخص آل محمدؐ کی محبت پر مرتا ہے وہ شہید مرتا ہے اور جو شخص آل محمدؐ کی محبت پر مرتا ہے وہ توبہ کئے ہوئے مرتا ہے اور جو شخص آل محمدؐ کی محبت پر مرتا ہے وہ ایمان کامل کے ساتھ مرتا ہے اور جو شخص آل محمدؐ کی محبت پر مرتا ہے۔ اس کو ملک الموت جنت کی خوشخبری دیتے ہیں۔ پھر منکر و نکیر اس کو جنت کی بشارت دیتے ہیں۔ جو شخص آل محمدؐ کی محبت پر مرتا ہے اس کو جنت میں اس طرح آراستہ کر کے لے جائیں گے جیسے دو لہن کو اس کو اس کے شوہر کے گھر لے جاتے ہیں اور جو شخص آل محمدؐ کی محبت پر مرتا ہے وہ سنت اور جماعت کی راہ پر مرتا ہے اور جو شخص آل محمدؐ کی بغض و عداوت پر مرتا ہے وہ کافر مرتا ہے جو شخص آل محمدؐ کی عداوت پر مرتا ہے وہ بوئے بہشت بھی نہ سونگھے گا فخر رازی کہتے ہیں کہ یہ ہیں وہ حدیثیں جن کو صاحب کشاف نے روایت کیا ہے اور میں کہتا ہوں کہ آل محمدؐ وہ لوگ ہیں کہ جن کے معاملات آنحضرتؐ کی طرف رجوع ہوتے ہیں اور جن کے امور آنحضرتؐ کی طرف بہت شدت کے ساتھ راجع ہوں چاہئے کہ وہ ان کے آل ہوں اور اس میں شک نہیں کہ علیؑ وفا طمہ و حسن و حسین علیہم السلام کے اور آنحضرتؐ کے درمیان تعلق مضبوط ترین تعلقات ہے اور یہ تو اتر سے معلوم ہے لہذا چاہئے کہ یہی حضرات ان کی آل ہوں۔

لوگوں نے آل کے معنی میں اختلاف کیا ہے بعض کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ کے اعزا

آپؐ کی مودت کے نزاع کا سبب

آل محمدؐ کی محبت پر مرتا ہونا

آل ہیں۔ بعض کہتے ہیں حضرت کی امت ال ہے لہذا اگر اعزاء پر ہم حمل کریں تو وہی آل ہیں اور امت پر حمل کریں۔ جنہوں نے آنحضرت کی دعوت قبول کی تو پھر وہی آل ہیں غرض کہ ہر صورت میں وہی آل ہیں اور ان کے سوا غیروں کے آل ہونے میں اختلاف ہے لہذا یہی بزرگوار ہر صورت میں آل محمد ہیں اور صاحب کشف نے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو لوگوں نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ آپ کے وہ کون سے قرابتدار ہیں۔ جن کی محبت ہم پر واجب ہوئی ہے۔ حضرت نے فرمایا علی و فاطمہ اور ان کے دونوں فرزند لہذا ثابت ہوا کہ یہ چار افراد پیغمبر کے قرابتدار ہیں۔ اور جب یہ ثابت ہو گیا تو واجب ہے کہ وہی حضرات زیادہ سے زیادہ تنظیم کے لئے مخصوص ہوں اور زیادہ تنظیم و تکریم پر ان حضرات کا مخصوص ہونا چند وجوہ کی بنا پر ہے۔

پہلی وجہ قول خداوند عالم *الاولیاء فی القربی* جیسا کہ بیان ہو چکا۔ دوسری وجہ۔ جبکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت رسالت ص جناب فاطمہ کو زیادہ دوست رکھتے تھے اور فرمایا کہ *فَاطِمَةُ بِصُحْبَةِ مَتَّى يُؤْذِنُنِي مَا يُؤْذِنُهَا* یعنی فاطمہ میرا جگر کا ٹکڑا ہے جو اس کو ایذا دیتا ہے وہ مجھ کو ایذا دیتا ہے۔ اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت ص علی و فاطمہ و حسن و حسین علیہم السلام کو بہت دوست رکھتے تھے۔ تو جب یہ امر ثابت ہو گیا تو تمام امت پر مثل اس قول حقیقتاً کے ثابت ہو گیا کہ *فَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَفْلَحُونَ* یعنی رسول ص کی متابعت کرو تا کہ تم فلاح پاؤ اور خدا نے فرمایا ہے کہ *فَلْيَتَّخِذِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ* (پچاسوہ نور آیت ۶۳) یعنی جو لوگ پیغمبر کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو کسی فتنے یا عذاب دروناک سے ڈرنا چاہئے۔ اور خدا نے فرمایا ہے۔ *قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ*۔ اے رسول ان سے کہہ دو کہ اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو تا کہ خدا بھی تم کو دوست رکھے۔ پھر فرمایا ہے *لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ* یعنی تمہارے لئے رسول ص کی ذات گرامی نیک اعمال کا بہترین نمونہ ہے۔

تیسری وجہ۔ آنحضرت ص کی آل کے لئے دعا کرنا مسلمانوں کا بہترین منصب ہے۔

اسی وجہ سے اس دعا کو ہر نماز میں تشہد کا خاتمہ قرار دیا ہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ اور یہ تعظیم سوائے آل کے کسی کے لئے عمل میں نہیں آتی۔ لہذا یہ سب دلالت کرتے ہیں اس پر کہ محبت آل محمد واجب ہے اسی بنا پر شافعی نے چند اشعار نظم کئے ہیں جن میں سے ایک شعر یہ ہے۔

اِنَّ كَانَ رَفَضًا حُبَّ آلِ مُحَمَّدٍ فَلْيَشْهَدْ الثَّقَلَيْنِ اِنِّيْ نَافِضٌ

یعنی اگر آل محمد کی دوستی رفض ہے تو دونوں جہاں گواہ رہیں کہ میں رافضی ہوں فخر رازی کا کلام ختم ہوا۔ اور صاحب تفسیر کشاف نے اس پر مزید جو رازی نے نقل کیا ہے حضرت امیر المومنین سے روایت کی ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے لوگوں کے حسد کرنے کی رسول اللہ سے شکایت کی تو حضرت نے فرمایا کہ یا علی کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ چار افراد میں چوتھے ہو جو بہشت میں داخل ہوں گے میں۔ تم۔ حسن اور حسین علیہم السلام اور ہماری عورتیں ہمارے واسطے اور بائیں اور ہمارے لڑکے عورتوں کے پیچھے ہوں گے۔ اور جناب رسالت سے روایت کی ہے کہ اس پر بہشت حرام ہے جو میرے اہلبیت پر ظلم کرے اور مجھ کو میری عزت کے بارے میں اذیت پہنچائے۔ اور جو شخص فرزند ان عبدالمطلب میں سے کسی کے ساتھ نیکی کرے اور وہ اس نیکی کا بدلہ اس کو نہ دے تو میں اس کو اس نیکی کا بدلہ دوں گا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اس آیت قُلْ لَا اَسْئَلُكُمْ مِنْ خَيْرٍ اَفْهَوْ خَيْرٌ لَّكُمْ کی تفسیر میں فرمایا کہ جناب رسول خدا نے اپنی قوم سے سوال کیا کہ میرے قرابتداروں کو دوست رکھو اور ان کو اذیت نہ پہنچانا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ جو کچھ میں نے تم سے طلب کیا ہے اس کا ثواب اور نفع تمہیں کو پہنچے گا

کافی، مناقب شہر آشوب۔ قرب الاسناد اور اختصاص میں بسند ہائے صحیح روایت کی ہے کہ حضرت صادق نے مومن الطاق سے پوچھا کہ تم بصرہ گئے ہو عرض کی ہاں پوچھا لوگوں کی شیعیت کی طرف رغبت و سرعت اور ان کا دین حق کی جانب مائل ہونا تم نے کیسا پایا۔ عرض کی خدا کی قسم بہت

کم اہل بصرہ میں سے بعض نے اس طرف توجہ کی لیکن بہت تھوڑے۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ جوانوں کی رغبت جس طرف بوڑھوں سے زیادہ ہو اسی لحاظ سے ان کی اصلاح تم کو کرنا چاہئے۔ پھر حضرتؑ نے پوچھا کہ اہل بصرہ اس آیت قل لا استلکم علیہ اجرا الا المودة فی القربی کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔ عرض کی میں آپ پر فدا ہوں کہتے ہیں کہ یہ آیت رسولؐ کے قریبداروں اور ان کے اہلبیت کے بارے میں نازل ہوئی ہے حضرتؑ نے فرمایا کہ یہ آیت صرف ہم اہلبیت کے حق میں نازل ہوئی ہے اور وہ علیؑ وفاطمہؑ اور حسنؑ وحسینؑ ہیں۔ جو اصحاب کسا ہیں۔

قرب الاسناد امور اختصاص میں بسند ہائے معتبر حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جب آیہ مودت مذکور نازل ہوئی تو آنحضرتؑ اصحاب کے درمیان کھڑے ہوئے اور فرمایا ایہا الناس حق تعالیٰ نے تمہارے اوپر میرے لئے ایک فرض عائد کیا ہے کیا تم اسے ادا کرو گے۔ یہ سُنکر ان میں سے کسی نے کوئی جواب نہیں دیا تو حضرتؑ واپس چلے آئے۔ دوسرے روز پھر آئے اور اُسی طرح کھڑے ہو کر فرمایا کسی نے کچھ جواب نہ دیا۔ تیسرے روز بھی اسی طرح کہا لیکن کوئی جواب نہ ملا تو حضرتؑ نے فرمایا کہ وہ فرض سونے چاندی اور کھانے پینے کی قسم سے کوئی چیز نہیں ہے تب اصحاب نے کہا اچھا فرمائیے وہ کیا ہے۔ تو حضرتؑ نے فرمایا کہ خدا نے یہ آیت نازل فرمائی ہے تب ان لوگوں نے کہا کہ اگر ایسا ہے تو ہم قبول کرتے ہیں اور آپ کے اہلبیت کی مودت اپنے اوپر واجب قرار دیتے ہیں یہ بیان کر کے حضرتؑ نے فرمایا خدا کی قسم اس عہد پر وفا نہیں کی مگر صرف سات اشخاص نے اور وہ سلمانؓ۔ ابوذرؓ۔ عمارؓ۔ مقدادؓ بن الاسودؓ کندی۔ جابرؓ بن عبد اللہ انصاریؓ۔ شبیبؓ آزادؓ کہ وہ رسول خداؐ اور زید بن ارقمؓ ہیں۔

علی ابن ابراہیمؑ نے اپنی تفسیر میں بسند کا صحیح امام محمد باقرؑ سے الا المودة فی القربی کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ یہ آنحضرتؑ کے اہلبیت کے بارے میں ہے امام نے فرمایا کہ جناب رسول خداؐ کی خدمت میں انصار نے آکر کہا کہ ہم نے آپ

کو پناہ دی اور آپ کی مدد کی لہذا ہم سے اپنے اخراجات کے لئے کچھ مال قبول کیجئے۔ تو خدا نے آیہ **لَا اسئلكم عليه اجرا الا المودة فی القربی** نازل کیا یعنی تم سے میں رسالت کا اجر کچھ نہیں چاہتا مگر یہ کہ میرے اہلبیت سے محبت کرو۔ اس کے بعد امام نے فرمایا کیا ایسا نہیں ہے کہ کسی کا کوئی دوست ہوتا ہے اور اس دوست کے دل میں اس کے اہلبیت کی طرف سے عداوت اور کینہ ہوتا ہے تو اس کا دل اس دوست کی طرف سے صاف نہیں ہوتا اسی بنا پر خدا نے چاہا کہ پیغمبر کے دل میں امت کی جانب سے کوئی خدشہ باقی نہ رہے اور ان کے عزیزوں اور اہلبیت کی محبت امت پر واجب قرار دی۔ اگر وہ قبول کریں تو امر واجب کو قبول کیا اور اگر ترک کریں تو امر واجب کو ترک کیا۔ الغرض جب سرور کائنات نے اپنے اصحاب کے سامنے آیت کی تلاوت کی اور وہ لوگ حضرت کے پاس سے اٹھ کر باہر گئے تو ان میں سے بعض نے کہا کہ ہم نے اپنے مال کی پیش کش کی تو کہتے گئے کہ میرے بعد تم میرے اہلبیت کی دوستی و محبت قائم رکھنا جنہوں نے کہا کہ یہ بات پیغمبر نے اپنی طرف سے کہی ہے اور حضرت کی بات سے انکار کیا یعنی مودت اہلبیت کو نہیں مانا۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی **أَمْ يَكْفُرُونَ أَفَتَذَرِي عَلَى اللَّهِ كَيْدًا بَاطِلًا** سورہ شوریٰ آیت ۲۴ یعنی کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ رسولؐ نے خدا پر افترا کیا ہے اس کے بعد خدا نے فرمایا **فَإِنَّ يَسَاءَ مَا يَحْكُمُ عَلَى قَلْبِكَ** یعنی اگر اسے رسولؐ تم خدا پر افترا کرو تو وہم تمہارے دل پر مہر لگا دیں تاکہ تم افترا نہ کر سکو۔ **وَيَبْخُ اللَّهُ الْبَاطِلَ** یعنی خدا باطل کو مٹا دیتا ہے **وَيُحَقِّقُ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ** (پ سورہ انفصاف آیت ۱۹) یعنی اپنے کلمات سے حق کو ثابت کرتا ہے۔ یعنی ائمہ اور قائم آل محمد علیہم السلام کے ذریعہ سے۔ **وَيَسْتَجِيبُ الَّذِينَ آمَنُوا** (پ سورہ شوریٰ آیت ۲۶) حضرت نے فرمایا کہ جن لوگوں نے تصدیق کی اور کہا کہ رسولؐ کا قول خدا کا قول ہے **وَمَنْ يَفْقَرَفْ حَسَنَةً** فرمایا کہ حسنہ ائمہ اہلبیت کا اقرار ہے اور ان کے ساتھ احسان کرنا اور صلہ رحم کرنا۔ **نَزَّلَ اللَّهُ فِيهَا حُسْنًا** یعنی ہم ان کی نیکی میں اور اضافہ کریں گے۔

بصائر میں بسند معتبر امام محمد باقر علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ خدا کی قسم بندوں پر خدا کی جانب سے محمد صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کے لئے اُن کے اہلبیت کے بارے میں محبت واجب ہے اور برائیت محاسن امام نے فرمایا کہ قربی سے مراد ائمہ معصومین علیہم السلام ہیں جن پر صدقہ حلال نہیں ہے۔

ایضاً۔ روایت کی ہے کہ حضرت صادقؑ نے ابو جعفر سے پوچھا کہ علمائے عامہ جو تمہارے نزدیک رہتے ہیں اس آیت کی تفسیر میں کیا کہتے ہیں اس نے کہا کہ حسن بصری کہتے ہیں کہ اس آیت سے آنحضرتؐ کے تمام اعزائے عرب مراد ہیں حضرت نے فرمایا کہ قریش کی جماعت میں سے جو لوگ ہمارے قریب رہتے ہیں کہتے ہیں کہ اس آیت سے ہم اور تم سب مراد ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ ہم کو یہ بتاؤ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی سخت وقت آتا تھا تو اس سے مقابلہ کے لئے کس کو مخصوص فرماتے تھے وہ وقت جب کہ نصارائے بحران سے باہمی لعنت کا موقع تھا علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کو لیا اور ان کو محل لعن و غداہ میں پیش فرمایا اور جنگ بد میں سب سے پہلے لڑنے کو جنہیں بھیجا وہ علیؑ اور حمزہؑ اور عبیدہ بن حارث تھے تو میٹھا میٹھا تو تم لوگوں کے واسطے اور کڑوے اور تلخی کے لئے ہم کو مخصوص کیا ہے

تفسیر فرات میں امام محمد باقرؑ سے بسند معتبر روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ہم ہیں وہ درخت جس کی جڑ پیغمبر اور تنہ علیؑ ہیں اور اس کی شاخ فاطمہؑ اور اس پھل حسنؑ و حسینؑ ہیں۔ لہذا ہم ہیں درخت پیغمبری خانہ رحمت حکمت کی کنجی۔ معدن علم مقام رسالت فرشتوں کے آنے جانے کی جگہ، خدائی رازوں کے محل اور خدا کی وہ امانت جس کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا گیا اور خدا کے بزرگ حرم اور بیت اللہ عتیق اور ہم کو حاصل ہے لوگوں کی موت اور ان کی بلاؤں کا علم۔ ہم خدا کے قضا و قدر اور پیغمبروں کی وصیتیں ہیں اور ہم ہیں فصل الخطاب یعنی حق کو باطل سے جدا کرنے والے اور ہم جانتے ہیں کہ کون دین اسلام پر پیدا ہوا ہے اور اہل عرب کے نسبوں کو جانتے ہیں۔ بلاشبہ ائمہ عرش خدا کے چاروں طرف ایک نور تھے تو خدا نے ان کو حکم دیا کہ وہ خدا کی تنزیہ کریں (یعنی پاکی بیان کریں) انہوں نے جب تنزیہ کی تو اہل آسمان نے ان کی تسبیح سے تسبیح کی۔ خدا نے جو صافون اور ستھون قرآن میں فرمایا ہے تو یہی لوگ اس سے مراد ہیں جس نے ان

کے عہد کو وفا کیا اس نے خدا کے عہد کو پورا کیا اور جس نے ان کے حق کو پہچانا اس نے خدا کے حق کو پہچانا اور جس نے ان کے حق سے انکار کیا اُس نے خدا کے حق سے انکار کیا۔ یہی لوگ خدا کے امور کے والی اور خدا کی وحی کے خازن اور کتاب خدا کے وارث ہیں۔ یہی لوگ پیغمبر کی عمرت اور رسول خدا کے اہلبیت ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن سے فرشتے اُڑنے میں انس حاصل کرتے ہیں اور یہی وہ بزرگوار ہیں جن کو جبریلؑ نے حکم خدا سے غزادی ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جو خدا کا آباد گھر ہیں اور جن کو خدا نے اپنے شرف سے گرامی قرار دیا ہے اور انہی کو اپنی کرامت سے مشرف فرمایا ہے۔ اور اپنی ہدایت سے عزیز قرار دیا ہے اور ان کو اپنی وحی کے ذریعہ سے قائم رکھا ہے اور ان کو ہدایت کرنے والے پیشوا اور فتنوں کی تاریکی کا نور بنایا ہے۔ اور اپنے دین کے لئے مخصوص کیا ہے اور اپنے علم میں دوسروں پر فضیلت بخشی ہے اور وہ کچھ عطا فرمایا ہے جو مخلوقات میں سے کسی کو عطا نہیں فرمایا اور ان کو اپنے دین کا ستودہ (تعریف کیا ہوا) قرار دیا اور ان کو اپنے پوشیدہ راز سپرد کئے ہیں۔ اور ان کو اپنی وحی کے منبروں پر بٹھایا ہے۔ اور اپنی مخلوق پر گواہ قرار دیا ہے۔ اور ان کو برگزیدہ کیا ہے اور ان کو مخصوص کیا ہے اور ان کو زیادتی عطا کی ہے اور ان کو پسند کیا ہے اور ان کو شہروں کے لئے نور بنایا ہے اور بندوں کے لئے ستون قرار دیا اور اپنی بڑی نشانیاں اور اہل نجات اور اپنا مقرب بنایا ہے۔ یہی خدا کے بڑے برگزیدہ اور حق و انصاف کے ساتھ حکم کرنے والے قاضی ہیں اور راستہ دکھانے والے ستارے ہیں یہی صراط مستقیم ہیں اور وہ راہ ہیں جو سب سے زیادہ درست ہے۔ جو شخص ان کی راہ سے پھر جائے تو گویا وہ دین سے بھل گیا اور جو ان سے پیچھے رہ گیا وہ باطل ہے اور جو ان کے طریقہ پر گامزن ہوتا ہے وہ ان سے مل جاتا ہے۔ یہی لوگ مومنوں کے دلوں میں خدا کا نور ہیں اور تشنہ کاموں کے لئے دریا ہیں اور اس کے لئے پناہ ہیں جو ان سے ملتی ہو اور اماں کا دروازہ ہیں اس کے لئے جو ان سے متمسک ہو اور لوگوں کو رضائے خدا کے لئے خدا کی جانب دعوت دیتے ہیں اور خدا کے مطیع و فرمانبردار رہتے ہیں اور خدا کے حکم پر عمل کرتے ہیں اور خدا کے بیان کے ساتھ حکم کرتے ہیں۔ انہی میں خدا نے اپنے پیغمبر کو مبعوث فرمایا اور

ان پر ملائکہ نازل ہوئے ہیں اور انہی پر خدا کی جانب سے سکینہ نازل ہوا اور ان کی طرف جبریل بھیجے گئے ہیں۔ یہ خدا کا انعام ہے ان پر کہ ان کو دوسروں پر ان نعمتوں سے مخصوص فرمایا ہے اور ان پر انہیں فضیلت بخشی ہے اور ان کو تقویٰ دیا ہے اور حکمت کے ساتھ قوت دی ہے۔ وہی لوگ ہیں طیب و طاہر فروغ اور پاک و پاکیزہ اصول اور علم کے خزانہ دار اور علم کے جاننے والے اور پرہیزگار اور عقل اور فہم اور روشنی۔ یہی نبی و انبیاء کے وارث اور بقیہ اوصیاء ہیں۔ انہی میں سے طیب و طاہر اور برگزیدہ و ائمتہ محمد مصطفیٰ جیسے رسول ہیں اور انہی میں سے شیر بیشہ شجاعت حمزہ بن عبدالمطلب ہیں۔ انہی میں سے عباس عم رسول ہیں انہی میں سے جعفر طیار ہیں جن کو خدا نے دو پر عطا فرمائے ہیں اور جنہوں نے دو قبلہ کی طرف نماز پڑھی اور حبشہ اور مدینہ کی طرف دو ہجرتوں سے اور دو بیعتوں سے مشرف ہوئے انہی میں سے ہیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوست اور ان کے بھائی اور ان کے بعد و لیلوں اور تاویلوں اور محکم تفسیر اور تبلیغ کرنے والے مومنوں کے امیر اور ولی ان کے امر کے والی رسول خدا کے وصی علی بن ابی طالب علیہ السلام۔ یہ لوگ ہیں جن کی محبت اور ولایت خدا نے ہر مسلمان مرد و عورت پر واجب اور فرض قرار دی اس آیت محکم قل لا اسئلكم علیہ اجوراً ایس۔ حضرت نے فرمایا کہ اعتراف حسنہ سے ہم اہلبیت کی محبت مراد ہے۔

ایضاً حضرت امیر المومنین سے روایت کی ہے کہ جب جبریل اس آیت کو لائے تو کہا کہ ہر دین کی ایک اصل ایک ستون اور ایک فروغ اور ایک بنیاد ہوتی ہے اور اس دین کا ستون لا اِلهَ اِلَّا اللهُ کا اقرار ہے اور اصل و فروغ آپ کی اور آپ کے اہلبیت کی محبت ہے اور آپ کی متابعت ہے جو حق کے موافق ہو سہ اور ان آیتوں میں سے جو احادیث معتبرہ کے موافق ہوتی اہلبیت طہارت پر دلالت کرتی ہیں یہ آیت کہ یہ بھی ہے وَ اِذَا الْمَوْءُذَةُ سُئِلَتْ بِآيٍ ذُنُوبٌ قُتِلَتْ دہشتہ سورہ تکویر آیت ۸۷) اگرچہ قرأت مشہور مہموز (ہمزہ کے ساتھ) بروزن مفعول ہے

۱۔ مؤلف فرماتے ہیں کہ مضامین مذکور بہت سی حدیثوں میں ہیں ہم نے اتنے پر ہی اکتفا کیا۔

لیکن اہلبیت کی قرأت میں بفتح واو اور دال مشدد کے ساتھ ہے اور شیخ طبری رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ مؤدہ اس لڑکی کو کہتے ہیں جو زندہ دفن کی جاتی ہے اور زمانہ جاہلیت میں ایسا تھا کہ زن حاملہ کا جب وقت ولادت آتا تو وہ ایک گڑھا کھودتی اور اس کے دھانے پر بیٹھ جاتی۔ اگر لڑکی پیدا ہوتی تو اس گڑھے میں ڈال کر مٹی پاٹ دیتی اور اس کو قبر بنا دیتی اور اگر لڑکا جنتی تو اس کی حفاظت اور پرورش کرتی۔ ترجمہ آیت یہ ہے کہ قیامت میں اس لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ تو کس گناہ پر قتل کی گئی اور اس سوال سے مار ڈالنے والے کی تہمت اور سرزنش مقصود ہے کہ کیوں اس کو قتل کیا تھا۔ بعضوں نے کہا ہے کہ سوال مار ڈالنے والے سے کیا جائیگا۔

حضرت امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام سے روایت ہے کہ وہ حضرت اذا المودة بفتح میم و واو پڑھتے تھے۔ ابن عباس سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔ امام فرماتے ہیں کہ حقیقت یہ ہے کہ صلہ رحم و قرابت داری ہمارے لئے ہے اور یہ کہ قطع رحم کرنے والے سے سوال کیا جائے گا کہ کیوں قطع رحم کیا۔ اور ابن عباس سے بھی روایت کی ہے کہ جو شخص محبت اہلبیت میں قتل کیا گیا ہو گا اس کے بارے میں سوال ہو گا۔

امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول کہ اس سے مراد قرابت رسول ہے اور وہ شخص جو جہاد میں قتل ہوا ہے۔ اور دوسری روایت میں وہ شخص جو ہم اہلبیت کی مودت و ولایت میں مار ڈالا گیا۔ طبری کا کلام ختم ہوا۔

علی بن ابراہیم نے بسند معتبر امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ اس آیت سے مراد وہ ہے جو ہماری مودت میں کشتہ ہوا اور محمد بن العیاش نے اپنی تفسیر میں زید بن علی بن الحسین علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ اس سے مراد خدا کی قسم ہماری محبت ہے اور یہ آیت صرف ہماری شان میں نازل ہوئی ہے اور حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ اس سے مراد وہ ہے جو ہماری محبت میں مارا جائے اور اس کے قاتل سے سوال کیا جائے گا کہ کیوں اس کو مارا۔ اور حضرت امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ اس سے مراد وہ ہے جو ہماری محبت

میں مارا گیا ہے۔ اور دوسری روایت میں فرمایا کہ اس سے مراد شیعیان آل محمد ہیں ان سے سوال کیا جائے گا کہ کس گناہ پر قتل ہوئے۔

بمسند معتبرا بنی حضرت سے منقول ہے کہ مراد اس سے ہماری مودت ہے اور یہ آیت ہماری شان میں نازل ہوئی ہے اور حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ اس سے مراد امام حسین علیہ السلام ہیں۔

تفسیر قرأت میں محمد بن الحنفیہ سے روایت کی ہے کہ مراد ہماری مودت ہے اور حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مسلمانو اس مودت کے بارے میں جو تم پر فضیلت کے طور پر نازل ہوئی ہے تم سے سوال کیا جائے گا کہ ہماری محبت کرنے والوں کو کس گناہ پر تم نے قتل کیا۔ اور حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے آپ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ہماری مودت ہے اور وہ ہمارا ایک حق ہے جو لوگوں پر واجب ہے اور ہماری محبت ہے جو خلق پر واجب ہے اور انھوں نے ہماری محبت کو قتل کر ڈالا۔

فصل ساتویں | والدین - ولد - رسول خداؐ اور آئمہ اطہار کے قرا بتداروں کی تاویل کا بیان۔

۱۔ مؤلف فرماتے ہیں کہ ان احادیث کی بنیاد قرأت دوم کے لحاظ سے ہے اور میری دانست میں چار وجہوں سے اس کی تاویل کی جاسکتی ہے اول یہ کہ ایک مضاف کلام میں مقدر کریں یعنی اہل مودت سے سوال کریں گے کہ کس گناہ پر ان کو قتل کیا۔ دوسرے یہ کہ قتل کی نسبت مودت کے ساتھ مجازی ہو اور مراد اہل مودت کا قتل ہو۔ تیسرے یہ کہ قتل میں ایک مجاز واقع ہوا ہو اور مودت کے ضائع کرنے کو مجاز ا قتل کہا ہو اور مودت کے قتل سے اس کا باطل کرنا اور اس کے حقوق ادا نہ کرنا مراد ہو۔ چوتھے یہ کہ بعض روایتوں کو ہم قرأت مشورہ پر محمول کریں کہ مودت سے مراد وہ نفس ہو جو مٹی میں دفن ہو گیا۔ وہ قطعی مردہ دفن ہو یا زندہ اور یہ اشارہ ہو کہ چونکہ وہ راہ خدا میں مارے گئے ہیں مردہ نہیں بلکہ خدا کے نزدیک زندہ ہیں اور روزی پاتے ہیں جیسا کہ خداوند عالم فرماتا ہے لَا تَحْجِبِينَ الَّذِينَ آمَنُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَعَلَّاهُمْ يَرْجُوا وهدىٰ الله لهم سبیلہم اور یہ وجہ نہایت لطیف ہے۔ ۱۲

خلاق عالم فرماتا ہے **وَالِدَاكَ مَا وَلَدَكَ** (سورہ بلدت آیت ۳) یعنی میں قسم کھا کر کہتا ہوں باپ اور اس کی اولاد کی۔ بعض مفسروں نے کہا ہے کہ والد سے مراد حضرت آدم ہیں اور **وَمَا وَلَدَكَ** سے اُن کے لڑکے ہیں۔ خود وہ نبی ہوں یا ان کے اوصیا۔ بعضوں نے کہا ہے کہ والد سے مراد جناب ابراہیم اور ولہ ان کی اولاد ہے۔ اور بعض کا قول ہے کہ ہر باپ اور اس کی اولاد مراد ہے۔

ابن شہر آشوب نے سلیم ابن قیس سے روایت کی ہے کہ والد رسول خداؐ اور وما ولد سے مراد آپ کے اوصیا اور اولاد ہیں۔ اور تفسیر محمد بن العیاض اور کافی میں بسند ہائے معتبر امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ **وَالِدٌ** حضرت علی علیہ السلام ہیں وما ولد آئمہ معصومین علیہم السلام ہیں۔

ایضاً بسند معتبر حضرت صادق علیہ السلام سے خداوند عالم کے اس ارشاد **وَأَنْتَ جَلُّ جَلَلَةٍ أَلْبَلَدٌ** آیت ۲ سورہ نکوہ کی تفسیر میں روایت ہے کہ **وَالِدٌ** سے مراد جناب رسول اللہؐ اور حضرت علیؑ مراد اور **وَمَا وَلَدَكَ** سے مراد حضرت علیؑ کی اولاد ہیں۔ اور کافی میں بسند معتبر اصبح بن نباتہ سے روایت ہے کہ انھوں نے جناب امیر المومنینؑ سے اس آیت **أَنْ أَشْكُرَ لِي وَلِدًا إِلَيْكَ إِلَى الْمَصِيدِ** (پ سورہ لقن آیت ۱۲) کی تفسیر دریافت کی فرمایا وہ والدین جن کا شکریہ ادا کرنا خدا نے واجب قرار دیا ہے۔

دو پدر ہیں جن سے علم پیدا ہوا ہے اور حکمت ان سے میراث میں ملی ہے۔ اور لوگ ان کی اطاعت پر مامور ہوئے ہیں اس کے بعد خدا نے فرمایا ہے **إِلَى الْمَصِيدِ** یعنی بندوں کی بازگشت۔ میری طرف ہے اور اس تاویل کی دلیل لفظ والدین ہے پھر جناب امیر نے کلام کا رخ اول و دوم کی طرف موڑ کر فرمایا۔ **وَأَنْ جَاهِدَكَ عَلَى أَنْ تَشْكُرَ لِي** یعنی اگر یہ لوگ تم سے مجاہدہ کریں کہ تم شرک اختیار کرو یعنی وصیت میں دوسروں کو اس کے ساتھ شریک کر دے خدا نے تمہیں جس کو وصی بنانے کا حکم دیا ہے یعنی علی ابن ابی طالب کے ساتھ تو اسے رسول تم ان کی بات مت مانو اور ان کا کہنا نہ سنا۔ پھر حضرت نے کلام کو والدین کی طرف پھیر دیا اور فرمایا **وَصَاحِبِ هُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْدُودًا** یعنی ان کی فضیلت سے لوگوں کو آگاہ کر دو اور ان کی اطاعت کا لوگوں کو حکم دو۔ یہ ہے خدا کے اس ارشاد کا مطلب **وَأَتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ** تاویل

مَرْجِعُكُمْ رَبِّ سُوْرہ لقمان آیت ۱۵) یعنی خدا کی طرف پھر حضرت نے فرمایا کہ خدا سے ڈرو اور والدین کی نافرمانی اور مخالفت مت کرو کیونکہ ان کی رضامندی خدا کی رضامندی کا سبب ہے اور ان کا غضب خدا کے غضب کا سبب ہے۔

تفسیر فرات میں حضرت امام جعفر صادقؑ سے خداوند عالم کے اس قول کی تاویل میں روایت کی ہے وَ لَا تُشْرِكُوا بِہِ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا (سورہ النساء آیت ۳۴) (خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور والدین کے ساتھ احسان کرو) حضرت صادقؑ نے فرمایا کہ رسول خدا اور علی بن ابیطالب دو باپ ہیں اور ذی القربیٰ سے مراد حسن و حسین علیہم السلام ہیں۔

تفسیر امام حسن عسکریؑ میں اس قول حق تعالیٰ کی تفسیر میں مذکور ہے وَ اِذَا اخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَءِیْلَ لَا قُبُوْرٌ عَلَیْہِمْ اِلَّا اللّٰہُ وَ بِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا (سورہ بقرہ آیت ۸۳) یعنی جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور والدین کے ساتھ نیکی کرنا، رسول خداؐ نے فرمایا کہ تمہارے بہترین والدین اور تمہارے شکر و نیکی کے سب سے زیادہ مستحق محمد و علی علیہم السلام ہیں۔

۱۔ مولف فرماتے ہیں کہ مشکل خبروں اور عجیب غریب لڑائیوں سے ہے جس کا خلاصہ یہ ہے جسانی باپ ماں کا حق اس جہت سے ہے کہ دنیا کی فانی اور جلد ختم ہو جانے والی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور ممکن ہے کہ ان کے دنیا کے فانی مال سے کچھ میراث مل جائے جس سے شاید اس فانی زندگی میں کچھ فائدہ حاصل ہو جائے۔ لیکن دوزخانی باپ جو پیغمبر اور امام ہیں اور وہ آخرت کی ابدی اور عانی زندگی کا سبب ہیں اس لئے کہ ایمان و معرفت و عبادت کا سبب ہوتے ہیں جو بہشت کی ابدی نعمتوں کا باعث ہے۔ اور ان کی جو میراث ہے وہ ربانی حکمتیں ہیں جن کا اثر انسان کی ذات کے ساتھ ابد الابد تک رہتا ہے لہذا ان کا حق بہت بلند اور ان کے حق کی رعایت بہت زیادہ لازم ہوگی کیونکہ لفظ فقط والد کا ذکر کوئی ترجیح کا باعث نہیں اس لئے کہ والدین کا اطلاق باپ اور ماں پر غالب طور سے مجازی ہے اس بنا پر لفظ والد کی تاویل میں اس کا اطلاق روحانی باپ پر تجویز ہوا ہے اور ان دونوں کو ایک دوسرے پر ترجیح نہیں ہو سکتی اس وجہ سے کہ معنوی ترجیحیں جن کا ذکر ہوا والد روحانی کی طرف بھی ہیں۔ اور حدیث کے اشکالات کا دفیہ ہم نے کتاب بحار الانوار میں کر دیا ہے۔ ۱۲۔

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے جناب رسول خدا سے سنا کہ میں اور علیؑ اس امت کے دو باپ ہیں اور ان پر ہمارا حق ان کے باپ ماں سے جن سے وہ پیدا ہوئے ہیں بہت زیادہ ہے اس لئے کہ ہم ان کو آتش جہنم سے رہا کریں گے۔ اگر وہ ہماری اطاعت کریں گے اور جنت میں ان کو لے جائیں گے جو مقام قرار ہے اور ہم ان کو خواہشات کی بندگی سے نکال کر بہترین آزادوں سے ملا دیں گے۔ جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ اس امت کے دو باپ محمد و علی علیہم السلام ہیں جو ان کی کجی کو سیدھا کرتے ہیں اور دردناک عذاب سے ان کو نجات دیتے ہیں۔ اگر وہ ان کی اطاعت کریں۔ اور ان پر بہشت کی ابدی نعمتیں مباح کرتے ہیں اگر وہ ان کی موافقت کریں۔ اور جناب حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ محمد و علی علیہما السلام اس امت کے دو باپ ہیں لہذا کیا کہنا ہے اس کا جو ان کے حق کو پہچانے اور ہر حال میں ان کا فرمانبردار رہے۔ خدا اس کو بہترین اہل بہشت قرار دے گا اور اپنی خوشنودی اور نوازشوں سے اس کو سعادت مند کرے گا۔ اور جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ جو اپنے سب سے افضل دو باپ محمد و علیؑ کے حق کو پہچانے اور ان کی اطاعت کرے جیسا کہ اطاعت کا حق ہے تو روز قیامت کہا جائے گا کہ بہشت کی وسعت و نعمتوں میں جس جگہ چاہے ساکن ہو جائے۔ اور امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر اولاد کے باپ ماں کا حق اس پر اس لئے بہت زیادہ ہے کہ اس کے ساتھ انھوں نے نیکی کی ہے تو محمد و علی علیہما السلام کے احسانات اس امت پر ان کے باپ ماں سے بھی زیادہ بلند و برتر ہیں لہذا یہ دونوں حضرات امت کے دو باپ ہونے اور حقوق کی رعایت میں بہت زیادہ مستحق ہیں۔ اور امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص اپنے پروردگار کی قدر و عزت کو جانے تو اس کو چاہئے کہ غور کرے کہ اس کے سب سے افضل دو باپ محمد و علی علیہما السلام کی اس کے نزدیک کیا قدر و منزلت ہونی چاہئے یعنی جس قدر ان حضرات کی اس کے نزدیک قدر و منزلت ہوگی اسی لحاظ سے اس کی قدر و عزت پیش خدا ہوگی۔ اور امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ جو اپنے افضل باپ محمد و علی علیہما السلام کے حق کی رعایت کرے تو اس نے اگر اپنے ماں باپ اور تمام بندوں کے حقوق ضائع کئے ہوں گے تو

محمد و علی علیہم السلام اس امت کے دو باپ ہیں۔

اس کو کچھ نقصان نہ پہونچے گا اس لئے کہ وہ دونوں بزرگوار اس کے باپ ماں اور دیگر بندوں کو روز قیامت اس سے راضی کر لیں گے۔ اور حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا اسی قدر نماز کا ثواب زیادہ ہوتا ہے جس قدر نماز گزار اپنے افضل دو باپ محمد و علیؑ پر صلوات بھیجتا ہے۔ اور حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کیا تم میں سے کوئی اس بات سے کراہت نہیں کرتا کہ اس کے ماں باپ جس سے وہ پیدا ہوا ہے۔ لوگ ان کی اولاد ہونے سے انکار کریں۔ لوگوں نے عرض کی کیوں نہیں؟ خدا کی قسم منور و برا معلوم ہوتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ ایسا شخص کوشش کرتا ہے کہ اس کے دونوں باپ محمد و علیؑ نے جو اس کے باپ ماں سے افضل ہیں لوگ اس کے باپ ہونے سے انکار کریں۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ میں محمد و علی علیہم السلام کو اس قدر دوست رکھتا ہوں کہ اگر میرے اعضا ایک دوسرے سے جدا کر دیں یا ان کو تھپی سے ٹکڑے ٹکڑے کریں تب بھی میں ان کی محبت ترک نہیں کر سکتا۔ حضرت نے فرمایا وہ حضرات تم کو تمہاری محبت کے مطابق جزا دیں گے۔ اور روز قیامت خدا سے تمہارے لئے کراہتوں اور بلند درجوں کی استدعا کریں گے جن کا ایک حصہ تمہاری لاکھ گنا محبت کے درجہ کے مقابلہ میں زیادہ ہوگا۔

حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا جس شخص کے نزدیک اسکے دینی دو باپ محمد و علی علیہ السلام نسبى ماں باپ سے زیادہ محبوب ہوں گے خداوند عالم کے نزدیک اس کی کوئی عزت نہ ہوگی اور امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص اپنے دونوں نبی باپ محمد و علی علیہم السلام کی اطاعت اپنے دونوں نبی باپ کی اطاعت پر ترجیح دیتا ہے خداوند عالم اس سے خطاب کرتا ہے۔ میں نے تجھ کو اختیار کیا۔ اور تیرے دونوں دینی باپ کے روبرو شرف و عزت عطا کی جیسا کہ تو نے اپنے نسبى باپ ماں کے مقابلہ میں ان کی محبت اختیار کر کے اپنے تئیں شرف و عزت دیا ہے۔ پھر امام نے فرمایا کہ قول حق تعالیٰ وَذَوِی الْقُرْبٰی کے مطابق وہ بزرگوار تمہارے دینی اقربا ہیں خدا نے تم کو حکم دیا ہے کہ ان کے حق کو پہچانو جیسا کہ ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا ہے اور اسے اُمت محمد اُسی طرح تم سے عہد لیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابتداروں کو پہچانو جو محمد کے بعد آمد مصوبین ہیں اور جو لوگ دین کے برگزیدہ و گزشتہ میں سے ان کے مرتبہ کے بعد ہیں۔ یعنی شیعہ حضرات!

جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے باپ ماں کے حق کی رعایت کرے خدا بہشت میں اس کو ہزار درجہ کرامت فرمائے گا کہ جس کے دو درجوں کے درمیان تیز دوڑنے والے گھوڑوں کی سو سال کی راہ ہوگی اس میں ایک درجہ چاندی کا دوسرا سونے کا پھر مر و اسید کا پھر زبرجد کا پھر زمرہ کا۔ اور دوسرا مشک کا پھر دوسرا عتبر کا اور دوسرا کافور کا اس طرح ہر درجہ مختلف قسم کا ہوگا اور جو شخص محمد و علی علیہم السلام کے حق کی رعایت کرے گا خداوند عالم اس کے ثوابات اور درجات اتنا ہی زیادہ بلند کرے گا جس قدر اس کے نسی باپ ماں پر محمد و علی علیہم السلام کو فضیلت حاصل ہے۔

جناب فاطمہ زہرا صلوٰۃ اللہ علیہا نے بعض عورتوں سے فرمایا کہ اپنے نسی باپ ماں کی ناراضی و غضب زائل کرنے کے لئے اپنے دو دینی باپ محمد و علی علیہم السلام کو راضی کرو۔ لیکن ان دونوں دینی باپ کو ناراض کر کے اپنے نسی والدین کو رضامند مت کرو کیونکہ اگر تمہارے نسی والدین تم پر غضبناک ہونگے تو ان کو تمہارے دینی دونوں باپ جو ص ہزار میں سے ایک جزو کے ثواب کے جو ایک ساعت کی ان کی اطاعت میں تم کو حاصل ہوں گے تم سے راضی کر لیں گے اور اگر تمہارے دینی دونوں باپ تم پر غضبناک ہونگے تو تمہارے نسی والدین ان کو راضی کرنے پر قادر نہیں ہو سکتے کیونکہ تمام دنیا کی عبادتوں کے ثواب ان کے غضب کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

جناب امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں تم پر اپنے دونوں پدر دینی محمد و علی علیہم السلام کے قزاق تیاروں کے ساتھ نیکی و احسان کرنا لازم ہے ہر چند اپنے نسی والدین کے قزاق تیاروں کے حقوق ضائع کرنا پڑیں۔ اپنے دونوں نسی باپ ماں کے عزیزوں کے حقوق کی ادائیگی کے سبب ہرگز اپنے دینی دونوں پدر کے عزیزوں کے حقوق ضائع مت کرو کیونکہ اس جماعت کا تمہارا شکر ادا کرنا یعنی تمہارے دینی دونوں پدر کے عزیزوں کا بہ نسبت تمہارے نسی باپ ماں کے عزیزوں کے شکر ادا کرنے کے زیادہ فائدہ مند ہے۔ کیونکہ جب وہ محمد و علیؑ کے سامنے تمہارا شکریہ ادا کریں گے تو ان دونوں بزرگوں کی ذرا سی شفقت تمہارے تمام گناہوں کے زائل ہونے کا باعث ہوگی اگر تمہارے گناہ زمین سے عرش تک بھرے ہوئے ہونگے۔

اور اگر محمد و علیؑ کے سامنے تمہارے نبی باپ ماں کے قرابتدار تمہارے شکر گزار ہوں جبکہ تم نے اپنے دینی دونوں پدر کے قرابتداروں کے حقوق ضائع کئے ہونگے تو ان کا یہ شکر کرنا تمہارے لئے کچھ مفید نہ ہوگا۔

امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ دو پدر دینی محمد و علی علیہم السلام کے قرابتداروں کے حقوق ہم پر بہ نسبت نبی والدین کے قرابتداروں کے حقوق کی ادائیگی کے زیادہ سزاوار ہیں۔ کیونکہ ہمارے دینی پدر ہمارے نبی باپ ماں کو ہم سے راضی کر لیں گے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ جس شخص کے نزدیک اُس کے دینی دو پدر محمد و علی علیہم السلام کے نبی باپ کے بہ نسبت بہت زیادہ عزت و منزلت والے ہوں اور ان بزرگواروں کے قرابتدار اُن کے نبی مادر و پدر کے قرابتداروں سے زیادہ گرامی ہوں تو حق تعالیٰ اس سے خطاب فرماتا ہے کہ سب سے افضل حضرات کو فضیلت دینے اور ان لوگوں کو اختیار کرنے کے سبب جو سب سے ادنیٰ و بلند ہیں میں بہشت میں جو بیشکی کا گھر ہے تجھ کو اپنے دوستوں کا ندیم و مصاحب قرار دوں گا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جس شخص سے ممکن نہ ہو کہ دینی و نبی دونوں طرح کے والدین کے قرابتداروں کے حق کی رعایت کر سکے لہذا اس کو مناسب ہے کہ اپنے دینی دونوں پدر کے قرابتداروں کے حقوق کی رعایت کو اپنے نبی والدین کے عزیزوں کے حقوق پر مقدم کرے تو اس سے خداوند بزرگ و برتر روز قیامت فرمائے گا کہ چونکہ تو نے اپنے دینی دونوں پدر کے قرابتداروں کو اپنے نبی رشتہ داروں پر مقدم کیا۔ لہذا اے میرے فرشتہ تو تم بھی اس کو میری بہشت میں پہنچانے میں مقدم کرو۔ اس وقت وہ اس کے لئے جو کچھ بہشت میں نعمتیں جتیا ہوں گی ان میں ہزار ہزار گنا اضافہ کر دیں گے۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر کسی کے سامنے دو چیزیں پیش کی جائیں جن میں سے ہر ایک کی قیمت ہزار درہم ہو اور اس کے پاس صرف ہزار درہم ہوں اور وہ پوچھے کہ ان دونوں چیزوں میں سے کون ایک میرے لئے زیادہ فائدہ مند ہے اور اس سے ایک کے متعلق کہا جائے کہ یہ بہ نسبت دوسرے کے ہزار گونہ درج

رساں اور تکلیف دہ ہے کیا ایسا نہیں ہے کہ اس کی عقل اس شے کو اختیار کرے گی جو بہتر ہوگی۔ حاضریں مجلس نے کہا کیوں نہیں ضرور بہتر شے کو اختیار کرے گا۔ تو حضرت نے فرمایا اسی طرح تمہارے دینی دوپدر محمدؐ و علیؑ علیہم السلام کو اختیار کرنا اس کے ثواب کی بہت زیادتی کا سبب ہے پر نسبت اس کے اپنے نسب مادری پدر کو اختیار کرنے کے کیونکہ اس کے ثواب کی فضیلت ویسی ہی زیادہ ہے جیسے اس کے باپ ماں پر محمدؐ و علیؑ علیہم السلام کی فضیلت زیادہ ہے۔

ایک شخص نے امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ کیا میں آپ کو ایسے شخص سے آگاہ کروں جو نہایت نقصان اٹھانے والوں میں ہے حضرت نے پوچھا وہ کون ہے اس نے عرض کی فلاں شخص جس کے پاس دس ہزار اشرفیاں تھیں اس نے ان کے عوض دس ہزار درہم قبول کر لیا۔ حضرت نے فرمایا کہ جو شخص دس ہزار اشرفیوں کو دس ہزار درہم کے عوض بیچتا ہے کیا وہ زیادہ خسارہ میں نہیں ہے۔ لوگوں نے عرض کی ضرور ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ کیا میں ایسے شخص سے تم کو آگاہ نہ کر دوں جو اس سے زیادہ نقصان اٹھانے والا ہے اور جس کی حسرت و افسوس اس سے زیادہ ہے کہ اگر سونے کے ہزار پہاڑ رکھتا ہو اور وہ ہزار کھوٹی چاندی کے دانوں کے عوض فروخت کر دے اس پہلے شخص کی بد قسمتی اس شخص سے زیادہ نہیں ہے۔ لوگوں نے کہا بیشک ایسا ہی ہے تو حضرت نے فرمایا کہ اس سے بھی زیادہ زیاں کار اور افسوس کے قابل وہ شخص ہے جو اپنے نسب باپ ماں کے قرابتداروں کو اپنے دینی دوپدر محمدؐ و علیؑ علیہم السلام کے قرابتداروں کے عوض نیکی و احسان میں اختیار کرتا ہے۔ کیونکہ محمدؐ و علیؑ علیہم السلام کے قرابتداروں کی فضیلت اُس کے نسب باپ ماں کے عزیزوں کی فضیلت سے بھی زیادہ ہے جو ہزار کو ہزار دانہ نقرہ پر ہے۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص اپنے نسب باپ ماں کے قرابتداروں پر اپنے دینی دوپدر محمدؐ و علیؑ کے قرابتداروں کو اختیار کرتا ہے خداوند عالم اس کو تمام خلائق کے سامنے روز قیامت اپنے غلمتہائے کرامت سے سرفراز فرمائے گا تاکہ تمام خلائق اس کو دیکھے اور اس کو لوگوں میں مشہور فرمائے گا۔ اور تمام بندوں پر شرف بخشے گا سوائے اُس کے جو اس فضل میں اُس کے مثل ہو یا اس سے

زیادہ ہو۔

حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا کی عظمت و جلال کو بڑا اور بزرگ سمجھنے کی شرطوں میں ایک شرط یہ ہے کہ تو اپنے دینی و پدر محمد و علی کو اپنے نسبی پدر و مادر پر اختیار کرے اور اس کی بزرگی و جلال کو حقیر سمجھنا اپنے نسبی باپ ماں کو اپنے دینی دونوں پدر محمد و علی کے مقابلہ میں اختیار کرنا ہے

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک شخص کے بال بچے بھوکے ہوئے وہ گھر سے باہر نکلا تاکہ ان کے لئے کچھ کھانے کا انتظام کرے اُس نے ایک درم کمایا اور روٹی و سالن اپنے عیال کے لئے لے کر واپس گھر چلا اُٹھا سائے راہ میں محمد و علی کے قریبداروں میں سے ایک مرد اور ایک عورت سے ملاقات ہوئی جو بہت بھوکے تھے اس نے اپنے دل میں کہا کہ یہ دونوں حضرات میرے عیال سے زیادہ سزاوار و مستحق ہیں اور جو کچھ اس نے خریدا تھا ان کو دیدیا اور حیران تھا کہ اپنے عیال کو کیا جواب دے اسی فکر میں تھا اور کچھ آگے بڑھا تھا کہ اس نے ایک قاصد کو دیکھا جو اسی کو تلاش کر رہا تھا جب لوگوں نے اس کا پتہ بتایا تو اس نے اس کو ایک خط اور پانچ سو اشرفیوں کی تھیلی دی اور کہا کہ یہ تمہارے چچا کا بقیہ مال ہے جو مصر میں فوت ہوا ہے اور اس کے ایک لاکھ درم مکہ و مدینہ کے تاجروں کے ذمہ باقی ہیں اور اس سے زیادہ مالیت کی اس کی زمینیں اور جائیداد مصر میں ہیں۔ اس شخص نے پانچ سو اشرفیاں لے لیں اور اپنے عیال پر صرف کیں رات کو جب سویا تو محمد و علی کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ تو نے دیکھا کہ ہم نے تجھ کو کس طرح غنی کر دیا جبکہ تو نے میرے قریبداروں کو اپنے قریبداروں کے مقابلہ میں اختیار کیا۔ اس کے بعد اُن مکہ و مدینہ کے رہنے والوں میں سے ہر ایک نے جن کے ذمہ اس فوت شدہ شخص کے ایک لاکھ درہم باقی تھے خواب میں محمد و علی کو دیکھا کہ وہ حضرات فرماتے ہیں کہ اگر تم نے فلاں شخص کے چچا کی میراث میں سے جو تمہارے اوپر واجب الادا ہیں اس کو صبح کے وقت ادا نہیں کیا تو ہم تم کو ہلاک کر دیں گے اور تم کو برباد کر دیں گے اور تمہارے تمام مال و اسباب نازل کر دیں گے اور تمہاری شان و شوکت مٹا دیں گے صبح ہوتے ہی ان میں سے ہر ایک شخص نے جس کے ذمہ اس کے چچا کی رقمیں

باقی تھیں اُس شخص کو لاکھ ادا کر دیں یہاں تک کہ اُس کے پاس ایک لاکھ درم جمع ہو گئے اور مصر میں جس کے پاس اُس متوفی کا مال باقی تھا اُن میں سے ہر ایک کو محمد و علی علیہم السلام نے خواب میں سختی کے ساتھ حکم دیا کہ جلد سے جلد اس شخص کے میراث کا مال اس کے پاس پہنچا دو۔ پھر اسی شخص کو خواب میں آکر خوشخبری دی کہ تو نے دیکھا خدا کی قدرت کو کہ ہم نے مصر میں ہر شخص کو حکم دے دیا ہے کہ وہ جلد سے جلد تیرے چچا کا سارا مال جو ان کے ذمہ باقی ہے تیرے پاس پہنچا دیں۔ اور کیا تو یہ بھی چاہتا ہے کہ حاکم مصر کو ہم حکم دیں کہ تیرے چچا کی اہلاک و زمین فروخت کر کے تیرے پاس بھیج دے تاکہ اُس کے عوض میں تو مدینہ میں اہلاک خرید لے اُس نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ اور یا امیر المومنین! پھر حاکم مصر کو اُن حضرات نے خواب میں حکم دیا تو اُسے ملکی تمام جائیداد اور زمینیں تین لاکھ درم کے عوض فروخت کر کے ساری قیمت اس شخص کے پاس مدینہ میں بھیج دی اور وہ مدینہ کے تمام مالداروں میں سب سے زیادہ مالدار ہو گیا۔ پھر جناب رسالت نے خواب میں اس سے فرمایا کہ اے بندہ خدا چونکہ تو نے اپنے قربتداروں پر میرے قربتداروں کو ترجیح دی اس لئے دُنیا میں تیرے لئے اس کا عوض یہ تھا جو تجھے عطا فرمایا اور آخرت میں ہر دانے کے بدلے جو تو نے میرے قربتداروں کو دیا تھا ہزار ہزار قصر تجھ کو عطا کروں گا جس میں سب سے چھوٹا قصر اس تمام دُنیا سے بہت بڑا ہو گا۔ اور اسی کی ہر سوتلی (یعنی ہر چھوٹی سے چھوٹی چیز) دینا اور کچھ دُنیا میں ہے۔ سب سے بہتر ہے۔

ایضاً حضرت امام حسن عسکری نے سورہ رحمن کی تفسیر میں فرمایا کہ رحمن مشتق ہے رحمت سے بعض نسخوں میں ہے کہ رحم ہے مشتق ہے اور حضرت امیر المومنین نے فرمایا کہ جناب رسول خدا سے میں نے سنا کہ آپ نے فرمایا کہ خداوند عالم فرماتا ہے کہ میں ہوں رحمن اور اپنے لئے ایک نام اپنے ناموں میں سے اشتقاق کیا اور اس کا نام رحم رکھا جو شخص میرے رحم سے وصل کرتا ہے میں اس کو اپنی رحمت سے وصل کرتا ہوں اور جو شخص میرے رحم کو قطع کرتا ہے میں اس سے اپنی رحمت منقطع کر دیتا ہوں اس کے بعد امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے ایک صحابی سے پوچھا کہ تم جانتے ہو کہ یہ کون سا رحم ہے۔ اس نے جواب دیا کہ حق تعالیٰ نے ہر قوم کو ترغیب دی ہے کہ اپنے عزیزوں کے ساتھ صلہ رحم کریں حضرت نے فرمایا کیا ترغیب دی ہے کہ اپنے کافر عزیزوں کے ساتھ صلہ رحم کریں اور اس کی تنظیم کریں جس نے اس دینی خدا کو حقیر سمجھا ہے کہا نہیں لیکن ان کو اپنے مومن عزیزوں کے ساتھ صلہ رحم کی ترغیب دی ہے حضرت نے فرمایا کیا صلہ رحم ان پر واجب قرار دیا ہے۔ اس نے کہا کہ ان کا نسب ان کے باپ ماں سے متصل ہونا

ہے کہا ہاں اے رسول خدا کے بھائی حضرت نے فرمایا تو معلوم ہوا کہ صلہ رحمی میں مادر و پدر کے حقوق کی رعایت کرتے ہیں اس نے کہا ہاں اے برادر رسول خدا۔ امیر المومنین نے فرمایا کہ اُن کے باپ ماں نے دُنیا میں دُنیا کی تکلیفوں اور برائیوں سے ان کی حفاظت کی ہے اور یہ چند نعمتیں ہیں زائل ہونے والی اور چند تکلیفیں ختم ہو جانے والی اور جناب رسول خدا ہمیشہ کی نعمتوں کی جانب لے جا رہے ہیں جو کبھی ختم نہ ہوں گی تو ان دونوں میں کون سی نعمت عظیم تر ہے اس نے کہا رسول صلعم کی نعمت بہت بڑی اور عظیم تر ہے تو حضرت نے فرمایا کہ کیونکہ جائز ہے کہ آنحضرت اس کے حق کے ادا کرنے کی ترغیب دیں جس کے حق کو خدا نے حقیر شمار کیا ہو اور ترغیب نہ دیں اس کے حق کے ادا کرنے کی جس کے حق کو خدا نے بزرگ اور برتر قرار دیا ہے اس نے کہا یہ تو جائز نہیں ہے تب حضرت نے فرمایا کہ حق رسول خدا عظیم تر ہے باپ ماں کے حق سے اور ان کے قربانداروں کا حق رحم عظیم تر ہے باپ ماں کے حق سے لہذا رسول خدا کا رحم زیادہ بلند ہے ادا کرنے کے لئے اور بہت سخت ہے قطع کرنے میں لہذا عذاب اور کُل عذاب اُس شخص کے لئے ہے جو اس کو قطع کرے اور جہنم اور عظیم عذاب ہے اُس کے لئے جو اس کی حرمت کی تنظیم قطع کرے شاید تم کو نہیں معلوم کہ جناب رسول خدا کی حرمت خدا کی حرمت ہے اور خدا کا حق عظیم تر ہے اس کے علاوہ تمام منعموں سے کیونکہ ہر منعم جو اُس کا غیر ہے نعمت نہیں دیتا مگر اُسی کی توفیق سے اور خداوند عالم نے جناب موسیٰ علیہ السلام سے خطاب فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ تم پر میری رحمت کس قدر ہے جناب موسیٰ نے عرض کی کہ تیری رحمت مجھ پر میری ماں کی رحمت کی طرح ہے حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ تمہاری ماں نے تم پر رحم نہیں کیا ہے مگر میری رحمت کی زیادتی کے سبب سے کیونکہ میں نے اس کو تم پر مہربان کیا تھا اور میں نے اس کو ایسا بنایا تھا کہ وہ اپنی میٹھی نیند تم پر قربان کرتی تھی تاکہ تمہاری پرورش ہو۔ اگر میں ایسا نہ کرتا تو وہ اور دوسرے لوگ تمہارے لئے یکساں ہوتے۔ اے موسیٰ کیا تم جانتے ہو کہ میرا کوئی بندہ اس قدر گناہ کئے ہوتا ہے جو تمام آسمانوں کے کناروں تک کو گھیر لیتا ہے اور میں اس کے گناہ بخش دیتا ہوں اور پروا نہیں کرتا مگر میں نے عرض کی پالنے والے تو کیوں پروا نہیں کرتا ارشاد ہوا کہ ایک نیک عادت

کے سبب سے جس کو میں دوست رکھتا ہوں اور وہ خصلت وہ ہے کہ وہ اپنے برادران مومن کو دوست رکھتا ہے اور ان کے حالات کو معلوم رکھتا ہے اور ان کو اپنے ذات کے برابر قرار دیتا ہے اور اُن سے غرور نہیں کرتا جب وہ ایسا کرتا ہے تو میں اس کے گناہوں کو بخش دیتا ہوں اور پرواہ نہیں کرتا اے موسیٰ فخر کن نہ نامیری چادر ہے اور (دوسروں کا) غرور کرتا میرے آزار کا سبب ہے اور جو شخص ان دونوں صفتوں میں مجھ سے مقابلہ کرتا ہے اس کو میں اپنے آتش غضب سے معذب کرتا ہوں۔ اے موسیٰ منجملہ میری تعظیم کے یہ ہے کہ میں نے دنیا نے فانی کی دولت اس کو دی ہے تو وہ میرے بندہ مومن کو عزیز رکھے تاکہ اس کا ہاتھ دنیا کے مالوں سے کوتاہ ہے اور اگر وہ اس مومن سے بکر کرتا ہے تو گویا اس نے میری عظمت و جلالت کو سبک قرار دیا اس کے بعد امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ رحم جس کو خدا نے رحم سے شتق کیا ہے وہ رحم محمد ہے اور خدا کی عظمت کا جاننا محمد کی عظمت کا جانتا ہے اور محمد کو عظیم جاننا آپ کے رشتہ داروں اور عزیزوں کو عظیم جاننے سے ہے بیشک ہمارے شیعوں میں سے ہر مرد مومن اور زن مومنہ محمد کے رحم میں سے ہے اور ان کی تعظیم محمد کی تعظیم ہے لہذا اس پر افسوس ہے جو رحم محمد کی کچھ بھی تنک کرے اور خوشحال اس کا جو حرم محمد کو عزیز رکھے اور آپ کے قربتداروں کے ساتھ صلہ رحم کرے۔

کافی اور تمام کتابوں میں بہت سی حدیثوں میں خداوند کریم کے اس ارشاد وَاَعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَإِنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ۔ (پہلے سورہ انفال آیت ۱۴) کی تفسیر میں منقول ہے کہ ذی القربی سے مراد ائمہ معصومین ہیں کہ مال خمس کا نصف امام وقت کا حصہ ہے اور نصف سادات کے یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کا حق ہے۔

ایضاً بہت سی حدیثوں میں آیت انفال مَا آفَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ قُلُوبِہِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالسَّائِلِينَ وَابْنِ السَّبِيلِ (پہلے سورہ الحشر آیت ۶) کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ ذی القربی سے مراد ائمہ معصومین ہیں۔
ایضاً اخبار کثیر میں وَأُولُوا الْأَرْحَامِ حَامِرُ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ (پہلے

سورہ الاحزاب آیت ۶۱ اور الارحام اور اعز ان میں سے بعض کتاب خدا میں بعض سے زیادہ مستحق ہیں۔ کے بارے میں روایت ہے کہ یہ آیت حضرت امام حسینؑ کے فرزندوں کی شان میں نازل ہوئی ہے اور ان کی امامت و امارت و خلافت کے بارے میں ہے کہ یہ عہدہ فرزند کو پہنچتا ہے بھائی یا چچا کو نہیں پہنچتا اور بعض روایتوں میں وارد ہوا ہے کہ اس سے یہ مراد ہے کہ پیغمبر کے قریب تاراج اور اعز دوسروں کی بہ نسبت کے زیادہ مقدار ہیں۔

تفسیر علی بن ابراہیم اور عیاشی میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر میں اِنَّ الَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ مَا اَمَرَ اللّٰهُ بِہٖ اَنْ یُّوَصَّلَ یعنی وہ لوگ جو اس چیز کو وصل کرتے ہیں جس کے وصل کرنے کا خدا نے حکم دیا ہے۔ روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا آل محمدؐ کا رحم عرش الہی سے لپٹا ہوا ہے اور کہتا ہے کہ اے خدا وصل کر اس سے جو شخص مجھے وصل کرے اور قطع کر اس سے جو مجھے قطع کرے اور یہ آیت دوسرے قریب تاراجوں میں جاری ہے۔

معانی الاخبار میں روایت کی ہے کہ آل محمدؐ میں سے آمد علیہم السلام کا رحم اور موسیٰ کے رحم بھی قیامت کے روز عرش کو پکڑ کر کہیں گے کہ خداوند اپنی رحمت اس سے وصل کر جس نے ہم کو وصل کیا ہو اور اپنی رحمت کو قطع کر اس شخص سے جس نے ہم کو قطع کیا ہو اس وقت خدا فرمائے گا کہ میں رحمتوں اور تو رحم ہے میں نے تیرا نام اپنے نام سے مشتق کیا ہے جس نے تجھ کو وصل کیا ہو گا میں اپنی رحمت اس سے وصل کروں گا۔ اور جس نے تجھ کو قطع کیا ہو گا میں اپنی رحمت اس سے قطع کروں گا۔ اس سبب سے جناب رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ رحم ایک رشتہ ہے جو خدا اور بندوں کے درمیان قائم ہے اور عیاشی نے اس آیت کی تاویل میں حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ اس آیت میں صلہ رحم داخل ہے اور اس کی انتہائی تاویل ہم اہلبیت کے بارے میں تیرا صلہ و احسان ہے۔

ابن شہر آشوب نے اس آیت وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسْأَلُوْنَ بِہٖ وَالْاَهْلَیَّام کی تفسیر میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ارحام سے مراد قرابت داران پیغمبرؐ ہیں اور ان کے سردار اور بزرگ امیر المؤمنینؑ ہیں خدا نے ان کی

مودت کا حکم فرمایا ہے تو لوگوں نے اس حکم کی مخالفت کی جس پر مامور ہوئے تھے۔ اور تفسیر فرماتا میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ یہ آیت جناب رسول خدا اور ان کے قرابت داروں کی شان میں نازل ہوئی ہے کیونکہ ہر سبب اور نسب قیامت کے دن منقطع ہو جائے گا سوائے اس کے جس کا سبب اور نسب آنحضرت تک پہنچتا ہوتا ہے لہ

عیاشی نے اس آیت اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ رکب سورہ النحل آیت ۹۰ کی تفسیر میں امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ خدا انصاف کا حکم دیتا ہے یعنی غیاب میں افراط و تفریط کے درمیان وسیع اوسط مثل جبر و تفویض کے درمیان امر بین الامرین (اوسط دو محاطات کے وسط میں)۔ اور احسان کا حکم دیتا ہے جس سے مراد عبادات میں غلوں یا بندوں کے ساتھ نیکی اور اپنے قرابت داروں کے ساتھ نیکی یعنی اپنے رشتہ داروں کو وہ چیز دینا جس کی ان کو ضرورت ہو اور بُری باتوں سے منع کرنا ہے یعنی خراہشات نفسانی کی پیروی کی زیادتی سے اور منکر یعنی قوت غضبی کی متابعت میں افراط سے اور بنی سے یعنی خلق خدا پر جبر و تشدد اور غلبہ کرنے سے۔ یہ معنی مفسرین کے ظاہر الفاظ کے مطابق ہیں حضرت نے فرمایا عدل محمدی جنہوں نے عدالت کی بنیاد قائم کی اور احسان علی بن ابی طالب ہیں جنہوں نے شریعتوں اور عبادتوں کو خلافت پر تمام کیا اور فرمایا کہ ایتائے ذی القربی سے ہماری قرابت ہے جس کے ذریعہ سے خدا نے بندوں کو ہماری مودت کا اور ہمارے حقوق ادا کرنے کا حکم دیا ہے اور ان کو فحشا اور منکر اور بغی سے منع کیا ہے یعنی اہلبیت کے ساتھ بغاوت کرنے یعنی ان کے سوا دوسرے کی طرف لوگوں کو رغبت دینے سے منع کیا ہے۔

محمد بن العیاش وغیرہ نے بسند ہائے معتبر روایت کی ہے کہ جبریل رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئے اور عرض کی کہ آپ کے ایک فرزند پیدا ہو گا۔ اس کو اشد قبا آپ کے بعد شہید کریں گے حضرت نے فرمایا مجھے ایسے فرزند کی ضرورت نہیں ہے جبریل نے کہا کہ اس سے ائمہ پیدا ہوں گے اور دوسری روایت کے مطابق حضرت کا جواب سن کر آسمان پر چلے گئے پھر واپس آئے اور کہا کہ آپ کا پروردگار

لہ مؤلف فرماتے ہیں کہ اکثر تاریخوں نے ذاکذا حاتمہ فتمہ (بر کے ساتھ پڑھا ہے اور حمزہ نے ہوسا تاریخوں میں ایک تاریخ ہے والا حکم کر فرمایا ہے ساتھ پڑھا ہے لیکن ان دونوں حدیثوں کی بنا قرات اول پر ہے یعنی رحم قطع کرنے سے پرہیز کرنا

آپ کو سلام کہتا ہے اور آپ کو خوشخبری دیتا ہے کہ اسی کی ذریت میں امامت اور ولایت اور وصیت کو قرار دیا ہے حضرت نے عرض کی میں راضی ہوں۔ اُسکے بعد جناب سالتاب حضرت فاطمہ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ ایک لڑکا تم سے پیدا ہو گا جس کو میری اُمت میرے بعد قتل کرے گی حضرت فاطمہ نے کہا کہ مجھے ایسے فرزند کی ضرورت نہیں ہے۔ حضرت نے تین بار یہ خوشخبری دی اور ہر مرتبہ یہی جواب سنا۔ آخر میں فرمایا کہ ائمہ اور اوصیاء اس سے پیدا ہوں گے تب جناب سیدہ نے کہا میں راضی ہوں۔ اس کے بعد امام حسینؑ سے حاملہ ہوئیں تو خدا نے شریطان سے اس کی حفاظت کی جو ان کے بطن مطہر میں تھا۔ چھ مہینے کے بعد امام حسینؑ پیدا ہوئے اور کسی نے سنا بھی نہیں کہ چھ ماہ کے حمل کا بچہ پیدا ہو کر زندہ رہا ہو سولے امام حسینؑ اور حضرت یحییٰ علیہما السلام کے۔ جب امام حسینؑ پیدا ہوئے تو جناب رسولؐ خدا نے اپنی زبان مبارک ان کے دہن اقدس میں دیدی وہ چوٹنے لگے اور دودھ اور شہد آپ کو اس سے حاصل ہوتا تھا۔ امام حسینؑ نے کسی عورت کا دودھ نہیں پیا۔ آپ کا خون اور گوشت حضرت رسولؐ کے آب دہن سے روئیدہ ہوا اسی کا اشارہ خدا کے اس قول وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُفْرًا وَوَضَعَتْهُ كُفْرًا وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا ﴿۱۵﴾ سورہ الاحقاف آیت ۱۵، یعنی ہم نے انسان کو وصیت کی کہ اپنے باپ ماں کے ساتھ نیکی کرے جس کی ماں نے کراہت کے ساتھ اس کو پیٹ میں رکھا اور کراہت سے جنا اور اس کے حمل سے دودھ بڑھائی تک تیس مہینے گزرے۔ یہ آیت حضرت امام حسینؑ علیہ السلام کے مناسب حال چند وجہوں سے ہے اول یہ کہ حمل اور وضع حمل کراہت کے ساتھ ہونا خبر شہادت کے اعتبار سے انہی حضرت سے مخصوص ہے۔ دوسرے یہ کہ حمل اور دودھ بڑھائی کی مدت کا تیس ماہ ہونا۔ اس لئے کہ دوسری آیت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ دودھ پلانے کی مدت دو سال ہے۔ لہذا یہ امر اشارہ ہے اس طرف کہ آپ کی مدت حمل چھ مہینے تھی اور یہ معلوم ہو چکا ہے کہ اس اُمت میں یہ امر آپ ہی کے لئے مخصوص ہے تیسرے یہ کہ اس کے بعد خداوند عالم فرماتا ہے حَتَّىٰ إِذَا أَشَدُّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً قَالَ رَبِّ أَوْذِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ رَأَيْتَ مَذْكُورَ إِلَّا يَہَاں تک کہ وہ

حد بلوغ کو پہنچا اور چالیس سال کا ہوا تو کہا خداوند مجھ کو الہام کر اور توفیق دے کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ اور میرے باپ ماں کو عطا فرمائی ہیں اور یہ کہ میں ایسا عمل کروں جسے تو پسند کرے۔ اور یہ سب انہی حضرت کے مناسب حال ہے کیونکہ حضرت کی امامت چالیس سال کی عمر میں تھی اور اس کے بعد فرمایا ہے وَأَصْلِحْ ذِي قُرْبَىٰ ذُرِّيَّتِي یعنی میرے لئے میری بعض ذریت کی اصلاح فرما یعنی ان میں سے اور یہ بھی انہی حضرت کے حال کے مطابق ہے کہ دعا اپنی ذریت میں سے اماموں کے لئے کر رہے ہیں۔ لہذا دعا ان میں سے بعض کے لئے کی کیونکہ ایسا نہیں ہو سکتا تھا کہ سب کے سب امام ہوں چنانچہ حضرت صادق فرماتے ہیں کہ اگر أَصْلِحْ ذُرِّيَّتِي فالتوفیق تمام ذریت امام ہوتی۔

اور آیت ذَاتِ الْقُرْبَىٰ حَقُّهُ وَالْيُسْكِينِ رُحْلُ سُوْرہ بنی اسرائیل آیت ۲۶ کی تفسیر میں عامہ و خاصہ کے طریقہ سے بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں کہ ذَاتِ الْقُرْبَىٰ سے مراد جناب فاطمہؑ ہیں اور حق سے مراد فدک ہے اور اس آیت کے نازل ہونے کے بعد جناب رسول خداؐ نے فاطمہؑ کو طلب فرمایا اور فدک اُن کے حوالے کر دیا اور ان حدیثوں میں سے ہر ایک کے ذکر کے دوسرے مقامات ہیں جو انشاء اللہ اپنے اپنے مقامات پر بیان کی جائیں گی۔

اس بیان میں کہ قرآن میں امانت سے مراد امامت ہے۔ اور اس فصل آٹھویں میں دو آیتیں ہیں۔

پہلی آیت :- خدا فرماتا ہے إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا (پہلی سورہ النساء آیت ۵۸) بے شک خدا تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو ان کے مالکوں کو ادا کرو اور لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو بیشک خدا تم کو جس کی نصیحت کرتا ہے وہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ اور بیشک خدا سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔ اس آیت کی نشان نزول میں مفسروں کے درمیان اختلاف ہے اور ان میں چند اقوال ہیں۔ اول یہ کہ ہر شخص کے بارے میں ہے جس کو لوگ کوئی امانت سپرد کریں۔ اور خدا کی امانتیں اس کے اوامر و نواہی ہیں اور بندوں کی امانتیں وہ چیزیں

ہیں مثل مال وغیرہ کے جس پر ان میں سے بعض کو بعض لوگ امین قرار دیں جیسا کہ متعدد روایتوں میں حضرت امام محمد باقر اور حضرت صادق علیہما السلام سے منقول ہے حتیٰ کہ بعض روایتوں میں وارد ہوا ہے کہ اگر امیر المؤمنین کا قاتل وہ تلوار جس سے اس نے ان حضرت کو شہید کیا اگر مجھے سپرد کرے تو ضرور اس کو واپس کر دوں گا۔ دوسرے خلفاء اور والیان امر کے بارے میں ہے شیخ طبرسی نے کہا ہے کہ خدا نے ان کو حکم دیا ہے کہ رعایا کے درمیان حق کے ساتھ قیام کریں اور ان کو احکام دین و شریعت پر قائم رکھیں اور اس کو ہمارے اصحاب نے امام محمد باقر و امام جعفر صادق علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ ان حضرات نے فرمایا کہ خدا نے ہر امام کو حکم دیا ہے کہ اپنے بعد کے امام کو امامت سپرد کریں اور اس قول کا مؤند یہ ہے کہ خدا نے رعایا کو والیان امر کی اطاعت کا حکم دیا ہے اور اماموں نے فرمایا ہے کہ دو آیتیں ہیں ایک ہمارے لئے اور ایک تمہارے واسطے۔ ایک تو مذکورہ آیت ہے اور دوسری تِیَا آیتُہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِيعُوا اللّٰهَ وَاطِيعُوا الرَّسُوْلَ ذٰلِیْ الْاَمْرِ مِنْكُمْ طبرسی کہتے ہیں کہ یہ قول بھی قول اول میں داخل ہے کیونکہ یہ بھی اُن چند چیزوں میں سے ہے جن پر خدا نے آئمہ صادقین کو امین قرار دیا ہے۔ اسی طرح امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ اور حج کا ادا کرنا بھی امانتوں میں سے ہے۔ اور ان باتوں میں سے ہیں نیز غنیمت اور صدقات کا تقسیم کرنا اور ان کے علاوہ وہ تمام چیزیں جو رعایا کے حق سے تعلق رکھتی ہیں اور خدا نے ان کا حکم والیان امر کو دیا ہے۔ تیسرے یہ کہ رسول خدا سے خطاب ہے کہ عثمان بن طلحہ کو کعبہ کی کبھی واپس کر دیں جسے فتح مکہ کے موقع پر اس سے لی تھی اور عباسؓ کو دینا چاہا تھا۔ بصائر الدرجات میں بسند موثق امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ یہ آیت ہماری شان میں نازل ہوئی ہے اور ہم خدا سے مدد طلب کرتے ہیں۔ پھر صحیح سندوں کے ساتھ انہی حضرت سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ امام کو لازم ہے کہ امامت اپنے بعد کے امام کو سپرد کرے اور نہ چاہے کہ اس سے واپس لے کر دوسرے کے حوالے کرے اور بسند صحیح دوسری روایت ہے کہ اس سے مراد ہم آئمہ ہیں لازم ہے کہ ہم میں سے سابق امام اپنے بعد کے امام کو وہ کتابیں

جو اس کے پاس ہیں اور رسول خدا کے اگلے سپرد کرے وَإِذَا حَكَمْتُمُ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ یعنی جس وقت تم (عہدہ امامت پر مامور ہو کر) ظاہر ہو تو ان احکام عدلی کے مطابق فیصلہ کرو جو تمہارے پاس ہیں۔ اور بند صحیح حضرت صادق علیہ السلام سے اس آیت إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اس سے مراد امام کی جانب امامت و وصیت کی ادائیگی ہے۔ بند معتبر روایت کی ہے کہ حضرت امام محمد باقرؑ نے مالک جہنی سے سوال کیا کہ یہ آیت کس کے بارے میں نازل ہوئی ہے اس نے کہا لوگ کہتے ہیں کہ کہ تمام لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے تو حضرت نے فرمایا کہ پھر سب لوگ لوگوں کے درمیان حکم کر سکتے ہیں کیونکہ اس آیت میں خطاب وَإِذَا حَكَمْتُمُ تمام جماعت سے ہوا ہے۔ ایسا نہیں ہے بلکہ تم کو معلوم ہونا چاہئے یہ ہماری شان میں نازل ہوئی ہے۔

بند موثق مثل صحیح کے حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ امام کو تین خصلتوں سے پہچانا جاسکتا ہے۔ اول یہ کہ نسب کے اعتبار سے تمام انسانوں سے اولیٰ و بہتر ہو۔ اس امام کی طرح جو اس سے پہلے رہا ہو۔ دوسرے یہ کہ رسول خدا کا اسلحہ جو فو فی اللہ ہے اس کے پاس ہو۔ تیسرے یہ کہ امام سابق نے اس کو وصی قرار دیا ہو اسی کے بارے میں خدا نے فرمایا ہے إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا اور فرمایا کہ سلاح ہمارے درمیان بنی اسرائیل کے تابوت کے مانند ہے اور امامت اور بادشاہی رسول خدا کی سلاح کے ساتھ ہے جس کے پاس حضرت کی سلاح ہے امامت اُسی سے مخصوص ہے۔ جیسا کہ بنی اسرائیل کے درمیان تابوت تھا کہ جس کے پاس وہ تابوت پہنچتا تھا وہیں بادشاہی ہوتی تھی۔

معانی الاخبار میں امام موسیٰ کاظمؑ سے روایت کی ہے کہ لوگوں نے اس آیت کی تفسیر دریافت کی حضرت نے فرمایا کہ یہ خطاب ہم سے ہے اور بس۔ خدا نے ہم میں سے ہر امام کو حکم دیا ہے کہ امامت اپنے بعد کے امام کو سپرد کریں اور اس کو اپنا وصی قرار دیں پھر یہ آیت لوگوں کی تمام امانتوں میں جاری ہوئی۔ میرے پدر بزرگوار نے اپنے پدر جناب علی بن الحسین علیہ السلام سے سنا کہ ان حضرت نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ تم پر امانت واجبہ لازم ہے اس طرح کہ اگر میرے پدر امام حسین علیہ السلام کا قاتل اُس تلوار کو میرے پاس امانت رکھتا جس

امام کی شناخت اس کی تین خصلتیں ہیں۔

سے اُس نے میرے پدر کو شہید کیا تھا۔ اس کے طلب کرنے پر میں بلا تامل اس کو واپس کر دیتا۔
نعمانی نے بسند صحیح حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ یہ آیت ہساری
شان میں نازل ہوئی ہے خدا نے ہم میں سے ہر امام کو حکم دیا ہے کہ امانت اپنے بعد
کے امام کو سپرد کرے اُس پر لازم نہیں کہ کسی دوسرے کو دے کیا تم نے نہیں سنا
ہے کہ خدا اس کے بعد فرماتا ہے وَإِذَا حَكَمْتُمُ بَيْنَ النَّاسِ جَسْ مِنْ مَعْلُومٍ ہوا کہ
خطاب احکام کے بارے میں ہے۔ اور فرات نے شعبی سے تفسیر میں روایت کی ہے
اس نے اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّواْ الْاَمَانَاتِ الٰىٰ ذِيْهَا تَكُنْ تَقِيْمُ رُوای اور کسی
غیر خدا سے نہیں ڈرنا خدا کی قسم اس سے ولایت علی بن ابیطالب مراد ہے۔

دوسری آیت: اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَاتَ عَلٰی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ
فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ ظَلَمُوْا مَا جُهِدُوْا۔ (پہلے سورہ
احزاب آیت ۷۲) اس آیت کی تاویل میں بہت سے اقوال ہیں۔ اقول یہ کہ سابقہ آیت کی
طرف اشارہ ہے اور وہ یہ ہے وَمَنْ يُّطِيعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا
(پہلے سورہ احزاب آیت ۱۷) اور اطاعت خدا اور رسول کا امانت نام رکھا ہے اس لئے کہ اس کا
ادا کرنا واجب ہے اور مراد یہ ہے کہ اطاعت کی بلندی شان اس حد پر ہے کہ اگر بڑے
بڑے جسموں پر رمثل پہاڑوں کے پیش کریں اور وہ شعور والے ہوں تو اس کے اٹھا
سے انکار کر دیں گے اور ڈریں گے اور انسان نے باوجود اس اعضا کی کمزوری اور
طاقت کی کمی کے اس کو اٹھالیا۔ لہذا اس کا ثواب دنیا اور آخرت میں بہت زیادہ ہے
بیشک وہ اپنی ذات پر ظلم کرنے والا ہے کہ جیسا کہ اس کی رعایت کا حق ادا کرنا چاہیے
اس نے نہیں ادا کیا اور انجام سے ناواقف اور بے خبر تھا اور یہ صفت نوع انسانی سے
اس کے افراد کی کثرت اور زیادتی کے اعتبار سے متعلق ہے۔ دوسرے یہ کہ امانت
سے مراد اطاعت ہے عام اس سے کہ طبعی ہو یا اختیاری اور عرض یعنی پیش کرنے سے
اس کا طلب کرنا مراد ہے عام اس سے کہ صاحب اختیار سے طلب کریں یا غیر مختار
سے اس کے صدور کا ارادہ کریں اور حمل سے مراد امانت میں خیانت ہے اور
اس کے ادا کرنے سے باز رہنا ہے جیسا کہ حامل امانت اسکو کہتے ہیں جو اس میں خیانت کرے اور امانت
اس کے ذمہ رہتی ہے اور انکار کرنے سے جس قدر ممکن ہو سکے۔ اس کا بھی ادا نہ کرنا مراد ہے اور ظلم و

جہالت سے خیانت اور تقصیر کرنا مراد ہے۔ تیسرے سے جب خلاق عالم نے ان اجرام کو خلق فرمایا ان میں عقل و شعور بھی پیدا کیا اور فرمایا کہ میں ایک فریضہ واجب قرار دیتا ہوں اور میں نے بہشت خلق کیا ہے اس کے لئے جو اطاعت کرے گا اور جہنم کی آگ پیدا کی ہے اس کے لئے جو میری مصیبت کرے گا ان سب نے کہا ہم اس کے مسخر و تابع فرمان ہیں جس چیز کے لئے تو نے ہم کو پیدا کیا ہے اور ہم فریضہ کی ادائیگی کی طاقت نہیں رکھتے اور ثواب و عذاب کچھ نہیں چاہتے۔ پھر جب آدم کو خلق فرمایا تو یہی باتیں ان سے کہیں تو آدم نے قبول کر لیا اور وہ اپنی ذات پر ظلم کرنے والے تھے۔ کہ اس پر ایسا بوجھ ڈال دیا جس کا اٹھانا اس پر دشوار تھا اور اس کے انجام کی خرابی سے ناواقف و نااہل تھے۔ چوتھے یہ کہ امانت سے مراد عقل ہے تکلیف کے ساتھ اور ان پر پیش کرنے سے مراد اُس امر کے لئے ان کے استعداد و صلاحیت کی رعایت ہے اور ان کے انکار سے مراد انکار طبعی ہے یعنی عدم لیاقت و استعداد اور انسان کے حمل سے مراد اس کی قابلیت رکھنا ہے اور ظہور و جہول ہونے سے مطلب ہے شہوانی اور غضبی قوتوں کا اُس پر غلبہ ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ امانت محبت سے کنایہ ہے اور حضرات صوفیہ نے دوسری وجہیں بیان کی ہیں اور اس کی تاویلیں جو حدیثوں میں وارد ہوئی ہیں چند یہ ہیں کافی عزیز میں حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ امانت سے مراد امیر المومنینؑ کی ولایت ہے۔ اور عیون و معانی الاخبار میں روایت ہے کہ امام رضا علیہ السلام سے لوگوں نے اسی آیت کی تفسیر دریافت کی حضرت نے فرمایا کہ امانت سے مراد ولایت ہے جو بغیر حق کے اس کا دعوئے کرے وہ کافر ہے۔ اور معانی الاخبار میں بسند صحیح حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ امانت سے ولایت مراد ہے اور انسان ابوالشروع و منافق ہے۔ جس نے بغیر حق کے دعویٰ کیا اور علی بن ابراہیمؑ نے روایت کی ہے کہ امانت سے مراد امامت اور امر و نہی ہے اور اس کا امانت سے مراد ہونے کی یہ دلیل ہے کہ خدا نے آئمہ اطہار سے خطاب فرمایا ہے اِنَّ اللّٰهَ يَامُرُكُمْ اَنْ تُوَدُّوا الْاِمَانَاتِ اِلٰى اَهْلِهَا لِذَا مَرَادٍ بِهٖ كَمَا اَمَاتُكُمْ اَسْمَانُكُمْ اور زمینوں اور پہاڑوں پر پیش کیا ان سب نے انکار کیا اس سے کہ اس کا ناحق دعویٰ کریں یا اس کو اس کے اہل سے ناحق غضب کریں اور اس کے اہل سے ڈرے اور

امانت سے مراد امیر المومنینؑ کی ولایت ہے

اس کو انسان نے اٹھالیا یعنی غضب کیا، اس لئے کہ وہ ظالم اور جاہل تھا تاکہ خداوند عالم منافق مردوں اور منافقہ عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرکہ عورتوں پر عذاب کرے اور مومن مردوں اور مومنہ عورتوں کی توبہ قبول کرے اور خدا بخشنے والا اور مہربان ہے یہ ترجمہ اس کے بعد والی آیت کا ہے۔ اور بصائر اور کافی میں بسند ہائے معتبر حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ امانت سے مراد ولایت امیر المومنین علی بن ابیطالب ہے۔ نیز بصائر میں حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ امانت کا مطلب ولایت ہے دآسمان اور زمین و پہاڑوں نے) انکار کیا اس سے کہ اس کو اٹھالیں اور اس کے اٹھانے میں کافر ہوں۔ اور جس انسان نے ناحق اس کو اٹھالیا وہ ہی مشرک منافق تھا اور ابن شہر آشوب نے مناقب میں مقابل سے روایت کی ہے کہ محمد بن حنفیہ حضرت علیؑ سے سنا کہ آپ نے اس آیت اِنَّا عَزَّضْنَا الْاِمَانَةَ کی تفسیر میں فرمایا کہ حضرت احدیت عز اسمہ نے میری امامت ساتوں آسمانوں پر ثواب و عقاب کے ساتھ پیش کی جو اب دیا کہ خداوند ثواب و عذاب کی شرط کے ساتھ ہم نہیں قبول کرتے لیکن بشیر ثواب و عذاب کے اٹھانے کو تیار ہیں۔ پھر میری امامت اور ولایت کو پرندوں پر پیش کیا تو سب سے پہلے جو پرندے ایمان لائے وہ باز سفید و قرہ تھے اور سب پہلے جن طاؤروں نے انکار کیا وہ اکو اور عنقا تھے۔ لہذا اکو دن کے وقت ظاہر نہیں ہو سکتا اُس بغض کے سبب سے جو تمام پرندے اُس سے رکھتے ہیں اور عنقا دریاؤں میں چھپ گیا کہ کوئی اُس کو نہیں دیکھتا۔ اور بیشک میری امامت خدا نے زمینوں پر پیش کی تو جو خطے میری ولایت پر ایمان لائے ان کو خدا نے طیب و طاہر قرار دیا اور ان میں سبزے اور ان کے پھل شیریں و لذیذ قرار دیا اور ان کے پانی کو صاف اور شیریں بنایا اور جن زمیں کے ٹکڑوں نے میری امامت و ولایت سے انکار کیا ان کو شورزار بنا دیا اور ان کے پھلوں کو تلخ و بد مزہ بنا دیا اور اُس کے پانی کو کھاری کر دیا اس کے بعد فرمایا جَمَعْنَا الْاِمَانَةَ لِمَنْ اسے محمدؐ تعاری امامت سے ولایت امیر المومنین اور انکی امامت کو ان تمام ثواب و عقاب کے ساتھ جو ہیں اٹھالیا بیشک انسان اپنی ذات پر بہت ظالم و جالوت اپنے پروردگار کے امر سے ناواقف تھا یعنی جس خطے ولایت کو اس کے مقتضائے مطابق ادا نہیں کیا ظالم اور اپنے نفس پر زیادتی کو زیادہ سمجھا۔ بصائر میں حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ ساری ولایت کو آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں

اور شہروں پر پیش کیا مگر انہوں نے مثل اہل کوفہ کے قبول نہ کیا۔
تفسیر فرات میں حضرت فاطمہ زہرا سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ جب مجھے شب معراج میں آسمان پر لے گئے اور میں سدۃ المنتہیٰ سے گزرا اور قَابِ قَوْسَیْنِ اُذْذٰنِ کے درجہ تک پہنچا اور خدا کو ان ظاہری آنکھوں سے نہیں بلکہ دل کی آنکھوں سے دیکھا تو اذان و اقامت کی آواز سنی اور ایک منادی کو یہ ندا کرتے ہوئے سنا کہ اے میرے ملائکہ اور میرے آسمانوں اور زمینوں کے والو اور میرے حاکمان عرض تم سب گواہی دو کہ میں خدا نے یگانہ ہوں اور میرا کوئی شریک نہیں ہے سب کہا بنے گواہی دی اور اقرار کیا۔ پھر آواز آئی کہ تم سب یہ بھی گواہی دو کہ محمدؐ میرا بندہ اور میرا رسول ہے کہا بنے گواہی دی اور اقرار کیا امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں کہ جس وقت ابن عباسؓ اس حدیث کو ذکر کرتے کہتے تھے کہ یہ وہی امانت ہے جس کا ذکر خدا نے قرآن میں بایں الفاظ فرمایا ہے اِنَّا عَرَضْنَا الْاِمَانَةَ الْاِخْدَاکِی قَسَم (امانت میں) ان سب کو کچھ دینار و درہم اور نہ زمین کے خزانوں میں سے کوئی خزانہ سپرد کیا خدا نے آسمانوں زمینوں پہاڑوں کو قبل اس کے کہ آدم کو خلق کرے یہ وحی کی کہ میں محمدؐ کی ذریت کو خلیفہ قرار دیتا ہوں تو تم اس کے ساتھ کیا کرو گے جب وہ تم کو بلائیں تو قبول کرو اور دشمنوں کے مقابلہ میں ان کی اطاعت اور مدد کرو۔ یہ سُنکر آسمان، زمین اور پہاڑ سب اس اطاعت سے ڈرے جس کا خدا نے ان کو حکم دیا تھا لیکن اولادِ آدم نے قبول کر لیا۔ اور یہ تکلیف ان کے لئے مقرر کر دی گئی پھر امام باقرؑ نے فرمایا کہ اولادِ آدم نے قبول کر تو لیا لیکن اس کو پورا نہیں کیا لے

لے مترجم فرماتے ہیں کہ ان احادیث اور ان کے مثل دوسری حدیثوں کی تاویلیں چند وجہوں کے ساتھ ہو سکتی ہیں۔

پہلی وجہ یہ کہ امانت سے مراد مطلق تکلیف ہو اور ولایت کی تخصیص اس اعتبار سے ہو کہ ولایت تمام تکلیفوں میں سب سے بڑی شرط ہے اور امت میں اختلاف کا سبب ہے اور حضرت ابو بکرؓ وغیرہ کی تخصیص اس اعتبار سے ہو سکتی ہے کہ ظاہر ان لوگوں نے منافقانہ طور سے بیعت کی اور خود دوسروں سے پہلے بیعت توڑ دی اور دوسروں کی بیعت توڑنے کا سبب بھی ہوئے یعنی ان کی یہ بیعت کرنا اور امیر المومنین کی بیعت توڑنا دوسروں کے لئے بھی بیعت توڑنے کا باعث ہوا۔ لہذا حمل کرنے سے مراد ولایتِ باقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر)

فصل نویں ان آیتوں کے بیان میں جو اہلبیت کی پیروی کے واجب ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

عَدَاوَتِ اللَّهِ تَعَالَى فَرَمَاتَا هِيَ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ
وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ
تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا (پہلی آیت ۹ سورہ نساء)
پھر فرمایا ہے۔ وَتَوَكَّلْ عَلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلَّكَ
الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ (پہلی سورہ نساء آیت ۸۳)

پھر فرمایا ہے أَمْ يَحْمِلُونَ النَّاسَ عَلَى مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ فَقَدْ آتَيْنَا
الْإِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُ هُوَ مُلْكًا عَظِيمًا فَتَمَنَّهُمْ مَنْ آمَنَ بِهِ وَمِنْهُمْ
مَنْ صَدَّقَ عَنْهُ وَكَفَىٰ بِجَهَنَّمَ سَعِيرًا (پہلی سورہ نساء آیت ۵۴)

(بقیہ ماشیہ صفر گزشتہ) کا قبول کرنا ہے اور اس کی تائید یہ کہ امامت سے مراد تکالیف ہیں اور حمل
سے مراد اس کا قبول کرنا ہے جیسا کہ ابن شہر آشوب اور دوسرے محدثین نے روایت کی ہے کہ
جب نماز کا وقت داخل ہوتا تھا تو امیر المؤمنین کا جسم مبارک کا پینے لگتا تھا اور رنگ چہرہ
مبارک کا تغیر ہو جاتا تھا جب لوگ پوچھتے تھے کہ آپ کو یہ کیا ہوتا ہے تو فرماتے تھے کہ ادا
امامت کا وقت آپہنچا جس کو آسمانوں اور زمینوں پر پیش کیا اور ان سب نے اس کے اٹھانے سے
انکار کیا اور دُورے لیکن انسان نے اس کو قبول کر لیا اور میں نہیں جانتا کہ یہ بلا جس کو میں نے قبول
کر لیا درست ادا کروں گا یا نہیں۔

دوسری وجہ یہ کہ انسان کا الف اور لام عہد کا ہوا اور اس سے مراد ابو بکر ہوں اور
ولایت کسرہ کے ساتھ ہو جس کے معنی خلافت اور امارت ہوں اور عو (پیش کرنے)
سے یہ مراد ہو کہ اُن کو القا کیا کہ کیا یہ تم کو منظور ہے کہ ناحی امامت کا دعوے کرو
اور خدا کی عفو بتوں کو برداشت کرو اور وہ اس عذاب سے دُورے اور انکار کیا اور
عذاب کا علم ہونے کے باوجود اس روز اس بار کو اٹھا لیا۔

تیسری وجہ۔ ان دونوں وجوہ کی بنا پر حمل سے مراد خیانت ہو یعنی قول کرنا جیسا کہ پہلے
ذکور ہو چکا۔ لیکن دوسری وجہ زیادہ مناسب ہے۔

پہلی آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ اے وہ لوگو جو خدا و رسول پر ایمان لائے خدا کی اطاعت کرو اور رسول کی اور ان لوگوں کی اطاعت کرو جو تم میں صاحبان امر ہیں اور جن کا حکم تم پر جاری ہے تو اگر کسی معاملہ میں تم آپس میں نزاع کرو تو اس کو خدا و رسول کے سامنے پیش کرو اگر تم لوگ (درحقیقت) خدا اور روزِ آخرت پر ایمان لائے ہو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور اس کا انجام زیادہ نیک ہے۔

دوسری آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ اگر یہ لوگ امن اور خوف کی خبر کو مشہور کرنے سے پہلے رسول اور اولی الامر کے سامنے پیش کر دیا کریں۔ اور روایت مطلقہ کے موافق امر کو رسول اور اولی الامر کی جانب جو ان میں ہیں پیش کریں تو بیشک وہ لوگ سمجھ لیں گے جو کہ احتیاط کرتے اور اس کا علم اُس جماعت سے حاصل کرتے ہیں یا ظاہری روایتوں کے مطابق اولی الامر سے اخذ کرتے ہیں۔

جاننا چاہئے کہ مفسروں نے اولی الامر کی تفسیر میں اختلاف کیا ہے۔ مفسران عامہ میں سے بعض نے کہا ہے کہ وہ امرا اور لشکر کے سردار اور بادشاہ لوگ ہیں۔ اور انہی میں سے بعض کا قول ہے کہ اولی الامر سے مراد امت کے علماء ہیں۔ اور علمائے امامیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ اس سے مراد آل محمد علیہم السلام ہیں ان روایتوں کی بناء پر جن کا ذکر کیا جائے گا اور یہ کہ اولی الامر اس کو کہتے ہیں جو امر میں اختیار رکھتا ہو اور چونکہ کسی قید سے متعید نہیں ہے اس سے تمام دین و دنیا کے معاملات میں اختیار مطلق رکھنے والا ہو اور وہ صرف امام ہو سکتا ہے یا کوئی شخص کسی ایک امر میں اختیار رکھتا ہو تو اس کی اطاعت اسی امر میں واجب ہوگی۔ اور جو شخص تمام امور میں اختیار مطلق رکھتا ہو گا وہی مطلق واجب اطاعت ہوگا۔ اور وہی امام ہے۔

رسول اور اولی الامر کو ایک لفظ اطیعوا سے بیان کرنا یہ معنی رکھتا ہے کہ مرتبہ امامت مثل مرتبہ نبوت کے ہے بلکہ جس طرح نبوت خدا کی جانب سے بواسطہ ملک رسالت ہے اسی طرح فی الحقیقت امامت بھی نبی کے واسطہ سے ایک نبوت ہے اسی سبب سے اولی الامر کی اطاعت نبی کی اطاعت کے مانند ہے اسی لئے رسول اور اولی الامر کے درمیان لفظ اطیعوا نہیں استعمال کیا اس کے برخلاف مرتبہ نبوت اگرچہ بہت بڑا مرتبہ ہے لیکن مرتبہ الوہیت کے مانند نہیں ہے اسی کی طرف خدا اور رسول کے درمیان

لفظ اطیعوا سے اشارہ ہے۔

جب خود خداوند تعالیٰ نے اس جماعت کی اطاعت کو اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت سے متصل قرار دیا ہے تو بیشک ایک جماعت اُن (خدا و رسول) کی جانب سے مقرر کی ہوئی ہونی چاہئے جن کا امر اور حکم خدا و رسول کا حکم ہوتا کہ ان کی اطاعت خدا و رسول کی اطاعت سے مقرون و متصل ہو ورنہ لازم آئے گا کہ تمام جابر و ظالم بادشاہوں کی اطاعت مثل بادشاہ روم وغیرہ کے اولی الامر کی اطاعت ہو جو مثل خدا و رسول کی اطاعت کے ہے اور اس قول کی قباحت اور شناخت کسی مائل پر پوشیدہ نہیں ہے۔ جیسا کہ شیخ طبرسی نے کہا ہے کہ جائز نہیں ہے خداوند حکیم ایسے شخص کی اطاعت مطلق قرار دے سوائے اس شخص کے جس کی اطاعت ثابت ہو اور وہ جانتا ہو کہ اُس کا باطن مثل ظاہر کے ہے اور مطمئن ہو کہ اُس سے کوئی غلطی یا فعل قبیح صادر نہیں ہوگا اور یہ اوصاف سوائے ائمہ معصومین کے علماء اور امرا کو حاصل نہیں ہیں اور حق تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے اس سے کہ اس کی اطاعت کا حکم دے جو اس کی نافرمانی کرتا ہو یا ایسی جماعت کی اطاعت کا حکم دے جس کے قول و فعل میں اختلاف ہو کیونکہ جماعت مختلف کی اطاعت محال ہے جس طرح محال ہے اُن کا اس بات پر اجتماع جس پر انہوں نے اختلاف کیا ہے اور منجملہ ان دلیلوں کے جو ہم نے بیان کئے ہیں یہ ہے کہ جناب اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رسول کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے اس لئے کہ اول الامر تمام مخلوق سے بلند ہیں جس طرح رسول اولی الامر سے اور تمام خلق سے بلند ہیں اور یہ صفت آل محمد کے ائمہ میں ہے جن کی امامت اور عصمت ثابت ہو چکی ہے اور اُمت کا ان کی بلندی مرتبہ اور عدالت پر اجماع ہے قِیَآن تَنَادَعْتُمْ فِی شَیْءٍ عِیْنِی اِذَا قُمِیْ اِیْنِی دِیْنِی کی کسی چیز میں اختلاف کرو فَذُوْا اِلَی اللّٰهِ وَ اِلَی الرَّسُوْلِ تَوَكَّلُوْا کتاب خدا اور سنت رسول کی جانب اس نزاع کو پیش کرو اور ہم گروہ شیعہ کہتے ہیں کہ رسول خدا کی وفات کے بعد ائمہ کی جانب رجوع کرو جو رسول کے قائم مقام ہیں ان کی طرف رجوع کرنا ایسا ہے جیسے آنحضرت کی حیات میں خود آنحضرت کی جانب رجوع کرنا تھا۔ کیونکہ وہ آنحضرت کی شریعت کے محافظ اور امت میں آپ کے خلیفہ ہیں یہاں تک شیخ طبرسی کا کلام تھا۔ آیت کے پہلے حصہ میں اولی الامر کا ذکر تھا لیکن آیت کے آخر میں قرأت مشہورہ کی بنا

پران کا ذکر نہیں کیا گیا۔ اور جو نکتہ طبری نے بیان کیا وہ مذکور ہوا۔ اور ہو سکتا ہے کہ ان میں یہ نکتہ ہو کہ جو اختلاف اولی الامر کی امامت کے بارے میں ہو اس کو بھی کتاب و سنت کی جانب رجوع کرنا چاہئے۔ لہذا چاہئے کہ امام خدا و رسول کی جانب سے منصوص ہونہ کہ اس طریقہ سے جس کے مخالفین قائل ہیں کہ امامت کو اجماع پر منحصر سمجھتے ہیں اور امام کا مقرر کرنا امام کی جانب سے سمجھتے ہیں لیکن بعض حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ اہلبیت کی قرائت میں آخر میں بھی **وَإِلَىٰ أُولِي الْأَمْرِ** تھا جیسا کہ علی بن ابراہیم نے کہا ہے کہ اولی الامر سے مراد امیر المؤمنین ہیں۔ الغرض بسند مثل صحیح کے حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ یہ آیت اس طرح نازل ہوئی ہے **فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَاذْكُرُوا إِلَى اللَّهِ وَإِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ** اور عیاشی نے بھی روایت کی ہے کہ حضرت امام محمد باقر نے آیت کو اسی طرح تلاوت فرمائی ہے۔ اور کلینی نے بسند کا صحیح روایت کی ہے کہ حضرت امام محمد باقر نے اس آیت کو اس طرح تلاوت فرمائی **أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ** پھر حضرت نے فرمایا کہ کیونکر ان کی اطاعت کا حکم دے گا اور کس طرح ان سے نزاع کی بھی اجازت دے گا۔ یہ خطاب اس جماعت سے فرمایا جو خدا و رسول کی اطاعت پر مامور ہیں لہ

عیاشی نے بسند دیگر روایت کی ہے کہ امام محمد باقر نے آیت کو اس طرح پڑھا **فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَاذْكُرُوا إِلَى اللَّهِ وَإِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى الْأَمْرِ مِنْكُمْ** رپ سورہ نساء آیت ۵۹ اور عیون اخبار الرضا میں حضرت امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خدا نے حضرت علی و امام حسن و امام حسین علیہم السلام سے وصیت کی پھر خدا کے اس قول **أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ** کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ اولی الامر سے علی و فاطمہ کی اولاد میں سے امام مراد ہیں جو قیامت تک ہوں گے۔ اور اکمال الدین میں یہی مضمون بسند صحیح حضرت امام محمد باقر سے روایت

لہ مؤلف فرماتے ہیں حضرت کی مراد یہ ہے کہ اگر آخر میں اولی الامر نہ ہو تو اس بات کی دلیل ہوگی کہ امت کو ان سے نزاع کرنا جائز ہو گا اور یہ ان کی اطاعت کے حکم کے خلاف ہے جو آیت کی ابتدا میں ہے

کی ہے اور اعلام الوریٰ اور مناقب ابن شہر آشوب میں تفسیر جعفری سے روایت کی ہے کہ جابر انصاری کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسول خداؐ کے بارے میں دریافت کیا کہ ہم نے خدا و رسولؐ کو تو پہچان لیا لیکن یہ اولی الامر کون لوگ ہیں حضرت نے فرمایا کہ اے جابر وہ میرے خلیفہ ہیں اور میرے بعد مسلمانوں کے امام ہیں۔ ان میں سب سے پہلے علی بن ابی طالبؑ ہیں پھر حسنؑ اس کے بعد حسینؑ پھر علی بن الحسینؑ پھر محمد بن علی جن کو توریت میں باقر کہا گیا ہے اے جابر تم ان سے ملاقات کرو گے ان کو میرا سلام پہونچا دینا۔ ان کے بعد جعفر بن محمد صادق پھر موسیٰ بن جعفر پھر علی بن موسیٰ پھر محمد بن علی پھر علی بن محمد پھر حسن بن علی علیہم السلام ان کا فرزند میرا ہمنام دہم کنیت ہوگا یہ سب زمین میں حجت خدا ہوں گے اور اس کے بندوں کے درمیان بقیۃ خلیفہائے خدا ہوں گے۔ اور حسن بن علی کا فرزند وہ ہے کہ مشرق و مغرب زمین کو خدا اُس کے ہاتھ پر فتح کرے گا وہ وہ ہوگا جو اپنے شیعوں کی نظروں سے غائب ہوگا جو غائب ہونے کا حق ہے۔ اسکی امامت کے اعتقاد پر وہی لوگ قائم رہیں گے جن کے دلی ایمان کا خدا نے امتحان کیا ہوگا۔

کلینی اور عیاشی نے زید بن معاویہ سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقرؑ سے اسی آیت کی تفسیر دریافت کی حضرت نے اس کے پہلے کی آیتوں کی تفسیر شروع کی جو یہ ہیں اَلَّذِیْنَ اُؤْتُوْا اَقْسَبًا مِّنَ الْكِتَابِ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَالطَّاعُوْنَ (پچ سوہ سہ آیت ۱۵) یعنی کیا تم نے ان کو نہیں دیکھا جن کو کتاب کا کچھ حصہ دیا گیا ہے کہ وہ جنت اور طاعت پر ایمان لاتے ہیں جو قریش کے دو بُت تھے مفسروں نے کہا ہے کہ اس سے مراد کعب بن الاشرف اور یہودیوں کی ایک جماعت ہے جو مکہ میں گئے اور قریش کے بتوں کو سجدہ کیا۔ حضرت نے فرمایا۔ مراد جنت و طاعت سے دونوں منافق بُت جو مشہور ہیں وَ یَقُوْلُوْنَ لِلَّذِیْنَ كَفَرُوْا هَؤُلَاءِ اَهْدٰی مِنْ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سَبِّحْ لَا اٰیٰتِ مَذْكُوْرَہ، مفسروں کے قول کے مطابق یعنی یہ گروہ یہود کہتا تھا کہ کفار جو ابوسفیان کے اصحاب ہیں محمد اور ان کے اصحاب سے دین میں زیادہ ہدایت یافتہ ہیں حضرت نے فرمایا کہ اس سے وہ خلفائے جور و آئمہ مراد ہیں جو لوگوں کو جہنم کی طرف بلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ گروہ آل محمد علیہم السلام

سے زیادہ ہدایت یافتہ ہے۔ اُولَٰئِكَ الَّذِیْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ یہی وہ لوگ ہیں جن پر خدا نے لعنت کی ہے وَمَنْ یَلْعَنِ اللّٰهُ فَکُنْ لَّهٗ نَصِیْرًا (آیت ۵۲ سورہ نساء) جس پر خدا لعنت کرتا ہے اس کا کوئی مددگار نہ پاوے گا اَمْرٌ لَّهُمْ نَصِیْبٌ مِّنَ الْمُلْکِ کیا ان کے لئے ملک کی حکومت میں کچھ حصہ ہے ملک سے مراد امامت اور خلافت ہے قَادًا الْاَیُّوْنُوْنَ النَّاسِ نَقِیْرًا (آیت ۵۲ سورہ نساء) اگر ان کو خلافت سے کچھ حصہ مل جائے تو قلیل و کثیر کا کیا ذکر لوگوں کو ذرہ برابر حصہ نہ دیں حضرت نے فرمایا کہ ناس سے ہم اہمیت مراد ہیں جن کو وہ کچھ نہ دیں گے اور نقیر سے وہ نقطہ مراد ہے جو دائہ خروما پر ہوتا ہے اَمْرٌ یَّحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰی مَا اَلَّہُہُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِہٖ کیا یہ لوگ حسد کرتے ہیں ان لوگوں پر جن کو خدا نے اپنے فضل سے عطا فرمایا ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ اس سے مراد پیغمبر ہیں۔ جن کی پیغمبری پر لوگ حسد کرتے ہیں اور اس پر کہ خدا نے ان کے لئے رزق حلال کی ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ محمدؐ اور آپ کے اصحاب مراد ہیں اور بعضوں کا قول آنحضرتؐ اور آپ کی آل مراد ہیں اور فضل سے مراد آنحضرتؐ کی نبوت اور آپ کے آل کی امامت ہے اور حضرت امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ علیہم السلام سے روایت کی ہے جس کا ذکر عنقریب کیا جائے گا کہ حضرت نے فرمایا کہ اس سے مراد ہم لوگ ہیں کہ لوگ ہم پر حسد کرتے ہیں اس لئے کہ خدا نے امامت ہم سے مخصوص قرار دی ہے اور کسی غیر کو نہیں دی فَقَدْ اٰتٰیْنَا اِلٰی اِبْرٰہِیْمَ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَہَ وَاتَّیْنَاہُمْ مُّمْلَکًا عَظِیْمًا (آیت ۵۴ سورہ نساء) بیشک ہم نے آل ابراہیم کو کتاب و حکمت عطا کی ہے جو پیغمبری ہے اور ان کو ملک عظیم دیا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اس سے یہ مراد ہے کہ آل ابراہیم میں سے ہم نے پیغمبروں اور اماموں کو قرار دیا تو لوگ آل ابراہیم میں تو یہ شرف تسلیم کرتے ہیں اور آل محمدؐ میں کیوں نہیں مانتے۔ فِیْمَہُمْ مِّنْ اٰمَنٍ بِیَوْمِہُمْ مِّنْ صَدَاقَہٗ وَکَفٰی بِجَہَنَّمَ سَعِیْرًا (آیت ۵۵ سورہ نساء) تو اُمت ابراہیم میں سے بعض ایمان لائے اور بعضوں نے روگردانی کی اور ایمان نہیں لائے تو جہنم کی آگ اُن کو جلانے اور اُن کے عذاب کے لئے کافی ہے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ اس سے یہ مراد ہے کہ اہل کتاب میں سے بعض محمدؐ پر ایمان لائے۔ اور بعض نہیں لائے راوی کہتا ہے کہ میں نے پوچھا کہ وہ ملک عظیم جو خدا نے

آل ابراہیم کو عطا فرمایا کیلئے حضرت نے فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ خدا نے ان میں ایسے امام بنائے کہ جس شخص نے ان کی اطاعت کی اُس نے درحقیقت خدا کی اطاعت کی اور جس نے ان کی نافرمانی کی اس نے خدا کی نافرمانی کی یہ ہے بادشاہی عظیم۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ خدا نے اُس کے بعد جو فرمایا ہے اس سے مراد ہم ہیں ہم کو چاہئے کہ ہم میں سے امام سابق اپنے بعد کے امام کو کتابیں اور علم اور رسول کے اسلحے سپرد کرے اِذَا احْكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ یعنی جب لوگوں کے درمیان حکم کرو تو اُس عدالت و انصاف کے ساتھ حکم کرو جو تمہارے پاس ہے اس کے بعد خدا نے تمام لوگوں سے خطاب فرمایا کہ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْطِيعُوا فِي الْوَسْطِ وَالْأُولَى الْأَمْرُ مِنْكُمْ اور اُولَى الْأَمْرِ سے مراد ہم ہیں اس کے بعد آیت -

فَإِنْ تَنَادَحْتُمْ فِي الْأَمْرِ فَادْعُوا إِلَى اللَّهِ وَإِلَى الرَّسُولِ وَأُولَى الْأَمْرِ مِنْكُمْ یوں ہی نازل ہوئی ہے اور کیونکہ خدا اُولی الامر کی اطاعت کا حکم دیتا اور اُن سے نزاع کی بھی اجازت دیتا یہ خطاب ان لوگوں سے ہے جن کو اطاعت کرنے کا حکم دیا ہے۔

عیاشی نے روایت کی ہے کہ ابان بن تغلب نے امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر سوال کیا کہ اُولی الامر کون ہیں حضرت نے فرمایا علی بن ابی طالب علیہ السلام اور خاموش ہو گئے پھر ابان نے پوچھا کہ ان کے بعد کون تھا فرمایا امام حسنؑ یہ کہہ کر پھر خاموش ہو گئے میں نے پھر سوال کیا تو فرمایا امام حسینؑ اور پھر خاموش ہو گئے میں نے پھر پوچھا تو فرمایا علی بن الحسینؑ اسی طرح ہر ایک کے بارے میں فرما کر خاموش ہو جاتے تھے اور میں دریافت کرتا تھا یہاں تک کہ آخری امام تک کو فرمایا۔

نیز عمران حلی سے روایت کی ہے کہ حضرت صادقؑ نے اُس سے فرمایا کہ تم گروہ شیعہ نے خدا کے ارشاد کے بموجب اپنے دین کی اصل حاصل کر لی ہے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے کہ اَطِيعُوا اللَّهَ وَاطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولَى الْأَمْرِ مِنْكُمْ اور اپنے رسول کی ہدایت کے مطابق کہ آپ نے فرمایا کہ دو گروہ انقدر چیزیں تمہارے درمیان چھوڑنا ہوں جب تک تم ان سے متمسک رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گئے

کیونکہ تم نے منافقین اور ان کے مثل لوگوں کے کہنے سے دین اختیار نہیں کیا ہے۔
 نیز حضرت امام محمد باقرؑ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ یہ جناب امیر اور ان کی
 اولاد میں سے اماموں کی شان میں نازل ہوئی ہے خدا نے ان کو بجائے پیغمبروں
 کے قرار دیا ہے فرق صرف یہ ہے کہ یہ حضرات کسی چیز کو حلال نہیں کرتے ہیں نہ کسی
 چیز کو حرام قرار دیتے ہیں بلکہ حضرت رسول خدا کی شریعت لوگوں تک پہنچاتے ہیں۔
 نیز حکیم سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا کہ میں نے حضرت صادقؑ سے دریافت کیا
 کہ میں حضرت پر فدا ہوں خدا نے جن اولی الامر کی اطاعت کا حکم دیا ہے وہ کون ہیں فرمایا
 علی بن ابی طالب، حسن و حسین و علی بن الحسین محمد بن علی و جعفر بن محمد جو میں ہوں لہذا اس
 خدا کا شکر کہ جس نے تمہارے اماموں اور پیشواؤں کو تمہیں پہنچا دیا جب کہ لوگوں نے
 ان کا انکار کیا۔ اور دوسری روایت کے بموجب حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت
 کی ہے کہ اولی الامر علی بن ابی طالب اور ان کے بعد چند اصیاء ہیں۔ اور فرات بن ابراہیم
 نے حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ اولی الامر کے بارے میں لوگوں نے آپ
 سے سوال کیا آپ نے فرمایا کہ اولی الامر سے مراد صاحبان علم و دانائی ہیں لوگوں نے پوچھا
 کہ آپ حضرات سے یہ امر مخصوص ہے یا عام ہے فرمایا کہ ہم اہلبیت سے مخصوص ہے
 اور حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ اولی الامر اس آیت میں اَلْمُحَمَّدِیْنَ عَلَیْہِمُ السَّلَامُ ہیں
 اور کتاب اختصاص میں روایت کی ہے کہ حضرت صادقؑ سے لوگوں نے دریافت
 کیا کہ آیا اوصیا کی اطاعت واجب ہے فرمایا کہ ہاں وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں
 خدا نے فرمایا ہے اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم اور
 وہی لوگ ہیں جن کی شان میں فرمایا ہے اِنَّمَا وَلِیْکُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَ الَّذِیْنَ
 اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَ یُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَ هُمْ عَلٰی سَعٰوُنَ۔
 (پہلے سورہ مائدہ آیت ۴) اور فرات اور کلینی نے روایت کی ہے کہ حضرت صادقؑ سے لوگوں
 نے اُن اسلام کے ستونوں کے بارے میں دریافت کیا جن کی معرفت میں کسی کو تقصیر کرنا
 جائز نہیں اگر تقصیر کرے گا تو اُس کا دین فاسد ہو جائے گا۔ اور اس کے اعمال مقبول
 نہ ہوں گے۔ اگر لوگوں کو اس کی معرفت حاصل ہو جائے تو دوسرے امور کا نہ جاننا
 ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتا حضرت نے فرمایا کہ لا الہ الا اللہ کی گواہی دینا اور رسول خداؐ

اولی الامر سے مراد ان کا ظہور ہیں۔

پرایمان رکھنا اور ان چیزوں کا اقرار کرنا جو آنحضرت خدا کی جانب سے لائے ہیں اور مال میں سے وہ حق ادا کرنا جو واجب ہے جس کو زکوٰۃ کہتے ہیں اور اُس ولایت کا قبول کرنا جس کا خدا نے حکم دیا ہے اور وہ آل محمد کی ولایت ہے۔ پوچھا کہ کیا ولایت کے بارے میں کوئی دلیل ہے جس سے تمک کیا جائے اور استدلال کیا جاسکے۔ حضرت نے فرمایا کہ کیوں نہیں؟ اور وہ خدا کا ارشاد اطیعوا اللہ آخر آیت تک ہے۔ حضرت رسالت مآب نے فرمایا کہ جو شخص مر جائے اور اپنے زمانہ کے امام کو نہ پہچانے تو وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے۔ تو امام اپنے زمانہ میں خود رسول اللہ تھے۔ اُن حضرت کے بعد حضرت علی تھے لیکن بعض لوگ حضرت علی کے بجائے معاویہ کو امام جانتے ہیں۔ پھر علی کے بعد امام حسن تھے اُن کے بعد امام حسین اپنے زمانہ کے امام تھے۔ دوسروں نے یزید بن معاویہ کو یا معاویہ کو امیر المومنین اور امام حسن علیہم السلام کے برابر قرار دیا ہے یا امام حسین اور یزید علیہ اللعن کو برابر قرار دیا ہے حالانکہ وہ برابر نہیں ہو سکتے۔ پھر حسین کے بعد علی بن الحسین اور امام محمد باقر تھے اور شیعہ حکومت جو عظم کے سبب حالت تفتہ میں گزارنے کے باعث) اپنے مناسک حج اور حلال و حرام نہیں کھانتے تھے یہاں تک کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے ان پر ان علوم کا دروازہ کھولا اور ان کے لئے اعمال حج اور حلال و حرام بیان فرمایا یہاں تک کہ علمائے اہلسنت مسائل میں ان شیعوں کے محتاج ہوئے بعد اس کے جبکہ یہ لوگ اُن کے محتاج نہ تھے اور ہمیشہ ایسا ہی ہوتا رہا کہ علمائے اہلبیت کے ہر عالم کے مقابلہ میں خلفائے جور جاہل اور سنی تھے اور آیت اور حدیث کے مطابق چاہئے کہ ہر زمانہ میں ایک امام ہو اور جو شخص اس کو نہ پہچانے جاہلیت اور کفر کی موت مرتا ہے اور ہر زمانہ میں تم دیکھو گے کہ امامان اہلبیت کے مقابلہ میں کچھ لوگ تھے جن کے بارے میں ہر صاحب عقل جو غور کرے اور سوچے تو سمجھ لے گا کہ آئمہ اہلبیت اُن سے امامت کے زیادہ سزاوار تھے اور چاہئے کہ وہی اولوالامرا اور امام ہوں پھر حضرت نے فرمایا کہ تم اس وقت زیادہ تر دین حق کے محتاج ہو گے جبکہ تمہاری جان یہاں تک پہنچے گی اور اشارہ اپنے حلق کی جانب کیا۔ اور فرمایا کہ اُس وقت دنیا تم سے منقطع ہوگی اور دین حق کے آثار تم پر ظاہر ہوں گے اُس وقت تم کہو گے کہ میرا دین بہتر تھا۔

عیاشی نے اس آیت کی تفسیر میں امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے وَكَذَٰلِكَ دُعَا إِلَى التَّسْوِيلِ وَالْمَالِ أُولَى الْأَمْرِ مِنْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَعْلَمُونَ الَّذِينَ يَسْتَبِطُونَ لَهُ مِنْهُمْ كَمَا فَهَرَمَ نَعْلُهُ وَهُوَ أَلْ مُحَمَّدٍ فِي أَوَّلِ يَوْمٍ حَضَرَاتٍ هِيَ جَوْ قُرْآنٍ مُجِيدٍ كَعَلَالٍ وَحَرَامٍ كَوَ جَانَتِهِ هِيَ أَوَّلِ يَوْمٍ بَزْرُ كَوَارِ خَلْقٍ بِرَحْمَتِ خَدَا هِيَ -

نیز حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ اس آیت میں اولوالامر سے مراد ائمہ معصومین ہیں۔ ابن شہر آشوب نے مناقب میں لکھا ہے کہ اس آیت أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولَى الْأَمْرِ مِنْكُمْ کی تفسیر میں امت کے دو اقوال ہیں اول یہ کہ اولوالامر سے مراد ائمہ ہیں دوسرے یہ کہ امراءے شکر ہیں اور جب ایک قول باطل ہوگا تو ایک ثابت ہوگا ورنہ لازم آئے گا کہ حق امت سے خارج ہو گیا۔ اس بات پر دلیل کہ اس سے مراد ہم ائمہ ہیں یہ ہے کہ آیت کے ظاہری الفاظ سے اولی الامر کی عام اطاعت ثابت ہوتی ہے اس صورت سے خداوند عالم نے ان کی اطاعت کے حکم کو اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت پر عطف کیا ہے جیسا کہ خدا و رسول کی اطاعت عام ہے اور ہر شے میں واجب ہے لہذا چاہئے کہ ان کی اطاعت بھی عام ہو اگر خاص ہوتی تو چاہئے تھا کہ مخصوص حکم کے ساتھ بیان فرماتا اور جب ہر امر میں ان کی اطاعت کا واجب ہونا ثابت ہوا تو ان کی امامت بھی ثابت ہوتی اس لئے کہ امامت کے معنی یہی ہیں اور جب یہ آیت اولوالامر کے ہر امر میں اطاعت واجب قرار دیتی ہے تو چاہئے کہ وہ معصوم ہوں ورنہ لازم آئے گا کہ خدا نے امر قبیح کا حکم دیا ہے کیونکہ غیر معصوم امر قبیح کے عمل میں لانے سے محفوظ نہیں ہے اور جب اس سے امر قبیح صادر ہوگا۔ تو اس امر قبیح میں بھی اس کی متابعت کی جائے گی لہذا امراءے لشکر مراد نہیں ہو سکتے کیونکہ بالاتفاق عصمت ان کے لئے شرط نہیں ہے اور خصوصیت کسی امر کی آیت سے نہیں ظاہر ہوتی۔ بعضوں نے کہا کہ اولوالامر سے مراد علمائے امت ہیں اور یہ بھی باطل ہے کیونکہ آپس میں ان کی رائیں بھی مختلف ہیں اور بعض کی اطاعت بعض کی معصیت کا سبب ہوتی ہے اور خدا ایسی بات کا حکم نہیں دے سکتا۔

ایضاً حق تعالیٰ نے اولوالامر کی اس آیت میں ایسی صفت سے تعریف کی ہے جو

علم و امارت و دونوں پر دلالت کرتی ہے جیسا کہ فرماتا ہے وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوهُمُ فَذُكِّرُوا إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلَّهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ - امن اور خوف کو امرا کی جانب رجوع کیا ہے اور استنباط کو علماء کی جانب اور یہ دونوں باتیں صرف اس سردار میں جمع ہو سکتی ہیں جو عالم ہوشی بگتے ہیں کہ ابن عباس کہتے تھے کہ اس سے مراد امراء لشکر ہیں اور ان میں سب سے اول حضرت علیؑ ہیں۔

حسن بن صالح نے حضرت صادقؑ سے اولو الامر کی تفسیر دریافت کی حضرت نے فرمایا کہ اہلبیت رسول کے ائمہ ہیں اور مجاہد نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے کہ یہ آیت حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے جبکہ حضرت رسول خداؐ نے مدینہ میں ان کو اپنا جانشین اور قائم مقام مقرر فرمایا تھا۔ اس وقت جناب امیرؑ نے عرض کیا تھا کہ آپ جنگ کرنے تشریف لے جاتے ہیں اور مجھے عورتوں اور لڑکوں میں چھوڑے جاتے ہیں۔ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ یا علی کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ تم کو مجھ سے وہی نسبت ہو جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی جبکہ موسیٰؑ نے ہارونؑ سے کہا تھا اَخْلَفْنِي فَيَقْبَلُوْنِي وَاصْلِحْ رِيبَ سُوْرَةِ اَعْرَافِ آیت ۱۲۲) یعنی میری قوم میں میرے خلیفہ رہو اور ان کی اصلاح کرو۔ جناب امیرؑ نے عرض کی ہاں اس وقت یہ آیت نازل ہوئی وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ یعنی اولی الامر علی بن ابی طالب ہیں جن کو حق تعالیٰ نے جناب رسول خداؐ کے بعد امت کے امور سپرد کئے اور مدینہ میں ان کو خلیفہ قرار دیا۔ پھر خدا نے بندوں کو یہ حکم دیا کہ ان کی اطاعت واجب سمجھیں اور ان کی مخالفت نہ کریں۔ فلکی نے ابانہ میں روایت کی ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جبکہ ابو بردہ نے حضرت علیؑ کی شکایت کی تھی یہاں تک ابن شہر آشوب کا کلام تھا۔

تیسری آیت: ابن شہر آشوب و عیاشی وغیرہ نے بند ہائے معتبر روایت کی ہے کہ حضرت صادقؑ نے فرمایا کہ ہم وہ گروہ ہیں کہ خدا نے ہماری اطاعت واجب کی ہے اور انفال اور پاکیزہ مال ہمارے ہی واسطے ہے ہم علم میں راسخ ہیں اور ہم ہی وہ محسود ہیں جن کی شان میں خدا نے فرمایا ہے أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ

عَلَى مَا آتَاهُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ عِيَّاشِي وَغَيْرُهُ لَمْ يَأْتِ فِي تَفْسِيرِهَا مِنْ رِوَايَاتٍ كَيْ هِيَ
وَأَتَيْنَاهُ مُلْكًا عَظِيمًا رِوَايَاتٍ سَوَاءٌ أَيْتِ ۵۲) یعنی ہم نے آل ابراہیم کو بادشاہی
بزرگ عطا کی ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ ملک عظیم یہ ہے کہ ان میں اماموں کو مقرر فرمایا
جن کی اطاعت جس نے کی اُس نے خدا کی اطاعت کی اور جس نے ان کی معصیت کی اس
نے خدا کی معصیت کی ہے۔ یہی ملک عظیم ہے

بصائر الدرجات میں حضرت امام محمد باقر سے بسند صحیح آمدَ يَحْسُدُونَ النَّاسَ
عَلَى مَا آتَاهُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا جن پر
لوگ حسد کرتے ہیں وہ ہم اہل بیت ہیں۔ اور صحیح کی طرح سند سے حضرت صادقؑ
سے روایت کی ہے کہ حضرت نے اپنے سینہ اقدس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا
کہ ہم وہ لوگ ہیں جن پر لوگ حسد کرتے ہیں۔ بسند صحیح دیگر اسی آیت کی تفسیر میں
فرمایا کہ ہم ہیں وہ جن پر لوگ حسد کرتے ہیں اس امامت پر جو خدا نے ہم کو عطا کی ہے
اور اس شرف میں امت میں کوئی دوسرا شخص داخل نہیں ہے اور دوسری بہت
سی سندوں کے ساتھ روایت کی ہے ملک عظیم سے مراد اطاعت مفروضہ ہے یعنی خدا
نے ان کی اطاعت خلق پر واجب قرار دی ہے۔ بسند صحیح روایت کی ہے کہ حضرت
صادقؑ سے لوگوں نے سوال کیا کہ یہ ملک عظیم کیا ہے فرمایا کہ فرض اطاعت ہے
یہاں تک کہ قیامت میں جہنم بھی ان کی اطاعت کرے گی اس سے جس کے بارے
میں جو کہیں گے کہ اس کو لے لے تو وہ لے لے گی اور جس کے بارے میں کہیں گے کہ
چھوڑ دے وہ اس کو چھوڑ دے گی تاکہ وہ صراط سے گزر جائے۔ بسند صحیح دیگر
حضرت صادقؑ سے اس آیت فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ کی تفسیر میں
روایت کی ہے حضرت نے فرمایا کتاب سے مراد پیغمبری ہے اور حکمت سمجھنا اور لوگوں
کے درمیان حکم کرنا ہے وَأَتَيْنَاهُمْ مُلْكًا عَظِيمًا فرمایا کہ اس سے مراد وجوب
اطاعت ہے۔ اور دوسری معتبر حدیث میں فرمایا کہ بخدا ہم ہی وہ لوگ ہیں جن پر لوگ
حسد کرتے ہیں اور ہم ہی اُس بادشاہی کے سزاوار ہیں جو زمانہ قائم میں ہم کو ملے
گی۔ اور عیاشی نے حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ کتاب سے مراد پیغمبری
ہے وَالْحِكْمَةُ سے مراد برگزیدہ حکیمان پیغمبر ہیں اور ملک عظیم سے مراد ہدایت کرنے

والے برگزیدہ امہ ہیں۔ ان مضامین سے متعلق بہت زیادہ حدیثیں ہیں میں نے اتنے ہی کے ذکر پر اکتفا کی۔

عیاشی نے روایت کی ہے کہ داؤد بن فرقہ نے حضرت صادق سے عرس کی کہ خدا کے ارشاد **لِلّٰہِ مَا لَکَ الْمُلُکُ تُؤْتِی الْمُلُکَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلُکَ مِمَّنْ تَشَاءُ** (سورہ آل عمران آیت ۶۹) (یعنی کہو اے اے بادشاہی کے مالک تو جس کو چاہتا ہے بادشاہی عطا کرتا ہے اور جس سے چاہتا ہے بادشاہی لے لیتا ہے) کے بموجب بادشاہی خدا نے بنی امیہ کو دی ہے حضرت نے فرمایا ایسا نہیں ہے جیسا لوگوں نے سمجھا ہے خدا نے بادشاہی ہم کو دی ہے اور بنی امیہ نے ہم سے غصب کی ہے اُس شخص کے مانند جو لباس رکھتا ہو اور دوسرا اُس سے جبراً لے لے تو وہ اُس لباس کا مالک نہ ہوگا۔

ایضاً حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ خدا نے اپنے پیغمبر کو اپنی خواہش اور محبت کے موافق ادب سکھایا۔

پھر اُن سے فرمایا **اِنَّکَ لَعَلٰی خَلْقٌ عَظِیْمٌ** (سورہ القلم آیت ۴) کہ یقیناً اے رسول تم خلق عظیم بر فائز ہو اور تمام اخلاق حسنہ میں کامل ہو اس کے بعد لوگوں سے خطاب فرمایا کہ **مَا اَلَسَّکُمُ الرَّسُوْلُ فَاَنْتُمْ تُکْفِرُوْنَ** (سورہ النمل آیت ۸۰) یعنی جو شخص رسول کی اطاعت کرتا ہے تو بیشک اس نے خدا کی اطاعت کی ہے اس کے بعد امام نے فرمایا کہ رسول خدا نے امر امت علی کے سپرد کیا ہے اور ان کو دین خدا اور احکام الہی اور امور امت کا امین قرار دیا ہے اور تم نے قبول و منظور کر لیا لیکن تمام امت نے قبول کرنے سے انکار کر دیا لہذا خدا کی قسم ہم تم لوگوں سے یہ چاہتے ہیں کہ جب ہم کچھ کہیں تو تم بھی کلام کرو اور جب ہم خاموش رہیں تو تم بھی خاموش رہو لیکن ہم خدا اور اس کے خلائق کے درمیان واسطہ ہیں اور خدا کی قسم خدا نے کسی کو ہماری مخالفت میں کوئی بہتری عطا نہیں کی ہے۔

ابن شہر آشوب نے قول حق تعالیٰ **وَاللّٰهُ یُؤْتِی الْمُلُکَ مَنْ یَّشَاءُ** (سورہ بقرہ آیت ۲۴۵)

کی تفسیر میں روایت کی ہے یعنی اپنی بادشاہی جس کو چاہتا ہے دیتا ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ یہ آیت ہماری شان میں نازل ہوئی ہے۔

فراٹ ابن ابراہیم نے حضرت صادقؑ کے اپنی تفسیر میں اس آیت مَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا (سورہ احزاب آیت ۱۷) کی تفسیر میں روایت کی ہے یعنی جو شخص خدا و رسول کی اطاعت کرتا ہے تو وہ کامیابی عظیم سے کامیاب ہوا۔ امام نے فرمایا کہ اطاعت سے مراد امیر المومنین اور آپ کے بعد کے اماموں کی اطاعت ہے اور تفسیر محمد بن العیاش میں حضرت موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے اس آیت قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَعَلَيْكُمْ مَا حَبَلٌ مَّا حَبَلْتُكُمْ دُر ۱۸ سورہ نور آیت ۵۴) کی تفسیر میں روایت کی ہے یعنی اے رسول کہہ دو کہ خدا و رسول کی اطاعت کرو اور اگر انکار کرو گے اور قبول نہ کرو گے تو رسول پر صرف اتنا ہی لازم ہے جس کی ان کو تکلیف دی گئی ہے یعنی رسالت کی تبلیغ اور تم پر لازم ہے اُس امر کی تعمیل جس کی تم کو تکلیف دی گئی ہے یعنی اطاعت کرنا۔ فرمایا کہ فَعَلَيْكُمْ مَا حَبَلٌ یعنی رسول پر یہ لازم ہے کہ جو تکلیف ان کو دی گئی ہے اس کو سنیں اور اطاعت کریں اور رسالت میں خیانت نہ کریں اور امت کی آزاد دہی پر صبر کریں اور تم پر واجب ہے کہ قبول کرو اور عہد و پیمان کو پورا کرو جو خدا نے تم سے امامت علی کے بارے میں لیا ہے اور جو کچھ قرآن میں ان کی اطاعت کے بارے میں بیان کیا ہے وَإِنْ طُغِيَ عَنْهُمْ فَتَنَّاوَا اگر علی کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پاؤ گے وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ اور رسول پر خدا کا پیغام پہنچا دینے کے سوا کچھ لازم نہیں ہے۔

دسویں فصل آیت نور کی تفسیر اہلبیت کے ساتھ اور اس امر کا بیان کہ وہی حضرات انوار سبحانی ہیں اور مسجدوں اور ان کے مقدس مکانوں کی تعریف اور عظمت سے اُن کے دشمنوں کی تاویل۔

پہلی آیت بِهٖ اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ مِثْلُ نُورِ كَمِثْلِكَ فِيهَا مِصْبَاحٌ مِّصْبَاحٌ فِي زُجَاجَةٍ الزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ لَا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارُ نُورٍ عَلَى نُورٍ يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَنْ يَشَاءُ وَيَضْرِبُ اللَّهُ

آیت نور کی تفسیر

الْأَمْثَالِ لِلنَّاسِ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿۳۵﴾ سورہ نور آیت ۳۵ یہ آیہ کریمہ متشابہات آیتوں میں سے ہے اور اس کی تاویل میں بہت سی وجہیں ہیں۔ ظاہری ترجمہ یہ ہے کہ خدا آسمانوں اور زمینوں کو اپنے نور وجود و علم و ہدایت نیز کواکب و غیرہ کے انوار ظاہری سے نور عطا کرنے والا ہے۔ خدا کے نور کی صفت اور مثال مانند مشکوٰۃ کے ہے اور وہ سوراخ ہے جس میں چراغ رکھا جاتا ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ اس کے قندیل کے اندر ایک گولہ ہے جس میں بتی ہوتی ہے اور اس مشکوٰۃ میں ایک چراغ ہو اور چراغ اس قندیل کے اندر ہو جو شیشہ یعنی بلور کی ہو اور وہ قندیل چمک رہی ہو جیسے کہ ایک بہت ہی روشن ستارہ ہے یا ستارہ زہرہ ہے اور وہ چراغ اُس درخت بابرکت سے روشن کیا گیا ہو جو درخت زیتون ہے اور وہ درخت زیتون نہ شرقی ہو نہ غربی۔ بعضوں نے کہا ہے کہ مشرق یا مغرب کی جانب نہ اگا ہو جس پر کبھی آفتاب چمکتا ہو اور کبھی نہ چمکتا ہو بلکہ کسی کشادہ صحرا یا کسی پہاڑ کی چوٹی پر ہو جس پر ہمیشہ آفتاب چمکتا ہو تاکہ اس کا پھل بہت پختہ اور اس کا روغن بالکل صاف ہو۔ بعضوں نے کہا ہے آبادی کے مشرق و مغرب جانب نہ ہو بلکہ آبادی کے درمیان میں ہو جو بلاد شام ہے اور اس کا زیتون تمام دنیا کے زیتونوں سے بہتر ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ کسی ایسی جگہ نہ اگا ہو جہاں آفتاب ہمیشہ چمکتا ہے کہ اس کو جلادے اور نہ ایسی جگہ ہو کہ اس پر کبھی نہ چمکتا ہو اور وہ خام رہ جائے بلکہ کبھی آفتاب کی روشنی اس پر پڑتی ہو اور کبھی نہ پڑتی ہو اور قریب ہے کہ اس کا روغن بغیر آگ کے روشن ہو جائے اور اس کے نور پر نور اور زیادہ ہو کیونکہ روغن زیتون کے صاف ہونے اور قندیل کی چمک اور چراغدان میں روشنی محفوظ رہنے کے سبب سے چراغ کی روشنی زیادہ ہوتی ہے۔ خدا جس کو چاہتا ہے اپنے نور کی طرف ہدایت کرتا ہے اور لوگوں کیلئے مثال بیان کرتا ہے اور خدا ہر چیز سے واقف ہے۔

اس آیت کی تاویل بہت سی وجہوں کے ساتھ مفسرین نے کی ہے۔ پہلی وجہ یہ کہ خدا نے یہ مثال اپنے پیغمبر کے لئے بیان فرمائی ہے۔ مشکوٰۃ آنحضرتؐ کا سینہ اقدس ہے اور زجاہر آپ کا قلب پر حکمت ہے اور مصباح پیغمبری ہے جو نہ شرقی ہے نہ غربی یعنی نہ نصرانی اور نہ یہودی کیونکہ نصاریٰ مشرق کی جانب نماز پڑھتے ہیں اور یہودی مغرب کی جانب شجرہ مبارکہ حضرت ابراہیمؑ ہیں اور نور محمدؐ نزدیک ہے

کہ لوگوں کے لئے ظاہر ہوا اگرچہ کلام نہ کرے۔

دوسری وجہ یہ کہ مشکوٰۃ سے مراد ابراہیمؑ ہیں اور زجاجہ اسمعیلؑ اور مصباح محمدؐ اور شجرہ مبارکہ سے مراد ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ کیونکہ اکثر پیغمبر آپ کے صلب سے پیدا ہوئے ہیں اور وہ مشرقی ہیں نہ غربی ہیں یکادزیتہا یعنی نزدیک ہے کہ محمدؐ کی خوبیاں ظاہر ہوں قبل اس کے کہ ان کو وحی آئے۔ نُوْهُ عَلٰی نُورٍ یعنی پیغمبری جو ایک نور ہے پیغمبری کے نسل سے ہے۔

تیسری وجہ یہ کہ مشکوٰۃ عبد المطلب ہیں اور زجاجہ عبد اللہؐ اور مصباح جناب رسول خدا ہیں۔ جو مشرقی ہیں نہ غربی بلکہ مکی ہیں اور مکہ وسط دنیا میں ہے۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ یہ مثال خداوند عالم نے مومن کے لئے دی ہے اور مشکوٰۃ اُس کا نفس ہے اور زجاجہ اُس کا سینہ اور مصباح ایمان ہے اور قرآن جو اس کے دل میں ہے اور وہ روشن ہوتا ہے اُس مبارک درخت سے جو خدا کے بارے میں اغلاص ہے لہذا وہ درخت ہمیشہ سرسبز رہتا ہے اُس درخت کے مانند جس کے گرد دوسرے درخت اُگے ہوں اور آفتاب کی روشنی طلوع ہونے کے وقت اُس درخت تک نہیں پہنچتے اور نہ غروب ہونے کے وقت اور مومن کی یہی مثال ہے کہ کسی فتنہ و فساد کا اثر اس کو موثر نہیں کرتا اس لئے کہ وہ چار خصلتوں کے درمیان میں ہے اگر خدا اُس کو عطا فرماتا ہے تو وہ شکر کرتا ہے اگر کسی بلا میں مبتلا ہوتا ہے تو صبر کرتا ہے اور اگر وہ حکم کرتا ہے تو انصاف کے ساتھ حکم کرتا ہے۔ اور جب بات کرتا ہے تو سچ بولتا ہے تو تمام انسانوں میں اس کی مثال اُس زندہ کی سی ہے جو مردوں کے قبروں کے درمیان راہ چلے۔ نور پر نور ہے سے مراد یہ کہ اس کا کلام نور ہے اور اس کا عمل نور ہے اس کا ہر امر میں داخل ہونا نور ہے اور اس سے باہر آنا نور ہے اور قیامت میں اس کا نور کی جانب واپس آنا ہے۔

پانچویں وجہ یہ کہ یہ مثال خدا نے قرآن کے بارے میں بیان فرمائی ہے۔ مصباح قرآن ہے زجاجہ مومن کا دل اور مشکوٰۃ اس کی زبان اور اس کا دہن ہے اور شجرہ مبارکہ وحی ہے یکادزیتہا یعنی نزدیک ہے قرآن کی دلیلیں واضح ہوں خواہ وہ نہ پڑھا جائے یا یہ کہ خدا کی دلیلیں خلافت پر روشن ہوں اس شخص کے لئے جو اُس

میں غور و فکر کرتا ہے اگرچہ قرآن نازل نہ ہو۔ اور نور پر نور ہے یعنی قرآن نور ہے اُن تمام نوروں کے ساتھ جو اس سے پہلے تھے یٰھدی اللہ لنورہ من یشاء یعنی خدا جس کی چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے اُن کے دین و ایمان کی طرف یا پیغمبری اور امامت کی طرف۔ ان کے علاوہ دوسری تاویلیں بھی اس آیت کی مفسرین نے کی ہے جن کا تذکرہ طوالت کا باعث ہے جو حدیثیں کہ اس آیت کی تاویل میں وارد ہوئی ہیں چند طرح کی ہیں۔

اول یہ کہ علی بن ابراہیم نے حضرت صادقؑ سے اس کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ مشکوٰۃ سے مراد جناب فاطمہ زہراؑ ہیں اور فیہا مصباح سے امام حسن اور المصباح فی نہا جلقہ میں مصباح امام حسینؑ ہیں اور چونکہ یہ دونوں حضرات ایک نور سے ہیں لہذا دونوں حضرات کی تعبیر مصباح سے کی ہے۔ امام نے فرمایا کہ ذجالجہ بھی جناب فاطمہؑ ہیں یعنی جناب فاطمہؑ دنیا کی تمام عورتوں اور بہشت کی عورتوں میں کوکب درخشندہ ہیں اور شجرہ مبارکہ حضرت ابراہیمؑ ہیں لا شرقیہ ولا غربیہ یعنی وہ نہ یہودی ہیں اور نہ نصرانی بکا دنیتھا بضیعی یعنی نزدیک ہے علم اُن سے اور ان کی ذریت سے جو ش مارے نور علی نور یعنی اُن سے ایک کے بعد دوسرے امام پیدا ہونگے یٰھدی اللہ لنورہ من یشاء یعنی خدا جس کی چاہتا ہے ائمہ کی جانب ہدایت کرتا ہے۔

کلینی اور فرات بن ابراہیم نے بھی یہ روایت چند طریقہ سے کی ہے اور علامہ حلی نے کشف الحق میں اور ابن بطریق نے عمدہ میں اور سید بن طاووس نے طرائف میں ابن مغازلی شافعی سے اسی مضمون کے قریب قریب روایت کی ہے اور کہا ہے مشکوٰۃ سے مراد جناب فاطمہؑ ہیں اور مصباح سے حسنؑ اور حسینؑ ہیں اور جناب فاطمہؑ تمام زمان عالمین میں درخشندہ ستارہ (کوکب دری) ہیں آخر تک۔

(قول مؤلف) مشبہ پر زیادہ توضیح اور تشبیہ اور مطابقت کی جہت سے ہم کہتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیمؑ انبیاء کی اصل اور بہترین فرد تھے اور انبیاء اس کی شاخوں کے مانند ہیں اور اس شاخ سے مختلف شاخیں انبیاء و صیاء کی حضرت اسحاق کی نسل میں پھوٹیں جو بنی اسرائیل ہیں اور اولاد اسمعیل میں کہ سب سے بہتر جناب رسول خدا ﷺ

ان کے اوصیا ہیں اور ان کے سبب اہل کتاب کے تین فرقوں یہود و نصاریٰ اور مسلمان ہیں انوارِ عظیمہ ساطع ہوئے لہذا جناب ابراہیمؑ اس شاخ اور دونوں کی بناء پر شجرہ زیتونہ کے مانند ہیں اور چونکہ اس شجر کے پھلوں کا تحقیق اور اس زیتون کے نوروں کا سرایت کرنا ہمارے پیغمبر اور ان کے اہلبیت میں کامل تر اور زیادہ تر اور تمام تر تھا اس لئے کہ یہ بزرگوار تمام انبیاء اور اوصیا سے افضل تھے اور امت وسط اور ائمہ وسطی یہی حضرات تھے اور ان کی شریعت اور سیرت اور طریقت سب سے زیادہ انصاف والی تھی۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا۔ ان کا وسط ہونا شریعتوں میں وسط ہونا ہے جیسا کہ یہودی مغرب کی طرف نماز پڑھتے ہیں اور نصاریٰ مشرق کی جانب لیکن اس امت کا قبلہ ان دونوں کے درمیان واقع ہے اسی طرح حکم قصاص اور دیت اور ان کے تمام احکام اور وسط قرار دیئے گئے ہیں لہذا خداوند تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کی تشبیہ ان انوارِ عظیمہ کی وجہ سے زیتونہ سے دی ہے کہ نہ مشرقی ہے نہ مغربی یعنی اعتدال سے افراط و تفریط کی جانب متوجہ نہ ہو جیسا کہ قوم یہود و نصاریٰ میں پایا جاتا ہے۔ مشرقیہ سے نصاریٰ اور غربیہ سے یہودیوں کی طرف ان کے قبلوں کے اعتبار سے اشارہ ہے۔ اور ممکن ہے کہ آپؐ کو یہ سے مراد زیتونہ ہو جو وسط شجرہ میں ہوتی ہے نہ مشرق میں ہو کہ سورج عصر کے وقت اُس پر نہیں چمکتا اور نہ مغرب عالم میں کہ آفتاب وقت طلوع اُس پر چمکتا ہے۔ اس طرح تشبیہ کامل تر اور تمام تر ہو جاتی ہے اور شبہ میں زیتونہ سے مراد مادہ بعید اُس کا علم ہے جو امامت اور خلافت کے لئے ہوتا ہے جس کا منبع و سرچشمہ حضرت ابراہیمؑ ہیں چنانچہ حق تعالیٰ نے ان کو خطاب فرمایا ہے کہ اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا طرپ سورہ بقرہ آیت ۱۲۴ جو ان کی طاہر فریت میں سرایت کر گیا اور زیت سے مراد وحی و الہام کے نادر مواد ہیں اور زیت کی ضیا اور چمک سے مراد ان مواد سے علم کا جاری ہونا ہے وَکُوْنُ تَمْسَسُهُ نَارٌ۔ نار سے مراد وحی یا تعلیم بشر یا سوال ہے کیونکہ سوال بھی آتش علم کو روشن کرتا ہے وَنُورٌ عَلٰی نُوْرٍ کی ایک امام کے بعد دوسرے امام سے تاویل فرمائی ہے اس لئے کہ ہر امام جو دوسرے امام کے بعد آتا ہے نور و علم و حکمت الہی کو خلق میں اضافہ کرتا ہے اسی طرح جیسے ہم نے بیان کیا اس تاویل کی متانت اور خوبی مثل روز روشن

کے ظاہر و آشکار ہے۔

دوسرے یہ کہ ابن بابویہ نے توحید اور معانی الاخبار میں بسند معتبر فضیل بن یسار سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت صادقؑ سے اَللّٰهُ نُورٌ السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ مِنْ كَعْبِ بَارِئِ میں دریافت کیا حضرت نے فرمایا کہ ایسا ہے کہ خداوند عز و جل کے نور سے تمام آسمان اور زمین روشن ہیں میں نے عرض کی مثل دوسرے سے کیا مراد ہے فرمایا کہ اُس کا نور محمد ہیں۔ میں نے کمشکوٰۃ کے بارے میں پوچھا فرمایا کہ مشکوٰۃ سینہ محمدؐ ہے میں نے عرض کی فیہا مصباح سے کیا مراد ہے۔ فرمایا کہ اُس میں نور علم ہے یعنی پیغمبری میں نے کہا المصباح فی نہ جاجہ کیا ہے فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور امیر المومنین کے دل کی طرف منتقل ہونا میں نے کہا کا تھا امام نے فرمایا کا تھا کیوں پڑھتے ہو میں نے پوچھا پھر کیا پڑھوں فرمایا کا تھا کو کب دسی میں نے کہا یوقد من شجرة مبارکۃ ذینونۃ لا شرقیہ ولا غربیہ امام نے فرمایا کہ یہ علی بن ابی طالب کے اوصاف ہیں کہ وہ نہ یہودی تھے نہ نصرانی۔ میں نے پوچھا یکاد ذیتہا یضئ و لولہ تمسہ ناس سے کیا مراد ہے فرمایا کہ نزدیک ہے کہ آل محمد میں سے عالم کے دہن سے علم باہر آئے قبل اس کے کہ اُس سے دریافت کریں یا اس کے قبل ہی کہ بذریعہ الہام اُس پر یہ علم کیا گیا ہو میں نے عرض کی نور علی نور فرمایا کہ اس سے مراد ایک کے بعد دوسرا امام لے

بصائر اور اختصا میں حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ مثل نورہ جناب رسول خدا ہیں فیہا مصباح میں مصباح سے علم مراد ہے المصباح فی نہ جاجہ میں زجاج سے امیر المومنینؑ مراد ہیں اور رسول خدا کا علم انہی حضرت کے پاس ہے۔ ایضا فرات نے تفسیر میں امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح یعنی علم جناب رسول خدا کے سینہ میں ہے اور نہ جاجہ امیر المومنین کا سینہ ہے یوقد من شجرة مبارکۃ نور سے مراد علم ہے لا شرقیہ ولا غربیہ یعنی آل ابراہیمؑ سے (وہ علم) جناب محمد مصطفیٰؐ کی طرف آیا اور اُن سے حضرت علی کو ملا۔ وہ نہ شرقتی ہے

لہ مترجم فرماتے ہیں کہ قرأت مکاتئ کی قرأت شاذیں سے نقل نہیں کی ہے اور ضمیر کا مذکر ہونا خبر کے اعتبار سے ہے یا نہ جاجہ کی تاویل کے اعتبار سے یا یہ کہ زجاج دوم الجلیت کی قرأت میں نہ رہا ہوگا۔

اور نہ غریبی یعنی نہ یہودی اور نہ نصرانی ہیں۔ یکجا نہ تھے ایضاً یعنی قریب ہے کہ آل محمد میں سے عالم علم کے ساتھ کلام کرے قبل اس کے کہ اس سے سوال کریں۔

کشف الغمہ میں دلائل حمیری سے روایت ہے کہ لوگوں نے امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں مشکوٰۃ کے معنی دریافت کئے حضرت نے جواب میں لکھا کہ مشکوٰۃ دل محمد ہے نیز توحید میں حضرت باقرؑ سے روایت کی ہے کہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح کے بارے میں روایت کی ہے کہ اس سے مراد سینہ پیغمبر میں نور علم ہے۔ المصباح فی نہ جاجہ زجاجہ امیر المومنین ہیں۔ پیغمبر کا علم علی کے سینہ میں آیا جناب رسول خداؐ نے سب کچھ ان کو تعلیم فرمادیا یوقد من شجرة مبارکۃ نور علم ہے لاشرقیہ ولا غریبہ نہ وہ یہودی ہیں اور نہ نصرانی یکجا نہ تھے ایضاً ولو لم تمسسه ناس یعنی نزدیک ہے کہ آل محمد کا عالم اپنا علم بیان کرے قبل اس کے کہ اس سے پوچھیں۔ نور علی نورا یعنی ایک امام علم نور و حکمت سے تائید یافتہ دوسرے امام کے بعد ہو اور یہ امر ہمیشہ آدم کے زمانہ سے ہے اور ہمیشہ قیامت تک رہے گا اور وہی حضرات اوصیا ہیں جن کو خدا نے زمین میں اپنا خلیفہ قرار دیا ہے اور اپنی مخلوق میں حجت بنایا ہے۔ ان سے دنیا کسی زمانہ میں خالی نہ رہے گی۔

کافی میں بسند معتبر حضرت امام باقرؑ سے روایت کی گئی ہے کہ جناب رسول خداؐ نے وہ علم جو ان کے پاس تھا اپنے وصی کو عطا فرمایا احتسنا لے کے اس قول اللہ نور السموات والارض کا یہی مطلب ہے۔ خدا فرماتا ہے کہ میں اہل آسمان و زمین کی ہدایت کرنے والا ہوں اس علم کی مثال جو میں نے اسے عطا کی ہے وہ میرا نور ہے جس سے لوگ ہدایت پاتے ہیں اس مشکوٰۃ کے مانند جس میں مصباح ہو۔ مصباح دل محمد ہے اور مصباح نور علم ہے جو ان کے قلب میں ہے۔

اور قول خداوند عالم المصباح فی نہ جاجہ یعنی محمد کو اپنے پاس بلاؤنگا اور جو علم ان کے پاس ہے ان کے وصی کو عطا کروں گا جس طرح چراغ کو بور کی قندیل میں رکھتے ہیں کاتھا کو کب دہی یعنی ان کے وصی علی بن ابی طالب کی فضیلت ہے یوقد من شجرة مبارکۃ اصل شجرہ مبارکہ حضرت ابراہیمؑ ہیں جیسا کہ خداوند عالم نے ان کے حق میں فرمایا ہے۔ دَحَمْتُ اللّٰهَ وَبَوَّكَاتُہٗ عَلَیْکُمْ اَہْلَ الْبَیْتِ اِنَّہٗ خَیْرٌ مِّنْ سِوَہِہٖ اَمَّا

پھر فرمایا ہے (إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ لَا ذَرْبَ لَهَا مِنْ بَعْضِهَا وَمِنْ بَعْضٍ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ وَلَا شَرِيعَةً وَلَا خَدِيْعَةً رِبِّ سُوْرَةِ آلِ عِمْرَانَ آیت ۳۳) یعنی تم یہودی نہیں ہو کہ مغرب کی طرف نماز پڑھو اور نصاریٰ نہیں ہو کہ مشرق کی طرف نماز پڑھو بلکہ تم طریق ابراہیم پر ہو کہ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ مَا كَانَ إِبْرَاهِيمُ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلَكِنْ كَانَ حَنِيفًا مُّسْلِمًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ یعنی ابراہیم نہ یہودی تھے نہ نصرانی تھے لیکن باطل دینوں سے کتر کر دین حق اور فرمانبرداروں کے دین پر چلتے تھے اور نہ کافروں میں سے تھے۔ لیکن قول حق تعالیٰ بیکاد نہایت نفاذی اسے مراد یہ ہے کہ تمہاری اولاد کی مثال جو تم سے پیدا ہوں گے زیت کے مانند ہیں جو زیتون سے نچوڑتے ہیں عنقریب وہ علم پیغمبری کے ساتھ کلام کریں گے اگرچہ فرشتہ اُن پر نازل نہ ہو۔ تیسرے یہ کہ علی بن ابراہیم اور فرات نے عبداللہ بن جندب سے روایت کی ہے کہ اس نے امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں لکھا کہ آپ پر فدا ہوں میں پیر اور ضعیف اور کمزور ہو گیا ہوں جن امور کے بحال لانے کی پہلے قدرت رکھتا تھا اب اُس سے عاجز ہوں میں آپ پر فدا ہوں آپ مجھے کچھ ایسی چیزیں تعلیم فرمائیں کہ جو مجھ کو میرے پروردگار سے قریب کر دیں اور میری عقل اور میرا علم زیادہ کر دے۔ حضرت نے جواب میں لکھا کہ میں تم کو خط بھیجتا ہوں جس کو پڑھو اور اچھی طرح سمجھو اس میں شفا ہے اس کے لئے جس کو خدا چاہے اور اس میں ہدایت ہے اس کے لئے جس کو خدا دینا چاہے تم اس کو بہت پڑھا کرو۔ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ حضرت علی بن الحسین نے فرمایا کہ بیشک محمد زین پر امین خدا تھے جب ان کو دنیا سے اٹھایا اس وقت سے ہم اہلبیت زمیں میں امین ہیں۔ ہمارے پاس لوگوں کی بلاؤں اور موت اور لوگوں کے نسب کا علم ہے اور اُس کا جو اسلام پر پیدا ہوا ہے اور جس شخص کو دیکھتے ہیں اس کو پہچان لیتے ہیں کہ وہ مومن ہے یا منافق اور ہمارے شیعوں کے اور ان کے آباؤ اجداد کے نام ہمارے پاس لکھے ہوئے ہیں خدا نے ہم سے اور ان سے عہد و اقرار لے لیا ہے کہ جس جگہ ہم جائیں گے وہ بھی جائیں گے اور جس جگہ ہم داخل ہوں گے۔ وہ بھی داخل ہوں گے ہمارے اور ان کے سوا امت ابراہیم پر اور کوئی نہیں ہے۔ اور ہم قیامت کے روز اپنے پیغمبر کے نور سے استفادہ کریں اور ہمارے رسول خدا

پیری اور کمزوری میں غش و غلبہ نہ ہو بلکہ بڑے اعمال سے زیادہ رہے۔ شیعوں کے نام ان کے اللہ کے پاس لکھے ہوئے ہیں۔

کے نور سے۔ اور ہمارے شیعہ ہمارے نور سے متمسک ہوں گے جو ہم سے جدا رہے گا ہلاک ہوگا اور جو ہماری متابعت کرے گا نجات پائے گا۔ اور جو شخص ہماری ولایت سے انکار کرے وہ کافر ہے اور جو شخص ہماری متابعت کرتا ہے تو بیشک ہم اس کی ہدایت کرتے ہیں اور وہ بھی ہدایت پاتا ہے جو ہم کو نہیں چاہتا۔ اور جو ہم کو نہیں چاہتا وہ ہم سے نہیں ہے اور اس کو اسلام سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ خدا نے ہم سے دین کی ابتدا کی ہے اور ہم ہی پر ختم کیا ہے۔ ہماری برکت سے خداوند عالم ہماری روزی زمین سے اگاتا ہے اور ہماری برکت سے خدا پانی آسمان سے برساتا ہے اور ہماری برکت سے خداوند تعالیٰ تم کو دریا میں غرق ہونے سے اور زمین میں دھنسنے سے محفوظ رکھتا ہے اور ہماری وجہ سے خدا تم کو تمھاری زندگی میں۔ قبریں۔ میدان حشر میں۔ صراط پر۔ میزان کے نزدیک اور جنت میں داخل ہونے کا فائدہ پہنچائیگا۔ کتاب خدا میں ہماری مثال مشکوٰۃ کی سی ہے اور وہ مشکوٰۃ تبدیل میں ہے لہذا ہم ہیں وہ مشکوٰۃ جس میں مصباح ہے اور مصباح حضرت محمد ہیں اور مصباح زجاجہ میں ہے جس کی ظاہری غرض آنحضرت ہیں اور فرات کی روایت کے مطابق ہم زجاجہ لا شرقیہ ولا غربیہ ہیں یعنی آپ کے نسب مبارک میں کسی طرح کی خرابی نہیں ہے جس کی کبھی مشرق سے نسبت دیں اور کبھی مغرب سے یکاد نہ رہیں یعنی نہ نارسے مراد قرآن خود علی خود یعنی امام ایک امام کے بعد یدہی اللہ לנו ۴۰ من یشاء سے مراد نور علی بن ابی طالب ہے خدا ہماری ولایت کی طرف اس کی ہدایت کرتا ہے جس کو دوست رکھتا ہے اور خدا پر لازم ہے کہ ہمارے ولی اور ہمارے شیعہ کو مبعوث کرے ایسی حالت میں کہ اُس کا چہرہ منور اور اس کی برہان واضح اور اس کی حجت خدا کے نزدیک عظیم ہو۔ روز قیامت ہمارا دشمن سیاہ چہرہ کے ساتھ آئے گا۔ اس کی دلیلیں باطل ہوں گی۔ اور خدا پر لازم ہے کہ ہمارے دوستوں کو پیغمبروں۔ صدیقوں۔ شہیدوں اور صالحوں کا رفیق قرار دے اور کہنے

ع (حاشیہ صفحہ ۱۸۲) قرآن کا استعارہ نار یعنی آگ سے اسلئے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے آگ کے مناسب استعمال سے فائدہ حاصل ہوتا ہے اور غلط صورت میں نقصان اور ہلاکت کا باعث ہے اسی طرح قرآن ہے جس کے معنی و مطالب منشاء وحی کے مطابق اس کے اہل سے حاصل کئے جائیں تو فلاح و نجات اخروی کا سبب ہے اور (بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸۲ پر)

اچھے ہیں۔ ان کے رفیق۔ اور خدا پر لازم ہے کہ ہمارے دشمنوں کو شیطانوں اور کافروں کا رفیق قرار دے اور کفر بڑے ہیں ان کے رفیق۔ ہمارے شہید کو تمام شہیدوں پر دس درجہ فضیلت حاصل ہے اور ہمارے شیعوں میں سے شہیدوں کو تمام شہیدوں پر سات حصہ فضیلت ہے۔ لہذا ہم ہیں نجیب اور ہم ہیں اولاد انبیاء و اوصیاء اور ہم کتاب خدا میں مخصوص ہیں اور ہم تمام لوگوں میں پیغمبر خدا کے ساتھ سب سے افضل و اولیٰ ہیں اور ہم ہی وہ ہیں کہ خدا نے اپنا دین ہمارے لئے مقرر کیا ہے اس آیت میں شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا وَّالَّذِيْ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ وَّمَا وَصَّيْنَا بِهِ اِبْرٰهِيْمَ وَّمُوسٰى وَاَعْيٰسٰى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ (پہلا سورہ شوریٰ آیت ۱۳) یعنی خدا نے تمہارے لئے دین مقرر کیا ہے جس کی وصیت ہم نے نوح کو کی تھی اور جس کی وصیت ابراہیم، موسیٰ، اور عیسیٰ کے کی تھی کہ دین کو قائم کریں وَ لَا تَتَّبِعُوْا فِئْتِهٖ وَاِسْ مِّنْ مَّتَرَفِقٍ نَّهْ هُوں۔ یعنی محمد کے دین پر قائم رہو۔ كَبُوْا عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدَّ عُوْهُهُ اِلَيْهِ فرمایا کہ ان لوگوں پر جو مشرک ہیں یعنی ولایت علی سے انکار کرتے ہیں جس کی تم ان کو دعوت دیتے ہو یعنی ولایت علی کا قبول کرنا ان پر دشوار ہے اَللّٰهُ يَجْتَبِيْ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَيَهْدِيْ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ امام نے فرمایا کہ خدا جس کو چاہتا ہے اپنی طرف برگزیدہ کرتا ہے اور جس کی چاہتا ہے اپنی طرف ہدایت کرتا ہے یعنی اہل بیت کو تاہم جو ولایت کو تہا ہے تو اہل بیت کے لئے ایضاً محمد بن عیاش نے حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ ہماری مثال کتاب خدا میں مشکوٰۃ کے مانند ہے لہذا ہم ہیں مشکوٰۃ اور مشکوٰۃ وہ سورہ خ ہے جہاں چراغ رکھا جاتا ہے اور چراغ زجاجہ میں ہے اور زجاجہ محمد ہیں اور کَانَهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ كَتَبَ عَلٰی بَنِي اَبِي طَالِبٍ ہیں۔ نو، علی نو، قرآن ہے یہدی اللہ لنورہ من یشاء۔ خدا ہر اس شخص کی ہماری ولایت کی طرف ہدایت کرتا ہے جس کو دوست رکھتا ہے۔

چوتھے۔ علی بن ابراہیم نے حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ حضرت امام محمد باقر

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) اگرناہل لوگوں سے حاصل کئے جائیں تو ابدی ہلاکت کا سبب ہے اور امام کی ذات سراپا نور اس لئے کہ اُس سے دنیا و آخرت دونوں جگہ فلاح ہی فلاح ہے (مترجم)

نہ اس آیت اللہ نور السموات والارض کی تفسیر میں فرمایا کہ خدا نے اپنے نور سے ابتدا کی جس طرح اس کی ہدایت مومن کے دل میں ہوتی ہے کمشکوۃ ذینہامصباح مشکوۃ مومن کا سینہ ہے اور قندیل اُس کا دل ہے اور مصباح وہ نور ہے جس کو خدا نے اُس کے دل میں قرار دیا ہے یوقد من شجرة مبارکۃ شجرہ مومن ہے۔ بلا شرقیہ ولا غربیہ یعنی وہ پہاڑ کے درمیان ہونہ شرقی ہو کہ آفتاب غروب کے وقت اس پر نہ چمکے اور نہ غربی ہو کہ طلوع کے وقت اس کی روشنی اس پر نہ پڑے بلکہ طلوع و غروب کے موقعوں پر ہر وقت آفتاب اُس پر چمکے یکاد نہ یتھایضی یعنی نزدیک ہے کہ وہ نور جس کو خدا نے اس کے دل میں قرار دیا ہے روشنی بخشے اگرچہ وہ کلام نہ کرے نوسا علی نوسا یعنی فریضہ بالائے فریضہ اور سنت بالائے سنت یہودی اللہ لنوسا من تشاء یعنی خدا جس کی چاہتا ہے اپنے فرائض اور سنت کی طرف ہدایت کرتا ہے یضرب اللہ الامثال للتاس فرمایا کہ خدا نے مومن کے لئے یہ مثال دی ہے۔ مومن کا ہر کام میں پانچ نوروں میں گردش کرنا ہے۔ ہر کام میں اس کا داخل ہونا نور ہے ہر کام سے باہر آنا نور ہے اس کا کلام نور ہے اس کا علم نور ہے۔ قیامت میں بہشت کی طرف اس کی بازگشت نور ہے۔ حضرت نے فرمایا سبحان اللہ خدا کی مثال نہیں۔ فلا نضی بوا اللہ الامثال دیکھ سورہ نمل آیت ۴۷) لہذا خدا کے لئے مثالیں نہ بیان کر دو۔

دوسری آیت :- فِي بُيُوتٍ اِذْنُ اللّٰهِ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ يُسَبِّحُ لَهُ
فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ ۚ جَآئِلًا لِّمَنۡ تَلَٰمِيهِمْ ۚ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَيْعٌ عَنۡ ذِكْرِ اللّٰهِ
وَ اِقَامِ الصَّلٰوةَ وَاِيتَاءَ الزَّكٰوةَ ۚ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ ۚ وَ
الْاَبْصَارُ ۚ لِيَجْزِيََهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَ يَزِيْدَهُمۡ مِّنۡ فَضْلِهِ ۚ وَ
اللّٰهُ يَرْزُقُ مَنۡ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝۳۶ رشید علی ۱۱ سورہ نور آیت ۳۶ تا ۳۸ یہ آیہ کریمہ آیت
سابقہ کا تتمہ ہے جو مذکور ہوئی یعنی یہ چرأ غنائے ہدایت اور انوار امامت و خلافت چند
مکانوں یا چند خاندانوں میں روشن ہوتے ہیں جن کو خدا نے اجازت دی ہے اور مقدر
فرمایا ہے کہ ان کو بنانے اور تقظیم و تکریم کرنے کے سبب سے ان کو بلند کریں یا ان خاندانوں
کی بلندی شان پہچاننے اور ان کی امامت و خلافت کا اعتقاد رکھنے کا حکم دیا ہے۔ بعضوں
نے کہا ہے کہ ان گھروں سے مسجدیں مراد ہیں جیسا کہ منقول ہے کہ مسجدیں زمین میں خدا کا گھر

ہیں جو اہل آسمان کو روشنی بخشتی ہیں جس طرح ستارے اہل زمین کو روشنی دیتے ہیں۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ وہ پیغمبروں کے گھر ہیں جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ اور فرمایا ہے رَحْمَةً اللّٰهُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ اور شیخ طبرسی نے کہا ہے کہ اذن اللہ ان ترفع وہ مکانات انبیاء و اوصیائے مطلق کے ہیں اور رفع سے مراد تعظیم ہے اور ان سے نجاست کا دور کرنا ہے اور زنا فرمانیوں اور گناہوں سے پاک رکھنا ہے۔ بعضوں نے کہا ہے رفع سے مراد ان میں اپنی حاجتیں خدا سے طلب کرنا ہے ویدکر فیہا اسمہ یعنی ان میں خدا کا نام لیا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ ان میں قرآن کی تلاوت کی جاتی ہے یا اللہ کے اسمائے حسنیٰ ان میں بیان کئے جاتے ہیں یسبح فیہا بالعدو والاصال یعنی ان میں صبح و شام خدا کی تفسیر یہ یعنی خدا کی پاکی بیان کی جاتی ہے بعضوں نے کہا ہے کہ نماز پڑھنا مراد ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ ان چیزوں سے خدا کا پاک ہونا بیان کرنا ہے جو خدا کے لئے جائز نہیں اور ان صفاتوں سے خدا کو متصف کرنا ہے جن کا وہ مستحق ہے اور وہ سب حکمت اور صواب سے مقرون ہیں۔ پھر بیان کیا کہ تسبیح کرنے والے کون لوگ ہیں تو خدا فرماتا ہے کہ رجال لا تلهیہم تجارۃ ولا بیع عن ذکبر اللہ یعنی وہ لوگ ہیں جن کو تجارت اور بیع ذکر خدا سے غافل اور اپنی طرف مشغول نہیں کر اور نہ نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے سے باز رکھتے ہیں یخافون یوماً تنقلب فیہ القلوب والابصار اور ان عبادتوں کے ذریعہ سے اس روز سے ڈرتے ہیں جس کا ہول دلوں اور آنکھوں کو متغیر کر دیتا ہے تاکہ خدا ان کے عمل کا بہترین بدلہ دے اور ان کی توفیق اپنے فضل سے زیادہ کرے اور خدا جس کو چاہتا ہے بے حساب روزی دیتا ہے۔ اس آیت کا یہ لفظی ترجمہ ہے اور اب اس کے ضمن میں حدیثیں بیان کی جاتی ہیں۔ عامہ و خاصہ نے انس اور بریدہ سے روایت کی ہے کہ جب جناب رسول خدا نے اس آیت کی تلاوت فرمائی ایک شخص نے کھڑے ہو کر پوچھا کہ یا رسول اللہ وہ مکان کون ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ پیغمبروں کے مکانات ہیں اس کے بعد حضرت ابو بکر نے کھڑے ہو کر اور خانہ علی و فاطمہ کی طرف اشارہ کر کے پوچھا یہ مکان بھی ان ہی میں داخل ہے حضرت نے فرمایا ہاں بلکہ ان سب میں بہتر ہے۔

شاذان نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ میں مسجد نبویؐ میں تھا کسی نے

اس آیت کی تلاوت کی تو میں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ وہ کون سے مکانات ہیں فرمایا کہ پیغمبروں کے مکانات ہیں اور اپنے ہاتھ سے جناب فاطمہؑ کے بیت الشرف کی طرف اشارہ کیا۔

محمد بن العیاش نے بسند معتبر محمد بن الفضیل سے روایت کی ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں جناب امام موسیٰ کاظمؑ سے سوال کیا امام نے فرمایا کہ بیت سے مراد خانہائے محمد رسول اللہ ہیں اور حضرت علیؑ کا مکان بھی انہی میں داخل ہے بسند دیگر انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ بیت سے مراد خانہائے آل محمدؑ ہیں جو علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ علیہم السلام اور جناب حمزہؑ اور حضرت جعفرؑ کے مکانات ہیں۔ بالغدو والاصال فرمایا کہ اس سے مراد نماز ہے جو فضیلت کے اوقات میں ادا کی جائے پھر ان کی تعریف میں فرماتا ہے کہ رجال لا تلهیہم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ یعنی وہ چند مرد ہیں اور ان کے ساتھ کسی اور کو شریک نہیں فرمایا اس کے بعد فرمایا ہے لیجزیہا اللہ احسن ما عملوا ویزیدہم من فضلہ اس سے مراد وہ چیزیں ہیں جن سے ان حضرات کو مخصوص فرمایا ہے۔ مثل ان کی عودت و اطاعت کے واجب ہونے کے اور ان کا مسکن بہشت قرار دیا ہے۔

کلینی نے ابو حمزہ ثمالی سے روایت کی ہے کہ قتادہ بصری امام محمد باقرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نے اس سے پوچھا کہ تم ہی فقیہ اہل بصرہ ہو اس نے کہا ہاں حضرت نے فرمایا وائے ہوتے پر اسے قتادہ بیشک غلام نے ایک گروہ کو پیدا کیا اور ان کو اپنی مخلوق پر حجت قرار دیا تو وہ لوگ زمین کی میخیں ہیں مثل پہاڑوں کے خدا کے حکم کے مطابق قیام کرتے ہیں۔ علم خدا کے سبب نجیب ہیں خدا نے ان کو برگزیدہ کیا قبل اس کے کہ خلقات کو پیدا کرے۔ وہ لطیف اجسام عرش کی داہنی جانب تھے یہ سنکر قتادہ دیر تک خاموش رہا۔ پھر اس نے کہا کہ خدا کی قسم فقیہوں کی صحبت میں رہا ہوں اور ابن عباس کے پاس بھی بیٹھا ہوں ان میں سے کسی کے سامنے میرے دل میں ایسا اضطراب پیدا نہیں ہوا جو آپ کی خدمت میں پیدا ہو رہا ہے حضرت نے فرمایا جانتے ہو کہ کس کے پاس بیٹھے ہو اس آباد مکان والوں کے سامنے بیٹھے ہو جن کی شان میں خدا نے فرمایا ہے اذن اللہ ان ترفع و یذکر فیہا اسمہ الا تم وہاں بیٹھے ہو اور وہ اس جماعت میں سے ہیں جن کا ذکر خدا نے

اس آیت میں کیا ہے۔ قنادہ نے کہا آپ نے سچ فرمایا خدا کی قسم۔ خدا مگر کو آپ پر فدا کرے۔ خدا کی قسم یہ مکان اینٹ اور گارے کا نہیں بلکہ یہ عزت و شرف و بندی کا گھر ہے۔ کلینی نے حضرت صادق سے فی بیوت اذن اللہ ان ترفع کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ اس سے مراد پیغمبر کے مکانات ہیں۔ اور خصال میں حضرت امام موسیٰ کاظم سے روایت ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ خدا نے تمام خاندانوں سے چار خاندانوں کو بلند و بزرگ کیا ہے جیسا کہ فرمایا ہے اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰ اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰہِیْمَ وَّ اٰلَ عِیْسٰی عَلٰی الْعٰلَمِیْنَ۔ اور احتجاج میں روایت کی ہے کہ ابن کو انے حضرت امیر المومنین سے روایت کی ہے اس آیت کی تفسیر میں لَیْسَ الْبَرَّ اَنْ تَاْتُوْا الْبُیُوْتَ مِنْ ظُھُوْرِہَا وَاَلِیْنَ الْبَرِّمَنِ اتَّقٰی وَاَتُوْا الْبُیُوْتَ مِنْ اَبْوَابِہَا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ یہ نیکی نہیں ہے کہ لوگ مکانوں میں ان کے پشت سے (پھانڈ کم) آئیں نیکی اس کی ہے جو خدا سے ڈرے اور مکانوں میں ان کے دروازوں سے داخل ہو۔ حضرت نے فرمایا کہ ہم ہیں وہ مکانات جن کے بارے میں خدا نے حکم دیا ہے کہ ان کے دروازوں سے آؤ۔ اور ہم ہیں درگاہ خدا اور اس کے مکانات جن کے دروازوں اور مکانوں سے خدا کی طرف جانا چاہئے تو جس شخص نے ہماری متابعت کی اور ہماری ولایت اور امامت کا اقرار کیا۔ مکانوں میں ان کے دروازوں سے داخل ہوا اور جو شخص کہ ہماری مخالفت کرتا ہے اور دوسروں کو ہم پر فضیلت دیتا ہے مکانوں میں ان کی پشت سے داخل ہوتا ہے لے

لے مؤلف فرماتے ہیں کہ ان آیتوں کا حاصل یہ ہے کہ خدا نے نور ہدایت و نبوت و امامت و خلافت کو ان خاندانوں میں قرار دیا ہے جو آدمؑ کے زمانہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام تک دست بدست پہنچتا رہا ہے اور پھر ان سے حضرت رسالت مآبؐ کے آبائے طاہرین تک پہنچی ہوا اور ان سے آنحضرتؐ تک پہنچا اور ان حضرت سے ان کے اوصیائے کرام تک منتقل ہوا اور خدا نے مقدر فرمایا کہ ہمیشہ یہ خاندان بلند و مشہور رہے اور امامت و خلافت کا محل و مقام رہے اور نور علم سے عالم روشن و منور ہوتا رہے اور ان کے مکانات اور ان کے مساکن کی ان کی حیات میں تعظیم و تکریم ہوتی رہے اور ان کے پاس معارف ربانی اور دین مبین کی شریعتیں حاصل کرنے کے لئے لوگوں کو آنا چاہئے اور ان کی وفات کے بعد ان کے مقدس صریحوں کی تعظیم اور ان کو نجاسات سے (بقیہ ماشیہ ص ۱۸۹ پر)

تیسری اور چوتھی آیت وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بِفِغْلَةٍ يُخْسِبُهُ
الظَّلْمَانُ مَاءٌ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَهُ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا وَجَدَ اللَّهَ عِنْدَهُ فَوَقَّاهُ حَبَابَهُ
وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝ أَوْ ظَلُمَاتٍ فِي بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَغْشَاهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهِ
مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهِ سَحَابٌ ظُلُمَاتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ إِذَا أَخْرَجَ يَدَهُ لَمْ
يَكْدِرْ لَهَا مَن لَّمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ نُورًا فَمَا لَهُ مِن نُّورٍ ۝ (سورہ نور آیت ۴۰-۴۲)
چونکہ سابقہ آیتوں میں ایمان و علم و نبوت و امامت اور کامل مومنوں کی مثال نور سے فرمائی ہے۔ اور
یہ دونوں آیتیں کافروں کی مثال میں بیان کی ہیں جو ان نورات مقدسہ کی ضد ہیں کہ وہ لوگ جو خدا و رسول
سے انکار کرتے ہیں اور ان کے اعمال سراب کے مانند ہیں جو میدانوں میں ظاہر ہونے میں جس کو پیاسا
پانی گمان کرتا ہے جب اس کے نزدیک پہنچتا ہے تو وہاں کچھ نہیں پاتا اور خدا کے عذاب کے اور
اس کی طرف اس کے اعمال کی جزا کو اس کے پاس پاتا ہے اور حق اہلبیت جلد خلافت کا حساب
کرنے والا ہے۔ یا ان کافروں کی مثال ان تاریکیوں کے مانند ہے جو گہرے دریا میں ہو اور
اس دریا کو ایک موج ڈھانپ لے پھر اس پر دوسری موج پھر اس موج پر بادل چھائے ہوئے
ہوں اندھیرے کے اوپر اندھیرا ہو اور جب وہ اپنا ہاتھ جو اعضا میں سب سے زیادہ ظاہر
عضو ہے باہر نکالتا ہے تو ممکن نہیں دیکھ سکے اور جس کے لئے خدا نور نہ قرار دے تو اس کے
لئے کوئی روشنی نہیں ہے۔

ابن مہیار نے بسند معتبر حضرت امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ الَّذِينَ كَفَرُوا
سے مراد بنی امیہ ہیں اور مراد ظلمان سے پیاسا منافق سوم ہے جو بنی امیہ کو سراب کی جانب
لے جاتا ہے کہ یہ پانی ہے جب وہ اس جگہ پہنچتے ہیں تو عذاب الہی کے سوا کچھ نہیں پاتے
تفسیر علی بن ابراہیم میں حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ ظلمان سے اشارہ ہے فتنہ
اول و دوم کی جانب یغشاہ موج سے مراد فتنہ سوم ہے من فوقہ موج سے اشارہ
ہے طلحہ و زبیر کی طرف۔ ظلمات بعضہا فوق بعض سے اشارہ ہے فتنہ معاویہ اور
تمام بنی امیہ کی جانب۔ جب مومن اپنا ہاتھ ان کے فتنوں کی تاریکی میں نکالتا ہے تو ممکن

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) پاک رکھنا چاہئے اور ان کے گھر والوں کی تعظیم و احترام کرنا چاہئے اور ان
کی متابعت کو واجب سمجھنا چاہئے اور ان کی پیروی سے انحراف نہ کرنا چاہئے۔ ۱۲

نہیں کہ دیکھ سکے لہٰذا جعل اللہ نوراً فمالہ من نور یعنی جس شخص کا بنی فاطمہ کے
 اماموں میں سے کوئی امام خدا نے قرار نہیں دیا ہے تو اس کے لئے قیامت میں کوئی
 امام نہ ہوگا کہ اس کے نور میں راستہ چلے اور جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا ہے نُورُ هُوَ
 يَسْعَىٰ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ رُحْنُ سوره مدید آیت ۱۲ امام نے فرمایا کہ آئمہ
 قیامت میں مومنین کے نور ہوں گے۔ جو ان کے سامنے اور داہنی طرف سے چلیں گے
 تاکہ شیعوں کو بہشت کے قصروں میں پہنچا دیں۔ اور کلینی نے اس حدیث کو بسند صحیح
 و موثق تھوڑے اختلاف سے روایت کی ہے اور ابن مہیار نے بسند معتبر حضرت صادق
 سے روایت کی ہے کہ کظلمات فی بحر لاجی اشارہ ہے اول و دوم کی جانب اور من
 فوقہ موج سے اصحاب جمل و صفین و نہرواں کی جانب اشارہ ہے من فوقہ
 اصحاب ظلمات بعضہا من فوق بعض سے مراد بنی امیہ ہیں اذ اخرج یدہ لہ
 یکدیر لہا یعنی جب امیر المومنین اپنا ہاتھ باہر نکالتے ہیں ان کے فتوں اور تاپکیوں
 میں ممکن نہیں کہ دیکھ سکیں یعنی ان کو ابھی باتیں اور نیک مشورے دیتے تھے تو وہ لوگ
 نہیں مانتے تھے سوائے اس شخص کے جس کو آپ کی امامت اور ولایت کا اقرار تھا و من لہ
 يجعل اللہ نوراً فمالہ من نور یعنی جس شخص کے لئے خدا نے دنیا میں کوئی امام نہ قرار
 دیا ہو تو اس کے لئے آخرت میں کوئی نور نہ ہوگا یعنی اس کا کوئی امام نہ ہوگا جو اس کی
 بہشت کی جانب رہنمائی کرے۔

پانچویں آیت قَامُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَالْثَوْرَ الَّذِي اَنْتَ لَنَا رَیۡۃٌ سورہ تابہ آیت
 یعنی خدا و رسول پر ایمان لاؤ اور اس نور پر جسے ہم نے نازل کیا ہے۔ اکثر مفسرین نے کہا
 ہے کہ اس آیت میں نور سے مراد قرآن مجید ہے۔ اور کلینی وغیرہم نے بسند ہائے معتبر
 امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ خدا کی قسم نور سے مراد اس آیت
 میں روز قیامت تک آل محمد کے اممہ ہیں اور خدا کی قسم وہی نور خدا ہیں جن کو خدا نے
 بھیجا ہے اور بخدا وہی نور خدا ہیں آسمانوں اور زمینوں میں۔ اور خدا کی قسم مومنوں کے
 دلوں میں نور امام آفتاب سے زیادہ روشن ہے اور واللہ وہ بزرگوار مومنوں کے
 دلوں کو متور رکھتے ہیں اور خدا انکے نوروں کو جس شخص سے چاہتا ہے چھپائے رکھتا
 ہے اس لئے ان کے قلوب تاریک رہتے ہیں اور کوئی بندہ ہم کو دوست نہیں

چھٹی آیت :- الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَاَلَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَدَّرُوا وَانْتَصَرُوا لَهُ وَاتَّبَعُوا النَّبِيَّ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ٥

خداوند عالم مومنین متقین کے اوصاف میں جن کے لئے اپنی رحمت مخصوص فرمائی ہے فرماتا ہے کہ :-

لے مؤلف فرماتے ہیں کہ اس تاویل کی بناء پر ان کا نازل کرنا اور ان کو زمین پر بھیجنا انکی ارواح مقدسہ کو ان کے اجسام پاک کی طرف سے بھیجنے کے اعتبار سے کہ روحانیت اور نورانیت کے انتہائی مرتبہ قرب حاصل کرنے کے بعد ان کو تبلیغ رسالات اور خلق کو دعوت دینے کا حکم ہے۔ تو خلق سے ان کی مباشرت مقام بند سے پستی کی جانب نازل ہونے کے مثل ہے جیسا کہ خداوند عالم فرماتا ہے اِنَّا أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ ذِكْرًا تَسْمَوْنَ لَآئِلَاسِ اس اعتبار سے کہ بعض حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ حق تعالیٰ نے ان کے نور مقدس کو صلب آدم میں ساکن کیا یا اس اعتبار سے کہ ان کی محبت و ولایت جناب رسول خداؐ پر نازل کی اور ممکن ہے کہ نور قرآن مراد ہو اور اس کا اطلاق اس اعتبار سے ہو جیسا کہ سابق میں تحقیق ہو چکا کہ کتاب اللہ ناطق اور قرآن حقیقی یہی لوگ ہیں اور اس کے حافظ اور حامل اور مفسر یہی حضرات ہیں اور قرآن کا زیادہ حصہ باعتبار باطن انہی کی شان میں نازل ہوا ہے لہذا اس سبب سے فوراً تاویل اُن سے کی ہے اور یہ تمام وجوہیں میں سب سے زیادہ واضح ہے اور اس وجہ کے بارے میں آیت کی تاویل میں بہت سی حدیثیں ہیں جو اسکے بعد مذکور ہونگی ۱۲۔

رکھ کے رہنے والا تھا تو ریت اور انجیل میں اس پیغمبر کے اوصاف اور اس کی پیغمبری کا ذکر اپنے پاس لکھا ہوا پاتے ہیں جو ان کو نیکیوں کا حکم دیتا ہے اور بری باتوں سے منع کرتا ہے اور ان کے لئے پاک و ظاہر چیزیں حلال قرار دیتا ہے اور خبیث اور بری چیزیں ان پر حرام کرتا ہے اور دشوار امور یا عہد و پیمان کا بوجھ جو ان پر پڑا ہوا تھا کم کرتا ہے تو جو لوگ اس پر ایمان لائے اور انہوں نے اس کی تعظیم کی اور اس کی مدد کی اور اس نور کی پیروی کی جو اس رسول کے ساتھ نازل ہوا ہے تو وہی لوگ کامیاب اور فلاح یافتہ ہیں۔

اکثر مفسروں نے نور سے قرآن مراد لیا ہے اور کلینی نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ اس آیت میں نور سے مراد امیر المومنینؑ ہیں اور آئمہ معصومینؑ ہیں۔ اور علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ نور سے مراد امیر المومنینؑ ہیں۔ تو خدا نے پیغمبر کے بارے میں پیغمبروں سے عہد لیا کہ وہ اپنی امتوں کو آنحضرتؐ کے متعلق خبر دیں اور اس کی مدد کریں تو انہوں نے قول سے مدد کی اور اپنی امتوں کو وہ عہد دیا اور عنقریب رجعت میں رسول خداؐ اور تمام انبیاء دنیا میں واپس آئیں گے اور ان حضرت کی دنیا میں مدد کریں گے۔

کلینی نے بھی دوسری حدیث میں حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ قَالِیْذِیْنَ اٰمَنُوْا بِہ یعنی امام پر ایمان لائے ہیں وَ عَزَّوَجَدَ اٰخِرَ اٰیٰتِ تَمَّک۔ یعنی حجت اور طاغوت سے پرہیز نہیں کیا جو اول و دوم میں اور ان کی عبادت سے مراد ان کی اطاعت ہے۔ عیاشی نے حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ نور سے مراد اس آیت میں علی بن ابی طالبؑ ہیں۔

ساتویں آیت: یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفَؤْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَنْوَاعِہِہٖ وَ اللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖا وَ نُوْکِرَہٗ الْکَافِرُوْنَ (پہلے سورہ الصف آیت ۸) یعنی کفار و منافقین چاہتے ہیں کہ خدا کے نور کو اپنے منہ سے پھونک کر بجھا دیں اور اپنے باطل دینوں سے دین کو دبا دیں۔ اس شخص

لے مولف فرماتے ہیں کہ جو وہ ہیں کہ نور کے نزول کی توجیہ میں۔ پانچویں وجہ میں مذکور ہوئی ہیں وہ سب اس جگہ بھی بیان کی جا سکتی ہیں اور اس آیت کی شان نزول سے بہت مناسبت رکھتی ہیں۔ اور تیسری اور پانچویں وجہ بھی اس اعتبار سے بھی مناسب ہے کہ ابتداء میں نبوت نازل ہوئی ولایت امیر المومنینؑ بھی اُسی کے ساتھ نازل ہوئی ۱۲۔

کے مانند جو آفتاب کے نور کو اپنے منہ سے پھونک کر بجھانا چاہے اور خدا اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے اگرچہ کفار ناپسند کریں۔

کلمینی وغیرہ نے بسند معتبر حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ لوگوں نے اس آیت کی تفسیر اُن حضرت سے دریافت کی حضرت نے فرمایا کہ لوگوں نے چاہا کہ ولایت امیر المومنین کو اپنی باتوں سے مٹا دیں اور خدا امامت کو کامل کرتا ہے جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا ہے۔

الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالنُّورِ الَّذِي أَنزَلْنَا۔ اس جگہ نور سے مراد امامت۔ لوگوں نے اس کے بعد کی آیت هُوَ الَّذِي أَنزَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ (آیت سورہ مذکور) کی تفسیر دریافت کی حضرت نے فرمایا کہ وہ خدا وہ ہے جس نے اپنے رسول کو اُن کے وصی علی بن ابی طالبؑ کی ولایت کے لئے حکم دیا کہ ولایت دین حق ہے تاکہ اس کو حضرت قائم آل محمدؑ کے سبب تمام دینوں پر غالب کر دے جیسا کہ فرمایا ہے کہ خدا اپنے نور کو ولایت قائم آل محمدؑ کے ساتھ پورا کرے گا۔ وَلَوْ كُنَّا إِلَّا كَافِرُونَ بِوَلَايَةِ عَلِيٍّ۔ ہر چند کہ کفار ولایت علی کو پسند نہ کریں۔ لوگوں نے پوچھا کیا آیت اس طرح نازل ہوئی ہے فرمایا ہاں۔ علی بن ابراہیم نے وَاللَّهِ مُتَعَدِّتُهَا مِثْرًا میں روایت کی ہے کہ خدا اپنے نور کو قائم آل محمدؑ کے ذریعہ سے کامل کرے گا جب وہ ظاہر ہوں گے تو خدا اپنے دین کو تمام دینوں پر غالب کرے گا یہاں تک کہ خدا کے سوا کسی مقام پر غیر خدا کی عبادت نہ ہوگی جیسا کہ حضرت رسول خداؐ نے فرمایا کہ وہ (قائم آل محمدؑ) زمین کو اسی طرح عدل و انصاف سے بھر دیں گے جیسے کہ وہ پہلے ظلم و جور سے بھری ہوگی۔

الکمال الدین میں حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے زمین کبھی ایسے حجت خدا سے خالی نہیں رہتی جو دانا ہوتا ہے اور وہ زمین پر امور حق سے اس چیز کو زندہ اور قائم کرتا ہے جس کو لوگ ضائع اور برباد کر دیتے ہیں۔ پھر اس آیت یریدون لیطفوا نورا اللہ کی آخر تک تلاوت کی۔

محمد بن العیاش نے روایت کی ہے کہ امام محمد باقرؑ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی اور فرمایا کہ خدا کی قسم اگر تم لوگ دین حق اور ولایت اہلبیتؑ کو دست بردار ہو جاؤ تو خدا

دست بردار نہیں ہو گا۔ یعنی بلاشبہ ایسے گروہ کو پیدا کرے گا کہ جو اس دین کو اختیار کرینگے یا قائم آل محمد کو ظاہر فرمائے گا جو تمام خلق کو اس دین میں داخل کرینگے۔

ایضا۔ حضرت امیر المومنین سے روایت کی ہے کہ ایک روز جناب رسول خدا صلعم مہر پر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ خدا نے اہل زمین پر نظر کی جیسا کہ چاہئے اور سب میں سے مجھ کو اختیار کیا پھر دوسری بار نگاہ ڈالی تو علی کو اختیار کیا جو میرے بھائی میرے وارث میرے وصی اور میری امت میں میرے خلیفہ ہیں اور میرے بعد ہر مومن کے ولی اور امام ہیں۔ جو شخص اُن سے دوستی کرتا ہے اس نے خدا سے دوستی کی اور جو شخص ان سے دشمنی کرتا ہے اس نے خدا سے دشمنی کی ہے اور جو ان کو دوست رکھتا ہے وہ خدا کو دوست رکھتا اور جو شخص ان کو دشمن رکھتا ہے خدا اس کو دشمن رکھتا ہے خدا کی قسم اس کو مومن کے سوا کوئی غیر مومن دوست نہیں رکھتا اور کافر کے سوا اس کو کوئی دشمن نہیں رکھتا۔ وہ میرے بعد زمین کا نور ہیں اور رکن زمین ہیں۔ وہی کلمہ تقویٰ اور عروۃ الوثقی ہیں جس کو خدا نے قرآن میں فرمایا ہے اس کے بعد حضرت نے اس آیت یریدون لیطفئوا ذہرا اللہ کی آخر تک تلاوت کی۔ اس کے بعد فرمایا ایہا الناس میرا کلام وہ لوگ جو موجود ہیں ان تک پہنچا دیں جو موجود نہیں ہیں خداوند میں تجھ کو اس امر پر گواہ کرتا ہوں (پھر حدیث کا سلسلہ اپنے بیان میں شروع کرتے ہیں) اس کے بعد خدا نے تیسری مرتبہ زمین پر نگاہ کی اور میرے اور میرے بھائی علی کے بعد اور گیارہ اماموں کو ایک کے بعد دوسرے کو جو اس کا قائم مقام ہو گا اختیار کیا ان کی مثال آسمان کے ستاروں کی سی ہے کہ جو ستارہ غروب ہو جاتا ہے اس کے بجائے دوسرا ستارہ طلوع ہوتا ہے۔ وہ لوگ ہادی اور ہدایت یافتہ ہیں کوئی شخص ان کو ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ مگر اس کے سوا جو ان کے ساتھ مکرو فریب کرے اور ان کی مدد نہ کرے۔ وہ ائمہ سب زمین میں حجت خدا ہیں اور خلافت پر اس کے گواہ ہیں جس شخص نے ان کی اطاعت کی۔ اس نے خدا کی اطاعت کی اور جس نے ان کی نافرمانی کی۔ اس نے خدا کی معصیت کی۔ وہ قرآن کے ساتھ ہیں۔ اور قرآن ان کے ساتھ ہے وہ قرآن سے جدا نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس دار ہوں

آٹھویں آیت: - يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَآمِنُوا بِرَسُولِهِ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ تَحْتِهِ وَيَجْعَلْ لَكُمْ نُزُلًا تَمْشُونَ بِهِ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ

(آیت ۲۸ سورہ حدید پٹ)

مفسرین نے یوں ترجمہ کیا ہے:-

یعنی اے وہ گروہ جو خدا کی یگانگت پر ایمان لائے ہو اور موسیٰ اور عیسیٰ کی تصدیق کرتے ہو خدا کے عذاب سے پرہیز کرو اور رسول خدا پر ایمان لاؤ یا یہ کہ (وہ لوگو جو) خدا و رسول پر ظاہر میں ایمان لائے ہو رسول پر دل سے ایمان لاؤ تا کہ خدا تم کو اپنی رحمت سے دو حصہ اس نور کا عطا فرمائے جس کی روشنی میں قیامت کے روز راستہ چلو اور خدا تم کو بخش دے اور خدا بخشنے والا مہربان ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ نور سے مراد قرآن ہے۔

کلمینی اور مابیار وغیرہم نے بسند ہائے بسیار روایت کی ہے کہ کفیلین سے مراد جناب امام حسن اور جناب امام حسین علیہم السلام ہیں و یجعل لکم نوراً قہشی بہ یعنی تمہارے واسطے وہ امام مقرر کرے جن کی تم پر وہی کرو۔ ابن مابیار نے دوسری سند سے روایت کی ہے کہ حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ کفیلین سے مراد حسنین علیہم السلام ہیں و یجعل لکم نوراً قہشی بہ۔ یعنی ایسا امام عادل جس کی اقتدا کریں اور وہ علی علیہ السلام ہیں۔ ایضاً جابر بن عبد اللہ انصاری سے بسند معتبر روایت ہے کہ کفیلین سے حسنین اور نور سے حضرت علی علیہم السلام مراد ہیں اور فرات نے بھی انہی ابن عباس سے اسی مضمون کی روایت کی ہے۔ ایضاً حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ کفیلین سے مراد حسنین ہیں اس کے بعد فرمایا کہ جس کو خدا اگر لای کرنا ہے یا جس کو ہمارے شیعوں میں سے قرار دیتا ہے کوئی بلا بھی جو اس کو دنیا میں پہنچتی ہے اس کو ضرر نہیں پہنچا سکتی اگرچہ وہ زمین کی گھاس کھانے کے علاوہ کسی چیز پر قادر نہ ہو۔

۱۔ مؤلف فرماتے ہیں کہ رحمت سے مراد رحمت اخروی ہے یا رحمت دینی اور چونکہ امام خدا کی رحمتوں اور نعمتوں میں سب سے بڑی رحمت اور نعمت اس کے بندوں پر ہے ان حدیثوں میں دونوں رحمتوں کے مصداق اعظم کو بیان فرمایا ہے اور احتمال ہے کہ امام ناطق اور امام صامت ہر زمانہ میں دونوں مراد ہوں اور ان دونوں مصوموں کا ذکر مثال کے طور پر ہر جوایت کے نازل ہونے کے وقت موجود تھے اور یہ بھی احتمال ہے کہ کفیلین سے مراد دینی اور اخروی دونوں نعمتیں مراد ہوں اور چونکہ حضرت امام حسنؑ دینی کے سب سے بڑے مصداق تھے اس اعتبار سے کہ معادیہ سے صلح کیا اور شیعوں کی جانیں محفوظ کر لیں اور حضرت امام حسینؑ سب سے بڑے مصداق نعمت اخروی کے تھے جن کے اصحاب شہادت کے سب سے بلند درجے پر فائز ہوئے اس سبب سے ان دونوں بزرگوں کی تخصیص فرمائی اور آیت میں جو (بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹۶ پر)

نوریں اور دوسری آیت ہر یوم تری المؤمنین والمؤمنات یسعی نورہم بین یدیہم
 ویأیما انہم بشرکم الیوم جنات تجری من تحتہا الانہار خالدين فیہا ذلک
 الفوز العظیم ۝ یوم یقول السافقون والمنافقون للذین امنوا انظرونا
 نقیتس من نورکم قیل ارجعوا وراکم قالتم سو انوراً فضرب بیدہم
 بسور لہ باب بابطل فیہ الرحمۃ وظاہرہ من قبلہ العذاب ۝ ینادونہم
 ان کن معکم قالوا بلی والکنتم فتنتم انفسکم وترتبتم وارتبتم و
 غرتکم الا ما فی حق جاء امر اللہ وعزکم باللہ الغرور ۝ فالیوم لا یؤخذ
 منکم فدیۃ ولا من الذین کفروا ما ولکم النار ہی مولکم ویس المصیر ۝

دینی سورہ حدید آیت ۱۲ تا ۱۵، جس روز تم دیکھو گے مومنین و مومنات ہر ایک کا نور جو تیزی سے
 ان کے سامنے اور دائیں جانب چلے گا اور فرشتے ان سے کہیں گے کہ تم کو خوشخبری ہو بہشت
 کی جن کے نیچے نہریں جاری ہیں تم ہمیشہ اس میں رہو گے یہ عظیم کامیابی ہے اور اس روز منافق
 مرد منافقین و عورتیں ان ایمان والوں سے کہیں گے کہ ہمارا انتظار کرو یا ہماری جانب نگاہ کرو تاکہ
 تمہارے نور سے ہم بھی کچھ فائدہ اٹھائیں ان کے جواب میں کہا جائے گا کہ اپنے چھپے دنیا میں پس
 جاؤ اور ایمان اور اعمال صالحہ سے نور حاصل کر دیا صحراے محشر میں واپس جاؤ یا جس جگہ جاؤ
 جاؤ کیونکہ ہم سے تم کو کچھ حصہ نہیں ملے گا پھر ان مومنین اور منافقین کے درمیان ایک دیوار کھینچ
 دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہو گا کہ جس میں سے مومنین اندر داخل ہونگے یا وہ رحمت
 خدا کا دروازہ ہو گا جو بہشت ہے اور اس کے باہر عذاب الہی ہو گا جس کو جہنم کہتے ہیں منافقین
 مومنین سے کہیں گے کہ کیا دنیا میں ہم تمہارے ساتھ نہ تھے مومنین کہیں گے بیشک تھے لیکن
 تم نفاق میں مبتلا اور مومنوں پر بلاؤں کا انتظار کیا کرتے تھے اور دین میں شک کرتے تھے
 اور تم کو آرزوؤں نے فریب دے رکھا تھا یہاں تک کہ خدا کا حکم یعنی موت تم کو آئی اور شیطان
 نے تم کو خدا سے غافل کر دیا تھا لہذا تم سے خدا کوئی فدیہ نہ لے گا اور نہ کافروں سے تمہارا
 ٹھکانا جہنم ہے اور وہی تمہارے لئے زیادہ سزاوار ہے اور وہ تمہارے واسطے واپس

(بقیہ ماثیہ صفحہ گذشتہ) تعشون وارد ہوا ہے اس کی بناء پر ممکن ہے روحانی مشق (چلنا) مراد ہو جس سے عقلی
 کمالات کے درجے اور اخروی مراتب حاصل ہوتے ہیں اور ممکن ہے معنی سے راویاقت ہو جیسا کہ یہی ذرا قبل ذکر کر

ہونے کا مقام بہت بُرا ہے۔

دوسرے مقام پر فرمایا ہے یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تَوْبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا عَلٰی رَبِّكُمْ أَنْ يَكْفُرَ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَبَدِّلْ خَلْعَكُمْ جَنَاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَلَا تَوَمَّلُوا أَنْ يَكْفُرَ اللَّهُ بِالتَّائِبِينَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ نُورُهُمْ يَسْعَىٰ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَتَيْنَاكَ تُورَنَا وَاعْفُ لَنَا إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ رُشْدًا سورہ تحریم آیت یعنی اسے ایمان والوں خدا کی بارگاہ میں اپنے گناہوں سے خلوص دل سے توبہ کرو یعنی ایسا توبہ کہ پھر ان گناہوں کا اعادہ نہ کرو امید ہے کہ تمہارا پروردگار تم پر نگاہِ کرم کرے اور تمہارے گناہوں کو بخش دے اور تم کو بہشتوں میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ اس روز خدا اپنے پیغمبر کو اور اہل ایمان کو رسوا نہ کرے گا۔ ان کا نور اس روز ان کے آگے آگے اور داہنی جانب چلتا ہوگا۔ اور وہ کہتے ہوں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہمارے نور کو ہمارے لئے پورا کر دے اور ہم کو بخش دے بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

علی بن ابراہیم نے حضرت صادقؑ سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ نور ہو یسعی بین ایدیہم و بایمانہم کے بارے میں حضرت نے فرمایا مومنوں کے امام انکے نور ہوں گے جو ان کے آگے آگے اور داہنی جانب سے چلتے ہوئے یہاں تک کہ ان کو بہشت میں اُن کے مقامات تک پہنچا دیں۔

تفسیر فرات میں حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ میں نے یَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ یَسْعَىٰ نُورُهُمْ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ کی تفسیر حضرت سے دریافت کی امام نے فرمایا کہ جناب رسولؐ خدا نے فرمایا ہے کہ وہ نور مومنین کے امام کا ہوگا جو روز قیامت اُن کے آگے آگے چلے گا جبکہ خدا امام کو اجازت دے گا کہ جناتِ عدن میں اپنی منزلوں کو جاؤ اور مومنین ان کے پیچھے ہونگے یہاں تک کہ ان کے ساتھ بہشت میں داخل ہوں اور قول حق تعالیٰ بایمانہم کے بارے میں فرمایا کہ تم لوگ قیامت کے روز دامن آل محمد پکڑ کر ان کا وسیلہ اختیار کرو گے اور وہ حضرات حسنؑ و حسینؑ کا دامن پکڑیں گے اور وہ امیر المومنین کا دامن پکڑیں گے اور وہ جناب رسولؐ خدا کا دامن پکڑے ہوں گے یہاں تک کہ ان حضرات کے ساتھ جنتِ عدن میں داخل ہوں۔ خدا کے اس قول بُشْرًا لَكُمْ الْيَوْمَ جَنَّاتٍ کی تفسیر ہے ابن شہر آشوب نے مناقب میں حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ ہمارے لئے

علم معاویہ کا ہوگا اور پانچواں علم اسے علی تھا ہاں ہوگا جس کے سایہ میں مومنین ہوں گے اور تم ان کے امام ہو گے۔ پھر ان چار علم والوں سے خطاب ہوگا کہ واپس جاؤ اور نور طلب کرو پھر ان کے درمیان ایک دیوار کھینچ دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا۔ اس کے اندر کی جانب رحمت ہوگی جس میں میرے شیعہ اور موالی ہوں گے۔ اور جو لوگ میرے ساتھ ہوں گے ان لوگوں نے میرے ساتھ رہ کر باغیہ فرقتے اور راہ راست سے منحرف ہو جانے والوں کے ساتھ جنگ کی ہوگی۔ دروازہ رحمت سے مراد میرے شیعہ ہیں۔ گروہ باغیہ وغیرہ منافقین میرے شیعوں کو ندادیں گے کہ کیا ہم تمہارے ساتھ دنیا میں نہ تھے آخر تک جیسا کہ گذرا۔ اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ پھر میرے شیعہ اور میری امت کے مومنین سو من کوثر پر وارد ہوں گے اور درخت عو سج کا ایک عصا میرے ہاتھ میں ہوگا جس سے میں اپنے دشمنوں کو عو سج کوثر سے اس طرح ہنکاؤں گا جس طرح اونٹ ہنکائے جاتے ہیں۔

خصال میں جابر انصاری سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں جناب رسول خدا کی خدمت میں حاضر تھا۔ حضرت نے امیر المومنینؑ سے فرمایا کہ خدا نے تمہارے شیعوں اور محبتوں کو سات خصلتیں عطا فرمائی ہیں۔ مرنے کے وقت نرمی۔ (قبر کی) وحشت کے وقت اطمینان۔ تاریکی میں نور۔ قیامت کے خوف و پریشانی سے اطمینان و سکون۔ ترازوئے اعمال کے نزدیک انصاف مراٹ پر سے باسانی گذرنا۔ اور بہشت میں سب سے پہلے داخل ہونا۔ اس کے بعد اس آیت نور ہو سیدی بین اید یہو دیایمانہو کی تلاوت فرمائی۔

گیارہویں آیت۔۔۔ اللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ۗ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا اُولٰٓئِکَھُمُ الطَّاغُوْتُ لَا یُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ ۚ ذٰلِکَ سُوْرۃ البقرہ آیت ۲۵۷ یعنی خدا ولی یا ولی امر ان لوگوں کا ہے جو ایمان لائے ہیں۔ وہ ان کو تاریکی کفر و ضلالت و جہالت سے نکال کر ایمان و ہدایت اور علم کی روشنی میں لاتا ہے۔ اور جو لوگ کافر ہو گئے ہیں یعنی علم الہی میں گذرا ہے کہ وہ لوگ کافر ہوں گے ان کا دوست و مددگار طاغوت یعنی شیطان ہے جو اہل کفر و ضلالت کا پیشوا ہے اور پیشوایان کفر و ضلالت ان کو نور ایمان و علم و ہدایت سے یا ان امور کی قابلیت سے نکال کر کفر و فسق کے ارتکاب کی تاریکی میں لے جاتے ہیں۔ یا نور دلائل و براہین سے نکال کر شکوک و شبہات کی تاریکی میں لے جاتے ہیں

فصل آیت نور کی تفسیر اہلبیت کے ساتھ

تفسیر عیاشی میں حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ اس آیت میں نور سے مراد آل محمد ہیں اور ظلمات سے مراد ان کے دشمن ہیں۔ پھر حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ مراد یہ ہے کہ جو شخص ان ائمہ پر ایمان لائے جو خدا کی جانب سے مقرر ہوئے ہیں۔ ہر چند کہ وہ اپنے اعمال میں بُرا ہو خدا اس کو قیامت کے اندھیرے سے نور عفو و آمرزش کی جانب لے جاتا ہے اور بہشت میں داخل کرتا ہے اور ان لوگوں کو جو امام برحق سے کافر ہو گئے ہیں اور ان اماموں کا اعتقاد رکھتے ہیں جو خدا کی جانب سے مقرر نہیں ہوئے ہیں وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے اگرچہ وہ اعمال و کردار میں نہایت زاہد و متقی و عبادت گزار ہوں۔

کلینی نے بسند معتبر ابن یسفور سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت صادق سے عرض کی کہ مجھے ان لوگوں پر نہایت تعجب اور معالطہ ہوتا ہے جن کو آپ کی ولایت سے تعلق نہیں بلکہ دوسرے منافقین کی ولایت رکھتے ہیں اور صاحب امانت و وفا اور سچے ہونے ہیں اور ان لوگوں کے بارے میں بھی جو آپ کے محبوب اور موالی ہیں لیکن نہ صاحب امانت ہیں نہ سچے ہیں اور نہ وفادار ہیں حضرت بیٹھتے ہی درست ہو کر بیٹھ گئے اور نہایت غصہ میں فرمایا کہ اس کا کوئی دین نہیں جو خدا کی عبادت ایسے امام جابر کی محبت کیساتھ کرتا ہے جو خدا کی جانب سے مقرر نہیں ہوتا لیکن اُس پر کوئی عتاب نہیں جو خدا کی عبادت نہیں لیکن امام عادل کی ولایت کا اعتقاد رکھتا ہے جو خدا کی جانب سے منصوب ہوتا ہے۔ میں نے تعجب سے کہا کہ اُن کا کوئی دین نہیں اور ان پر کوئی عتاب نہیں۔ فرمایا ہاں شاید تو نے خدا کا یہ قول نہیں سنا ہے اللہ ولی الذین امنوا یخرجہم من الظلمات الی النور یعنی ان کو گناہوں کی تاریکی سے نکال کر توبہ اور آمرزش کی جانب لے جاتا ہے۔ اس وجہ سے کہ وہ ہر امام عادل کی امانت پر اعتقاد رکھتے ہیں جو خدا کی جانب سے معین ہوا ہے۔ اور فرمایا ہے والذین کفروا اولیاء نھم الطاغوت یخرجونھم من النور الی الظلمت راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا کہ کیا الذین کفروا سے مراد کفار نہیں ہیں؟ حضرت نے فرمایا کافروں کے لئے کیا نور ہوتا ہے جن کو اُس سے ظلمات کی طرف نکالیں گے۔ بلکہ مقصود وہ ہے جن کو نور اسلام حاصل ہوتا ہے۔ چونکہ ان لوگوں نے ہر جابر امام کی محبت و ولایت اختیار کر لی ہے جو خدا کی جانب سے منصوب نہیں ہیں اسی سبب سے نور اسلام سے نکل کر گمراہی کی تاریکی میں چلے گئے لہذا خدا نے ان پر آتش جہنم واجب قرار دیدی ہے تو وہ لوگ اصحاب نار ہیں۔ اور اسی میں ہمیشہ رہیں گے۔

شیخ طوسی نے مجالس میں امیر المومنین سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خدا صلعم نے اس

امام عادل کے عقیدہ پر حال بہشت میں جائیں گے اگرچہ صاحب امانت نہ تھے اور وفادار نہ ہوں۔

آیت کو ہم فیہا خَالِدُونَ تک تلاوت فرمائی تو لوگوں نے پوچھا کہ اصحابِ نار (یعنی دوزخی) کون لوگ ہیں حضرت نے فرمایا کہ جو لوگ میرے بعد علی سے جنگ کریں گے وہی کفار کے ساتھ جہنم میں ہوں گے۔ اس لئے کہ ان لوگوں نے حق کا انکار کیا۔ اس کے بعد جبکہ حجت اُن پر تمام ہو گئی۔

بارہویں آیت: یَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُّبِينًا فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَاعْتَصَمُوا بِهِ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِي رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ وَيَهْدِيهِمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ (سورہ نساء آیت ۴۷، ۴۸) یعنی اے لوگو تمہارے پروردگار کی جانب سے تمہاری طرف (حق کی) دلیل آپکی ہے اور ہم نے تمہاری طرف (حق) ظاہر کرنے والا نور نازل کیا تو جو لوگ خدا پر ایمان لائے اور اس نور سے متمسک ہوئے تو خدا ان لوگوں کو مغفرتِ اپنی رحمت میں داخل کرے گا جس کا اُن سے وعدہ کیا ہے اور مزید برآں فضل و کرم فرمائے گا اور اُس راہِ مستقیم کی طرف ان کی ہدایت فرمائے گا جس کا ان سے وعدہ فرمایا ہے یعنی وہ راہِ راست جو دنیا میں اسلام اور ایمان اور اطاعت ہے اور آخرت میں بہشت کا راستہ ہے۔ بعض مفسرین نے برہاں (دلیل) سے معجزہ مراد لیا ہے۔ بعض نے دین اور بعض نے خود ذاتِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مراد لیا ہے اور بعض نے کہا ہے نور سے مراد قرآن ہے۔

کتاب تاویل الایات میں دیلمی سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ بُرْہَان سے مراد جناب رسالتِ نبی ہیں اور نور میں سے مراد حضرت امیر المومنین ہیں۔ اور علی بن ابراہیم نے کہا ہے کہ نور امامتِ امیر المومنین سے مراد ہے وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَاعْتَصَمُوا بِهِ سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے امیر المومنین اور ائمہ معصومین علیہم السلام کی ولایت اختیار کی ہے۔ اور مجمع البیان میں حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ بُرْہَان سے مراد محمد ہیں۔ اور نور اور صراطِ مستقیم سے علی بن ابی طالب مراد ہیں۔

تیسرے آیت: أَوْ مَن كَانَ مِيتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ كَمَن مِّثْلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا كَذَلِكَ زُيِّنَ لِلْكَافِرِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (پہ سورہ انعام آیت ۱۲۲) یعنی جو شخص کہ مردہ تھا یعنی کافر تھا، تو ہم نے اسے زندہ کیا تاکہ اس کی ایمان کی طرف ہدایت کریں اور اس کے لئے ایک نور مقرر کیا جس میں وہ

لوگوں کے درمیان راستہ چلتا ہے۔ بعضوں نے نور کی علم و حکمت سے تفسیر کی ہے بعضوں نے قرآن سے اور بعضوں نے ایمان سے کیا۔ وہ اس شخص کے مانند ہو سکتا ہے جس کی صفت یہ ہے کہ وہ کفر و ضلالت اور جہالت کی تاریکی میں پڑا ہوا ہے اور اس میں سے ہرگز باہر نہیں نکل سکتا اسی طرح کافروں کے لئے اعمال کی زینت دی گئی ہے۔

لیکن نے بسند معتبر حضرت صادقؑ سے وجعلنا لہ نوراً کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ اس سے مراد نور امامت ہے کہ امام جس کی اقتدا کرتا ہے اور کمین مثله فی الظلمات سے مراد وہ شخص ہے جو امام کو نہ پہچانے۔ اور دوسری معتبر سند سے روایت کی ہے کہ جب خدا نے چاہا کہ حضرت آدمؑ کو خلق کرے۔ روز جمعہ کی پہلی ساعت میں حضرت جبریلؑ کو بھیجا انھوں نے ایک مٹی داہنے ہاتھ کی ساتویں آسمان سے پہلے آسمان تک میں سے اور بائیں ہاتھ کی ایک مٹی زمین اول سے ساتویں طبقہ زمین تک سے لی تو خدا نے اس کی طرف خطاب کیا جو کچھ جبریلؑ کے داہنے ہاتھ میں تھا کہ تجھ سے پیغمبروں اور ان کے اوصیاء، صدیقیوں، مومنوں اور سادات مندوں کو پیدا کروں گا۔ اور جو کچھ ان کے بائیں ہاتھ میں تھا اس سے خطاب کیا کہ تجھ سے جباروں، مشرکوں، کافروں اور اشیاء کو پیدا کروں گا۔ پھر ان دونوں طینتوں کو آپس میں مخلوط کیا تو ولایت میں ایک دوسرے سے جدا ہو گئے جیسا کہ فرماتا ہے يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ یعنی زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے۔ حضرت نے فرمایا وہ زندہ جو مردہ سے نکالا جاتا ہے وہ مومن ہے جس کو کافر کی طینت سے باہر لاتا ہے اور مردہ جو زندہ سے باہر آتا ہے وہ کافر ہے جو مومن کی طینت سے نکلتا ہے لہذا زندہ مومن ہے اور مردہ کافر۔ یہ ہیں قول حق تعالیٰ اَوْ مِنْ كَانِ مَيْتًا فَاجِيئْنَا بِهِ حَيًّا مَعْنَى الْمَيِّتِ کَا کافر کی طینت سے اختلاط ہے اور اس کی زندگی اس وقت ہوتی ہے جبکہ خدا اپنی قدرت سے اس کی طینت کو کافر کی طینت سے جدا کرتا ہے۔ اسی طرح حضرت رب العزت مومن کو ولادت میں کافر کی تاریک طینت سے نور کی جانب باہر لاتا ہے اس کے بعد جبکہ وہ اس میں داخل ہو چکا ہوتا ہے اور کافر کو نور سے ظلمت کفر کی جانب نکالتا ہے

جو مومن کی طینت ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے لَيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَيُخْرِجُ الْقَوْلَ عَلَى الْكَافِرِينَ یعنی پیغمبر کو بھیجا کہ وہ اس کو ڈرائے جو زندہ یعنی مومن ہوتا ہے اور کافروں پر عذاب کا وعدہ

زندہ سے مردہ کو اور مردہ سے مردہ کو

صحیح ہو جائے یا ان پر حجت تمام کرے۔

عیاشی نے حضرت امام محمد باقرؑ سے اس آیت کی روایت کی ہے کہ بیت سے مراد وہ شخص ہے جو ہمارے امامت کی معرفت نہیں رکھتا اور اسکی حیات کے معنی یہ ہیں کہ اس کو امامت کی معرفت حاصل ہو گئی۔ اور نور سے مراد حضرت علی بن ابی طالب ہیں اور جو کچھ ظلمات میں ہے اس کی مثال خلق کے وہ لوگ ہیں جو کچھ نہیں جانتے اور اپنے امام کو نہیں پہچانتے اور ان لوگوں کی طرف اپنے دست مبارک سے اشارہ کیا۔ اور ابن شہر آشوب نے اسی مضمون کے قریب روایت کی ہے اور علی بن ابراہیم نے کہا ہے کہ اومن کان میتا یعنی وہ حق سے جاہل ہوتا ہے۔

فاحیینا یعنی ہم حق کی طرف اس کی ہدایت کرتے ہیں وجعلنا لہ نورا اور نور سے مراد ولایت ہے کمن مثله فی الظلمت یعنی امہ کی ولایت کے بارے میں حق سے بے بہرہ ہیں۔

چودھویں آیت :- وَلَمَن دَخَلَ بَيْتِي مُؤْمِنًا وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا تَبَارًا ۝۱۱ (سورہ نوح آیت ۲۸) یعنی اے میرے پروردگار مجھ کو اور میرے پدر کو بخش دے اور جو میرے گھر میں صاحب ایمان داخل ہو اس کو اور مومن مردوں اور مومنہ عورتوں کو اور ظالموں کے لئے ہلاکت کے سوا اور کوئی چیز مت بڑھا۔

علی بن ابراہیم نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ بیت سے مراد ولایت ہے کہ جو شخص ولایت قبول کرتا ہے گویا کہ وہ پیغمبروں کے گھروں میں داخل ہوا ہے شیخ طبرسی نے کہا ہے کہ بیت سے مراد یا آنحضرت کا گھر ہے یا کشتی اور بعضوں نے کہا ہے کہ خانہ محمدؐ مراد ہے اور مومنین سے مراد یا تمام مومنین ہیں یا اُمت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہے۔

کلبینی اور ابن مہیار نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے خداوند عالم کے قول دَ قَالَ الْمَسَاجِدُ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا کی تاویل میں روایت کی ہے یعنی مسجدیں اللہ کی ہیں ہزارا ہمیں، خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو حضرت نے فرمایا کہ مسجدوں سے مراد

لے مولف فرماتے ہیں کہ بیت سے بیت معنوی ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا یعنی عزت و کرامت و اسلام و ایمان کا خاندان تو جو شخص ان کی ولایت اختیار کرتا ہے تو وہ اسی خاندان میں داخل ہو گیا اور ان سے ملحق ہو گیا لہذا شیعیان علی ہواہل ولایت ہیں اس گھر میں داخل ہیں اور دعائے نوح میں شامل ہیں۔ ۱۲

خدا کے اوصیاء ہیں۔ اور علی بن ابراہیم نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ مساجد سے ائمہ مراد ہیں۔ ایضاً ابن مایہ نے امام موسیٰ کاظم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنے پدر بزرگوار سے سنا کہ مساجد سے مراد اوصیاء اور ائمہ ہیں جو ایک کے بعد دوسرے امام ہیں۔ لہذا مراد یہ ہے کہ تم ان کے سوا کسی اور کی طرف لوگوں کی دعوت و ہدایت مت کرو ورنہ تم اس شخص کے مانند ہو جاؤ گے جس نے کسی غیر خدا کو پکارا ہے ملہ عیاشی نے حضرت صادق سے اس آیت **وَأَقِيمُوا وَجُوهَكُمْ حَتَّىٰ تَخْرُجُوا مَسَاجِدَ** کی تفسیر میں روایت کی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اپنے چہروں کو ہر مسجد یعنی ہر نماز کی جگہ یا نماز کے وقت جھکاؤ۔ امام نے فرمایا کہ مسجد سے مراد ائمہ ہیں ملہ عیاشی نے حضرت صادق سے خدا کے اس قول **وَأَقِيمُوا وَجُوهَكُمْ حَتَّىٰ تَخْرُجُوا مَسَاجِدَ**

لئے مختلف فہمیں کہ مفسرین نے مساجد کی تاویل میں اختلاف کیا ہے جو اس آیت کریمہ میں وارد ہوئی ہے بعض کہتے ہیں کہ وہ مقامات ہیں جو عبادت کے لئے بنائے گئے ہیں اور بعض حدیثوں میں بھی ایسا ہی وارد ہوا ہے۔ اور بہت سی حدیثوں میں جناب امیر اور حضرت صادق اور امام محمد تقی علیہم السلام سے منقول ہے کہ مساجد سے مراد سات اعضائے انسانی ہیں جن کو سجدہ میں رکھنا چاہئے پیشانی۔ ہاتھوں کی دونوں مٹیلیاں دونوں گھٹنے اور پاؤں کے دونوں انگوٹھے۔ لیکن جو تاویل ان حدیثوں میں وارد ہوئی ہے اس کی چند ذیلیں ہیں۔ اول یہ کہ ان معصومین کے خانہائے مقدس ان کی حیات ہیں اور ان کی وفات کے بعد ان کے مشاہد مقدس مراد ہوں لہذا ان حدیثوں میں ایک مضاف مقدر کرنا چاہیئے۔ اس بنا پر ممکن ہے کہ تمام مقامات متبرکہ مراد ہوں۔ اور ایک فرد کا خصوصیت سے ذکر کرنا اس لئے ہو کہ وہ سب میں افضل و اشرف ہو۔ دوسرے یہ کہ معنوی مکانات سے مراد ہو جیسا کہ سابق میں مذکور ہوا۔ تیسرے یہ کہ اضافت تقدیر جی ہر اس لئے کہ اصل میں یہی حضرات اہل مساجد ہیں

ملہ ممکن ہے کہ مراد یہ ہو کہ مسجد اہل معصومین کے گھر ہیں یعنی چاہئے کہ ان بزرگواروں کی حیات میں ان کے خانہائے مقدس کی طرف ان سے علوم دین حاصل کرنے اور ان کی اطاعت و پیروی کرنے کے لئے رجوع کرو اور ان کی وفات کے بعد ان کے مشاہد مشرف کی زیارت کے لئے رجوع ہو۔ یا مسجد سے مراد اہل مسجد ہوں اس لئے کہ یہی حضرات مسجودوں کی تعمیر اور ان کے آباد کرنے والے ہیں یا ان بزرگواروں کو مجازاً مسجد اس لئے کہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے ان کے نزدیک (یعنی حاشیہ صغیر آئمہ)

کی تفسیر میں روایت کی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ہر مسجد کے نزدیک اپنی زینت کرو حضرت نے فرمایا کہ مسجد سے مراد ائمہ ہیں اور اس حدیث کی چند طرفیوں سے توجیہ کی جا سکتی ہے۔

اولیٰ یہ کہ مسجد سے مراد ان حضرات کے مکانات اور مشاہد مقبرہ ہوں۔ جیسا کہ بعض حدیثوں میں وارد ہوا ہے۔ دوسرے یہ کہ مراد یہ ہو کہ خطاب اس آیت میں انہی بزرگواروں سے ہو چنانچہ حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ یہ آیت نماز جمعہ و نماز عیدین کے لئے مخصوص ہے اور جبکہ یہ حاضر و موجود ہوں تو یہ دوسروں پر مقدم ہیں۔ تیسرے یہ کہ زینت کی تاویل ولایت کے ساتھ ہو جیسا کہ بعض حدیثوں سے بھی ظاہر ہوتا ہے لیکن حدیثوں میں ہر نماز کے وقت لباس فاخرہ پہننا مراد ہے بعض میں خوشبو لگانا اور بعض میں ہر نماز کے وقت لکھی کو نالہ جس میں بیان ہے کہ یہی حضرات خلق پر گواہ ہیں اور بندوں کے اعمال ان کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں اور اس سلسلہ میں

گیارہویں فصل

حسب ذیل آیتیں ہیں

پہلی آیت: - وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا (ادب سورہ بقرہ آیت ۱۴۲)

دوسری آیت: - فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا (سورہ النساء آیت ۴)

تیسری آیت: - قُلْ أَعْمَلُوا فَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ وَسَتُرَدُّونَ إِلَىٰ عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ

(پس سورہ توبہ آیت ۱۰۵)

چوتھی آیت: - يَوْمَ تَنْبَعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدٌ عَلَيْهِمْ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ

(لغیر ماثر صفحہ گزشتہ) خضر اور ان کی تنظیم کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور بہت سی حدیثیں وار ہوئی ہیں کہ اس سے مسجدوں میں نماز کے وقت یا مطلقاً قبلہ کی طرف رخ کرنا مراد ہے۔

لہٰذا مؤلف فرماتے ہیں کہ حدیثوں میں باہم ارتباط اس طرح میرے خیال میں ممکن ہے کہ زینت سے مراد عام روحانی و جسمانی زینتیں ہوں۔ اور ولایت الہیہ تمام زینتوں میں افضل و اشرف روحانی زینت ہے اور ہر مدیث میں جو راوی کے عقل اور اسکے حال کے مناسب تھا بیان فرمایا ہے۔

شَهِيدًا عَلَىٰ كُلِّ لَآءٍ شَهِيدًا ۝ رپ سورة النحل آیت ۸۹

پانچویں آیت :- وَ جَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ هُوَ سَمَّكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَبْلُ وَفِي هَذَا لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ

رپ سورة الحج آیت ۸۸

چھٹی آیت :- وَ نَرْغَبُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا فَقُلْنَا هَاهُوَ وَابْرَاهِيمُ نَكُفُّوا عَنْهُ فَعَلِمُوا أَنَّ الْحَقَّ لِلَّهِ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ (رپ سورة النقص آیت ۵)

ساتویں آیت :- وَ أَشْرَقَتْ الْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتَابُ وَجَاءُ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالشُّهَدَاءُ وَقُضِيَ بَيْنَهُم بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ (رپ سورة الزمر آیت ۱۸)

آٹھویں آیت :- وَ يَقُولُ إِلَّا شَهِادُ هُوَ الْآءِ الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَىٰ رَبِّهِمْ هَ لَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ (رپ سورة ہود آیت ۱۸)

نویں آیت :- أَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّهِ وَيَتْلُوهُ شَاهِدٌ مِنْهُ

رپ سورة ہود آیت ۱۷

دسویں آیت :- وَ جَاءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَعَهَا سَائِقٌ وَ شَهِيدٌ ۝ رپ سورة ق آیت ۲۱

پہلی آیت کا ترجمہ :- ہم نے اسی طرح تم کو امت و سطر قرار دیا یعنی امت عادل یا افراط و تفریط کے درمیان قائم رہنے والی امت جیسا کہ سابق میں مذکور ہو چکا یا امتوں میں سب سے بہتر تاکہ تم لوگوں پر گواہ رہو اور رسول تم پر گواہ ہوں۔

شیخ طوسی نے کہا کہ ان کے شاہد ہونے میں تین اقوال ہیں۔ پہلا قول یہ کہ وہ لوگوں پر ان کے ان اعمال کے دنیا و آخرت میں گواہ ہیں جو حق کی مخالفت میں کئے گئے ہوں جیسا کہ فرمایا جَاءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَعَهَا سَائِقٌ وَ شَهِيدٌ دوسرا قول یہ کہ مراد یہ ہوگی کہ تم لوگوں پر حجت ہو اور ان کے لئے حق و دین بیان کرو اور رسول تم پر گواہ ہوں اور تمہارے لئے حق و دین بیان کریں۔ تیسرا قول یہ کہ یہ حضرات انبیاء کے بارے میں گواہی دیں گے کہ انہوں نے احکام الہی کی تبلیغ کی اور ان کی امتوں نے ان کو بھٹلایا۔ اور ان پر رسول کے گواہ ہونے کا یہ مطلب ہو کہ ان کے اعمال کے گواہ ہونگے یا ان پر حجت ہونگے یا قیامت میں ان کے بارے میں گواہی دیں گے کہ انہوں نے سچ گواہی دی ہے اس صورت میں علیٰ معنی لام ہوگا یعنی علیکم

ہوئی ہے۔ ۱۲۔

بہتر ہیں یعنی فرشتوں اور مسندوں سے جن کو صدر مجلس میں بچھاتے ہیں۔ اصنافِ خلاق کے ساتھ جیسا کہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے وکذلک جعلنا کھامۃ وسطاً چاہیے کہ غلو کرنے والا ہماری طرف رجوع کرے اور حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے یہ آیت پڑھی اور فرمایا کیا تم گمان کرتے ہو کہ اس آیت میں گواہوں سے مراد تمام اہل قبلہ ہیں خدا کی وحدانیت کے قائل ہیں۔ ایسا نہیں ہے کیا تم سمجھتے ہو کہ جس شخص کی گواہی دنیا میں ایک صاع خرے پر قبول نہیں کی جاتی حق تعالیٰ قیامت میں اُس سے گواہی طلب کرے گا اور تمام گندشہ امتوں کے سامنے قبول کرے گا ایسا نہیں ہے خدا نے ایسا ارادہ نہیں کیا ہے مگر اُسی جماعت کا جن کے حق میں جناب ابراہیم کی دُعا قبول ہوئی ہے اور وہ لوگ مراد ہیں جن سے خدا نے یہ خطاب فرمایا ہے کہ کنتہ خیر امة اخرجت للناس یعنی تم بہترین امت ہو کہ لوگوں کے لئے مقرر کئے گئے ہو اس کے بعد ان کے اوصاف فرماتا ہے کہ یہ لوگ نیک کاموں کا حکم کرتے ہیں اور برائیوں سے منع کرتے ہیں اور اس سے مراد ائمہ ہیں اور وہی حضراتِ اُمت وسط اور تمام امتوں میں سب سے بہتر ہیں نیز انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ پیغمبروں اور اماموں کے سوا لوگوں کے گواہ اور نہیں ہیں کیونکہ جائز نہیں ہے کہ خدا تمام امت سے گواہی طلب کرے حالانکہ ان میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جن کی گواہی ایک ٹہنی سبزی پر بھی نہیں قبول کی جاتی ابوالقاسم حکانی نے شواہد التنزیل میں حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ خداوند عالم نے اس ارشاد میں لتکونوا شهداء علی الناس میں ہمارا ارادہ کیا اور ہم سے خطاب فرمایا ہے لہذا رسول خداؐ ہم پر گواہ ہیں اور ہم خدا کی جانب سے خلق پر گواہ ہیں اور زمین میں خدا کی حجت ہیں اور ہم ہی وہ ہیں جن کے بارے میں خدا نے فرمایا ہے وکذلک جعلنا کھامۃ وسطاً۔

دوسری آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ اس وقت کافروں کا حال کیا ہوگا جس وقت ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے۔ مفسرین نے کہا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام ہیں جو اپنی اپنی امت کے گواہ ہیں اور اسے محمدؐ ہم تم کو ان سب پر گواہ قرار دیں گے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ اسے رسولؐ تم اپنی امت پر گواہ ہو اور بعضوں نے کہا ہے کہ تم ان گواہوں پر گواہ ہو۔ چنانچہ کلینی نے بسند معتبر حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ یہ آیت اُمت محمدؐ کے بارے میں

امت وسط اور امت پر گواہ ائمہ معصومین ہیں اور ان پر رسول خدا گواہ ہیں۔

نازل ہوئی ہے اور بس اور ہر قرن اور ہر عہد میں ہم میں سے ایک امام اس امت پر ایک گواہ ہے۔ اور محمد ہم پر گواہ ہیں

کتاب احتجاج میں حدیث طولانی میں حضرت امیر المومنین سے روایت ہے کہ آپ نے اہل موقف کی صفت میں فرمایا کہ رسولوں کو روکیں گے اور ان سے سوال کیا جائے گا کہ کیا تم نے میری رسالت اپنی امتوں کو پہنچائی جس پر میں نے تم کو مامور کیا تھا۔ وہ تمام انبیاء کہیں گے کہ ہم نے پہنچایا تو ان کی امتوں سے سوال کیا جائے گا کہ کیا پیغمبروں نے میری رسالتیں تم لوگوں کو پہنچائیں۔ تو امت کے کافر لوگ انکار کریں گے جیسا کہ خداوند کریم ارشاد فرماتا ہے فَلَنَسْأَلَنَّ الَّذِينَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ وَلَنَسْأَلَنَّ

الْمُرْسَلِينَ ۚ كَفَّارُكِهِمْ ۖ مَا جَاءَ مِنْ بَشِيرٍ وَلَا نَذِيرٍ ۚ لَا يَدْخُلُ اس وقت انبیاء جناب رسول خدا سے گواہی طلب کریں گے اور آنحضرتؐ گواہی دیں گے کہ انبیاء علیہم السلام سچ کہتے ہیں اور ان کی امت سے وہ جھوٹ بولتے ہیں جنہوں نے تبلیغ رسالت کا انکار کیا ہے پھر ہر رسول کی امت سے خطاب فرمائیں گے کہ بَلَىٰ قَدْ جَاءَكُمُ بَشِيرٌ وَنَذِيرٌ ۚ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۚ یعنی بلاشبہ تمہاری طرف جنت کی خوشخبری دینے والا اور عذاب سے ڈرانے والا آیا ہے اور خدا ہر چیز پر قادر ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ وہ قادر ہے اس بات پر کہ تمہارے اعضا و جوارح کو گویا کر دے کہ وہ تمہارے لئے گواہی دیں کہ رسولان خدا نے اس کی رسالت تم کو پہنچا دی ہے اور یہ اشارہ ہے خدا کے اس قول کی طرف فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا اس وقت آنحضرتؐ کی گواہی کو اس خوف سے روند کر سکیں گے کہ ایسا نہ ہو کہ ان کے لبوں پر مہر لگا دی جائے اور ان کے اعضا و جوارح ان کے افعال پر گواہی دیں۔ اس کے بعد جناب رسول خدا اپنی امت کے منافقوں اور کافروں کے متعلق گواہی دیں گے کہ یہ طعہ ہو گئے تھے اور دین سے برگشتہ ہو گئے تھے اور آنحضرتؐ کے وصیوں سے عداوت کی اور ان عہد و پیمان کو توڑ ڈالا تھا اور ان کی سنت کو بدل ڈالا اور ان کے اہلیت پر ظلم کیا اور دین سے اُلٹے پاؤں پھر گئے اور مرتد ہو گئے تھے اور ان امتوں کی پیروی کی جنہوں نے پہلے اپنے پیغمبروں سے خیانت کی اور ان کے اوصیاء پر ظلم کئے اس وقت سب اپنے کفر و ضلالت کا اقرار کریں گے اور کہیں گے۔ رَبَّنَا عَلَيْنَا مَشِيقُؤُنَا ۖ وَكُنَّا قَوْمًا ضَالِّينَ ۚ یعنی خداوند ہم پر شقاوت

غالب ہو گئی تھی اور ہم گمراہوں کے گروہ میں تھے۔ اس کے بعد جَنَابُكَ عَلٰی هٰؤُلَاءِ سَهْمًا خدا فرماتا ہے کہ یَوْمَئِذٍ يَكْفُرُوا الَّذِیْنَ كَفَرُوا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوِّیْ بِهِمْ هَدْیُ الْاَوَّلٰیْنَ وَلَا یَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِیثًا رُپ سورہ نسا آیت ۲۲، یعنی جس روز کہ سب گواہ ان کے خلاف گواہی دیں گے تو وہ گنہگار لوگ اس بات کو دوست رکھیں گے اور آرزو کریں گے کہ مر جائیں اور زمین میں دھنس جائیں اور کوئی بات خدا سے نہ چھپے گی۔ علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے جناب امیر کا حق غضب کیا ہے جب کہ آرزو کریں گے کہ جس مقام پر وہ جمع ہوئے تھے اور حق امیر المؤمنین غضب کیا تھا کاش زمین ان کو نگل لیتی۔ اور جناب رسول خدا نے امیر المؤمنین کے حق میں اور ان لوگوں کی ضلالت کے بارے میں جو کچھ فرمایا تھا۔ خدا سے چھپا نہ سکیں گے۔ تیسری اور چوتھی آیتوں کا مضمون آپس میں ایک دوسرے سے نزدیک ہے۔

تیسری آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ (اے رسول) کہہ دو کہ جس امر پر تم مامور تھے اس کو بجالاؤ۔ یا حکم تہدید کے طور پر ہے۔ تو بہت جلد خدا اور رسول اور مومنین تمہارے اعمال کو دیکھیں گے۔ اور تم لوگ بہت جلد ظاہر و پوشیدہ باتوں کے جاننے والے کی طرف پلٹائے جاؤ گے تو وہ تم کو وہ سب کچھ بتا دے گا جو کچھ تم کرتے تھے۔

مفسرین نے مومنین کی تفسیر میں اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا ہے کہ مومنین سے مراد شہدائیں اور بعضوں نے کہا ہے کہ اعمال کھنے والے فرشتے ہیں۔ اور بہت سی حدیثیں خاصہ و عامہ کے طریقہ سے وارد ہوئی ہیں کہ مومنین سے مراد ائمہ اطہار ہیں۔ چنانچہ صفار و ابن شہر آشوب اور عیاشی اور کلینی وغیرہم نے بسند مائے بیار روایت کی ہے کہ جناب امام محمد باقر و امام جعفر صادق علیہما السلام نے فرمایا کہ ہر جگہ مومن سے مراد ہم ائمہ ہیں۔ اور مجالس میں شیخ طوسی اور بصائر الدرجات اور تفسیر عیاشی میں حضرت باقرؑ سے روایت کی ہے کہ ایک روز جناب رسول خدا اصحاب کے مجمع میں بیٹھے تھے اور فرمایا کہ تمہارے درمیان میرا ہونا تمہارے لئے بہتری ہے اور تم سے میرا جدا ہونا بھی بہتری ہے یہ سن کر جابر بن عبد اللہ انصاری اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا یا رسول اللہ تمہارے درمیان آپ کا ہونا تو معلوم ہے کہ بہتر ہے لیکن آپ کی جدائی کس طرح ہمارے لئے بہتر ہے حضرت نے فرمایا کہ میرا تمہارے درمیان رہنا اس طرح بہتر ہے کہ خدا نے فرمایا

مومنین کے اعمال جناب رسول خدا اور ائمہ اطہار کے ساتھ پیش کیے جاتے ہیں۔

ہے مَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ
یعنی ایسا نہیں ہے کہ خدا ان پر عذاب کرے جبکہ تم ان کے درمیان ہو۔ اور ایسا بھی نہیں
ہے کہ خدا ان پر عذاب کرے حالانکہ وہ اس سے مغفرت کی دعا کرتے ہوں حضرت
نے فرمایا کہ اُن پر عذاب تلوار کے ساتھ کرتے ہیں۔ اور ہماری مفارقت تمہارے لئے
اس طرح بہتر ہے کہ تمہارے اعمال ہر دو شنبہ اور پنجشنبہ کو میرے سامنے پیش ہوتے
ہیں اگر تمہارے نیک اعمال دیکھتا ہوں تو خدا کا شکر بجالاتا ہوں اور اگر بُرے اعمال
پاتا ہوں تو تمہارے لئے خدا سے آمرزش طلب کرتا ہوں۔

مجالس شیخ اور بصائر الدرجات میں بسند معتبر روایت کی ہے کہ ابن اذنیہ نے
حضرت صادقؑ سے خدا کے اس قول قُلْ اَعْمَلُوا فَاَسِيرَی اللّٰهُ عَمَلْکُمْ وَ مَا سَؤْلُکُمْ وَ
الْمُؤْمِنُونَ کے بارے میں دریافت کیا حضرت نے فرمایا کہ مومنین سے مراد ہم ہیں
شیخ نے مجالس میں اور دوسرے حضرات نے بسند معتبر و اذہابین کثیر سے روایت
کی ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک روز میں حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر تھا حضرت نے
خود بیان کرنا شروع کیا بغیر اس کے کہ میں کچھ پوچھوں کہ اسے داؤد تمہارے اعمال
میرے سامنے روز پنجشنبہ پیش ہوئے تو میں نے دیکھا وہ صلہ رحم اور احسان جو تم نے
اپنے فلاں چچا کے بیٹے کے ساتھ کئے تو میں شاد و مسرور ہوا اور میں نے سمجھا کہ یہ صلہ
رحم اس کا سبب ہو گا کہ بہت جلد اس کی عمر فنا ہو جائے گی اور اس کی اجل آجائیگی۔
داؤد کہتے ہیں کہ میرا ایک چچا زاد بھائی میرا نہایت دشمن اور خبیث تھا مجھے اطلاع
ملی کہ وہ اور اس کے اہل و عیال نہایت پریشان حال ہیں تو میں نے اس پر نشانی سے ان
کو دور کرنے کے لئے اپنے مکہ معظمہ جانے سے پہلے کچھ انتظام کر دیا۔ جب میں مدینہ
پہونچا تو حضرت نے مجھ کو اس کی خبر دی۔

علی بن ابراہیم نے بسند صحیح حضرت صادقؑ سے روایت کی کہ اس آیت کہ یہ میں مومنوں
سے مراد ائمہ اطہار ہیں۔ نیز انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ نیک اور بد بندوں
کے اعمال ہر صبح رسول خداؐ کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں لہذا تم میں سے ہر ایک کو
پرہیز کرنا چاہئے اس سے کہ اُس کے بُرے اعمال اس کے پیغمبر کے سامنے پیش ہوں
انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ کسی مومن اور کسی کافر کو قبر میں نہیں دفن کرتے ہیں

دشمن کے ساتھ مل کر نہ سے امام کا اپنے ایک صحابی سے خوش نہ

مگر یہ کہ اس کے اعمال جناب رسول خدا اور امیر المومنین اور تمام ائمہ اطہار علیہم السلام کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں جن کی اطاعت خدا نے خلق پر واجب قرار دی ہے اور خدائے عزوجل کے قول دخل اعلیٰ کا یہی مطلب ہے۔

معانی الاخبار اور تفسیر معاشی میں ابو بصیر سے منقول ہے کہ اُس نے حضرت صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی کہ ابو الخطاب کہتے تھے کہ ہر روز پنجشنبہ امت کے اعمال جناب رسول خدا کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں حضرت نے فرمایا کہ ایسا نہیں ہے بلکہ ہر صبح امت کے نیک و بد اعمال حضرت رسول کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں لہذا دریاہوں سے پرہیز کرو۔ پھر حضرت یہ آیت تلاوت فرما کر خاموش ہو گئے ابو بصیر نے کہا کہ مومنین سے مراد ائمہ ہیں

بصائر میں حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ بندوں کے نیک و بد اعمال جناب رسول خدا کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔ لہذا ارگنا ہوں سے) پرہیز کرو۔ دوسری روایت کے مطابق محمد بن مسلم نے انہی حضرت سے دریافت کیا کہ کیا (امت کے) اعمال جناب رسول خدا کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔ فرمایا کہ اس میں کوئی شک نہیں پھر اس آیت کی تفسیر دریافت کی فرمایا کہ مومنین ائمہ ہیں جو خدا کی طرف سے اہل زمین پر گواہ ہیں۔

ایضاً انہی حضرت سے روایت ہے کہ بندوں کے اعمال ہر روز پنجشنبہ کو آنحضرت کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔ اور دوسری روایت کے مطابق فرمایا کہ ہر روز پنجشنبہ کو آنحضرت اور ائمہ ہدے کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں اور دوسری روایت کے مطابق فرمایا کہ ہر پنجشنبہ کے روز بندوں کے اعمال رسول خدا کے سامنے پیش ہوتے ہیں اور جب عرفہ کا دن آتا ہے تو خدا ہمارے اور ہمارے شیعوں کے دشمنوں کے اعمال کو باطل فرما دیتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا ہے کہ قد منالی ما عملوا من عمل فجعلناہ ہبآ منتھما یعنی ہم ان کے اعمال کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کو ہم نے مثل ذروں کے چور کر دیا جو ہوا میں منتشر ہو گئے اور ان میں سے کچھ نہیں ہاتھ آتے ہیں اور ان کا کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ اور دوسری روایت کے مطابق فرمایا کہ مومنین سے مراد ائمہ ہیں جن کے سامنے بندوں کے اعمال ہر روز قیامت تک پیش کئے جائیں گے۔ ایضاً روایت ہے کہ جناب امام رضا

ہر ایک کے اعمال رسول خدا اور ائمہ کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔

علیہ السلام کے ایک خاص صحابی نے آپ سے التجا کی کہ میرے اور میرے اہل و عیال کے لئے دعا فرمائیں۔ حضرت نے فرمایا کیا میں دعا نہیں کرتا ہوں خدا کی قسم تمہارے اعمال ہر شب دروز میرے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔ وہ صحابی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت کے اس ارشاد کو بہت عظیم سمجھا۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ شاید تم نے یہ آیت قُلْ اَعْمَلُوا نہیں پڑھی۔

نیز روایت ہے کہ حضرت صادقؑ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ کیوں جناب رسول خداؐ کو رنجیدہ کرتے ہو ایک شخص نے عرض کی کہ میں آپ پر فدا ہوں ہم کس طرح آنحضرتؐ کو رنجیدہ کرتے ہیں فرمایا شاید تم نہیں جانتے کہ تمہارے اعمال آنحضرتؐ کے سامنے پیش ہوتے ہیں۔ جب آنحضرتؐ تمہارے اعمال میں نافرمانی اور کوئی گناہ دیکھتے ہیں تو آزر دہ ہوتے ہیں لہذا ان کو اپنے گناہوں سے رنجیدہ مت کیا کرو۔ بلکہ اپنے صالح عملوں سے ان کو خوش و مسرور کیا کرو۔

کلیبی نے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے حضرت صادقؑ کے سامنے یہ آیت پڑھی حضرت نے فرمایا کہ یہ آیت اس طرح نہیں ہے بلکہ بجائے والمؤمنون کے والمؤمنون ہے اور ہم ائمہ ہیں مامونون یعنی خدا کے دین اور اس کے علوم و شرائع و احکام کے امین ہیں سید ابن طاووس نے اپنے رسالہ محاسبۃ النفس میں ابن مہیار کی تفسیر سے روایت کی ہے کہ حضرت عمارؓ یا میر نے جناب رسول خداؐ سے عرض کی کہ میری آرزو ہے اور میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ آپ ہمارے درمیان عروج کے برابر زندگی گذاریں۔ حضرت نے فرمایا کہ اے عمار تمہارے واسطے میری زندگی بھی بہتر ہے اور میری وفات بھی۔ زندگی اس لئے بہتر ہے کہ تم بڑے عمل کرتے ہو تو میں تمہارے لئے استغفار کرتا ہوں مگر میری وفات کے بعد خدا سے ڈرتے رہو اور مجھ پر اور اہلبیت پر کثرت سے صلوٰۃ بھیجتے رہو یقیناً تمہارے نامہ اعمال تمہارے اور تمہارے آباؤ اجداد کے نام کے ساتھ میرے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔ اگر تمہارے نیک اعمال دیکھنا ہوں تو خدا کی حمد کرتا ہوں اور بڑے اعمال دیکھتا ہوں تو تمہارے لئے استغفار کرتا ہوں یہ سنکر منافقین اور حضرت کی رسالت میں جو لوگ شک رکھتے تھے اور جن کے دلوں میں کفر و نفاق کا مرض تھا کہنے لگے کہ کیا تم لوگ گمان کرتے ہو کہ ان کی وفات کے بعد بندوں کے

نام مع ان کے باپ دادا اور ان کے کنبے والوں کے نام کے ساتھ ان کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں ہرگز نہیں یہ مبعوث ہے اس وقت خدا نے یہ آیت نازل فرمائی قل اعملوا۔ آخر تک۔ لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ مومنین سے مراد کون لوگ ہیں۔ فرمایا آل محمد ہیں پھر فرمایا سَتَرْدُونِ إِلَىٰ عَالِيِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنْزِلُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ حضرت نے فرمایا کہ جو کچھ تم نیکی یا بدی یا خدا کی فرمانبرداری یا نافرمانی کرتے ہو خدا وہ سب تم کو بتا دے گا۔ اور ان ہر مضمون کے بارے میں حدیثیں بہت ہیں ہم مضمون ہونے کے سبب میں نے انہی مذکورہ حدیثوں کے ذکر پر اکتفا کی۔ جو سختی آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ یاد کرو اس روز کو جبکہ ہم ہر امت میں سے ان کے گواہوں کو مبعوث کریں گے تاکہ وہ نیکوں اور بدوں کے بارے میں گواہی دیں۔ پھر کافروں کو مہلت نہ دی جائیگی کہ وہ کوئی عذر کریں اور دنیا میں واپس آنے کی اجازت طلب کریں اور نہ توبہ کر سکیں کہ خدا ان سے راضی ہو جائے۔

شیخ طبری اور علی بن ابراہیم نے حضرت صادق سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ ہر زمانے کے لئے ایک امت اور ایک امام ہوگا اور ہر امت اپنے امام کے ساتھ مبعوث ہوگی۔

منافق ابن شہر آشوب میں حضرت امام محمد باقر سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے حضرت نے فرمایا کہ اس امت کے گواہ ہم ہیں۔

علی ابن ابراہیم نے کہا ہے کہ گواہ ائمہ ہیں اور کہا کہ پھر اپنے پیغمبر سے خدا نے فرمایا کہ پھر اے محمد تم کو ہم ان پر گواہ قرار دیں گے۔ یعنی حضرت رسول اللہ پر گواہ ہوں گے اور ائمہ اطہار تمام لوگوں پر ہوں گے۔

پانچویں آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ خدا کی راہ میں جہاد کرو جو جہاد کرنے کا حق ہے اس نے تم کو برگزیدہ کیا ہے اور دین میں تمہارے لئے کوئی سختی و تنگی نہیں ہے دین تمہارے پدر ابراہیم کا ہے انھوں نے قرآن نازل ہونے سے قبل تمہارا نام مسلم رکھا ہے اور اس قرآن میں بھی یہی نام ہے تاکہ رسول تم پر گواہ ہو اور تم تمام لوگوں پر گواہ ہو۔ علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ یہ آیت آل محمد سے مخصوص ہے اور جناب رسول خدا

آل محمدؐ پر گواہ ہیں۔ اور آل محمدؐ تمام امت پر گواہ ہیں۔ اور حضرت عیسیٰؑ خدا سے کہیں گے کہ میں اپنی امت پر گواہ تھا جب تک کہ ان کے درمیان رہا ہوں اور جب تو نے تجھے دُنیا سے اٹھالیا تو پھر تو خود ان پر گواہ تھا اور تو ہر چیز پر گواہ ہے اور خدا نے اس امت پر رسول اللہؐ کے بعد ان کے اہلبیت اور عزت کو گواہ قرار دیا ہے جب تک کہ دنیا میں ان میں سے ایک بھی موجود ہو گا جب وہ دنیا سے چلے جائیں گے تو تمام اہل زمین فنا ہو جائیں گے اور جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ خدا نے ستاروں کو اہل آسمان کے لئے امان قرار دیا ہے اور میرے اہلبیت کو اہل زمین کے لئے قرار دیا ہے۔

ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ ہوسمکو المسلمین من قبل دعائے جناب ابراہیمؑ اور حضرت اسمعیلؑ میں جو حرم خدا کے خدمتگذار تھے محمدؐ و آل محمدؐ کی طرف اشارہ ہے جب رسول خداؐ پر ایمان لائے۔ حضرت رسالتؐ آل محمدؐ پر گواہ ہیں اور وہ حضرت ان کے بعد لوگوں پر گواہ ہیں۔

تفسیر قرأت میں روایت کی ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام سے لوگوں نے ان آیتوں کی تفسیر دریافت کی تو حضرت نے فرمایا کہ ہم ان آیتوں سے مراد ہیں اور ہم برگزیدگانِ خدا ہیں اور ہمارے سبب سے خدا نے دین میں حرج قرار نہیں دیا ہے اور شدید ترین حرج سختیاں ہیں۔

ملکہ ابیکو ابراہیم سے مراد ہم ہیں اور بس۔ خدا نے ہمارا نام مسلمین رکھا من قبلہ یعنی گذشتہ کتابوں میں دفی هذا یعنی اس قرآن میں لیکن الرسول علیکو شہیداً ابدا رسول گواہ ہیں ہم پر ان امور کے بارے میں جو ہم نے خدا کی جانب سے پہنچایا اور ہم گواہ ہیں لوگوں پر تو قیامت کے روز جو سچ کہے گا ہم اس کی تصدیق کریں گے اور جو جھوٹ کہے گا ہم اس کی تکذیب کریں گے۔

قرب الاسناد میں حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ خلاقِ عالم نے میری امت کو جو عز و شرف بخشا ہے سابقہ امتوں میں سے کسی کو نہیں عطا فرمایا سوائے ان کے پیغمبروں کے۔

پہلا شرف یہ کہ خلاقِ عالم جس پیغمبر کو بھیجتا تھا اُس سے فرماتا تھا کہ دین میں کوشش

کہ وہ ہم پر کوئی حرج نہیں اور میری امت سے خطاب فرمایا کہ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ۔ حرج سے مراد شک ہے۔

دوسرا شرف یہ کہ خدا جس پیغمبر کو بھیجتا تھا اس پر وحی فرماتا تھا کہ جب تم کو کوئی امر درپیش ہو جو تم کو ناپسند ہو تو مجھ سے دعا کرو تاکہ میں تمہاری قبول کروں۔ اور میری امت کو بھی شرف عطا فرمایا جس جگہ کہ فرمایا ہے اُدْعُوْنِي اَسْتَجِبْ لَكُمْ یعنی دعا کرو اور مجھ کو پکارو تاکہ میں تمہاری دعا مستجاب کروں۔

تیسرا شرف یہ کہ جب خدا کسی پیغمبر کو بھیجتا تھا اُس کو اس کی قوم پر گواہ قرار دیتا تھا اور میری امت کو تمام خلق پر گواہ کیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا ہے لِيَكُوْنُوا الشُّوْلُ شَهِيدًا عَلٰیكُمْ وَتَكُوْنُوا شُهَدَاءَ عَلٰی النَّاسِ اور ابن بابویہ نے اکمال الدین میں روایت کی ہے کہ حضرت امیر المومنین نے عثمان کی خلافت کے زمانہ میں مہاجر و انصار کے ایک مجمع میں فرمایا کہ تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ کیا تم جانتے ہو کہ خدا نے سورہ حج میں یہ آیتیں بآئھا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اَمْ كُنتُمْ تَكْفُرُوْنَ اَوْ اَسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا اَسْمَکُمْ وَافْعَلُوْا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ وَجَاهِدُوا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَقَّ جِهَادٍ (پس سورہ الحج آیت ۱۷) سے آخر سورہ تک بھیجیں تو سلمانؓ نے کھڑے ہو کر پوچھا کہ یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہیں۔ جن پر آپ گواہ ہیں اور وہ لوگوں پر گواہ ہیں اور خدا نے ان کو برگزیدہ کیا اور دین میں ان پر کوئی حرج نہیں ہے اور ان کے باپ ابراہیمؑ کی امت ان کو دی ہے۔ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ اس امت سے مخصوص تیرہ افراد ہیں اور تمام امت ان آیات سے مراد نہیں ہے۔ سلمانؓ نے عرض کی یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہیں۔ ہمیں آگاہ فرمائیے۔ فرمایا کہ میں اور میرا بھائی علیؑ اور ان کی اولاد سے گیارہ افراد ہیں۔ (مہاجر و انصار حاضرین مجلس عثمان) سب نے کہا ہاں ہم نے سنا ہے۔

چھٹی آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ ہم ہر امت کے گواہ لائینگے اور امتوں سے کہیں گے کہ اس دین کی صحت پر جسے تم نے اختیار کیا تھا دلیل پیش کرو۔ تو اس وقت وہ جانیں گے کہ حق خدا کے ساتھ ہے اس وقت وہ چیزیں ان سے گم اور برطرف ہو جائیں گی جن سے افترا کرتے تھے۔ اس آیت کی تفسیر میں علی بن ابراہیمؑ نے امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ اس امت کے ہر فرقہ سے ان کے امام کو حاضر کریں گے تاکہ ان پر گواہی دیں۔

ساتویں آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ روز قیامت زمین اپنے پروردگار کے نور سے عدالت کے ساتھ روشن ہو جائے گی جیسا کہ مفسروں نے کہا ہے اور علی بن ابراہیم نے حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ رب زمین امام زمین ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ امام جو آئے گا کیسا ہوگا فرمایا کہ اس وقت لوگ امام کے نور کے سبب آفتاب و مانتاب کی روشنی سے بے نیاز ہو جائیں گے اور ارشاد مفید میں اُنہی حضرت سے منقول ہے کہ جس وقت قائم منظر رعیل اللہ فرجی ظاہر ہوں گے زمین اپنے پروردگار کے نور سے روشن ہو جائے گی اور بندگان خدا نور آفتاب و مانتاب سے مستغنی ہو جائیں گے اور تاریکی دور ہو جائیگی اور دُصْنِجُ الْکِتَابِ یعنی کتاب کھولی جائیگی اور نامہ اعمال رکھا جائے گا اور انبیاء اور گواہ بلائے جائیں گے۔ مفسروں نے کہا کہ گواہ فرشتے ہیں یا مومنین۔ اور علی بن ابراہیم نے کہا ہے کہ گواہ ائمہ ہیں۔ وَ قُضِيَ بَيْنَهُم بِالْحَقِّ یعنی ان کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کیا جائیگا۔ وَ هُمْ لَا يَظْلَمُونَ اور ان لوگوں پر ظلم نہ کیا جائیگا۔

آٹھویں آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ گواہ کہیں گے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار پر افترا کیا اور ظالموں پر لعنت ہے علی بن ابراہیم نے کہا ہے کہ گواہوں سے مراد ائمہ (علیہم السلام) ہیں اور ظالموں سے وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے آل محمد علیہم السلام پر مظالم کئے اور ان کے حقوق غصب کئے۔

نویں آیت کا ترجمہ اکثر مفسروں کی تفسیر کے مطابق یہ ہے کہ وہ شخص جو اپنے خدا کی جانب سے بیعت اور برہان پر ہو اور اس کے پیچھے خدا کی جانب سے ایک گواہ آئے کیا اس شخص کے مانند ہے جو ایسا نہ ہو بلکہ دنیا اور اس کی لذتوں کا تابع ہو۔ بعضوں نے کہا ہے کہ بیعت سے قرآن اور گواہ سے مراد جبریل ہیں جو قرآن کی تلاوت کرتے ہیں۔ بعضوں نے کہا ہے کہ شاید محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں اور بعضوں نے کہا ہے کہ شاید ایک فرشتہ ہے جو ان کی (محمدؐ کی) حفاظت کرتا ہے اور صحیح راستہ پر قائم رکھتا ہے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ شاید علی بن ابی طالب ہیں جو جناب رسول خدا ﷺ کی حقیقت پر گواہی دیتے ہیں اور اُنہی حضرت سے ہیں اس بارے میں زیادہ سے زیادہ حدیثیں ہیں۔ چنانچہ شیخ طبری نے امام رضا و امام محمد تقی علیہما السلام سے اور کلینی نے

امام رضاؑ سے روایت کی ہے کہ امیر المومنینؑ شاہد ہیں رسول خداؐ پر اور رسول خداؐ اپنے پروردگار کی جانب سے پینہ و بُرہان پر ہیں۔ بصائر الدرجات میں روایت ہے کہ امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ خدا کی قسم کوئی آیت نہیں کتاب خدا میں جو دن یارات کے وقت نہیں نازل ہوئی لیکن میں اس کو جانتا ہوں اور اصحاب میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جس کے سر پر تلوار لگی ہو۔ مگر یہ کہ کوئی آیت اس کی شان میں نازل ہوئی ہو۔ جو اس کو بہشت میں جانے کے یا جہنم میں جانے کے بارے میں ہے یہ سن کر ایک شخص نے کھڑے ہو کر پوچھا کہ یا امیر المومنینؑ وہ کونسی آیت ہے جو آپ کی شان میں نازل ہوئی ہے حضرت نے فرمایا کیا تو نے نہیں سنا ہے کہ خدا فرماتا ہے اَفَتَنْ كَاَنَ عَلَىٰ بَيْتَةٍ مِّنْ تَرَاتِبِهِ وَبَلَاوُهُ شَاهِدًا مِّنْهُ رُسُلُ خُدا اپنے پروردگار کی جانب سے پینہ پر ہیں اور میں ان کا گواہ ہوں اور میں انہی سے ہوں۔ شیخ طوسی نے بھی مجالس میں اس مضمون کی روایت کی ہے اور تفسیر عیاشی میں حضرت امام باقرؑ سے روایت کی ہے کہ جو اپنے پروردگار کی جانب سے پینہ پر ہے وہ رسول خداؐ ہیں اور جو ان کے تالی (پیچھے آنے والے) اور ان کے شاہد ہیں اور انہی حضرت سے ہیں۔ وہ حضرت امیر المومنینؑ ہیں اس کے بعد ان کے اوصیا کے بعد دیگرے ہیں۔ اور اس باب میں حدیثیں بہت ہیں جن میں سے بعض آئندہ مجلد میں امیر المومنین علیہ السلام کے حالات میں مذکور ہوں گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

دسٹوں آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ ہر نفس قیامت میں آئے گا۔ جس کے ساتھ کھینچنے والا اور گواہ ہو گا۔ علی بن ابراہیم کی تفسیر اور نہج البلاغہ میں امیر المومنینؑ سے منقول ہے کہ کھینچنے والا اس کو مشرک کی جانب کھینچے گا اور شاہد اس کے اعمال کی گواہی دے گا۔ اور کتاب تاویل الایات میں حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ کھینچنے والے امیر المومنینؑ اور شاہد جناب رسول خداؐ ہیں

بارہویں فصل ان روایتوں کا بیان جو مومنین و ایمان اور مسلمین و اسلام اور اہلبیت اور ان کی ولایت کے بارے میں آیتوں کی تاویل میں وارد ہوئی ہیں اور ان حدیثوں کا بیان جو کفار و مشرکین اور کفر و شرک اور بتوں اور ان کے دشمنوں اور ان کی ولایت ترک کرنے والوں کے متعلق آیتوں کی تاویل سے تعلق رکھتی ہیں ابن شہر آشوب نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے اس قول خدا یُسَمَّا

اَشْرَوْا بِهٖ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا اِيْمًا اَنْزَلَ اللّٰهُ بَعِيًّا اَنْ يَّتَزَلَّ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ
عَلٰى مَنْ يَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهٖ (پ سورہ بقرہ آیت ۹۰) کی تفسیر میں روایت کی ہے یعنی لوگوں نے
بہت بُری چیز اپنے جانوں کے عوض خرید کی ہے کہ جو خدا نے بھیجا ہے اس سے انکار
کرتے ہیں اس حسد سے جو خدا اپنے فضل سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے۔
وحی بھیجتا ہے حضرت نے فرمایا کہ امیر المومنین اور ان کے فرزندوں میں سے اوصیا
کی ولایت سے حسد کرنا مراد ہے۔

علی بن ابراہیم نے اس قول حق تعالیٰ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتٰبَ الْغَلِيْظَ
اَتَيْنٰهُمْ الْكِتٰبَ يُّؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَ مِنْ هٰؤُلَاءِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ وَيُحٰجِدُ بِالْبَيٰتِنَا
اِلَّا الْكَافِرُوْنَ (پ سورہ مہکوت آیت ۲۷) کی تفسیر میں روایت کی ہے (ترجمہ) یعنی اس طرح ہم
نے تم پر کتاب نازل کی۔ اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب عطا کی ہے وہ اس پر ایمان لائے
ہیں اور اس جماعت سے بھی بعض ایمان لاتے ہیں اور ہماری آیتوں سے انکار تو کفار ہی کرتے
ہیں۔ علی بن ابراہیم نے لکھا ہے کہ مراد ان لوگوں سے جن کو کتاب دی گئی ہے آل محمد
علیہم السلام ہیں کیونکہ اس کے لفظ و معنی انہی کے پاس ہیں اور اس جماعت سے تمام مومنین
اہل قبلہ مراد ہیں اس آیه کریمہ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِنْ
اَنْفُسِهِمْ یعنی خدا نے مومنین پر احسان کیا ہے کہ انہیں میں سے ان کے پاس ایک رسول
بھیجا۔ کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ مومنین سے مراد آل محمد ہیں اور یہ تفسیر بہتر ہے جو
کچھ مفسروں نے تکلف کیا ہے کہ ان کے نفوس سے مراد ان کی جنس ہے جو عرب ہیں
نیز اس آیت وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِئْمٰنٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ
وَمَا اَلْتَنَاهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْءٍ (پ سورہ طور آیت ۲۱) یعنی جو لوگ کہ ایمان لائے ہیں
اور ہم نے ان کی اولاد کو ان کا تابع بنایا ہے اور بہشت میں داخل ہونے میں بھی ان کے
اجداد کے درجہ میں ان کو ملحق کیا ہے۔ اور اس الحاق کے سبب سے ان کے اجداد کے
اعمال اور ثواب میں سے کچھ کمی نہیں کی ہے۔ کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ مفسروں کے
درمیان مشہور یہ ہے کہ یہ آیت مومنین کے اطفال کے بارے میں ہے کہ خدا ان کے باپ دادا
کے ساتھ ان کو بہشت میں ملحق فرما بیگا۔ اور ہماری حدیثوں میں بھی یہ تفسیر وارد ہوئی ہے
اور علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سے مراد رسول خدا اور امیر المومنین ہیں

اور ان کی ذریعات ان کے فرزندوں میں سے آئمہ و اوصیاء ہیں جن کو خلافت و امامت میں امیر المؤمنین کے ساتھ خدا نے ملحق کیا ہے اور جو نص جناب رسول خدا نے امیر المؤمنین کے حق میں بیان کی ان کی ذریت کے حق کچھ کم نہیں کی۔ اور ان کی حجت اور امامت ایک ہے اور ان سب کی اطاعت ایک ہے اور ان سب کی پیروی واجب ہے۔ اور حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ قُولُوا آمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ وَمَا أُوتِيَ النَّبِيُّونَ مِنْ رَبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لِلَّهِ مُسْلِمُونَ فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ فَقَدْ اهْتَدَوْا وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا كُنَّ فِي شِقَاقٍ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ رپ سورہ بقرہ آیت ۱۳۶ یعنی کہہ دو کہ ہم ایمان لائے اس پر جو کچھ اس نے ہم پر نازل کیا ہے یعنی قرآن پر اور جو کچھ جناب ابراہیم و اسماعیل و اسحاق و یعقوب علیہم السلام اور جو کچھ ان کی اولادوں پر نازل ہوا سب پر اور جو حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کو خدا کی جانب سے دیا گیا ہے یا دوسرے انبیاء کو دیا گیا ہے۔ ہم ان میں سے کسی کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے اور ہم خدا کے فرمانبردار ہیں۔ تو اگر وہ لوگ بھی ایمان لائیں جیسے کہ تم ایمان لائے ہو تو بیشک وہ ہدایت یافتہ ہیں اور اگر روگردانی کریں اور ایمان نہ لائیں تو وہ مقام عداوت و دشمنی میں ہیں پھر اے رسول خدا تم کو ان کے شر سے محفوظ رکھے گا اور وہ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔ کلینی اور عیاشی وغیرہ نے حضرت امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ اس آیت میں قُولُوا سے آل محمد سے خطاب ہے یعنی علی و فاطمہ و حنین اور ان کے بند کے آئمہ سے اور فَإِنْ آمَنُوا کی شرط یعنی اگر ایمان لائیں سے مراد دوسرے تمام لوگ ہیں چاہے کہ ان کا ایمان آئمہ کے ایمان کے مانند ہو اور عقائد و اعمال میں ان کی پیروی کریں۔ اکثر مفسروں نے خطاب قُولُوا تمام مومنین کی جانب راجع کیا ہے فَإِنْ آمَنُوا یعنی اگر وہ لوگ ایمان لائیں سے کہتے ہیں کہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ مراد ہیں۔ اور جو تاویل حدیث میں ہے بہت واضح ہے ان کی تاویل سے اس سبب سے کہ مَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا اس تفسیر سے زیادہ مناسب ہے۔ کیونکہ پہلے رسول خدا اور ان کے اہلبیت پر جو خاصہ وحی میں حاضر تھے نزول قرآن ہوا اس کے بعد دوسرے تمام لوگوں تک پہنچا اور اسی سے ابراہیم و اسماعیل اور دوسرے پیغمبروں پر نازل شدہ اشیاء کو ملا

دیا ہے لہذا جیسے ان دو فردوں میں پیغمبروں اور رسولوں کا ذکر ہوا ہے اس فقرہ (الینا) میں بھی مناسب یہی ہے کہ منزل الیہد انبیاء و اصیاء کے مثل و مانند ہوں۔ کلینی و نعمانی نے حضرت امام محمد باقرؑ سے اس آیت وَمِنَ النَّاسِ مَن يَتَّخِذُ مِن دُونِ اللَّهِ اَئِدًا يَّحْتَمِلُوْنَهُم بِكِبَرِ اللَّهِ رَبِّ سوره بقرہ آیت ۱۶۵ کی تفسیر دریافت کی (ترجمہ) یعنی لوگوں میں سے کچھ وہ لوگ ہیں جو اللہ کے سوا بتوں کو اختیار کرتے ہیں اور مثل خدا کے ان کو دوست رکھتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا وہ اول و دوم ہیں جن کو لوگوں نے امام بنالیا ہے اس امام کے علاوہ جس کو خدا نے لوگوں کے لئے قرار دیا ہے۔ اور ان آیات وَلَوْ يَرَى الَّذِينَ ظَلَمُوا اَن ذِيُوْنَ الْعَذَابِ اَنَّهُ الْقُوَّةُ لِلّٰهِ جَمِيعًا وَاَنَّ اللّٰهَ شَدِيدُ الْعَذَابِ اِذْ يَبْعَثُ الَّذِينَ اتَّبَعُوا مِنَ الْغَايِبِ اَتَّعُوا وَاَوَّلَ الْعَذَابِ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ وَاَنَّ الَّذِينَ اتَّبَعُوا اَوَّ اَن لَّنَا كَرَّةٌ فَتَتَّبَرُوا مِنْهُمْ كَمَا تَتَّبَرُوا وَاِنَّا لَكَاذِلٰبُ يُرِيهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرَاتٍ عَلَيْهِمْ وَمَا هُمْ بِخَارِجِيْنَ مِنَ النَّارِ سوره بقرہ آیت ۱۶۷ وہ لوگ جنہوں نے خدا کا شریک قرار دینے کے سبب ظلم کیا ہے جب قیامت میں عذاب کو دیکھیں گے اور یہ کہ ہر طرح کی قوت اللہ ہی کے لئے ہے اور بیشک خدا کا عذاب سخت ہے اس وقت وہ لوگ ان لوگوں سے علیحدگی اختیار کریں گے۔ جنہوں نے (دنیا میں) ان کی پیروی کی تھی اور ان کے باہمی تعلقات قطع ہو جائیں گے۔ تو پیروی کرنے والے کہیں گے کاش ہم پھر (دنیا میں) بھیج دیئے جاتے تو ان سے اسی طرح علیحدگی اختیار کرتے جس طرح (آج) انہوں نے ہم سے علیحدگی اختیار کی ہے۔ خدا یوں اُن کے اعمال کو حسرت ہی حسرت دکھائے گا اور وہ سب جہنم سے نہیں بچ سکیں گے۔ کی تفسیر میں فرمایا کہ خدا کی قسم وہ لوگ پیشوایان ظلم ہیں جنہوں نے حق اہلبیت غضب کیا ہے اور ان کے تابع۔

کتاب تاویل الایات میں خدا کے اس قول اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ هُمْ لَا يَتْلُوْنَ دپ سوره النمل آیت ۱۱ یعنی کیا خدا نے عالمین کے ساتھ کوئی اور خدا ہے بلکہ ان میں سے بیشتر حق کو نہیں جانتے۔ کی تاویل میں حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کیا امام ہدایت امام ضلالت کے ساتھ شریک ہو سکتا ہے جو باہم متصل ہوں۔ نیز تفسیر ابن مہیار میں بسند معتبر روایت کی ہے کہ امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ جناب رسول خداؐ

نے مجھ سے فرمایا کہ یا علی جو شخص تم کو دوست رکھے اس کے اور اس کے درمیان جس کو وہ دیکھے جس سے اس کی آنکھیں روشن ہوں کوئی فاصلہ نہیں۔ مگر یہ کہ اس کو موت آ جائے (یعنی تمام عمر کوئی فاصلہ نہ ہوگا) اُس کے بعد اس آیت کی تلاوت فرمائی رَبَّنَا أَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ فرمایا کہ جب ہمارے دشمن جہنم میں داخل ہوں گے کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو جہنم سے نکال دے تو ہم علی کی ولایت کے ساتھ عمل صالح بجالائیں گے اس کے خلاف جو دنیا میں ہم انکی عداوت میں کرتے تھے اس وقت اس کے جواب میں کہیں گے کہ اَوْلَعَدْتُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَنِ تَذَكَّرُ وَجَاءَتْكُمْ التَّذْيِيرُ۔ (پہلے سورہ نافر آیت ۳۷) کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہیں عطا کی تھی جس میں جو شخص نصیحت حاصل کرنا چاہے نصیحت حاصل کرے اور تمہاری طرف ڈرانے والا بھی آیا تھا حضرت نے فرمایا کہ ظالمان اَللّٰهُمَّ كَاكُوْنِيْ مَدُوْدًا كَارِهًا ہوگا جو ان کی مدد کرے اور عذاب الہی سے ان کو بچائے۔ اور حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَالَّذِينَ ابْغَضْتُمْوَالطَّاغُوتِ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَا۠ بُوْاۤ اِلَى اللّٰهِ لَهُمْ اَلْبُشْرٰى یعنی جن لوگوں نے بتوں اور پیشوایان باطل سے اجتناب کیا کہ ان کی عبادت کریں اور خدا کی جانب بازگشت کی انہی کے لئے خوشخبری و بشارت ہے۔ ابن ماہیار نے حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ شیعوں سے خطاب فرمایا کہ تم لوگ جو جنھوں نے عبادت طاغوت سے اجتناب کیا کہ خلفائے جور کی اطاعت نہیں کی اور جس نے کسی جبار کی اطاعت کی تو بیشک اس نے اس کی پرستش کی ہے۔

نیز ابن ماہیار نے روایت کی ہے کہ حضرت صادق سے قصائد کے اس قول کی لَيْۤسَ اَشْرَکُکَ لَیَحْبِطَنَّ عَنْکَ وَلَکَۡتُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ تفسیر دریافت کی۔ مفسروں نے کہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اگر خدا کے ساتھ کسی کو نے شریک قرار دیا تو یقیناً تیرا عمل جبط و باطل ہو جائے گا اور بلاشبہ تو نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔

بعض حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ ظاہری خطاب آنحضرت سے ہے لیکن مقصود دوسروں کی تنبیہ ہے جیسے کہ کہتے ہیں کہ تجھ سے ہم کہتے ہیں تاکہ ہمسایہ سنے۔ اس حدیث میں حضرت نے فرمایا کہ مراد وہ نہیں ہے جو تم نے گمان کیا ہے اور سمجھا ہے جس وقت کہ خداوند عالم نے اپنے پیغمبر کو وحی فرمائی کہ امیر المؤمنین کو لوگوں کے لئے علم اور ہدایت کا نشان قرار

دیں اور اپنا وصی بنائیں تاکہ لوگ آپ کے قول کو مانیں اور آپ کی تصدیق کریں۔ اس وقت خدا نے حضرت امیر المومنین کو مقرر کرنے کے بارے میں یہ آیت یا آیتھا الرسولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ نازل فرمائی یعنی اے رسول وہ حکم پہنچا دو وامت کو جو تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل ہوا ہے اس وقت آنحضرتؐ نے جبریل سے شکایت کی اور کہا کہ لوگ خلافت علیؑ کے بارے میں میری تکذیب کرتے ہیں اور میرا قول نہیں قبول کرتے۔ تو خدا نے یہ آیت نازل فرمائی کہ علیؑ کے ساتھ اگر کسی دوسرے کو شریک کر دو گے تو تمہارے اعمال جبط و ضبط کر لئے جائیں گے۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ خدا کسی پیغمبر کو اہل عالم کی طرف بھیجے اور وہ ان گنہگاروں کا شفیع ہو پھر خوف کرے کہ وہ خدا کا شریک قرار دیں گے۔ خدا کے نزدیک رسول اس سے زیادہ قابل اعتبار اور امین ہوتا ہے کہ خدا اس سے کہے کہ اگر تم میرے ساتھ شرک کر دو گے“ حالانکہ وہ شرک کو مٹانے اور بتوں اور ہر باطل معبود کے ترک کرانے کے لئے آتا ہے لہذا مراد یہ ہے کہ اگر علیؑ کی ولایت میں کسی کو شریک قرار دو گے (تو اعمال جبط و ضبط ہو جائیں گے۔

نیز بزم معتبر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ ان آیات ذکذالک حَقَّتْ کَلِمَتُهُ رَبِّکَ عَلَى الَّذِینَ کَفَرُوا اِنَّهُمْ اَصْحَابُ النَّارِ (پہلا سورہ مومن آیت ۶) کی تاویل کے بارے میں فرمایا یعنی اسی طرح خدا کا حکم ان پر واجب و لازم ہو گیا ہے جو کافر ہو گئے ہیں کہ وہ اصحاب جہنم ہیں۔ یعنی وہ بنی امیہ ہیں جو کافر ہو گئے اور وہی جہنمی ہیں اس کے بعد خدا نے فرمایا کہ الَّذِینَ یَحْمِلُونَ الْعَرْشَ یعنی وہ لوگ جو عرش اٹھائے ہوئے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ رسول خدا اور ان کے اوصیا علم الہی کے عرش یعنی بلندی و رفعت کے حامل ہیں۔ خدا نے فرمایا کہ مَلَاَئِکَتُهُ یُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَیَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِینَ اٰمَنُوا یعنی فرشتے اپنے پروردگار کی پاکیزگی کی تعریف کرتے اور مومنین کے لئے استغفار (طلب آمرزش) کرتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ وہ شیعیان آل محمدؐ ہیں رَبَّنَا وَسِعْتَ کُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَةً وَعِلْمًا فَاخْفِیْ لِلَّذِینَ تَابُوا یعنی وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار تو اپنے علم و رحمت سے تمام شئی کو گھیرے ہوئے ہے لہذا توبہ کرنے والوں کو بخش دے۔ یعنی انکو جنہوں نے محبت ولایت خلفائے جو رو بنی امیہ سے توبہ کی و

اتَّبِعُوا سَبِيلَكُمْ اور تیری راہ کی پیروی کی حضرت نے فرمایا کہ علی مرتضیٰ کی پیروی کی ہے
 کیونکہ وہ سبیل خدا ہیں۔ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ رَبَّنَا وَادْخُلْهُمْ جَنَّاتِ عَدْنِ الَّتِي
 وَعَدْتَهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ
 الْحَكِيمُ وَقِهِمُ السَّيِّئَاتِ دیکھ سورہ المؤمن آیت ۹، یعنی ان کو عذاب جہنم سے محفوظ رکھ
 اے ہمارے پروردگار اور ان کو باغباغی اقامت میں داخل کر جن میں سے (کبھی)
 نہ نکلیں اور وہ باغ جن کا ان سے تو نے وعدہ کیا ہے اور ان کو بھی داخل کر جو ان کے
 باپ دادا اور بیوی بچوں میں نیک ہوں۔ بیشک تو غالب اور حکیم ہے اور ان کو برائیوں
 سے محفوظ رکھ حضرت نے فرمایا کہ برائیوں سے مراد بنی امیہ اور ان کے تمام خلفائے جور
 ہیں اور ان کے ماننے والے ہیں۔ وَمَنْ تَبَى السَّيِّئَاتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَاحِمُهُ وَ
 ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُبَادُّونَ لِمَقْتُ اللَّهِ أَكْبَرُ
 مِنْ مَقْتِكُمْ أَنْفُسَكُمْ إِذْ تُنَادُّونَ إِلَى الْإِيمَانِ فَتُكْفَرُونَ قَالُوا رَبَّنَا
 آمَنَّا أَثْنَتَيْنِ وَأَحْيَيْنَا أَثْنَتَيْنِ فَاعْتَدْنَا بِذُنُوبِنَا فَهَلْ إِلَى خُرُوجٍ مِنْ
 سَبِيلٍ دیکھ سورہ المؤمن آیت ۹ تا ۱۱ اور جس کو تو نے روز قیامت برائیوں سے محفوظ
 رکھا تو اس پر تو نے بیشک رحم کیا ہے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ اور جو لوگ کافر
 ہو گئے یقیناً ان کو آواز دی جائے گی کہ بلاشبہ خدا کی دشمنی تمہاری اپنے نفسوں کے ساتھ
 دشمنی سے بہت بڑی ہے جس وقت کہ تم کو ایمان کی دعوت دی گئی تو تم کافر ہو گئے اور
 اس کی طرف مائل نہ ہوئے۔ تو وہ لوگ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار تو نے ہم کو
 دو مرتبہ موت دی ایک بار دنیا میں اور ایک دفعہ قبر میں سوال کے بعد۔ اور دو مرتبہ
 تو نے زندہ کیا ایک مرتبہ دنیا میں اور ایک بار قیامت میں یا قبر میں تو ہم نے گناہوں کا
 اقرار و اعتراف کیا تو کیا جہنم سے نکلنے کی کوئی صورت ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ ان لوگوں
 سے مراد بنی امیہ ہیں جو کافر ہوئے اور ایمان سے مراد علی بن ابی طالب ہیں۔ ذَلِكَ
 بَأْتِكُمْ إِذْ أَدْعَى اللَّهُ وَخَدَّاهُ كَفَرْتُمْ وَإِنْ يُشْرِكْ بِهِ تُؤْمِنُوا فَالْحُكْمُ لِلَّهِ الْعَلِيِّ
 الْكَبِيرِ سورہ مؤمن مذکور یعنی تمہارے لئے عذاب کا یہ لازم ہونا اس سبب سے ہے
 کہ دنیا میں جب اہل ایمان خدا کو اس کی وحدانیت کے ساتھ یاد کرتے تھے تو تم اس
 سے انکار کرتے تھے اور اگر مشرکین خدا کے ساتھ شریک کرتے تھے تو تم اس پر ایمان

پر وہ سخت دوشوار ہے۔ امام نے فرمایا وہ ولایت علی علیہ السلام ہے۔ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْ اِلَيْهِ مَن يَّشَاءُ وَيَهْدِيْ اِلَيْهِ مَن يُّنِيبُ (پہلے سورہ غورہ آیت ۱۳) خدا جس کو چاہتا ہے اس کو اختیار کرتا اور اپنی طرف اس کی ہدایت کرتا ہے جو اس کی بارگاہ میں انگساری اور عاجزی کرتا ہے۔ یعنی جو شخص ولایت علی بن ابی طالب کے بارے میں لے رسول تمہاری بات کو مانتا ہے اور قبول کرتا ہے۔

ایضاً۔ ابن مہیار نے روایت کی ہے کہ حضرت امام محمد باقرؑ نے محمد بن حنفیہ سے فرمایا کہ ہم اہلبیت کی محبت وہ چیز ہے۔ جسے خداوند عالم مومن کے دل کی داہنی جانب لکھتا ہے اور جس کے دل پر خدا نے یہ محبت لکھ دی اُسے کوئی مٹا نہیں سکتا کیا تم نے نہیں سنا ہے کہ خدا نے عزوجل فرماتا ہے اُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْاِيْمَانَ اور ہم اہلبیت کی محبت ایمان ہے۔

ایضاً۔ بہت سی سندوں کے ساتھ حضرت صادق و امام رضا علیہما السلام سے اس آیت اَنَّمَا يَنْتَظِرُ الْكَافِرُ الْيَكْذِبُ بِالَّذِيْنَ رِپَتَا سورہ مومن آیت ۱) کی تفسیر میں روایت ہے یعنی کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے دین کی تمذیب کی اور اس کو جھوٹ سے نسبت دی۔ ان حضرات نے فرمایا کہ دین سے مراد ولایت علیؑ ہے۔

فراٹ ابن ابراہیم نے حضرت صادقؑ سے اس آیت صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ خدا کا رنگ کرنا طلب کرو اور دین ایمان کے بارے میں رنگ کرنے میں خدا سے بہتر کون ہے۔ یہ گہر دتر ما اپنے فرزندوں پر رنگ آمیزی نہیں کر سکتے کہ اپنے بچوں کو پانی میں غوطہ دے کر کہتے ہیں کہ ہم ان کو نصرانیت میں رنگتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ رنگ کرنے سے مراد مومنین کو ولایت اہلبیت میں رنگنا اور انکی امامت کا اقرار کرنا ہے کہ روز الست ان سے ولایت علیؑ کا عہد لیا گیا ہے۔

ایضاً۔ ابان بن قلوب سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام محمد باقرؑ سے اس آیت اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَلْبِسُوْا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولَٰئِكَ اِلَٰمُنٌ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ کی تفسیر دریافت کی یعنی جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو انھوں نے ظلم سے مخلوط نہیں کیا ان کے لئے امن و اطمینان ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔ حضرت نے فرمایا۔ اے ابان تم کہتے ہو کہ اس آیت میں خدا کے ساتھ شرک ہے اور ہم کہتے ہیں کہ یہ

آیت علی بن ابی طالب اور ان کے اہلبیت کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ کیونکہ ان لوگوں نے ایک پلک بھپکنے تک کے لئے بھی شرک نہیں کیا ہے اور کبھی لات وعزتی کی پرستش نہیں کی جیسا کہ ان تین خلفاء نے ناحق کیا اور جناب امیر پہلے وہ شخص تھے جنہوں نے جناب رسول خدا کے ساتھ نماز پڑھی۔ اور ان کی تصدیق کی۔ لہذا یہ آیت ان کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اور کیلنی نے حضرت صادق علیہ السلام سے اسی آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ جو لوگ ایمان لائے ہیں ان باتوں پر کچھ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت امیر المومنینؑ اور آپ کی ذریت کی ولایت و امامت کے بارے میں لائے ہیں اور محبت خلفائے پور کے ساتھ مخلوط نہیں کرتے وہ مراد ہیں لہذا ظلم سے موٹ ایمان وہ ہے جس میں ظالموں کی محبت شامل ہو۔

ایضاً۔ تفسیر فرات میں حضرت صادقؑ سے اس آیت اَلَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُمْ بِذِكْرِ اللَّهِ اَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ کی تفسیر میں روایت ہے یعنی جو لوگ ایمان لائے اور ان کے قلوب خدا کے ذکر سے مطمئن ہوئے آگاہ ہو کہ خدا کے ذکر سے دلوں کو آرام اور سکون ملتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ جناب رسول خداؐ نے جناب امیر علیہ السلام سے فرمایا جانتے ہو کہ یہ آیت کس شان میں نازل ہوئی۔ عرض کی خدا اور اس کے رسولؐ بہتر جانتے ہیں فرمایا کہ اس کے شان میں نازل ہوئی ہے جو میری تصدیق کرتا ہے اور مجھ پر ایمان لاتا ہے اور تم کو اور تمہارے بعد تمہارے فرزندوں کو دوست رکھتا ہے اور تمہاری اور تمہارے بعد تمہارے فرزندوں کی امامت کو تسلیم کرتا ہے۔ اور عیاشی نے اسی آیت کی تفسیر میں حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ ذکر خدا سے مراد جناب رسول خداؐ ہیں آپ ہی سے قلوب مطمئن ہوتے ہیں۔ اور وہی حضرت ذکر خدا اور حجاب خدا ہیں۔ اور علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ اَلَّذِينَ آمَنُوا سے مراد شیعہ ہیں اور ذکر خدا امیر المومنینؑ اور ائمہ اطہارؑ ہیں۔

ایضاً۔ فرات نے حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ ہماری محبت ایمان ہے اور ہماری عداوت و دشمنی کفر ہے پھر یہ آیت پڑھی لَکِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ أُولَٰئِكَ هُمُ الزَّالِمُونَ یعنی لیکن خدا نے تم کو ایمان کی محبت اور اس کو زینت دی ہے تمہارے دلوں میں اور

کفر و فسق اور گناہ کو تمہارے لئے مکروہ قرار دیا ہے اور ایسے ہی لوگ ہدایت و صلاح یافتہ اور رستگار ہیں۔ اور کلینی اور علی بن ابراہیم نے اسی آیت کی تاویل میں روایت کی ہے ایمان سے مراد امیر المومنین کفر سے مراد ظالم اول اور فسق سے مراد ظالم دوم اور عصیان سے مراد ظالم سوم ہے۔

کلینی نے حضرت صادق سے اس آیت وَ هُدُوا إِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ وَ هُدُوا إِلَى صِرَاطِ الْحَمِيدِ کی تفسیر میں روایت کی ہے یعنی مومنین خدائے متعالیٰ سے مستحق حمد و ستائش کی راہ کی جانب ہدایت یافتہ ہیں حضرت نے فرمایا کہ یہ آیت حمزہ و جعفر و عبیدہ و سلمان و ابوذر و مقداد و عمار کی شان میں نازل ہوئی ہے جو ولایت امیر المومنین کی جانب ہدایت یافتہ ہیں علی بن ابراہیم نے حضرت صادق سے اس قول رب العزت إِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا (نپتہ سورہ الطلاق آیت ۱۵) کی تفسیر میں روایت کی ہے یعنی کفار بہت مکروہ فریب کرتے ہیں حضرت نے فرمایا مراد اول و دوم اور تمام منافقین ہیں جنہوں نے جناب رسول خداؐ، جناب امیر المومنین اور حضرت فاطمہؑ کے ساتھ مکروہ کیا و اکید کید (سورہ مذکور) اور میں ان کے ساتھ تدبیر کرتا ہوں یعنی دنیا میں ان پر حکم اسلام جاری کرتا ہوں اور آخرت میں کافروں کے ساتھ جہنم داخل کرونگا۔ یا یہ کہ میں ان کے مکروہ کا بدلہ دیتا ہوں۔ فَهَبِلَ الْكَافِرِينَ أَمْهَلَهُمْ مَرْذِيَّةً (سورہ مذکور) تو کافروں کو مہلت دے دو بس ان کو تھوڑی مہلت دو حضرت نے فرمایا کہ جب حضرت قائمؑ ظاہر ہوں گے تو جباروں اور قریش کے باطل پیشواؤں اور بنی امیہ اور تمام دشمنوں سے ہمارا انتقام لیں گے۔

ابن مہیار نے بسند معتبر حضرت امام محمد باقرؑ سے اس آیت إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ فِي تَأْسِيرِهِمْ جَهَنَّمَ کی تفسیر میں روایت کی ہے یعنی اہل کتاب سے وہ لوگ جو کافر ہو گئے اور مشرکین اہل جہنم سے ہیں حضرت نے فرمایا کہ اس سے مراد وہ گروہ ہے کہ جن پر قرآن نازل ہوا پھر بھی وہ جناب رسول خداؐ کے بعد مرتد ہو گئے اور امیر المومنین کی نافرمانی کی۔ اور دوسری روایت کے مطابق الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ سے مراد وہ لوگ ہیں جو شیعوں کی تکذیب کرتے ہیں۔ اور مشرکین وہ ہیں جو خلافت میں امیر المومنین کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے ہیں یعنی شیعوں کی تکذیب کرنا اور علیؑ کی خلافت کے منکر ہیں اور وہ لوگ جنہوں نے امیر المومنین کو خلافت کے مرتبہ اول سے درجہ

چہارم پر قرار دیا ہے کہ فرد و شرک سے الگ نہیں یہاں تک کہ ان کی طرف بینۂ آئیں یعنی ان پر حق واضح ہو۔ سَوَّلَ مِنَ اللَّهِ سے مراد حضرت محمدؐ ہیں يَتَلَوْاْ صُحُفًا مَّطَهَّرَةً کا معنی صحیفہ پائیزہ کی تلاوت کرتے ہیں یعنی اپنے بعد اولوالامر کی جانب لوگوں کی رہنمائی کرتے ہیں جو آئمہ اطہار میں سے ہیں اور وہی صحف مطہرہ ہیں۔ فِيهَا كُتِبَتْ قِيَمَةٌ فرمایا کہ ان کے پاس واضح حق ہے وَمَا تَفَقَّدَ الَّذِينَ اُوْتُوا الْكِتَابَ یعنی شیعوں کی کتب کرنے والے متفرق نہیں ہوئے اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَةُ مگر اس کے بعد جبکہ ان کے پاس حق آگیا تھا۔ وَمَا اُمِرُوا اِلَّا لْيُعْبُدُوْا اللّٰهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّيْنَ فرمایا کہ اس قسم کے مسلمان مامور نہیں ہوئے ہیں لیکن اس لئے کہ خدا کی عبادت کریں ایسی حالت میں کہ دین کو خالص خدا کے لئے کیا ہو اس کے ساتھ کہ خدا اور رسول اور ائمہ طاہرین پر ایمان لائے ہوں۔ وَذَلِكَ دِيْنُ الْقَبِيْلَةِ اور یہی دین محکم ہے۔ فرمایا کہ دین سے مراد فاطمہ زہرا ہیں اور دوسری روایت کے مطابق قائم آل محمد ہیں۔ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فرمایا کہ یعنی وہ لوگ جو خدا و رسول پر ایمان لائے ہیں اور انھوں نے اولوالامر کی اطاعت کی ہے ان امور میں جن کا ان کو حکم دیا گیا ہے اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِّ آیۃ ۲ سورہ البقرہ آیت ۱۷۷) یعنی وہ لوگ بہترین خلق ہیں۔ دوسری روایت کے مطابق فرمایا کہ یہ آیت آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

امامی شیخ میں جابر بن عبد اللہ انصاری سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک روز ہم لوگ جناب رسول خدا کی خدمت میں حاضر تھے کہ حضرت امیر المومنین تشریف لائے۔ پیغمبر نے فرمایا کہ تمہارے پاس میرا بھائی آیا پھر فرمایا کہ اسی خدا نے برتر کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے یہ اور اس کے شیعہ روز قیامت نجات یافتہ ہیں بلاشبہ یہ سب سے زیادہ عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنے والا ہے اور سب سے زیادہ ہر ایک کے حق کی رعایت کرنے والا ہے اور خدا کے نزدیک اس کی عزت و فضیلت سب سے زیادہ ہے اُس وقت یہ آیت نازل ہوئی اُولَئِكَ هُم خَيْرُ الْبَرِيَّةِ اس کے بعد جب اصحاب پیغمبر حضرت علیؑ کو آتے ہوئے دیکھتے تھے تو کہتے تھے کہ خیر البریہ آگیا۔

ایضاً جناب امیر المومنین سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ ہر ہر ہر کے

پہلوں پر سریانی حرفوں میں لکھا ہوا ہے کہ آل محمد خیر البریہ ہیں۔

ایضاً۔ یعقوب لیثی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں حضرت امام محمد باقرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ اے فرزند رسولؐ میں آپ پر فدا ہوں میں اپنے پدر بزرگوار کی تحریروں میں پاتا ہوں کہ امیر المومنین علیہ السلام نے میرے پدر میثم سے فرمایا کہ آل محمد کے دوست کو دوست رکھو اگرچہ وہ فاسق اور زنا کار ہو اور آل محمد کے دشمن کو دشمن رکھو اگرچہ وہ بڑا روضہ دار اور بڑا نماز گزار ہو میں نے جناب رسول خداؐ سے سنا ہے کہ یہ آیت اِنَّ الْاٰیٰتِیْنَ اَمْتُوْاۤءَ عَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ اُوْلٰئِکَ هُمْ خِیْرُ الْبَرِیّۃِ پوری پوری جانب رخ کیا اور فرمایا اے علیؑ خدا کی قسم یہ تمہارے شیعہ ہیں اے علیؑ تم اور تمہارے دوستوں کی وعدہ گاہ حوض کوثر ہے جہاں نورانی چہروں کے ساتھ سروں پر تاج رکھے ہوئے آئیں گے۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ کتاب علیؑ میں ایسا ہی لکھا ہے۔ اور امیر المومنین علیہ السلام کی شان میں اس آیت کے نازل ہونے کے سلسلہ میں بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں جن میں سے بعض ہم آنحضرتؐ کے حالات میں ذکر کریں گے اس کے بعد حقیقتاً لے فرمایا ہے رَاضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَرَاضُوْا عَنْہُ خدا ان سے راضی ہے اور وہ خدا سے راضی ہیں۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے خدا مومن سے دنیا و آخرت میں راضی ہے اور مومن اگرچہ دنیا میں خدا سے راضی ہے لیکن اس کے دل میں ابتداء امتحان اور مصائب کے سبب سے کچھ غلش ہوتی ہے مگر قیامت کے روز اُن ثواب کو دیکھے گا جو اس کے لئے مقرر ہے تو اس وقت وہ خدا سے جو اس کی رضا و خوشنودی کے سزاوار اور جیسا کہ حق ہے راضی ہو جائے گا۔

ایضاً۔ ابان ابن تغلب سے روایت کی ہے کہ حضرت صادق علیہ السلام نے اس آیت وَ قَبْلِ لِّلْمُشْرِکِیْنَ الْاٰیٰتِیْنَ لَا یَاْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ کَافِرُوْنَ کی تلاوت فرمائی۔ یعنی افسوس ہے ان مشرکوں پر جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور وہ آخرت کے منکر ہیں۔ پھر فرمایا کہ اے ابان کیا تم گمان کرتے ہو کہ خدا مشرکوں اور بت پرستوں سے ان کے مالوں کی زکوٰۃ طلب کریگا؟ حالانکہ وہ خدا کے ساتھ

دوسرے خدا کی بھی پرستش کرتے ہیں۔ ابان نے پوچھا پھر وہ کون لوگ ہیں امام نے فرمایا وہ ان کی خرابی ہو وہ ہیں جو امام اول کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے ہیں اور امام

امیر المومنین کے دوست کو دوست رکھو اگرچہ فاسق اور ان کے دشمن کو دشمن رکھو اگرچہ پیر و پیر کا روبرو۔

علی بن ابراہیم نے خدا کے اس قول واذ کُروا لِعِمَّةِ اللّٰهِ عَلَیْکُمْ وَ مِمَّا ثَقُو
الَّذِی وَاثَقُکُمْ بِہٖ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا پر آیت، سورہ مادہ کی تفسیر
کے بارے میں روایت کی ہے یعنی اپنے لئے خدا کی نعمت کو اور اُس عہد کو یاد کرو جو
تم سے مضبوطی سے اس نے لیا ہے جبکہ تم نے کہا تھا کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی۔ جبکہ رسول
خدا نے اُن سے ولایت و امامت علی کے بارے میں عہد و پیمان لیا تو انھوں نے کہا ہم
نے سنا اور اطاعت کی پھر آنحضرتؐ کے بعد انھوں نے اس عہد کو توڑ ڈالا۔

<http://fb.com/ranajabirabbas>

اگر دنیا سے خداوند عالم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اٹھالے گا تو خلافت بنی ہاشم تک نہ پہنچنے دیں گے۔ (امام نے فرمایا کہ) مَا شَجَرَ بَيْنَهُمَا سے یہی مراد ہے کہ ان لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا یعنی اس عمل کے سبب کافر ہو گئے اور ان کا ایمان درست نہیں ہو گا یہاں تک کہ امیر المؤمنین کے پاس آئیں اور خدا سے طلب مغفرت کریں اور یہ قرینہ ہے اس پر کہ اس خطاب کے مخاطب جناب رسول خدا نہیں ہیں ورنہ چاہئے تھا اَسْتَغْفِرْتُ لَهُمْ خدا فرماتا ان کی توبہ قبول ہو جائے گی۔ پھر اس کے بعد ان کے توبہ کی کیفیت بیان فرمائی کہ مقبول نہیں ہے۔ اور اُن کا ایمان درست نہیں لیکن امیر المؤمنین کی خدمت میں آئیں اور اپنے گناہوں کا اقرار کریں اور اُن حضرت کو حکم بنائیں کہ اگر آپ چاہیں تو ہماری اس خطا کے بدلے ہم کو قتل کر دیں یا معاف کریں اور بخش دیں الغرض اس موقع پر جو حکم اُن کے حق میں فرمائیں وہ اس پر راضی رہیں گے اور دل تنگ نہ ہوں گے۔ جب اس طرح توبہ کریں گے تو ان کی توبہ مقبول ہوگی۔ پھر اس کے بعد فرمایا لَئِنْ اَنْتُمْ فَعَلُوْا مَا يُؤْخِظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّكُمْ جَزَاءُ تَوْبَتِكُمْ فرمایا کہ جو کچھ ان کو نصیحت کی گئی ہے علی کے بارے میں اس پر عمل کریں جیسا کہ سابقہ آیت میں مذکور ہوا تو بیشک ان کے لئے بہتر ہوگا۔

ایضاً حضرت صادقؑ سے اس آیت بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا رَبِّ سَوْرۃ اعلیٰ آیت ۱۶ کی تفسیر میں وارد ہوا ہے کہ یعنی بلکہ وہ لوگ دُنیا کی زندگی اختیار کرتے ہیں حضرت نے فرمایا کہ مراد اس سے یہ ہے کہ اوّل ودوم وسوم اور تمام خلفائے جور کی جن کے ساتھ دنیا تھی محبت ولایت اختیار کرتے ہیں۔ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ (آیت ۱۷ سورہ مذکور) اور عالم آخرت بہتر اور باقی رہنے والا ہے حضرت نے فرمایا کہ اس سے مراد ولایت ائمہ المؤمنین ہے جس سے ثواب آخرت حاصل ہوتا ہے۔

ایضاً۔ حضرت امام محمد باقرؑ سے اس آیت فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا کی تفسیر میں روایت کی ہے یعنی اپنے چہروں کو دین حق کے لئے سیدھا کرو۔ ایسی حالت میں جبکہ دنیا بے باطل سے (دین کی طرف) مائل ہو فیطرۃ اللہ الّٰہی فطّر الناس علیہا یعنی وہ جس پر خدا نے لوگوں کو خلق کیا ہے۔ علی بن ابراہیم و صفار اور ابن بابویہ نے بہت سی سندوں کے ساتھ حضرت امام رضا اور حضرت صادق علیہما السلام سے روایت

کی ہے کہ خدا نے لوگوں کو روز الست اپنی معرفت پر پیدا کیا ہے اور توحید لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَعَلَىٰ أُمِّيَّةُ الْمُؤْمِنِينَ فَلْيُ اللَّهُ پر یہاں تک داخل توحید ہے اور اگر امامت امیر المومنین کا اقرار نہیں کیا ہے خدا کی وحدانیت کا اس کا اقرار درست نہیں ہے اور وہ مشرک ہے۔

ایضاً ہند متبر حضرت صادق علیہ السلام سے خداوند عالم کے اس ارشاد
 اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا
 لَنَحْنُ بِكَ نَافِلٌ لِّكَ لِيُغْفِرَ لَهٗمْ وَلَا يَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا کی تفسیر میں روایت ہے یعنی جو لوگ
 ایمان لائے پھر کافر ہو گئے پھر ایمان لائے پھر کافر ہو گئے پھر ایمان کا کفر دیا وہ ہوا تو
 ممکن نہیں کہ خدا ان کو بخشے اور نہ ان کی راہ خیر و نجات کی جانب ہدایت فرمائے گا۔
 حضرت نے فرمایا کہ یہ آیت اول و دوم و سوم کے حق میں نازل ہوئی ہے جو ابتداء میں
 زبانی ایمان لائے پھر کافر ہو گئے یعنی اپنے کفر کو ظاہر کیا جس وقت کہ پیغمبر خدا نے
 ان پر ولایت امیر المؤمنینؑ پیش کیا اور فرمایا مَنْ كُنْتُ مَوْلاَكَ فَقُلِيْ مَوْلاَكَ یعنی جس کا
 میں مولا اور حاکم ہوں اُس کے علی مولا اور پیشوا ہیں۔ پھر جب حضرت نے ان کو بیعت
 کرنے کے لئے فرمایا تو مجبوراً زبان سے اقرار کیا اور بیعت بھی کی۔ اس کے بعد
 جبکہ پیغمبر نے رحلت فرمائی تو بیعت سے مکر گئے اور کفر میں ترقی حاصل کی اور ان لوگوں
 پر جنھوں نے غدیر خم میں امیر المؤمنینؑ سے بیعت کی تھی سختی کی کہ فلاں کی بیعت کریں، یا
 امیر المؤمنینؑ پر بیعت کے لئے سختی کی لہذا اس گروہ کے لئے قطعی خیر و نیکی اور ایمان کا
 کچھ حصہ باقی نہیں رہا اور اس آیت اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰی اَذْبَارِهِمْ مِّنْ بَعْدِ
 مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ وَاَمَلٰى لَهُمْ دِیْنِ سورہ محمد آیت ۳۵
 کی تفسیر میں فرمایا کہ بیشک جو لوگ دین سے برگشتہ ہو گئے اپنے پیچھے لوٹ گئے یعنی اسی
 حالت کفر پر جس پر کہ تھے اس کے بعد جبکہ ہدایت ان پر ظاہر ہو چکی تھی شیطان نے ان
 کے لئے ضلالت کو زینت دی اور ان کی آرزو میں دراز کر دیں۔ حضرت نے فرمایا کہ
 وہ اول و دوم و سوم ہیں۔ امیر المؤمنینؑ کی ولایت اختیار کر کے ایمان سے برگشتہ ہو گئے
 ایضاً انہی حضرت نے اس ارشاد رب العزت وَمَنْ يُرِدْ فِتْنَةً يَّرْتَدِدْ بَاطِلًا يُظْلَمُ
 نَفْسُهُ مِّنْ عَذَابِ اٰلِهٖمْ دِیْنِ سورہ الحج آیت ۳۵ کی تفسیر میں فرمایا یعنی جو شخص امر حرام کا

ارادہ کرے کہ ظلم و ستم کے ساتھ حق سے روگردانی کرے اس کو ہم دردناک عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ آیت فلاں فلاں اور ابو عبیدہ کے بارے میں نازل ہوئی جو اس عہد نامہ کے کاتب تھے جس وقت کہ کعبہ میں داخل ہو کر اپنے کفر پر اور جو کچھ امیر المومنین کی شان میں نازل ہوا تھا اس کے انکار پر عہد و پیمان کیا تھا۔ کعبہ کے اندر محمد ہو گئے اس ظلم کے سبب سے جو جناب رسول خدا اور ان کے ولی علی بن ابیطالب پر کیا تھا تو پھر ستمگاروں کا گروہ رحمت خدا سے دور ہو گیا۔

ایضاً حضرت صادقؑ سے قول حق تعالیٰ اِنَّكُمْ لَبَعِيْ قَوْلٍ مُّخْتَلَفٍ يُؤْفَكُ عَنْهُ مِنْ اُنْفَكٍ کی تفسیر میں روایت ہے کہ بیشک تم اپنے قول میں مختلف ہو۔ حضرت نے فرمایا کہ ان کی گفتگو ولایت حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں تھی۔ وہ شخص جنت سے پھیر دیا جاتا ہے جو علیؑ کی ولایت سے پھرتا ہے۔

ایضاً کلینی اور ابن مہیار نے حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ یہ آیت اس طرح نازل ہوئی فَاَنْتَ الْاَكْثَرُ النَّاسِ بِكَوْلٍ عَلَيَّ اِلَّا كَقَوْلِ اٰدِیْنِ اِنْكَارِ کیا اکثر لوگوں نے ولایت علیؑ سے اور فرمایا کہ یہ آیت اس طرح نازل ہوئی ہے قُلِ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فِيْ ذٰلِیْهِ عَلٰی فَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْفِرْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْفِرْ اِنَّا اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِیْنَ اَلْاَحْطٰطَ بِهُمْ سَرًا فَهَآیْهٖ اِیْنَ (اے رسول) کہہ دو کہ حق اور قول درست ولایت علیؑ کے بارے میں تمہارے پروردگار کی جانب سے ہے تو جو شخص چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کافر ہو جائے۔ اور ہم نے آل محمد کے ظالموں کے لئے آگ تیار کر رکھی ہے جس کے پردوں نے ان کا احاطہ کر لیا ہے۔

کتاب تاویل الاحادیث میں اخطب غوارزمی جو علمائے عامہ سے ہے روایت کی ہے کہ اس نے ابن عباس سے روایت کی ہے ایک جماعت کے لوگوں نے رسول اللہؐ سے پوچھا کہ یہ آیت کس کے حق میں نازل ہوئی ہے وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِیْمًا یعنی خدا نے گناہوں کی بخشش اور اجر عظیم کا وعدہ ان لوگوں سے کیا ہے جو ایمان لائے اور اچھے اعمال بجالائے حضرت نے فرمایا کہ قیامت کے روز ایک علم نور سفید درست کیا جائے گا اور منادی ندا دے گا کہ مومنوں کا سردار اٹھے اور اس کے ساتھ وہ لوگ بھی اٹھیں جو محمدؐ کے مبعوث

ہونے پر ایمان لائے ہیں۔ اُس وقت علی بن ابیطالب اٹھیں گے اور نور کا ایک سفید علم ان کے ہاتھ میں دیا جائے گا۔ اس علم کے نیچے (سایہ میں) تمام سابقین و لاحقین ہمارے انصار جمع ہوں گے۔ ان میں کوئی غیر شامل نہ ہوگا۔ پھر علی بن ابیطالب نور کے ایک منبر پر رونق افروز ہوں گے اور اُن حضرت کے سامنے ان میں سے سب لوگ ایک ایک کر کے پیش کئے جائیں گے اور وہ حضرت ہر ایک کو اس کا اجر اور اس کا نور عطا فرمائیں گے جب آخری شخص کو بھی یہ مل جائیگا تو اُن سے کہا جائیگا کہ تم نے اپنے مرتبہ کو اور بہشت میں اپنی جگہ کو دیکھ لیا۔ اور پہچان لیا۔ پروردگار عالم فرماتا ہے کہ میرے نزدیک بخشش ہے اور اجر عظیم ہے۔ پھر حضرت ان لوگوں کو جو زیر علم ہوں گے کہ بہشت میں پہنچائیں گے اور غیروں کو جہنم میں داخل کریں گے اس قول حق تعالیٰ وَالَّذِينَ اصْطَفٰی اللّٰهُ وَرُسُلَهُ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ وَالشّٰہِدَآءُ عِنْدَ رَبِّہُمْ اَلْہٰٓؤُلَآءُ حُجُّوْا وَنُؤْمِرْہُمْ رُجُوعًا سُوْرۃ الحديد آیت ۱۹ کے بھی یہی معنی ہیں۔ جس کا ترجمہ یہ ہوا کہ جو لوگ خدا و رسول پر ایمان لائے ہیں یہی لوگ نبیوں کی تصدیق کرنے والے اور ان کے گواہ ہیں خدا کے نزدیک بیشک انہی کے لئے اجر و نور ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ سابقین اور اقلین اور وہ مومنین جن کے دلوں میں ولایت امیر المومنین ہوگی وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآیَاتِنَا اُولٰٓئِكَ اَصْحَابُ النَّجْمِ یعنی جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا یہی لوگ جہنمی ہیں۔ امام نے فرمایا کہ وہ لوگ کافر ہو گئے اور ولایت علی کو جھوٹ سمجھا اور حضرت امیر المومنین کے حق سے انکار کیا۔

۱۔ مولف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس قسم کی آیتوں کی تاویل میں حدیثیں بہت ہیں جو کتاب بحار الانوار میں مذکور ہو چکیں۔ ان میں سے بعض کا ذکر امیر المومنین علیہ السلام کے حالات میں انشاء اللہ کیا جائیگا۔ آیات ایمان کی تاویل جو ولایت اہلبیت علیہم السلام سے کی گئی ہے ظاہر ہے کہ ایمان کا بہترین جزو ان ذوات مقدسہ کی ولایت ہے اور یہی ولایت تمام اجزائے ایمان کے لئے بھی لازم ہے کیونکہ ایمان کے اصول فروع انہی حضرات کے بیان سے معلوم ہوتے ہیں اور ایمان کی تاویل ولایت سے کرنا اسی سبب سے ہے۔ کیونکہ ان ذوات میں ایمان کا کمال محتاج بیان نہیں اور کفر کی تاویل انکار ولایت سے بھی کرنا واضح ہے اس لئے کہ ایمان کے عمدہ جزو ولایت (بقیہ حاشیہ ص ۳۲ پر دیکھیں)

تیرھویں فصل

ان حدیثوں کے بیان میں جو ائمہ اطہار کے برابر ومتقی اور سائقین و مقربان الہی ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ اور ان کے شیعہ اصحاب یمن ہیں۔ اور ان کے دشمن اشعار و فجار اور اصحاب شمال ہیں۔

ابن مہیار نے اس قول خدا نے عزوجل وَالسَّائِقُونَ السَّائِقُونَ اُولَٰئِكَ الْمُقَرَّبُونَ ۚ فِي حَبْطِ النَّعِيمِ دہلے سورہ مائدہ آیت ۱۲۸ کے متعلق بیان کیا ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے کہا ہے کہ جن لوگوں نے ایمان و اطاعت خالق کی طرف سبقت کی ہے۔ وہ آخرت میں بہشت کی جانب سبقت کریں گے یہی لوگ جنات نعیم میں مقرب ہیں۔

امیر المومنین علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ خدا و رسول کی جانب تمام سبقت کرنے والوں میں سب سے زیادہ سبقت کرنے والا میں ہوں اور سب سے زیادہ مقرب میں ہوں۔

(حاشیہ سابقہ) اہلبیت کا سلب کرنا کفر ہی ہوا۔ نیز جو کچھ پیغمبر خدا کی جانب سے لائے ہیں ان سے انکار عین کفر ہے۔ اور مشرک کی تاویل ان کی ولایت کے ساتھ کسی کو شریک کرنا ولایت سے انکار کرنا ہے۔ اس کی چند وجہیں ہیں۔

۱۔ اس امام کے مقابلہ میں جس کو خدا نے مقرر فرمایا ہے کسی دوسرے کو مقرر کرنا خدا کے ساتھ شریک ہونا ہے۔

۲۔ اس شخص کی فرمانبرداری کرنا۔ جس کی اطاعت کا حکم خدا نے نہیں دیا اس کی پرستش کرنا ہے جیسا کہ خداوند عالم قرآن میں فرماتا ہے کہ شیطان کی عبادت مت کرو۔ خدا نے اپنی اطاعت کو عبادت قرار دیا ہے۔ اور خدا نے فرمایا ہے کہ اہل کتاب کے علماء اور راہبوں نے اپنے کو خدا قرار دے لیا ہے اور خدا کے سوا ان کی کسی کی اطاعت باطل پرستی میں شمار کیا ہے۔

۳۔ خدا نے بہت سی باتوں کو جو اس کے دوستوں کی نسبت واقع ہوئی ہیں اپنی جانب نسبت دی ہے جیسا کہ ان پر ظلم کیا جانا اپنے اوپر ظلم ہونا شمار کیا ہے اور ان کی اطاعت و بیعت اپنی اطاعت و بیعت قرار دیا ہے لہذا ہو سکتا ہے کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک قرار دینے کو اپنے ساتھ شریک کرنا قرار دیا ہو۔

ابن عباس سے روایت کی ہے کہ سبقت کرنے والے تین ہیں۔ خزفیل مومن آل فرعون۔ جو حضرت موسیٰ پر سب سے پہلے ایمان لائے تھے۔ اور حبیب صاحب یسین جو حضرت عیسیٰ پر سب سے پہلے ایمان لائے۔ اور علی بن ابی طالب علیہ السلام جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سب سے پہلے ایمان لائے اور وہ ان دونوں سے افضل ہیں ابن شہر آشوب نے حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ ہم سابقین ہیں۔ ہم نے تمام امتوں پر تمام کمالات میں سبقت کی ہے اور ہم ہیں آخرین کہ ہماری سلطنت و حکومت سب کے آخر میں ہوگی۔

ابن مہیار نے شیخ طوسی سے انہی کی سند سے ابو عباس سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ سے قول حق تعالیٰ وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ أُولَٰئِكَ الْمُقَرَّبُونَ کی تفسیر دریافت کی حضرت نے فرمایا کہ جبریل نے کہا کہ وہ علی اور ان کے شیعہ ہیں جو بہشت کی جانب سبقت کرتے ہیں اور خدا کے گرامی رکھنے کے سبب خدا کے مقرب ہیں۔

ایضاً۔ حضرت امام محمد باقر سے قول خداوند عالم فَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِينَ فَذَوْحٌ وَمِنَ الْجَنَّةِ تَعْلِيْقُ رُكْنِ سُوْرَةِ وَآلِہٖ آیت ۸۸ و ۸۹ کی تفسیر میں روایت کی۔ اگر مرنے والا مقربوں میں سے ہے تو اس کے لئے روح یعنی استراحت (آرام) یا نسیم بہشت ہے اور ریحان یعنی پاک رزق یا بہشت کے پھول ہیں جو مرنے کے وقت لاتے ہیں کہ وہ سوئگے اور وہ بہشت جن میں نعمتیں پائیں گے حضرت نے فرمایا کہ یہ آیت امیر المومنین اور وہ ان کے بعد کے اماموں کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

یعنی اخبار الرضا میں حضرت امیر المومنین سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا یہ آیت وَالسَّابِقُونَ میری شان میں نازل ہوئی ہے اور کتاب سلیم بن قیس ہلانی میں روایت کی ہے کہ یہ آیت امیر المومنین کی شان میں ہے ان حجوتوں کے بارے میں جو مہاجرین اور انصار پر آپ نے تمام کی تحقیریں اور فرمایا تھا کہ میں تم کو قسم دیتا ہوں خدا کی آیات تم جانتے ہو جس وقت کہ یہ آیت وَالسَّابِقُونَ أُولَٰئِكَ الْمُقَرَّبُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ أُولَٰئِكَ الْمُقَرَّبُونَ نازل ہوئی۔ لوگوں نے ان دونوں آیتوں کی تفسیر جناب رسول خدا سے دریافت کی آپ نے فرمایا کہ خدا نے ان آیتوں کو پیغمبروں

اور ان کے اوصیا کی شان میں نازل فرمایا ہے تو میں خدا کے تمام پیغمبروں میں سب سے بہتر ہوں اور علی بن ابی طالب میرے وصی تمام وصیتوں سے بہتر ہیں۔ لوگوں نے کہا بیشک ہم نے سنا ہے۔

شیخ طبرسی نے مجمع البیان میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ سابقین چار اشخاص ہیں۔ اول آدم کے بیٹے ہابیل جو مار ڈالے گئے دوسرے سابق اہل امت موسیٰ میں مومن آل فرعون ہیں۔ تیسرے امت عیسیٰ میں حبیب نجار ہیں۔ چوتھے اہل امت محمد علیہ السلام میں علی بن ابی طالب ہیں۔

کلینی نے روایت کی ہے کہ حضرت امام محمد باقر نے شیعوں کی ایک جماعت سے خطاب فرمایا کہ تم شیعیان خدا ہو تم یا اور ان خدا ہو اور تم سابقوں اولوں اور سابقوں آخروں اور سابقوں دنیا ہو اور آخرت میں بہشت میں جانے والوں میں سابقوں ہو ہم تمہارے لئے خدا کی ضمانت اور رسول کی ضمانت کے ساتھ بہشت کے ضمانت ہوئے ہیں علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ اصحاب مہمنہ مومنین ہیں جنہوں نے گناہ کئے ہیں اور وہ موقف حساب پر روکے جائیں گے اور ان میں سے سابقوں وہ ہیں جو بے حساب بہشت کی جانب سبقت کریں گے۔

کلینی نے اصبح بن نباتہ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص حضرت امیر المومنین کی بہت میں آیا اور کہا یا امیر المومنین ایک گروہ کہتا ہے کہ بندہ زنا نہیں کرتا اس حالت میں جبکہ مومن ہوتا ہے اور حرام نہیں بہاتا جبکہ مومن ہوتا ہے اور چوری وغیرہ وغیرہ نہیں کرتا جبکہ مومن ہوتا ہے۔ اور یہ باتیں میرے لئے سخت ہیں اور مجھے تکلیف ہوتی ہے کہ میں یہ کہوں کہ یہ بندہ میری طرح نماز پڑھتا ہے اور میری طرح لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتا ہے مجھ کو اپنی دختر دیتا ہے اور میں اپنی دختر اس کو دیتا ہوں۔ وہ مجھ سے میراث پاتا ہے اور میں اس سے میراث پاتا ہوں تو اسے گناہ کے سبب جو وہ کرتا ہے ایمان سے خارج ہو جاتا ہے حضرت نے فرمایا کہ جو کچھ تم نے کہا سچ ہے۔ اور میں نے جناب رسول خدا سے سنا ہے آپ ایسا ہی فرماتے تھے اور اس پر کتاب خدا دلیل ہے۔ خداوند عالم نے لوگوں کو تین قسم پر پیدا کیا ہے اور ان کے لئے تین درجے قرار دیے ہیں۔ اور قرآن میں اصحاب مہمنہ و اصحاب مشئمہ اور سابقوں فرمایا ہے۔ سابقین خدا کے پیغمبر ہیں۔ بعض مرسل اور بعض

پانچ روحوں کا ذکر اور ان کے خواص

غیر مرسل ہیں اور ان میں پانچ روحیں قرار دی ہیں۔ روح القدس۔ روح الایمان۔ روح
 القوت۔ روح الشهوة اور روح البدن۔ روح القدس پر پیغمبر مبعوث ہوئے بعض مرسل
 اور بعض غیر مرسل اور اس روح کے سبب سے خبریں جانتے ہیں۔ روح الایمان کے
 باعث خدا کی عبادت کرتے ہیں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے۔ اور روح
 القوت سے اپنے دشمن سے جہاد کرتے ہیں اور اپنے معاش کی تحصیل کرتے ہیں۔ اور
 روح الشهوة کے سبب لذت کھانوں کی طرف رغبت کرتے ہیں اور جوان و حلال عورتوں
 سے نکاح کرتے ہیں اور روح بدن کے ذریعہ راستہ چلتے ہیں۔ اس جماعت کی بخشش ہے
 ان میں بعض معصوم ہیں اور اگر کسی سے شاذ و نادر ترک اولیٰ اور کوئی مکر وہ امر کر گزرتے ہیں
 تو خدا ان کو معاف کر دیتا ہے اور ان پر اس کا کوئی اثر باقی نہیں رہتا۔ اس کے بعد حضرت
 نے فرمایا کہ خدا فرماتا ہے۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ**
كَفَرَّا اللَّهُ وَ سَفَّحْنَا لَهُمُ دَرَكًا وَمَا ظَلَمُوهَا لِيَكُونَ لَهُمْ عِلْمٌ
بِالَّذِينَ كَفَرُوا۔ یعنی ان پیغمبروں میں سے ہم نے بعض
 کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ پیغمبروں میں سے بعض فضائل کے لحاظ سے وہ تھے کہ
 خدا نے جس سے گفتگو کی جیسے حضرت موسیٰ اور محمد صلوٰۃ اللہ علیہما اور ان میں سے بعض
 کے درجے بہت بلند کئے جو محمد ہیں اور ہم نے عیسیٰ بن مریم کو واضح معجزے عطا کئے اور
 ان کو روح القدس کے ذریعہ قوت بخشی اور تمام پیغمبروں کے بارے میں فرمایا **وَأَيُّهَا**
يُودُجِ قِبَلَهُمْ اور تقویت دی ان کو اپنی خاص روح سے یعنی جو اسکی برگزیدہ ہے یا اس کی عطاؤں میں سے ہے۔
 حضرت نے فرمایا۔ یعنی ان کو گرامی کیا اس روح کے ذریعہ سے پھر ان کو ان کے غیر پر فضیلت
 بخشی۔ پھر اصحابِ پیغمہ کا ذکر کیا اور وہ مومنین ہیں جیسا ایمان کا تقاضا ہے۔ اور ان میں
 چار روحیں ودیعت فرمائی ہیں۔ روح ایمان۔ روح قوت۔ روح شہوت اور روح بدن
 اور ہمیشہ ان چار روحوں کو کامل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اس پر چند حالتیں گزرتی ہیں
 یہ سن کر اس مرد نے کہا یا امیر المومنین علیہ السلام وہ حالتیں کیا ہیں؟ حضرت نے فرمایا۔ ان
 میں سے پہلی ویسی ہے جیسا کہ خداوند عالم نے فرمایا ہے **وَمِنْكُمْ مَنْ يُؤَدُّ إِلَى آلِهِ ذَلِ النُّعْرِ**
لِيُكَيِّلًا يَعْطَكَ بَعْدَ عِلْمِهِ شَيْئًا یعنی تم میں سے بعض بہت زیادہ عمر کو پہنچتے ہیں جو ناتوانی
 ہوتی ہے یہاں تک کہ وہ بعد جاننے کے کسی چیز کو نہیں جانتے۔ حضرت نے فرمایا

ایسے آدمی سے تمام روحیں کم ہو جاتی ہیں لیکن دین خدا سے باہر نہیں جاتا کیونکہ خدا نے اس کو اس عمر نادانی کو پہنچایا ہے۔ لہذا وہ نہیں جانتا وقت نماز اور شب روز میں نماز کیلئے نہیں اٹھ سکتا اور جماعت کی صف میں لوگوں کے ساتھ کھڑا نہیں ہو سکتا لہذا یہ روح ایمان کی کمی کا باعث ہے اور اس کو کوئی ضرر نہیں پہنچتا۔

ان میں سے بعض ایسے ہوتے ہیں جن کی روح قوت کم ہو جاتی ہے تو وہ دشمنوں سے جہاد نہیں کر سکتے اور طلب معاش پر قوت و قدرت نہیں رکھتے اور بعض میں روح شہوت کم ہو جاتی ہے اس طرح کہ اگر خوبصورت ترین عورتوں کو اس کے پاس بھیجیں تو وہ ان کی طرف راغب نہیں ہوتا اور آمادہ نہیں ہوتا۔ روح بدن اُس میں ہوتی ہے جس سے وہ حرکت کرتا ہے اور راستہ چلتا ہے۔ یہاں تک کہ ملک الموت اس کے پاس پہنچتے ہیں۔ اس مرد کا حال بہتر ہے کیونکہ خدا نے اسی کا حال اس کے بہ نسبت بہتر کیا ہے۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک حالت اُس کو اس کی قوت و جوانی کے دنوں میں عارض ہوتی ہے اور وہ گناہ کا ارادہ کرتا ہے تو روح قوت اس کو دیر کرتی ہے اور وہ رنج شہوت اس کے لئے زینت دیتی ہے اور روح بدن اس کو آمادہ کرتی ہے اور وہ زنا کا مرتکب ہوتا ہے تو چونکہ اس نے حرام کا ارتکاب کیا روح ایمان اس سے جدا ہو جاتی ہے اور جب تک وہ توبہ نہیں کرتا واپس نہیں آتی اگر وہ توبہ کرتا ہے تو خدا اس کی توبہ قبول فرماتا ہے اگر توبہ نہیں کرتا تو پھر اس گناہ کا اعادہ کرتا ہے اور داخل جہنم ہوتا ہے۔

اصحاب شتمہ یہود و نصاریٰ ہیں اُن کے بارے میں خدا فرماتا ہے اَلَّذِينَ اتَّخَذُوا الْكِتَابَ يَغْرِفُونَ كَمَا يَغْرِفُونَ آبْنًا نَّهَضَ يَعْنِي مُحَمَّدٌ كُوْبِحَانْتِے ہیں اور ان کی اور ان کے اہلبیت کی ولایت کو توریت و انجیل میں پڑھ چکے ہیں وہ جس طرح اپنے گھروں میں اپنے لڑکوں کو بچاتے ہیں۔ اِنَّ قَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ یعنی ان کی ایک جماعت حق کو چھپاتی ہے حالانکہ وہ لوگ جانتے ہیں اَلْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فرمایا کہ حق تمہارے پروردگار کی جانب سے ہے کہ تم ان کی جانب خدا کے رسول ہو قُلْ لَا تَكُوْنُوْنَ مِنَ الْمُنْتَرِيْنَ تو تم شک کرنے والوں میں نہ ہونا۔ الغرض جبکہ وہ لوگ جو کچھ جانتے تھے اس سے جان بوجھ کر انکار کیا تو خدا نے ان کو آپس میں مبتلا کیا پھر ان سے روح ایمان سلب کر لیا

مومنین کے لئے چار درجیں

اصحاب شتمہ سے روح ایمان سلب ہوتی ہے۔

اور ان کے بدن میں تین روحوں کو ساکن کیا روح قوت روح شہوت اور روح بدن پھر اضافہ کیا اور ان کو چوپایوں سے نسبت دی اور فرمایا اِنْ هُمْ اِلَّا كَاَلَا نَعَامٍ یعنی وہ نہیں ہیں مگر چوپائے۔ کیونکہ چوپایہ روح قوت کے ذریعے بوجھ اٹھاتا ہے اور روح شہوت کے سبب سے چارہ کھاتا ہے اور روح بدن سے راہ چلتا ہے۔ یہ شکر اس سائل نے کہا یا امیر المؤمنین آپ نے خدا کے حکم اور توفیق سے میرے دل کو زندہ کر دیا۔

ابن مابیار نے حضرت امام محمد باقرؑ سے اس آیت کی تفسیر میں قَامَا اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحَابِ الْيَمِينِ فَسَلَامٌ لَّكَ مِنْ اَصْحَابِ الْيَمِينِ۔ اگر یہ میت اصحاب یمن سے ہے تو اے اصحاب یمن تم پر سلام ہو اور اصحاب یمن کی جانب سے بھی تم پر سلام ہو جو تمہارے بھائی ہیں۔ جیسا کہ اکثر مفسرین نے کہا ہے اور حضرت نے اس حدیث میں فرمایا کہ اصحاب الیمین شیعیان علیؑ ہیں۔ حقیقتاً اپنے پیغمبرؐ سے فرماتا ہے کہ اصحاب یمن کی جانب سے تم پر سلام ہو یعنی تم محفوظ ہو ان سے جو تمہاری اولاد کو قتل کرتے ہیں۔ اور دوسری روایت میں فرمایا کہ وہ ہمارے شیعہ اور دوست ہیں۔

کتاب تاویل الاحادیث میں امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ خدا فرماتا ہے کہ میری مخلوق میں سے کوئی شخص میری جانب متوجہ نہ ہو جو دعا کرنے والوں میں میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہو جو مجھ کو پکارے اور مجھ سے سوال کرے بحق محمدؐ و آل محمدؐ بیشک ان کلمات کے ذریعہ سے جو آدمؑ نے اپنے پروردگار سے سیکھتے تھے اور اس کے ذریعہ سے اُن کی توبہ قبول ہوئی یہ تھے یعنی آدمؑ نے کہا اَللّٰهُمَّ اَنْتَ وَلِيُّ نِعْمَتِيْ وَالْقَادِرُ عَلٰی حَلِيْبَتِيْ وَقَدْ تَعَلَّمْتُ حَاجَتِيْ فَاَسْئَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ لَا مَا سَأَلَ حِمَّتِيْ فَغَفَرْتَ لِيْ سَأَلَتِيْ یعنی اے خدا تو میری نعمتوں میں میرا ولی ہے اور تو ہی قادر ہے میری حاجت برآری پر جو میں تجھ سے طلب کرتا ہوں اور بیشک تو میری حاجت سے واقف ہے تو میں تجھ سے بحق محمدؐ و آل محمدؐ سوال کرتا ہوں کہ تو مجھ پر رحم کر اور میری لغزشوں کو بخش دے۔ خدا نے ان پر وحی فرمائی کہ اے آدمؑ میں تمہارا ولی نعمت ہوں اور تمہاری حاجت بر لانے پر قادر ہوں اور یقیناً تمہاری حاجت سے آگاہ ہوں بناؤ کہ اس جماعت کے وسیلہ سے تم نے کیوں مجھ سے سوال کیا۔ آدمؑ نے عرض کی اے میرے پالنے والے جب تو نے میرے جسم

میں روح پھونکی میں نے سراٹھا کر عرش کی جانب دیکھا تو اس پر لکھا تھا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللَّهِ میں نے سمجھا کہ محمد خلق میں تیرے نزدیک سب سے گرامی ہیں پھر تو نے ناموں کو مجھے بتلایا ان میں سے جو میرے سامنے گذرے اصحابِ یمن میں سے آلِ محمد اور ان کے شیعہ تھے تو میں نے سمجھا کہ وہ لوگ تیری مخلوق میں سب سے زیادہ تیرے مقرب ہیں خدا نے فرمایا اے آدم تم نے سچ کہا۔

ایضاً روایت کی ہے جناب رسولِ خداؐ نے امیر المومنینؑ سے فرمایا کہ تم وہ ہو کہ خدا نے تمہارے ذریعہ سے ابتداء فرمائی تھی میں حجت تمام کی اپنی مخلوق پر جبکہ ان کو اپنے نزدیک کھڑا کیا اور وہ چند شبہ تھے تو ان سے فرمایا کہ کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں ان سب نے جواب دیا کیوں نہیں؟ پھر خدا نے فرمایا کیا محمدؐ میرے رسول نہیں ہیں۔ ان سب نے جواب دیا ہاں بیشک ہیں۔ فرمایا کیا علیؑ مومنین کے امیر اور بادشاہ نہیں ہیں تو تمام مخلوق نے تمہاری ولایت سے انکار کیا غور کیا اور سرکشی کی سولے چند قلیل افراد کے اور وہ بہت ہی کم ہیں اور وہی اصحابِ یمن ہیں۔

ایضاً روایت کی ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے لوگوں نے اس قولِ خدا وَ اَمَّا اَنْ كَانَ مِنَ الْمُفْرَیْقِیْنَ کی تفسیر دریافت کی۔ حضرت نے فرمایا کہ مقرب وہ لوگ ہیں جو امام کے نزدیک مقرب اور منزلت رکھتے ہیں۔ لوگوں نے اصحابِ یمن کو پوچھا فرمایا جو ائمہ حق کی امامت کا اقرار رکھتے ہیں وہ سب اصحابِ یمن میں داخل ہیں۔ پھر قَامَا اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِیْنَ الصَّالِحِیْنَ یعنی اگر مرنے والا پیغمبروں کی تکذیب کرنے والا اور گمراہوں میں سے ہو تو اس کی مہمانی جہنم کے کھولتے ہوئے پانی اور جہنم کی جلانے والی آگ سے ہوگی۔ حضرت نے فرمایا کہ وہ لوگ وہ ہیں جنہوں نے امام کی تکذیب کی ہوگی۔

اصحابِ یمن کی کشتیوں میں۔

سکینی نے روایت کی ہے کہ حضرت صادق علیہ السلام سے خدائے علی و عظیم کے اس قول دَ اَسَلْتُكُمْ فِی سَمَیِّ قَالُوْا اَلْوَلَدُكَ مِنَ الْمُصَلِّیْنَ۔ یعنی گنہگاروں اور کافروں سے اصحابِ یمن پوچھیں گے کہ کس سبب سے تم کو جہنم میں داخل ہونا پڑا تو جیسا کہ مشہور ہے وہ کہیں گے کہ ہم مصلین یعنی نماز پڑھنے والوں میں سے نہیں تھے۔ اس روایت میں حضرت نے فرمایا کہ اس آیت میں مصلی نماز گزار کے معنی میں نہیں ہے

بلکہ سابق کے مقابلہ میں ہے۔ گھوڑے دوڑانے کی شرط میں دس گھوڑے ہوتے ہیں جن میں ہر ایک کے نام ہوتے ہیں جو گھوڑا سب سے پہلے ہے اس کو سابق کہتے ہیں اور بجلی بھی کہتے ہیں اس کے بعد مصلیٰ ہے جس کا سر سابق کے دائیں اور بائیں دونوں استخوان کے مقابل رہتا ہے۔ الغرض سابق ائمہ ہیں جو تمام اُمت پر سنت لے گئے ہیں۔

عقائد و اعمال میں شیعہ وہ ہیں جو چاہتے ہیں کہ اپنے تئیں ان سے ملحق کر دیں اور اُن کی پیروی کریں اور یہ معنی اسلوبِ آیت کے زیادہ مناسب ہے کیونکہ مجرموں اور مشرکوں کے حالات کے ساتھ مخالفت اصولِ دین میں فروغِ دین سے انسب ہے یعنی نماز سے۔ اسی طرح وَ لَعَذَابُكَ تُطِيعُوا الْمَسَاكِينَ یعنی ہم مسکینوں کو کھانا نہیں کھلاتے تھے۔ یہ بھی حدیث میں وارد ہوا ہے کہ اس سے مراد جس کا دینا ہے جو آلِ محمد کا حق ہے تو اس کو بھی اصولِ دین کی جانب پھیر سکتے ہیں۔

ابن مابیار نے حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت نے اس آیت كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةً إِلَّا صِلَاتُ الْيَمِينِ یعنی ہر نفس اپنے اعمال میں رہن ہے سوائے اصحابِ یمین کے کیونکہ اصحابِ یمین ہم اہلبیت کے شیعہ ہیں اور آیت کے نتمہ یعنی فِي جَنَّتٍ يَنْتَظِرُونَ عَنِ الْمَجْرِمِينَ کی تفسیر میں فرمایا کہ جناب رسولِ خدا نے امیر المومنین سے فرمایا کہ یا علی مجرمین وہ لوگ ہیں جنہوں نے تمہاری ولایت سے انکار کیا ہے اور فرمایا کہ جب اس سے پوچھیں گے کہ کون سی چیز تم کو جہنم میں لائی تو وہ کہیں گے کہ ہم نماز نہیں پڑھتے تھے اور نہ مسکینوں کو کھانا کھلاتے تھے اور امورِ باطل میں اہلِ باطل کے ساتھ مشغول رہتے تھے جب یہ باتیں وہ اصحابِ یمین کہیں گے تو اصحابِ یمین ان سے کہیں گے کہ یہ باتیں جہنم میں داخل ہونے اور اس میں ہمیشہ رہنے کا سبب نہیں ہو سکتیں صحیح بناؤ کہ کیا کرتے تھے۔ تب وہ کہیں گے کہ وَ كُنَّا نَكْذِبُ بِيَوْمِ الدِّينِ حَتَّى اتَيْنَا الْيَقِينَ یعنی قیامت کو ہم جھٹلاتے تھے یہاں تک کہ ہمیں موت آگئی۔ حضرت نے فرمایا کہ جب وہ یہ بیان کریں گے تو اصحابِ یمین اُن سے کہیں گے کہ اے اشتقاقیہ سبب ہے جو تم کو جہنم میں لایا ہے۔ اور فرمایا کہ يَوْمَ الدِّينِ روزِ ميثاق ہے جب کہ ان سے تمہاری ولایت کا عہد و پیمان لیا اور ان سب نے تکذیب کی اور اعتبار نہیں کیا اور غرور کیا۔

علی بن ابراہیم نے امام محمد باقر سے اس آیت **كَلَّا إِنَّ الْفُجَّارَ لَكٰفٍ يٰسَجِيۡنَ** کی تفسیر میں روایت کی ہے یعنی ایسا نہیں ہے کہ قوم گمان کرتے ہو کہ قیامت نہ ہوگی۔ بیشک فحور کرنے والوں کے اعمال سچین میں ہیں یا یہ ان کے نامہ عمل میں نکھا ہوا ہے کہ ان کی روح وہاں ہے اور وہ زمین کا سا توں طبقہ ہے یا جہنم میں ایک کنواں ہے یا یہ کہ سچین ان کے نامہ عمل کا نام ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ فجار سے مراد جو اس آیت میں نازل ہوا ہے اول و دوم اور ان کے پیرو ہیں۔ اس کے بعد فرمایا ہے **وَيٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰتٰنَا الْكِتٰبَ لَا تَكْذِبُوۡا بِلٰيۡنَ** یعنی وائے ہو اُس روز جھٹلانے والوں پر جو کہ روز قیامت کی تکذیب کرتے اور جھوٹ سمجھتے ہیں حضرت نے فرمایا کہ اس سے مراد اول و دوم ہیں۔ **وَمَا يَكْذِبُ بِهٖۤ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَيْۡمٍ اِذَا تَنٰثَلٰ عَلَیۡہٗ اٰیٰتِنَا قَالِۢ اَسَاطِرُۭ اَوَّلٰیۡنَ** یعنی روز جزا کی تکذیب نہیں کرتے ہیں لیکن حد سے بڑھ جانے والے اور گتھکار لوگ جب ان کو ہماری آیتیں سنائی جاتی ہیں، تو کہتے ہیں یہ تو اگلے لوگوں کے افسانے ہیں یہاں تک کہ فرمایا **ثُمَّ اَنۡهَمۡ لَصَالُوۡا الْحٰجِیۡمِ** یعنی بیشک وہ جہنم کی آگ بھڑکانے والے ہیں حضرت نے فرمایا کہ یہ آیتیں سب اول و دوم کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ کیونکہ وہ جناب رسول خدا کی تکذیب کرتے تھے اس کے بعد اس آیت کی تلاوت فرمائی **عٰیۡنَا یَسۡتَشۡرِبُ بِہَا الْمُقَرَّبُوۡنَ** حضرت نے فرمایا کہ مقربوں سے مراد جناب امیر و معصومہ عالم و امام حسن و امام حسین علیہم السلام ہیں ایضاً۔ بسند معتبر انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ خدا نے ہم کو بلند ترین مراتب علیین سے خلق فرمایا اور ہمارے شیعوں کے دل اُسی سے خلق فرمائے یا جس سے ہمارے بدن خلق فرمائے تھے اس کے بعد اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ **كَلَّا اِنَّ كِتٰبَ الْاَوَّلٰیۡنَ لَحٰقٌ عَلَیۡہِۡنَ وَ مَا اَدۡرٰہُ لَكَ مَا عَلَیۡہُۡنَ كِتٰبٌ مَّرۡقُومٌ یَّشۡہَدُ ۙ** **الْمُقَرَّبُوۡنَ** ایسا نہیں ہے یقیناً نیک لوگوں کے نامہ اعمال علیین میں ہیں اور تم کو کیا معلوم کہ علیوں کیا ہے لکھی ہوئی اور واضح ایک کتاب ہے اور اس کے پاس موجود ہیں اس کے پڑھنے والے اور وہ اس کو حفظ کرتے ہیں یا روز قیامت اس پر مقررین گواہی دیں گے یا کہ علیوں اس کتاب کے مقام کا نام ہے جو سا توں آسمان ہے یا **سَدۡرۃُ الْمُنۡتَہٰی** یا بہشت۔ پھر فرمایا **یُسۡقَوۡنَ مِنْ تَرۡحِیۡقِ نَخۡلٍ مِّمَّا خَتَمَہٗۤ اَمۡسُكُ**

یعنی پیتے ہیں وہ لوگ شراب خالص جس پر مہر لگی ہوتی ہے اور وہ مہر مشک کی ہے حضرت نے فرمایا کہ وہ شراب وہ پانی ہے کہ جب اس کو مومن پئے گا تو اس سے شک کی بو اُسے گی۔ وَذِٰلِكَ فَلْيَتَنَبَّهْهُنَّ الْمُتَنَبِّهُونَ یعنی اس میں رغبت کرنے والے غبت کرتے ہیں حضرت نے فرمایا کہ ان آیتوں میں جن کو ہم نے ذکر کیا ثواب ہے جس کو مومنین طلب کرتے ہیں۔ وَذِٰلِكَ جُزْءٌ مِّنْ تَسْنِيمٍ یعنی اس میں جو مخلوط کرتے ہیں۔ وہ چشمہ تسنیم سے ہے۔ حضرت نے فرمایا تسنیم اہل بہشت کی بہترین شراب ہے۔ اور اس کو تسنیم اس لئے کہتے ہیں کہ وہ ان کے مکانات میں مقام بلند سے ٹپکتی ہے عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُونَ۔ حضرت نے فرمایا کہ تسنیم وہ چشمہ ہے جس میں سے مقربان خالص پیتے ہیں اور کسی چیز سے مخلوط نہیں کرتے اور مقربوں آل محمد صلوات اللہ علیہم اجمعین ہیں۔

حق تعالیٰ فرماتا ہے السَّابِقُونَ السَّابِقُونَ اُولَٰئِكَ الْمُقَرَّبُونَ یعنی جناب رسول خدا اور خدیجہ الکبریٰ علی بن ابی طالب اور ان کی ذریت سے ائمہ بھی ان سے ملحق ہونگے خدا نے تعالیٰ فرماتا ہے اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ یعنی ان کی ذریت کو ان سے ملحق کر دیا گا اور مقربین خالص تسنیم سے پئیں گے اور تمام مومنین تسنیم ملی ہوئی شراب پئیں گے۔ علی ابن ابراہیم نے کہا کہ خدا نے اس صورت سے اُن مجرموں کا تذکرہ فرمایا ہے جو مومنین کا مذاق اڑاتے اور اُن پر ہنستے اور چشمک کرتے ہیں۔ پھر فرمایا اِنَّ الَّذِيْنَ اٰجَزَمُوْا كَاَنُومًا مِّنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَصْحَكُوْنَ۔ یعنی وہ لوگ جو مجرم ہیں اور شرک کرتے رہے ہیں اور ان لوگوں پر ہنستے رہے جو ایمان لائے ہیں۔ وَاِذَا مَرَّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ اور جب مومنین ان کے پاس سے گزرتے تھے تو آنکھوں سے اشارہ کرتے تھے وَاِذَا اِنْقَلَبُوْا اِلٰى اٰهْلِهِمْ اَلْقَلْبُوْا فَيَكْهِنُوْنَ اور جب اپنے اہل و عیال کی طرف واپس آتے تھے تو ان کی ندمت کرنے میں بہت لطف حاصل کرتے تھے۔ وَاِذَا مَرَّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ اَلْوَاۤءُ اِنَّ لَّهُمْ لَصَانُوْنَ اور جب مومنوں کو دیکھتے تھے تو کہتے تھے کہ یہ لوگ گمراہ ہیں۔ وَمَا اُمرُّ سَلُوْا عَلَيْهِمْ خَافِضِيْنَ خدا فرماتا ہے کہ یہ لوگ اس لئے نہیں نہیں بھیجے گئے تھے کہ مومنوں کے اعمال کی حفاظت کریں۔ قَالِیَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَصْحَكُوْنَ لَمَّا اَجَّی یعنی قیامت کے روز اہل ایمان کافروں پر ہنسیں گے

ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ حضرت امام حسن مجتبیٰؑ نے فرمایا کہ کتاب خدا میں یہاں اِنَّ الْاَبْرَارَ واقع ہوا ہے تو خدا کی قسم خدا نے ارادہ نہیں کیا مگر علی بن ابی طالب فاطمہ اور حسین علیہم السلام کو کیونکہ ہم ابراہیم اور نیکو کار ہیں اپنے آباؤ اجداد اور ماؤں کے ساتھ اور ہمارے قلوب عبادتوں اور نیکیوں کے سبب سے بلند ہوئے ہیں اور دُنیا اور اس کی محبت سے بیزار ہو چکے ہیں اور ہم نے اُس کے رسول کی اطاعت کی ہے۔ اور امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ فجار وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کے حق میں فحور کیا اور سرکشی اور ظلم کیا ہے اور مجمع البیان میں جناب رسول خدا صلعم سے روایت کی ہے کہ سچیں سب سے زیادہ گہرا ایک کنواں جہنم میں ہے جس کا دہانہ کھلا ہوا ہے اور فلق بھی جہنم میں کنواں ہے جس کا سر ڈھکا ہوا ہے اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ مومنین کے اعمال اور ان کی روحوں کو امام کے ساتھ آسمان پر لے جاتے ہیں تو ان کے لئے آسمان کے دروازے کھل

<http://fb.com/ranajabirabbas>

جاتے ہیں لیکن کافروں کے اعمال اور ان کے روجوں کو اوپر لے جاتے ہیں تاکہ آسمان پر پہنچنے تو ایک منادی ندا کرتا ہے کہ اس کو سچین میں لے جاؤ جو ایک وادی حضرت موت میں ہے جس کو برہوت کہتے ہیں۔ اور علی بن ابراہیم نے حضرت امام باقرؑ سے روایت کی ہے کہ سچیتن ساتویں زمین ہے اور علیوں ساتواں آسمان ہے اور امام حسن علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ لوگ بیت المقدس کے صحرہ (بڑے پتھر) کے پاس محشور ہونگے پھر اہل بہشت صحرہ کی داہنی جانب محشور ہوں گے اور جہنم کو صحرہ کے بائیں جانب زمین کے ساتویں آخری طبقہ میں قرار دیں گے اور فال اور سچیتن وہیں ہیں۔

کلینی نے بسند معتبر حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ فرشتہ بندہ کا عمل شاد و خرم اوپر لے جاتا ہے جب اس کے اچھے اعمال اوپر لے جاتے ہیں خداوند عالم فرماتا ہے کہ اس کے عمل کو سچیتن کی جانب لے جاؤ اس کی غرض اس عمل سے میری خوشنودی نہیں بلکہ دوسروں کو دکھانا تھا۔

ابن مہیار نے بسند معتبر حضرت محمد باقرؑ سے خدا کے اس قول **إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ** **إِنَّ الْفَجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ** یعنی بیشک ابرار اور نیک اشخاص بہشت کی نعمتوں میں ہیں اور فاجر اور کفار جہنم کی روشن آگ میں ہیں۔

حضرت نے فرمایا کہ ابرار ہم ہیں اور فجار ہمارے دشمن ہیں۔ ایضاً تفسیر **وَمَا آذْرُكَ مَا عِلِّيُّونَ** کتاب **مَرْقُومٌ** میں روایت کی ہے یعنی مرقوم ہے نیکی سے محمدؐ و آل محمدؐ کی محبت۔ ایضاً ابن عباس سے خدا نے بزرگ و برتر کے اس قول کی تفسیر میں روایت کی ہے **أَمْرٌ بِجَعَلِ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَالْمُفْسِدِينَ فِي الْأَرْضِ** **أَمْ يَجْعَلُ الْمُتَّقِينَ كَالْفُجَّارِ** کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے زمین میں فساد کرنے والوں کے برابر کر دیں گے یا پرہیزگاروں کو بدکاروں کے برابر کر دیں گے۔ ابن عباس نے کہا کہ علیؑ و حمزہؑ و عبیدہؑ ایمان لائے اور انہی لوگوں نے عمل صالح کیا اور فساد کرنے والے عتبہ و شیبہ اور ولید بن جحان کے ہاتھ سے مارے گئے اور پرہیزگار علیؑ اور ان کے اصحاب ہیں اور فجار معاویہ اور اس ساتھی ہیں۔

فصل چودھویں

صراط و سبیل و مثل ان کے الفاظ کی تاویل کے بارے میں حدیثوں کا بیان جو ائمہ علیہم السلام کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔

تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام اور معانی الاخبار میں مذکور ہے کہ حضرت نے خداوند عالم کے اس قول اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ کی تفسیر میں فرمایا یعنی توفیق ہمارے لئے دائمی قرار دے جس سے ہم نے ایام گزشتہ میں تیری اطاعت کی ہے تاکہ آئندہ عمر میں وہ اطاعت کریں۔ اور صراط مستقیم یعنی سیدھی راہ دو ہیں ایک دنیا میں صراط اور دوسری صراط آخرت میں دنیا کی صراط مستقیم وہ ہے جو بلند درجہ سے بہت زیادہ پست ہوتی ہے تقصیر و کمی سے زیادہ بلند اور سیدھی کہ کسی باطل کی طرف رغبت نہ کرے۔ اور دوسری صراط آخرت میں بہشت کی جانب مومنوں کی راہ ہے جو سیدھی ہے اور بہشت سے جہنم اور نہ کسی اور طرف رخ کرے۔ حضرت نے فرمایا یعنی ہماری راہنمائی فرما راہ راست کی جانب اور اس راہ کی پیروی کی طرف جو پیروی کرنے والے کو تیری محبت کی جانب اور تیرے دین کی طرف پہنچاتی ہے اور روکتی ہے اس سے کہ ہم اپنی خواہش نفسانی کی پیروی کریں یا اپنی رائے کے مطابق عمل کریں اور ہلاک ہوں صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ حضرت صادقؑ نے فرمایا کہ کہو کہ (اے خدا) ہماری ہدایت کر اس جماعت کی طرف جن پر تو نے اپنے دین اور اپنی اطاعت کی توفیق دینے کے سبب انعام فرمایا ہے۔ یہ وہ گروہ ہے جس کی شان میں خدا نے فرمایا ہے۔ مَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَأُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا یعنی جو شخص خدا و رسول کی اطاعت کرتا ہے تو ایسے لوگ اُن لوگوں کے ساتھ ہیں جن پر خدا نے انعام فرمایا ہے اور وہ پیغمبرانِ خدا، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں حضرت امیر المومنینؑ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ یہ جماعت وہ نہیں ہے جن کو خدا نے نعمت مال و صحت بدن عطا فرمائی ہے اگرچہ یہ لوگ بھی ظاہری نعمتیں رکھتے ہیں ان میں بعض کافر اور بعض فاسق ہوتے ہیں اور خدا تم کو یہ حکم نہیں دیتا ہے کہ خدا سے اس گروہ کی راہ کی طرف رہنمائی کرنے کی دعا کرو بلکہ اُس گروہ کی راہ کی جانب رہنمائی کرنے کے لئے دعا کرنے کا حکم دیتا ہے جن پر خدا نے انعام کیا ہے ان کے خدا پر ایمان لانے اور اُس کے رسولوں کی تصدیق کرنے اور محمد و آل محمد علیہم السلام اور ان کے نیک اور برگزیدہ اصحاب کی

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ کی تفسیر

ولایت اختیار کرنے کی وجہ سے۔ اور ان کی مناسب متابعت کے سبب سے جس سے
بندگان خدا کے شر سے اور دشمنان خدا کے گناہوں اور کفر میں زیادتی ہونے سے محفوظ رہیں
اس طرح کہ ان کے ساتھ مدارا کروان کو اپنے اور دوسرے مومنوں کے آزار کی تحریص نہ
کرو اور اپنے برادران ایمانی کے حقوق پہچانو کیونکہ کوئی بندہ خدا کے بندوں اور کوئی کینز
خدا کی کینزوں میں سے نہیں ہے جو محمد و آل محمد سے دوستی کرے اور ان کے دشمنوں کے
دشمنی کرے مگر یہ کہ اس نے عذاب خدا سے بچنے کے لئے ایک مضبوط قلعہ حاصل کر لیا ہے
اور ہر بندہ اور کینز جو بندگان خدا کے ساتھ ایسی ہمدردی کرے جو بہت نیک اور بہتر
ہو یعنی اس کے سبب باطل میں داخل اور کسی حق سے خارج نہ ہو تو خدا اس کی ہر سانس پر بیج
کا ثواب عطا فرماتا ہے اور اس کے عمل کو قبول کرتا ہے اور اسے اُس صبر کے عوض جو اس
نے ہمارے اسرار پوشیدہ رکھنے کے سبب اور اس غصہ کو روکنے کے بدلے جس
کو ہمارے دشمنوں سے کلمات نامناسب سننے کے بعد ضبط کیا ہے اس شخص کا ثواب
عطا فرماتا ہے جو کہ راہ خدا میں اپنے خون میں لوٹا ہو اور جو بندہ اپنی طاقت کے مطابق برادران
ایمانی کے حقوق ادا کرے اور جس قدر اس سے ممکن ہو ان کی مدد کرے اور ان سے راضی
رہے اس طرح کہ ان کی برائیوں اور لغزشوں کو جو ان سے سرزد ہوں معاف کر دے اور ان کے
بدلے میں مبالغہ نہ کرے اور ان کی برائیوں کو بخش دے تو بیشک خداوند تعالیٰ روز قیامت اس
سے کہے گا کہ اے میرے بندے تو نے اپنے برادران مومن کے حقوق ادا کئے اور
ان پر جو تیرے حقوق تھے ان کے ادا کرنے پر ان کو مجبور نہ کیا میں اس سے زیادہ بخشے
والا اور زیادہ کرم کرنے والا ہوں جو تو نے ان کے لئے آسانی اور ہربانی کی ہے لہذا آج
میں تجھ کو وہ سب عطا کرونگا جس کا تجھ سے وعدہ کیا تھا بلکہ اپنے وسیع فضل سے اس سے
زیادہ دوں گا اور میرے حقوق کی ادائیگی میں جو تُو نے کمی کی ہے اس کے سبب میں اپنی عطایں
کچھ کمی نہ کرونگا اس کے بعد خدا اس کو محمد و آل محمد سے ملحق کر دے گا اور اس کو ان کے
مقرب شیعوں میں قرار دے گا۔

معانی الاخبار میں بسند معتبر روایت کی ہے کہ حضرت صادق سے صراط کے بارے
میں لوگوں نے دریافت کیا آپ نے فرمایا کہ وہ خدا کی معرفت کا راستہ ہے اور دو صراط
ہے۔ صراط دنیا اور صراط آخرت۔ صراط دنیا وہ امام ہے جس کی اطاعت واجب ہوتی

صراط مستقیم سے مراد امیر المومنین ہیں اور ائمہ علیہم السلام

ہے اس پر جو اُسے دنیا میں پہچانتا ہے اور اُس کی ہدایت پر چلتا ہے تو وہ آخرت میں اس صراط پر سے گذر جائے گا جو جہنم کے اوپر پل ہے اور جو شخص دنیا میں اس کو نہیں پہچانتا تو اس کا پیر آخرت کی صراط پر ڈگمگائے گا اور وہ جہنم کی آگ میں گر جائے گا۔

ایضاً بسند حسن حضرت صادقؑ سے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ کی تفسیر میں روایت کی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ راہ راست کی ہم کو ہدایت فرما۔ حضرت نے فرمایا کہ صراط مستقیم جناب امیر علیہ السلام ہیں۔ اور ان کے پہچاننے کی دلیل یہ ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے وَ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ یعنی امیر المومنین علیہ السلام ام الکتاب ہیں جو سورہ حمد ہے اسکی آیت اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ میں مذکور ہیں اور صراط مستقیم علی ہیں جو عالم احکام و معارف ربانی ہیں۔ مفسرین نے ضمیر کو قرآن کی طرف راجع کیا ہے اور ام الکتاب سے لوح محفوظ مراد لیا ہے جو ہمارے پاس ہے جو بلند مرتبہ اور محکم ہے یا حکمت ظاہر کرنے والی ہے اس بنا پر جو ہم نے پہلے تحقیق کیا کہ امیر المومنین کتاب اللہ ناطق ہیں۔ ظاہری آیت کے ساتھ بھی منطبق کیا جاسکتا ہے۔

ایضاً بسند معتبر امام زین العابدینؑ سے روایت کی ہے کہ خدا اور اس کی حجت کے درمیان جو امام زمانہ ہوتا ہے کوئی حجاب اور پردہ نہیں ہوتا ہم علم الہی کے دروازہ ہیں۔ اور ہم صراط مستقیم ہیں اور ہم علم خدا کے صندوق اور وحی خدا کے بیان کرنے والے ہیں اور ہم ہیں توحید خدا کے ارکان۔ اور ہم ہیں راہ ہائے خدا کے محل و مقام۔

ایضاً بسند معتبر حضرت امام صادقؑ سے صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کی تفسیر میں روایت کی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اُن لوگوں کی راہ جن پر تو نے انعام فرمایا ہے حضرت نے فرمایا اس سے مراد محمدؐ اور ان کی ذریت ہیں۔

علی بن ابراہیم نے بسند کا صحیح حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے۔ آپ نے فرمایا وہ لوگ جن کی اطاعت کا خدا نے حکم دیا ہے اور جو چاہے کہ اس راہ کو اختیار کرے خدا کی قسم وہ ہماری طرف بازگشت کرنے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں رکھتا خدا کی قسم وہ سبیل اور راستہ جس کو اختیار کرنے کا خدا نے تم کو حکم دیا ہے وہ ہم ہیں اور خدا کی قسم ہم صراط مستقیم ہیں۔

ایضاً انہی حضرت سے بسند کا صحیح روایت کی ہے کہ آخر سورہ حمد کو اس طرح پڑھتے

تَحْذَرْنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ یعنی اے خدا ہماری ہدایت کر سیدھی راہ کی طرف۔ ان لوگوں کی راہ جن پر تو نے انعام فرمایا ہے نہ ان لوگوں کی راہ جن پر تو نے غضب ڈھایا ہے اور نہ گمراہوں کی راہ کی۔ حضرت نے فرمایا کہ خدا نے جن پر غضب فرمایا وہ ناصبی ہیں یعنی تمام مخالفین ان لوگوں کے سوا جو اعتقاد میں کمزور ہیں جو اہلیت سے عداوت رکھتے ہیں۔ اور گمراہ یہود و نصاریٰ ہیں۔

ایضاً باند کا لصیح دیگر انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ مغضوب علیہم ناصبین ہیں اور ضالین شک کرنے والے ہیں جو امام کو نہیں پہانتے۔ اور ابن شہر آشوب نے تفسیر وکیع سے جو مفسرین عامہ میں سے ہیں۔ اس آیت اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ کی تفسیر میں ابن عباس سے روایت کی ہے یعنی اے گروہ عباد کہو کہ پیغمبر اور ان کے اہلیت علیہم السلام کی محبت کی جانب ہماری رہنمائی و ہدایت فرما۔ اور تفسیر ثعلبی میں ابو ربیع سے روایت کی ہے کہ صراط المستقیم محمد و آل محمد علیہم السلام کا راستہ ہے اور کشف الغمہ میں محدث حسینی نے غیروں سے روایت کی ہے کہ آئسہ نے بریدہ سے اسی طرح روایت کی ہے۔

علی بن ابراہیم نے قول حق تعالیٰ اِھْدِنَا صِرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ قَاتِلُوا وَلَا تَتَّبِعُوا السَّبِيلَ فَتَقْتُلُوا بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِمْ ذَلِكُمْ وَضَعَكُمُ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ کی تفسیر میں روایت کی ہے (ترجمہ) بیشک یہ میری راہ ہے جو سیدھی ہے لہذا اسی کی متابعت کرو اور کسی دوسری راہ کو اختیار مت کرو کیونکہ دوسری راہیں حق کے راستہ سے تم کو الگ کر دیں گی۔ خدا نے تم کو اس راہ کی پیروی کی وصیت کی ہے تاکہ تم گمراہی سے بچو۔ حضرت نے فرمایا کہ اس آیت میں صراط مستقیم امام ہے اور مختلف راہیں جن کا ذکر اس آیت میں ہے اور ان کی متابعت کرنے سے منع کیا ہے وہ امام کے سوا اور راہیں ہیں فَتَقْتُلُوا بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِمْ یعنی امام کے بارے میں متفرق نہ ہو اور اختلاف مت کرو اور امام محمد باقر سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ ہم ہیں سبیل خدا یعنی خدا کا راستہ جو اس کو ناپسند کرے تو وہ دوسری راہوں یعنی سبیل میں ہے جن کی پیروی سے خدا نے منع کیا ہے۔

ایضاً۔ اس قول خدا وَإِنَّ اللَّهَ لَهَادِي الَّذِينَ آمَنُوا إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ کی تفسیر میں روایت کی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ بیشک خدا ان لوگوں کی جو ایمان لائے ہیں صراط مستقیم کی ہدایت کرتا ہے۔ فرمایا کہ امام کی طرف ہدایت کرتا ہے۔ کتاب تاویل الایات میں بسند کا صحیح حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اس آیت کی تاویل میں روایت کی ہے کہ وَإِنَّ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ سے مراد راہ امامت ہے لہذا اس کی پیروی کرو۔ وَلَا تَتَّبِعُوا السَّبِيلَ سے مراد امامت کے سوا دوسری راہیں ہیں کتاب شیعہ الایمان میں بریدہ اسلمی سے روایت ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے پر رسول خدا نے فرمایا کہ میں نے خدا سے سوال کیا کہ اس آیت کو علی بن ابی طالب کی شان میں قرار فرماتو اُس نے ایسا ہی کیا۔ اور تفسیر فرات میں امام محمد باقر سے وَإِنَّ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ کی تاویل میں روایت ہے کہ اس سے مراد علی بن ابی طالب اور امامہ اطہار ہیں جو جناب فاطمہ صلوات اللہ علیہا کی اولاد سے ہیں۔ یہی صراط خدا ہیں۔ جو ان کو چاہتا ہے وہ دوسری راہوں پر نہیں چلتا اور این شہر آشوب نے حضرت صادق سے قول حق تبارک وَلَا تَتَّبِعُوا السَّبِيلَ کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ ہم ہیں راہ خدا اس کے لئے جو ہماری اقتدا کرے اور ہم ہیں بہشت کی جانب ہدایت کرنے والے اور ہم اسلام کی زنجیریں اور رسیاں ہیں۔

ایضاً۔ انہی حضرت سے خدائے تبارک کے اس قول وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِيهَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا کی تفسیر میں روایت کی ہے (ترجمہ) جن لوگوں نے ہمارے دین کی راہ میں جہاد کیا یقیناً ان کی ہدایت ہم اپنی راہوں کی طرف کرتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ آیت آل محمد اور ان کے شیعوں کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ ایضاً انہی حضرت سے خداوند عالم کے اس قول وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ کی تفسیر میں روایت کی ہے (ترجمہ) یعنی متابعت کرو اُس شخص کے راستہ کی جو ہماری بازگشت کرتا ہے۔ فرمایا کہ یعنی پیروی کرو محمد و علی کی راہ کی۔

علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے خدا کے اس قول وَإِلَّا لَكُنْتَ لَتَذْعُوهُمْ إِلَى صِرَاطِ الْمُسْتَقِيمِ کی تفسیر میں کہ بیشک تم ان کو صراط مستقیم کی جانب بلا تے ہو۔ فرمایا کہ ولایت امیر المومنین کی جانب۔ ایضاً خدا کے اس قول وَإِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ

بِأَلْفِ خَوْفَةٍ عَنِ الصِّرَاطِ لَنَّا كِبُؤَنٌ د کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ بیشک وہ لوگ روزِ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ہیں وہ راہِ راست سے انحراف کرنے والے ہیں۔ فرمایا کہ امام سے انحراف کرتے ہیں۔ اور مناقب میں حضرت امام باقرؑ سے روایت کی ہے کہ مراد صراط سے ولایتِ اہلبیت علیہم السلام ہے۔ ایضاً مناقب میں ابن عباس سے روایت کی ہے خدا کے اس قول کی تفسیر میں فَسْتَغْلَمُونَ مِنَ أَصْحَابِ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدَى یعنی عنقریب تم کو معلوم ہو جائے گا کہ کون راہِ راست والے ہیں اور کون شخص حق کی طرف راہ یافتہ ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ واللہ اصحابِ راست محمدؐ اور ان کے اہلبیتؑ ہیں اور ہدایت یافتہ اصحابِ محمدؐ ہیں

تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام میں مروی ہے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ خدا کے بندوں میں سے ہر بندہ اور خدا کی کنیزوں میں سے ہر کنیز جس نے امیر المومنینؑ سے بظاہر بیعت کی اور باطن میں بیعت کو توڑ دیا اور اپنے نفاق پر قائم رہا تو جب ملک الموت اس کی روح کو قبض کرنے آئیں گے تو اس وقت شیطان اور اس کے مددگار اس کے سامنے مشکل ہوں گے اور اس کو جہنم کی آگ اور اس کے طرح طرح کے عذاب کو دکھائیں گے اور بہشتوں کو اور اس کے درجوں کو بھی دکھائیں گے جو اس کے لئے مقرر کیا تھا۔ اس حالت میں جب کہ وہ بیعت پر اور اپنے ایمان پر قائم رہتا تو اس میں ساکن ہوتا اس وقت ملک الموت اس سے کہیں گے کہ ان بہشتوں اور اس کے آرام و آسائش اور اور نعمتوں کو دیکھ جن کی قدر خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا تیرے لئے مہیا تھیں اگر تو برادر محمدؐ کی ولایت کے ساتھ اپنی بیعت پر باقی رہتا تو تیری بازگشت قیامت کے روز ان درجوں اور نعمتوں کی جانب ہوتی لیکن تو نے بیعت کو توڑا اور مخالفت کی لہذا یہ آگ اور اس کے عذاب اور منہ کھولے ہوئے سانپ اور ڈنک اٹھائے ہوئے بچھو اور دانت نکالے ہوئے درندے اور اس کے تمام قسم کے عذاب تیرے لئے ہیں اور تیری بازگشت ان کی طرف ہے اس وقت وہ کہے گا یا لیتنی اتخذت مع الرسول سبیلاً یعنی کاش میں رسول کے ساتھ راہ اختیار کئے ہوتا کاش میں ان کے حکم کو جو انھوں نے دیا تھا قبول کئے ہوتا اور علی کی ولایت اپنے اوپر لازم کئے ہوتا جس کا پیغمبر نے امر فرمایا تھا۔

ابن ماریہ نے بسند معتبر حضرت باقرؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت نے اس آیت کی تلاوت فرمائی یَوْمَ يَعْصِيُ الظَّالِمُونَ أَمْرًا وَيَقُولُ يَا لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا يَا وَيْلَتَى لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا یعنی جس روز ظالم پشیمانی کے سبب سے اپنا ہاتھ (اپنے دانتوں سے) کاٹے گا اور کہے گا اے کاش میں بھی رسول خداؐ کے ساتھ اس راہ کو اختیار کرتا جو حضرت نے فرمایا تھا افسوس ہے میرے حال پر کاش میں فلاں شخص کو اپنا دوست نہ بنائے ہوتا بھرتا نے فرمایا ظالم اول دوسرے ظالم سے یہ بات کہے گا۔ دوسری حدیث میں حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ خدا کی قسم خدا نے قرآن میں فلاں کے عنوان سے کنایہ نہیں کیا بلکہ اس طرح ہے کہ يَا لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ الْفُلَانِ خَلِيلًا یعنی بجائے فلاں کے دوم کا نام ہے۔ اور عنقریب وہ قرآن ظاہر ہوگا تو لوگ اسی طرح پڑھیں گے۔

مکین نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جناب امیرؑ نے خطبہ پڑھا اور اس میں فرمایا کہ ان دوستی ترین مردم نے لباس خلافت میرے جسم سے اتار کر خود پہنا اور مجھ سے منازعہ کیا اس امر میں جس میں ان کو کوئی حق نہیں تھا اور گمراہی اور نادانی کے سبب سے اس کے مرتکب ہوئے۔ لہذا بہت بری جگہ اپنے لئے قرار دی اور ایک عذاب اپنے واسطے مہیا کیا۔ ایک دوسرے پر لعنت کریں گے اور ایک دوسرے سے بیزاری اختیار کریں گے دوم اپنے قرین اور ہم نشین اول سے کہے گا جب کہ ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے کہ لَيْتَنِي بَيَّعْتُ وَبَيْتَكَ بَعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَيَشْسُ الْقَرْيَتَيْنِ ط اے کاش میں میرے اور تیرے درمیان مشرق و مغرب کا فاصلہ ہوتا تو کیا بڑا میرا رفیق تھا یہ سنکر وہ شفی نہایت بد حالی کے ساتھ جواب دے گا يَا لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْكَ خَلِيلًا لَقَدْ أَضَلَّنِي بَعْدَ الذِّكْرِ بَعْدَ إِذْ جَاءَنِي وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِلْإِنْسَانِ خَذُولًا ط اے کاش میں تجھ کو اپنا دوست نہ بنائے ہوتا کہ تو نے یقیناً مجھ کو تو نے ذکر خدا سے گمراہ کیا اس کے بعد جبکہ میرے پاس وہ ذکر آیا تھا۔ اور شیطان انسان کے لئے ذلت و خواری میں ڈالنے والا ہے۔ اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ میں وہ یاد خدا ہوں جس سے وہ گمراہ ہوئے۔ اور میں ہوں وہ سبیل و راہ خدا جس سے انحراف کیا اور میں ہوں وہ ایمان جس سے وہ کافر ہوئے

روز شریفان حقوق امیر المؤمنین کی نذر است

اور میں ہوں وہ قرآن جس سے وہ دور ہوئے اور میں ہوں وہ دین جس کی انہوں نے
نے تکذیب کی اور میں ہوں وہ راہِ راست جس سے وہ پھرے۔

مناقب میں حضرت صادق علیہ السلام سے خدا کے اس قول اَقْمِنْ يَمْشِيْ مُكِبًا
عَلٰى وَّجْهِهِ اَهْدٰى اَمِّنْ يَمْشِيْ سَوِيًّا عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ جس کا ترجمہ یہ ہے
کہ آیا جو شخص کہ منہ کے بھل گرا ہو زیادہ ہدایت یافتہ ہے یا وہ شخص جو سیدھا کھڑا ہوا
راہِ راست پر چلتا ہو۔ حضرت نے فرمایا کہ جو لوگ کو را نہ اور سرنگوں چلتے ہیں۔ ہمارے
دشمن ہیں اور جو لوگ کہ سیدھے چلتے ہیں وہ سلمان، ابوذر، مقداد، عمار اور خواص
اصحاب امیر المومنین ہیں۔ اور محمد بن العباس نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے
ہدایت کی ہے کہ جو شخص رات کے وقت راہِ راست پر چلتا ہے خدا کی قسم وہ علی بن
ابیطالب ہیں اور ان کے اوصیاء علیہم السلام ہیں۔

علی بن ابراہیم نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے اس آیت وَقَالَ الظَّالِمُونَ
اِنْ تَتَّبِعُونَ اِلَّا تَرَجُلًا مَّسْحُورًا اَنْظُرْ كَيْفَ صَرَبُوا اِلَيْكَ الْاَمْثَالَ فَصَلُّوْا فَلَآ
يَسْتَطِيعُوْنَ سَبِيْلًا یعنی ظالموں نے کہا کہ تم متابعت نہیں کرتے مگر اس کی جس پر
جادو کیا ہے دیکھو تمہارے واسطے کیسی مثالیں بیان کرتے ہیں۔ تو وہ گمراہ ہوئے پھر
تمہاری طرف طعن کی کوئی راہ اور سبیل نہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ آیت اس طرح نازل
ہوئی ہے وَقَالَ الظَّالِمُونَ اِلَى مُحَمَّدٍ حَقَّهُ لِيْنِ اَنْ لُّوْا لَكُمْ لِيْنٌ لِّمُحَمَّدٍ
پُر ظلم کیا ہے۔ اور اُن کا حق غصب کیا ہے۔ اور فرمایا کہ آخر آیہ دوم اس طرح ہے۔
فَلَآ يَسْتَطِيعُوْنَ وَلَا يَتَّخِذُوْنَ سَبِيْلًا یعنی علی کی ولایت کی طرف کوئی سبیل نہیں
پاتے اور علی سبیل و راہِ خدا ہیں لے

لے مولف فرماتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ مراد یہ ہو کہ یہ آیت اس معنی میں نازل ہوئی ہے نہ یہ کہ آیت
کے الفاظ اس طرح رہے ہوں (یہ مولف علیہ الرحمہ کا ذاتی قول ہے ورنہ روایات سے پتہ چلتا
ہے کہ قرآن سے آل محمد و علی علیہم السلام کے نام نکال دیئے گئے ہیں امیر المومنین نے جو قرآن جمع فرمایا
تھا مخالفوں نے اسی لئے اس کو قبول نہیں کیا کہ اس میں نام کے ساتھ آل محمد علیہم السلام کی مدح موجود تھی
اور ان کے مخالفوں کی نام بنام مذمت درج تھی۔ (مترجم)

کلینی نے بسند معتبر حضرت امام محمد باقرؑ سے خدائے تعالیٰ کی اس آیت قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي اَدْعُوْا اِلَى اللّٰهِ عَلَى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعْنِيْ رَحِمَ اللّٰهُ يَوْسُفَ اٰیٰتِہ کی تفسیر میں روایت کی ہے (ترجمہ) اے محمدؐ کہہ دو کہ یہی میرا راستہ ہے کہ میں خدا کی راہ کی طرف لوگوں کو بلاتا ہوں میں اور جو میری پیروی کرتا ہے سب سمجھا رہا اور اہل بصیرت ہیں حضرت نے فرمایا کہ اس شخص سے مراد وہ لوگ ہیں جو آنحضرتؐ کی متابعت کرتے ہیں اور جناب رسولؐ خدا کی نیابت میں لوگوں کو دین حق کی طرف دعوت دیتے ہیں (اور وہ ہم اہلبیت ہیں) تفسیر قرأت میں امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ اس آیت میں سبیل سے مراد ولایت اہلبیت علیہم السلام ہے اس سے سوائے گمراہ کے کوئی انکار نہیں کرتا اور علیؑ کی مذمت بھی سوائے گمراہ کے کوئی نہیں کرتا۔

دوسری سند کے ساتھ اس قول خدا کی تفسیر میں قَاتِلِ الْمُشْرِكِيْنَ بِالْحَقِّ اَدْعُوْا اِلَيْكَ اِنَّكَ عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيْمٍ (اے رسول) اس سے متمسک ہو جس کے بارے میں وحی تمہاری طرف کی گئی ہے بیشک تم راہ راست پر ہو۔ حضرت نے فرمایا وہ ولایت علیؑ بن ابی طالب ہے اور علیؑ صراط مستقیم ہیں۔ اور سورہ حجج میں خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے هٰذَا صِرَاطٌ عَلٰی مُسْتَقِيْمٍ اکثر قرأت میں علیؑ بفتح لام دیا، مشدّد ہے۔ کہتے ہیں کہ توحید خدا وہ راہ ہے جس کی رعایت مجھ پر لازم ہے اور بعض شاذ قرأت میں علیؑ کو بکسر لام درج یا تنوین کے ساتھ پڑھا ہے یعنی بند راہ ہے۔ اور طرائف میں حسن بصری سے روایت کی ہے کہ وہ بکسر لام و تشدید یا بکسورہ پڑھا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ یہ راہ علیؑ بن ابی طالب ہے اور ان کی راہ اور ان کا دین سیدھا اور واضح ہے اس میں کجی نہیں ہے لہذا اس کی متابعت کرو اور اس سے متمسک ہو۔ اور کلینی نے بھی یہی قرأت اختیار کی ہے اور حضرت صادقؑ سے (اس قرأت کی) روایت کی ہے۔

اور سورہ حم سجدہ میں خدائے تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اِنَّ الدِّیْنَ قَالُوْا رَبَّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَّبِعْ عَلَیْہِ السَّلٰکَۃُ اِلَّا تَتَّخِذُوْا اِلٰهًاۤ اٰیٰتِہ وَاَنْبِیَآءُہٗ بِالْحَقِّۤ اَلَّتِیْ کُنْتُمْ تُوعَدُوْنَ تَحْنُۢ اَوْلِیَآءُکُمْ فِی الْحَیٰوِۃِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَةِ وَ لَكُمْ فِیْہَا مَا تَشْتٰہٰۤیۤۤ اَنْفُسُکُمْ وَ لَكُمْ فِیْہَا مَا تَعُوْنُۢ بِدِیْنِ ۲۲ سورہ حم سجدہ آیت ۳۰) یعنی جن لوگوں نے کہا کہ اللہ ہمارا پروردگار ہے اور توحید یا

ایضاً ابن مایار اور کلینی نے بسند معتبر حضرت صادق سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ استقامت سے مراد ائمہ اطہار کی یکے بعد دیگرے ولایت ہے۔ یعنی تمام ائمہ کا اعتقاد کرے۔

ابن مابیار نے بسند معتبر دیگر حضرت امام باقر سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا خدا کی قسم اس سے مراد مذہب حق ہے جس پر تم شیعہ ہو اور فرشتوں کا نزول اور ان

<http://fb.com/ranajabirabbas>

کا خوشخبری دینا موت کے وقت اور قیامت کے دن واقع ہوگا اور مجمع البیان میں حضرت امام رضا سے روایت کی ہے کہ اس سے مراد شیعہ ہیں۔ حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ ملائکہ کا خوشخبری دینا موت کے وقت ہے۔

ایضاً حضرت امام محمد باقر سے نَحْنُ أَوْلَیَاؤُكُمْ فِي الْحَیْوَةِ الدُّنْیَا وَفِي الْآخِرَةِ یعنی ہم تمہاری حراست اور محافظت دنیا میں موت کے وقت تک اور آخرت میں کرتے ہیں۔

تفسیر حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام میں رسول اللہ سے روایت کی ہے کہ ہمیشہ مومنین عاقبت کے لئے ڈرتے ہیں اور جب وقت ان کی روح قبض کرنے کے لئے ملک الموت آتے ہیں وہ خدا کی خوشنودی تک پہنچنے کا یقین نہیں رکھتے تھے کیونکہ ملک الموت مومن کے پاس اُس وقت آتے ہیں جبکہ اس کی تکلیف میں بہت شدت ہوتی ہے اور اپنے مال و عیال کی جدائی کے سبب بہت دل تنگ ہوتا ہے اور جو لوگ اس سے معاملہ رکھتے تھے ان کے بارے میں اس کو پریشانی اور اضطراب ہوتا اور اس کے دل میں عیال کی حسرت اور وہ تنہائیں باقی رہ جاتی ہیں جو دل میں تھیں اور غل میں نہیں آئی تھیں اس وقت ملک الموت اس سے کہتے ہیں کہ یہ رنج و غم تم کو کس لئے ہے؟ وہ کہتا ہے کہ اپنے اضطراب و انتشار اور آرزوؤں کے ٹوٹ جانے کے سبب سے۔ ملک الموت کہتے ہیں کہ کیا کوئی مائل ایک کھوٹے درہم کے ضائع ہونے کا غم کرتا ہے جبکہ اُس کے عوض لاکھوں دینار اس کو دیں تو وہ کہتا ہے نہیں ملک الموت کہتے ہیں اُوپر نگاہ کرو۔ جب وہ اوپر کی جانب دیکھتا ہے تو بہشت کے محل اور درجے نظر آتے ہیں جو آرزو کرنے والوں کی آرزوؤں سے بلند و بہتر ہیں۔ اس وقت ملک الموت اس سے کہتے ہیں کہ یہ منزلیں اور نعمتیں اور مال اور زر و فز و سب تیرے ہیں اور جو تیری صالح اور نیک عورتیں اور اولادیں ہیں انہی منزلوں، اور نعمتوں میں تیرے ساتھ ہوں گی کیا تو راضی ہے کہ جو کچھ تو دنیا میں چھوڑے ان کے بدلے ان سب کو لے۔ وہ کہتا ہے ہاں راضی ہوں۔ اس وقت ملک الموت اس سے کہتے ہیں کہ دوبارہ پھر اوپر دیکھو۔ جب وہ نظر کرتا ہے تو جناب رسول خدا اور علی المرتضیٰ اور ان کی آل اطہار کو اعلائے علیت میں مشاہدہ کرتا ہے تو ملک الموت اس

سے کہتے ہیں کہ یہی حضرات تیرے آقا و پیشوا ہیں اور ان بہشتوں میں تیرے ہم نشین اور انیس ہونگے تو کیا راضی نہیں ہے کہ یہ حضرات تیرے دنیا کے ساتھیوں کے عوض تیرے مصاحب ہوں۔ وہ کہتا ہے بیشک خدا کی قسم میں راضی ہوں۔ یہ ہے قول حقائق **تَنْزَلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا** یعنی ہول و خوف جو تم کو درپیش ہے اس سے مت ڈرو کیونکہ اس کا شر تم سے دفع ہو چکا ہے۔ **وَلَا تَحْزَنُوا** یعنی اس پر غمگین نہ ہو جو دنیا میں اولاد و عیال اور اموال تم نے چھوڑا ہے کیونکہ جو کچھ تم نے بہشتوں میں دیکھا ہے تمہارے لئے ان سب کا بدل ہے۔ لہذا تم خوش ہو اس بہشت پر جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے جس کو تم نے دیکھا اور وہ بزرگوار سب تمہارے انیس و چالیس ہوں گے۔ حق تعالیٰ سورہ جن میں فرماتا ہے **وَإِنْ كُنْتُمْ لَا تَرْضَوْنَ** **عَلَى الطَّرِيقَةِ لَا اسْقَيْنَاكُمْ مَاءً غَدَاةً لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ** (پہ سورہ جن آیت ۱۶ و ۱۷) یعنی اگر وہ ایمان پر باقی و قائم رہیں گے تو یقیناً ہم ان کو پلائیں گے یعنی آسمان سے ان کے لئے کثرت سے پانی نازل کریں گے تاکہ اس سے ان کا امتحان لیں۔

اس آیت کی تاویل میں اہلبیت کی حدیثوں میں وارد ہوا ہے اول یہ کہ ابن مہیار نے حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ اگر انھوں نے عالم ارواح میں جبکہ خداوند عالم نے ان سے اپنی وحدانیت اور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت اور ائمہ اطہار علیہم السلام کی امامت پر عہد و پیمان لیا تھا تو اگر وہ ولایت پر ثابت قدم رہے تو بیشک ہم ان کی طینت میں آب شیری کثرت سے ڈالیں گے آب شور و تلخ نہیں جو کافروں اور منافقوں کی طینت میں ہم ڈالتے ہیں۔ اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے اسی مضمون کی روایت کی ہے۔ اس کے آخر میں فرمایا ہے کہ آزمائش و امتحان ولایت علی بن ابی طالب میں ہے۔ دوسرے آب سے کنا یہ علم کا ہے کیونکہ علم حیات روح کا باعث ہے جس طرح آب حیات بدن کا باعث ہے چنانچہ کئی معتبر روایت میں حضرت صادق علیہ السلام سے روایت ہوئی ہے یعنی اگر وہ ولایت اہلبیت پر قائم رہیں بیشک ہم ان پر کثرت سے علم کی بارش کریں گے کہ ائمہ علیہم السلام سے سیکھیں۔ اور بعض روایات میں وارد ہوا ہے کہ ضمیر **لِنَفْتِنَهُمْ** راجع ہے منافقین کی طرف یعنی اس لئے کہ ہم منافقوں کا امتحان لیں۔

پندرھویں فصل

اُن آیتوں کی تاویل جو صدق اور صدیق پر مشتمل ہیں۔ اور وہ بہت سی آیتیں ہیں۔

پہلی آیت :- **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ** یعنی اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو خدا سے ڈرو۔ اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ

(پس سورہ توبہ آیت ۱۱۹)

شیخ طبرسی نے کہا ہے کہ صحف ابن مسعود و قرأت ابن عباس میں **وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ** ہے یعنی سچوں میں سے ہو جاؤ یعنی اس کے مذہب پر رہو جو اپنے ہر قول و فعل میں سچائی کا کم میں لاتا ہو اور انہی کی مصاحبت و رفاقت اختیار کرو اور ابن عباس سے روایت کی ہے کہ علیؑ اور ان کے اصحاب کے ساتھ ہو جاؤ اور حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ آل محمد علیہم السلام کے ساتھ ہو جاؤ۔ اور بصائر میں حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ صدیقین سے مراد ہم ہیں اور حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ صدیقون ائمہ علیہم السلام ہیں کہ جو اپنی اطاعت کے ساتھ خدا و رسول کی کامل تصدیق کرنے والے ہیں اور مناقب میں مخالفوں کے طریقہ سے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ محمدؐ اور ان کے اہلبیت علیہم السلام کے ساتھ ہو جاؤ۔

کتاب کمال الدین میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہؐ یہ آیت عام ہے یا خاص۔ فرمایا کہ مالمومنین عام ہیں اور تمام مومنین اس پر مامور ہوئے ہیں۔ اور صدیقین مخصوص میرے بھائی علیؑ اور قیامت تک اُن کے بعد کے اوصیاء ہیں۔

شیخ طوسی نے مجالس میں حضرت باقرؑ سے روایت کی ہے کہ **وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ** کا مطلب ہے کہ علی بن ابیطالب کے ساتھ ہو جاؤ۔ اور علی بن ابراہیم نے کہا ہے کہ صدیقین ائمہ علیہم السلام ہیں

لے مولف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت بھی ان آیتوں میں سے ہے جن سے علمائے اطاعت ائمہ معصومینؑ پر استدلال کیا ہے اور وجہ استدلال یہ ہے کہ حضرت عزت نے تمام مومنین کو صدیقین کے ساتھ رہنے کا حکم دیا ہے اور ظاہر ہے صدیقین کے ساتھ ہونے کے (بقیہ حاشیہ ص ۲۶۱ پر ملاحظہ فرمائیں)

دوسری آیت :- وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا اور جو شخص خدا اور رسول کی اطاعت کرتا ہے ایسے لوگ ان لوگوں کے یعنی پیغمبروں، صدیقیوں، شہیدوں، گواہوں اور صالحوں کے ساتھ ہوں گے جن پر خدا نے انعام فرمایا ہے اور یہ لوگ کیسے اچھے رفیق ہیں۔ (پہ سورہ نساء آیت ۶۹)

کتاب مصباح الانوار میں آگے سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک روز ہمارے ساتھ نماز صبح ادا فرمائی اس کے بعد اپنا روئے مبارک ہماری طرف پھیرا تو میں نے اس آیت کی تفسیر آنحضرتؐ سے دریافت کی فرمایا کہ نبیوں سے مراد میں صدیقیوں سے مراد میرے بھائی علی بن ابیطالب اور شہیدوں سے میرے چچا حمزہ اور صالحوں سے میری بیٹی فاطمہؑ اور اس کے دونوں فرزند حسن و حسین علیہم السلام مراد ہیں۔

تسلیمی نے فرات بن ابراہیم سے انہوں نے حضرت امیر المومنینؑ سے روایت کی ہے کہ جس وقت کہ خداوند عالم لگے اور پچھلے لوگوں کو جمع کرے گا تو ان میں سب سے بہتر ہم سات افراد ہوں گے جو اولاد عبدالمطلب ہیں پیغمبران خدا خلق میں خدا کے نزدیک سب سے بلند مرتبہ ہیں اور ہمارے پیغمبر ان سب سے بہتر ہیں۔ اس کے بعد پیغمبروں کے اوصیاء امتوں میں سب سے بہتر ہیں اور ہمارے پیغمبر کے اوصیاء تمام اوصیاء سے بہتر

(لبنیہ حاشیہ ص ۱۲) یہ معنی نہیں ہیں کہ ان کے ساتھ جسم و بدن سے ہو جاؤ بلکہ عقائد و اعمال و اقوال میں ان کے طریقہ پر چلنا اور ان کی پیروی کرنا مراد ہے۔ اور معلوم ہے کہ خداوند عالم اس شخص کی اطاعت و پیروی کا عموماً حکم نہیں دیتا جس کے بارے میں جانتا ہے کہ فسق و گناہ اس سے صادر ہوتا ہے کیونکہ فسق نافرمانی سے اس نے منع کیا ہے لہذا لازم ہے کہ وہ فسق و ماصی سے معصوم ہوں اور افعال و اقوال میں مطلقاً خطا نہ کریں یہاں تک کہ ان کی متابعت تمام امور میں واجب ہو۔ ایضاً امت نے اجماع کیا ہے اس پر کہ قرآن میں خطاب عام ہے اور تمام زمانہ کے لئے ہے کسی ایک زمانہ سے مخصوص نہیں ہے لہذا لازم ہے کہ کوئی امام معصوم ہر زمانہ میں ہو جس کی اطاعت پر اس زمانہ کے مومنین مامور ہوں کتاب احوال امیر المومنینؑ میں اس سے زیادہ واضح مذکور ہو گا انشاء اللہ۔ ۱۲

ہیں۔ پھر اوصیاء کے بعد ہمارے شہید تمام شہیدوں سے بہتر ہیں اور حضرت حمزہؓ شہیدوں کے سردار و بزرگ ہیں اور حضرت جعفرؓ چونکہ خدا نے دو پردے عطا کئے ہیں جن سے وہ فرشتوں کے ساتھ بہشت میں پرواز کرتے ہیں خدا نے ان سے پہلے کسی کو یہ نعمت عطا نہیں کیا ہے اور یہ وہ امر ہے کہ حقیقتاً لے نے امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کو جس سے سرفراز فرمایا ہے پھر دونوں سبط رسول خدا کے نواسے حسن و حسینؑ ہیں۔ پھر اس امت کا مہدی ہے اور خداوند عالم ہم اہلبیت میں سے جس کو چاہے گا مہدی قرار دے گا۔ پھر یہ آیت پڑھی اُولَٰئِكَ الْكَافِرُ اَلَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ

ایضاً۔ سلیمان دلیبی سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا ناگاہ ابو بصیر جو آپ کے اکابر اصحاب میں سے تھے داخل ہوئے ان کی سانس چڑھی ہوئی تھی جب وہ بیٹھے تو حضرت نے فرمایا کہ اے ابو محمد تمہاری سانس کیوں چڑھی ہوئی ہے عرض کی آپ پر فدا ہوں اے فرزند رسول میری سانس اُپر چڑھ گئی ہے اور میری ہڈیاں تپتی ہو گئی ہیں اور میری موت نزدیک آگئی ہے میں نہیں جانتا کہ آخرت میں میرا کیا حال ہو گا۔ حضرت نے فرمایا اے ابو محمد تم ایسی بات کرتے ہو۔ عرض کی کیونکہ نہ کہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ خدا نے تمہارا ذکر قرآن میں کیا ہے جس جگہ کہ فرمایا ہے اُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ اس آیت میں نبیتین سے مراد رسول خدا ہیں اور ہم صدیقین ہیں اور تم (یعنی سب شیعی) صالحین ہو۔ یہ فرما کر حضرت نے فرمایا کہ تم اپنے نام کو صالح و شائستہ قرار دو جیسا کہ خدا نے تمہارا نام صالح رکھا ہے۔

کلینی نے بسند معتبر ابو الصباح سے روایت کی ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ میری مدد تقویٰ سے کرو تم میں سے جو پرہیزگاری کے ساتھ خدا سے ملاقات کرے گا اس کے لئے خدا کے نزدیک درجہ و کشادگی ہوگی کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ يَطْعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ہم میں سے نبی ہے ہم میں سے صدیق، شہدا اور صالحین ہیں اور خدا پر لازم ہے کہ ہمارے دوست اور شیعیہ کو پیغمبروں، صدیقیوں، شہیدوں اور صالحوں کے ساتھ مشورہ کرے جو اچھے نسبیت ہیں۔

کتاب خصال میں حضرت رسولؐ سے روایت کی ہے کہ صدیق تین ہیں۔ علی بن ابی طالب جبیب تجارت۔ مومن آل فرعون۔ اور عیون اخبار رضایں انہی حضرت سے روایت

کی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ ہر امت کا ایک صدیق اور ایک فاروق ہوتا ہے اور اس امت کے صدیق اور فاروق علی بن ابی طالب ہیں۔ علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ نبیین رسول خدا ہیں صدیقین علی بن ابی طالب، شہدا حسن و حسین اور صالحین امہ معصومین علیہم السلام ہیں وَحَسَنٌ أَوْ لَيْثٌكَ ذَفِيقًا قَائِمٌ آلُ مُحَمَّدٍ ہیں۔ اور ابن مہیار نے ابو ایوب انصاری سے روایت کی ہے کہ صدیق تین ہیں۔ سز قیل مومن آل فرعون اور حبیب نجار صاحب یسین اور علی بن ابی طالب اور وہ سب سے بہتر ہیں۔ ایضاً روایت کی ہے حضرت صادقؑ سے کہ ایک فرشتہ رسول خداؐ پر نازل ہوا جس کے پیس سر تھے۔ حضرت نے چاہا کہ اس کے ہاتھ کا بوسہ لیں۔ وہ مانع ہوا اور کہا آپ تمام خلق میں خدا کے نزدیک تمام اہل آسمان و اہل زمین میں سب سے گرامی ہیں۔ اس ملک کا نام محمود تھا۔ جب وہ فرشتہ آپ کی طرف سے چھڑا تو آپ نے دیکھا کہ اس کے دونوں شانوں کے درمیان لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَعَلِيٌّ صِدِّيقُ الْكَبَرِ لکھا ہوا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اے میرے حبیب کتنے زمانہ سے تمہارے شانوں کے درمیان یہ کلمہ لکھا ہوا ہے عرض کی اس سے دس ہزار سال پہلے جبکہ خدا نے آدم کو پیدا کیا۔

تیسری آیت: مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا اور اپنا سوا حزاب آیت (۲۳) یعنی مومنین میں سے کچھ لوگ وہ ہیں جنہوں نے اس عہد میں سچ کہا جو انہوں نے خدا سے کیا تھا۔ ان میں سے بعض وہ ہیں جو اپنے عہد پر پورے اترے اور (کافروں سے) جنگ کی یہاں تک کہ شہید ہوئے۔ اور بعض ایسے ہیں جو شہادت کا انتظار کر رہے ہیں اور عہد میں کوئی تغیر و تبدل نہیں کیا۔ اور آیت کی شان نزول میں حدیثیں دو وجہوں پر وارد ہوئی ہیں۔ اول یہ کہ یہ آیت حضرت امیر المومنین اور ان کے اقارب کی شان میں نازل ہوئی ہے چنانچہ مجمع البیان میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ میں نے میرے چچا حمزہؓ میرے بھائی جعفرؓ میرے چچا کے بیٹے عبیدہؓ نے جس امر پر رسول اللہؐ سے عہد کیا تھا کہ اس کو خدا اور رسولؐ کی خوشنودی کے لئے پورا کریں گے تو میرے ساتھیوں نے سبقت کی اور راہ خدا میں پہلے شہید ہو گئے اور ان کے بعد میں چند امور کے لئے

رہ گیا جن کو خدا نے چاہا کہ میرے ذریعے سے پورے ہوں تو خدا نے یہ آیت میں
 اَلْمُؤْمِنِينَ رَاجًا نَزَلَ كَيْ تُوْحِنَ لَّوْكَوْنِ عَهْدِ كُوْپُوْرَا كِيَا وَهَمْزُهُ وَجَعُفٌ وَعَبِيدٌ وَتَحْتِ
 اور میں خدا کی قسم شہادت کا انتظار کر رہا ہوں کیونکہ میں نے کسی امر دین کو تبدیل نہیں کیا
 اسی کے مثل ابن مہیار و علی بن ابراہیم نے حضرت باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے
 اور علی بن ابراہیم کی روایت میں نخب سے اجل مراد لیا ہے۔

دوسرے یہ کہ یہ آیت کامل مومنین یا مطلق مومنین کی شان میں ہے جیسا کہ کلینی نے
 بسند ہائے معتبر حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ مومنین دو طرح کے ہیں۔ ایک
 وہ مومن جس نے عہد خدا کی تصدیق کی اور وہ شرط وفا کی جو خدا سے کی تھی جیسا کہ خدا
 عالم فرماتا ہے رَاجًا صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا ۱۱ اللّٰهُ عَلَيْهِ اور وہ مومن یہی ہے جس کو
 دنیا اور قیامت کی ہول و دہشت عارض نہیں ہوتی دوسرے مومنین وہ ہیں جن کو دنیا
 کی ہول و دہشت بھی اور آخرت کی ہول و دہشت بھی عارض ہوتی ہے اور اس کی مثال
 گیارہ زراعت ہے کبھی ہوا سے جھکتی ہے کبھی سیدی ہوتی ہے اسی طرح وہ کبھی ہوائے نفسانی کا
 تابع ہوتا ہے کبھی محفوظ رہتا ہے یہی مومن ہے جس کو ہول دنیا اور ہول آخرت عارض
 ہوتی ہے وہ شفاعت کا محتاج ہوتا ہے اور خود دوسرے کی شفاعت نہیں کرتا مگر اسکی
 عاقبت بخیر ہے۔

ایضاً روایت کی ہے کہ حضرت صادق نے ابوبصیر سے فرمایا کہ خدا نے تمہارا ذکر
 قرآن میں کیا ہے جہاں فرمایا ہے مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رَاجًا ۱۲ پھر فرمایا کہ بیشک تم نے
 اس عہد کو پورا کیا جو خدا نے تم سے لیا ہے کہ وہ ہماری ولایت ہے اور تم نے ہمارے
 بدلے دوسرے کو اختیار نہیں کیا۔ ایضاً بحد معتبر انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ
 جناب رسول خدا نے فرمایا کہ اے علی جو شخص تم کو دوست رکھتا ہے بیشک اس نے
 اپنے عہد کو پورا کیا اور جو تم کو دوست نہیں رکھتا تو وہ انتظار کرتا ہے اور آفتاب جو
 ہر روز اس پر طلوع ہوتا ہے وہ روزی و ایمان کے ساتھ متصل ہے۔

بہت سی حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ حضرت امام حسینؑ صحرائے کربلا میں جب کہ
 آنحضرتؐ کے اصحاب میں سے ایک شخص شہید ہوا اور دوسرا جہاد کے لئے رخصت
 طلب کرتا تو حضرت اسی آیت کو پڑھتے تھے۔

چوتھی آیت :- **وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصِّدِّيقُونَ** ﴿۱۹﴾
 الشُّهَدَاءُ أُولَٰئِكَ سَرَّيْنَاهُمْ أَجْرَهُمْ وَنُؤْتِيهِمُ رِزْقًا كَثِيرًا ۖ لَّيْسَ جُورُكَ خُذًا
 اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے ہیں یہی لوگ پیغمبروں کی بہت تصدیق کرنے والے
 اور اپنے پروردگار کے نزدیک شہید یا گواہ ہیں انہی کے لئے ان کا اجر اور ان کا نوبہ
 خصال میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ فرمایا کہ کوئی شیعہ ایسا نہیں ہے
 جو کسی ایسے امر کا مرتکب ہوا ہو جس کی ہم نے اس کو ممانعت کی ہے تو وہ اس وقت تک نہیں
 مرنے لگا کہ وہ کسی بلا میں مبتلا ہوتا ہے تاکہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے یا اس کا
 مال تلف ہو جائے یا اس کا فرزند مر جاتا ہے یا کوئی بیماری اس کو لاحق ہوتی ہے۔ یا اس
 کی جان یا جسم پر کوئی بلا نازل ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ جب خدا سے ملاقات کرتا ہے تو
 کوئی گناہ اس پر باقی نہیں رہتا۔ اور اگر کوئی گناہ اس کے ذمہ رہ جاتا ہے تو اس کی
 جان کنی سختی کے ساتھ ہوتی ہے۔ ہمارے شیعوں میں سے جو مرنے والے وہ صدیق اور شہید
 ہوتا ہے کیونکہ اس نے ہمارے امر کی تصدیق کی ہے اور اس کی دوستی ہمارے لئے اور
 اس کی دشمنی ہماری وجہ سے ہے اور اس کی غرض اس سے خدا کی رضا ہے اور وہ صحیح ایمان
 خدا و رسول پر لایا ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے **وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ** اور
 مجمع البیان میں جناب رسول خدا سے روایت کی ہے خدا کے اس قول کی تفسیر میں **لَهُمْ**
أَجْرٌ هُمْ وَذُوهُمْ ان کے لئے ان کی اطاعت کی جزا اور ان کے ایمان کا نوبہ
 جس سے وہ راہ بہشت کی طرف ہدایت پاتے ہیں اور عیاشی نے منہال قصاب سے روایت
 کی ہے کہ میں نے حضرت صادق علیہ السلام سے عرض کی کہ یا حضرت دعا کیجئے کہ خداوند
 عالم مجھے شہادت نصیب کرے حضرت نے فرمایا کہ مومن جس حال پر بھی مرے وہ شہید
 ہے پھر سند کے طور پر یہی آیت تلاوت فرمائی۔ ایضاً حارث بن میسرہ سے روایت
 کی ہے کہ میں ایک روز حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا حضرت
 نے فرمایا کہ تم میں سے جو شخص دین و دنیا سے آگاہ ہو اور ہمارے خوشحالی کا منظر ہو اور
 اس حال میں نیک کام کرے تو ایسا ہے کہ حضرت قائم آل محمد کی خدمت میں رہ کر اس
 نے اپنی تلوار سے جہاد کیا بلکہ خدا کی قسم مثل اس شخص کے ہے جس نے رسول خدا کی
 خدمت میں رہ کر اپنی تلوار سے جہاد کیا ہو بلکہ خدا کی قسم وہ مثل اس کے ہے جو رسول خدا

شیعہ ایمان اور مومنین کو ان کے گناہوں کا حجاز دینا ہی میں مل جاتا ہے

حب محمد و آل محمد شہید تر ہے

شیعیان ابراہیم بن علیؑ پر حال ہی تک ہیں۔

کے خیمہ میں ان حضرات کے ساتھ رہ کر شہید ہوا ہو۔ اور تمہاری شان میں کتاب میں ایک آیت ہے۔ راوی نے عرض کی کہ آپ پر فدا ہوں وہ کون سی آیت ہے فرمایا وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ تَأْخِرُوا آیت۔ پھر فرمایا خدا کی قسم تم اپنے پروردگار کے نزدیک صادق اور شہید ہو۔ اور تہذیب میں روایت کی ہے کہ ایک شخص نے کہا میں امام زین العابدینؑ کی خدمت میں تھا کہ شہداء کا تذکرہ ہوا۔ حاضرین میں سے کسی نے کہا کہ جو شخص دست آنے سے مراد وہ شہید ہے دوسرے نے کہا کہ جس کو درندہ نے پھاڑ ڈالا وہ شہید ہے۔ پھر دوسرے نے اسی طرح کوئی دوسری بات کہی اس کے بعد ایک شخص نے کہا کہ میں گمان نہیں رکھتا کہ سولے راہ خدا میں قتل ہونے والے کے کوئی اور شہید ہو سکتا ہو۔ حضرت نے فرمایا اگر ایسا ہو تو شہداء بہت کم ہونگے پھر حضرت نے اسی آیت کو پڑھا اور فرمایا کہ یہ آیت ہماری اور ہمارے شیعوں کی شان میں نازل ہوئی ہے اور برقی نے محاسن میں بسند مستبر امام حسین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ہمارے شیعوں میں سے کوئی ایسا نہیں جو صدیقی اور شہید نہ ہو۔ زید بن ارقم نے کہا آپ پر فدا ہوں شہید کس طرح ہیں۔ حالانکہ ان میں سے اکثر اپنے بستر پر مرتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا شاید تو نے قرآن نہیں پڑھا ہے کہ خدا سورہ حدید میں فرماتا ہے وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ لَا نَزِيدُكَتے ہیں کہ ایسا معلوم ہوا کہ میں نے کتاب خدا میں یہ آیت کبھی پڑھی ہی نہیں تھی اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ اگر شہید کا انحصار اُرمی پر ہوتا جیسا کہ وہ کہتے ہیں تو شہداء بہت کم ہونگے۔

پانچویں آیت :- فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللَّهِ وَكَذَبَ بِالصِّدْقِ إِذْ جَاءَهُ مَا لَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكَافِرِينَ تَوَالَّدَ فِي جَاءَهُ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ إِلَهُ أُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ۝ پندرہ سورہ الزمر آیت ۳۲ و ۳۳ کون ہے اس سے زیادہ ظالم جو خدا پر جھوٹ باندھے اور ہماری سچی اور صحیح بات کی تکذیب کرے جبکہ اس کے پاس وہ صحیح امر آئے کیا جہنم میں کافروں کی جگہ نہیں ہے اور جو شخص سچائی اور راستی کے ساتھ آئے اور اس کی تصدیق کرے تو ایسے لوگ خود پر ہیزگار ہیں شیخ کی مجالس میں اور ابن شہر آشوب کی مناقب میں امیر المؤمنین علیہ السلام سے روایت کی کہ صدق سے مراد ہسم اہلبیت کی ولایت ہے۔ اور علی بن ابراہیم نے کہا کہ امام نے اس کے بعد آل محمد کے

دشمنوں کا ذکر فرمایا اور ان لوگوں کا جو خدا و رسول پر جھوٹ باندھیں اس مرتبہ کا دعوے کریں جس کے وہ مستحق نہ ہوں۔ پھر فرمایا فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللَّهِ وَكَذَّبَ بِالْحَقِّ إِذْ جَاءَهُ یعنی جو امیر المؤمنین کی ولایت کے حق کا انکار کرے جس کو جناب رسول خدا لائے ہیں۔ پھر خدا نے رسول خداؐ اور امیر المؤمنینؑ کا ذکر فرمایا ہے وَالَّذِي جَاءَهُ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ بِهِ یعنی امیر المؤمنینؑ۔ اور مجمع البیان میں ائمہ اطہارؑ سے روایت کی ہے کہ الَّذِي جَاءَهُ بِالْحَقِّ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ ہیں اور صَدَّقَ بِهِ عَلِيٌّ ابْنُ أَبِي طَالِبٍ ہیں چھٹی آیت :- وَكَثِيرٌ مِّنَ الَّذِينَ آمَنُوا أَلَّا يَكُنْ لَهُمْ صِدْقٌ عِندَ مَا يَبْهَرُونَ یونس آیت ۳ یعنی اے رسول ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں خوشخبری دیدو کہ ان کے پروردگار کے نزدیک اُن کی قدر و منزلت ہے۔ کلینی علی بن ابراہیم اور عیاشی مثل صحیح کی سند سے روایت کی ہے قَدَمَ صِدْقٍ سے مراد رسول اللہؐ اور ائمہ اطہارؑ ہیں گویا ان کی ولایت و شفاعت مراد ہوگی۔ جیسا کہ کلینی نے بسند معتبر دیگر انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ اس سے مراد ولایت امیر المؤمنینؑ ہے۔ عیاشی نے بھی ایسی ہی روایت کی ہے۔

ان حدیثوں کا بیان جن میں حسنہ اور حسنیٰ کی تاویل ولایت سولہویں فصل اہلبیت سے اور سیئہ کی تاویل عداوت اہلبیت سے وارد ہوئی ہے اور ان میں چند آیتیں ہیں۔

پہلی آیت :- مَنْ جَاءَهُ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ مِّمَّا وَهُوَ مِنْ فَرْجِ يَوْمٍ مِّدٍ آمِنُونَ وَمَنْ جَاءَهُ بِالسَّيِّئَةِ فَكُتِبَتْ لَهُ جُوهُهُمْ فِي النَّارِ هَلْ يَجْزُونَ إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ رپ سورہ النمل آیت ۱۷ یعنی جو شخص قیامت کے روز حسنہ اور نیک خصلت کے ساتھ آئے گا تو اس کے لئے اس سے بہتر اجر ہے اور ایسے لوگ اس روز عظیم خوف اور مصیبت سے امن میں ہوں گے۔ اور جو سیئہ اور بد خصلت کے ساتھ آئے گا تو وہ جہنم کی آگ میں منہ کے بھل گرے گا یہ تمہارے عمل کا بدلہ ہے۔ اور دوسری جگہ فرمایا ہے مَنْ جَاءَهُ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ مِّمَّا وَهُوَ مِنْ فَرْجِ يَوْمٍ مِّدٍ فَلَا يَجْزِي الَّذِينَ عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ اس آیت کا مضمون بھی قریب قریب وہی ہے جو سابقہ آیت کا ہے اور ابن مہیار و ابن شہر آشوب نے عمدہ اور مستدرک میں تفسیر تعلیٰ سے اور حافظ ابوالعیم کی حلیہ سے چند سندوں کے ساتھ ابو

عبداللہ جدی سے روایت کی ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اس سے کہا کہ تم چاہتے ہو کہ میں تم کو بتاؤں کہ وہ حسنہ کیا ہے کہ جو شخص اس کے ساتھ محشر میں آئے گا تو روز قیامت کے خوف اور تکلیفوں سے محفوظ ہوگا اور وہ سیئہ کیا ہے جس کے ساتھ کوئی آئے گا تو جہنم کی آگ میں منہ کے بھل گھرے گا اس نے کہا ہاں یا امیر المومنین حضرت نے فرمایا وہ حسنہ ہم اہلبیت کی محبت ہے اور وہ سیئہ ہم اہلبیت کی عداوت ہے۔

ابن مایہ نے بسند معتبر دوسری روایت عمار سا باطی سے بیان کی ہے۔ اس نے کہا کہ ابن ابی یعفور نے حضرت صادقؑ سے اس آیت کی تفسیر میں سوال کیا حضرت نے فرمایا اس آیت میں حسنہ امام کا پہچاننا ہے اور اس کی اطاعت اطاعت خدا ہے اور دوسری روایت میں فرمایا کہ حسنہ امیر المومنین کی ولایت ہے۔ اور بسند معتبر دیگر امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ حسنہ ولایت علی علیہ السلام ہے اور سیئہ ان حضرت کی عداوت اور بغض ہے۔

شیخ طوسی نے مجالس میں بسند معتبر عمار سا باطی سے روایت کی ہے کہ حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا بندوں کے اعمال صالحہ قبول نہیں کرتا جو وہ امام جوہر کی ولایت کے ساتھ عمل میں لاتے ہیں جو خدا کی جانب سے مقرر نہ ہوا ہو۔ ابن ابی یعفور نے کہا کہ خدا فرماتا ہے کہ مَنْ جَاءَنَا بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ مِنْهَا "تو عمل خیر کیونکر اس کو فائدہ پہونچائے گا جو امام جابر کی ولایت اختیار کئے ہو حضرت نے فرمایا کہ تم اس حسنہ کو جانتے ہو جس کو خدا نے اس آیت میں فرمایا ہے کہ وہ کیا ہے۔ وہ امام کی معرفت اور اس کی اطاعت کرنا ہے اور سیئہ جو اس کے بعد فرمایا ہے وہ اس امام سے انکار کرنا ہے جو خدا کی جانب سے مقرر ہوا ہے۔ اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ جو شخص روز قیامت امام جوہر کی ولایت کے ساتھ آئے گا جو خدا کی جانب سے مقرر نہ ہوا ہو تو ہم اہلبیت کے حق کا منکر ہو تو حق تعالیٰ اس کو منہ کے بھل آتش جہنم میں ڈالے گا۔

دوسری آیت "وَمَنْ يَفْخَرْ حَسَنَةً يَّزِدْ لَهُ فِيهَا حَسَنًا" یعنی جو نیک اعمال بجالاتا ہے تو ہم اس کی نیکی میں اور اضافہ کر دیتے ہیں۔ ثعلبی اور ان کے علاوہ خاصہ دعا مہ کے مفسروں نے حضرت امام حسنؑ اور ابن عباسؓ اور دوسروں سے روایت کی ہے کہ اقراف

حسنہ سے مراد محبت و ولایت اہلبیت ہے۔ عامہ و خاصہ نے روایت کی ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام نے معاویہ سے صلح کے موقع پر جو خطبہ پڑھا اس میں فرمایا کہ ہم اہلبیت میں سے ہیں لیکن کی محبت خدا نے ہر مسلمان پر واجب کی ہے چنانچہ فرمایا ہے قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ اور فرمایا ہے۔ وَمَنْ يَقْرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهُ فِيهَا حُسْنًا اقتراف حسنہ ہم اہلبیت کی محبت ہے۔

تیسری آیت: وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ یعنی نیکی و بدی برابر نہیں ہے۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے کہ ہم حسنہ (نیکی) ہیں اور بنی امیہ سیئہ (بدی) ہیں۔ کیونکہ اہلبیت علیہم السلام تمام نیکیوں کا سرچشمہ ہیں اور بنی امیہ تمام برائیوں کا منبع ہیں (منبع وہ سرچشمہ جس میں سکا پانی ابلتا ہی رہتا ہے اور کبھی ختم نہیں ہوتا) اسی طرح بنی امیہ تمام برائیوں کا سرچشمہ ہیں جو تاقیامت ختم نہیں ہو سکتیں) اور دوسری معتبر روایت میں وارد ہوا ہے کہ حسنہ سے مراد تقیہ ہے اور سیئہ سے مراد ائمہ علیہم السلام کے رازوں کا ظاہر کرنا ہے۔

چوتھی آیت: قَامًا مِّنْ اَعْطٰی وَالتَّقٰی وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی فَسَنِيْسِرُهُ لِّلْیُسْرِیِّ وَ اَمَّا مَنۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰی وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰی فَسَنِيْسِرُهُ لِّلْعُسْرِیِّ مفسرین نے کہا ہے کہ جو خدا کے دیئے ہوئے مال کو اس کی اطاعت میں خرچ کرے اور خدا کی نافرمانی کرنے سے پرہیز کرے اور حسنی کی تصدیق کرے یعنی سب سے بہتر بات یا سب سے عمدہ وعدہ کی تصدیق کرے تو ہم عنقریب اس کے لئے ایسے وسائل مہیا کریں گے جو راحت و آسانی کا سبب ہوں تاکہ وہ بہشت میں داخل ہو جائے اور جو شخص خدا کے عطا کردہ مال میں بخل کرے اور بہشت کی نعمتوں کے بدلے دنیاوی خواہشوں میں مبتلا ہو جائے اور حسنی کی تکذیب کرے کہ وہ زائل ہو چکی تو بہت جلد اس کے لئے اسباب و وسائل فراہم کریں گے جو دشواری کا باعث ہو گا یعنی وہ جہنم میں ڈال دیا جائیگا بہت سی حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ دونوں مقام پر حسنی سے مراد ولایت اہلبیت ہے چنانچہ تفسیر ابراہیم اور بصائر الدرجات تاویل الایات میں امام جعفر صادق علیہ السلام

روایت کی ہے آپ نے ان آیات کی تفسیر میں فرمایا کہ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی یعنی جو خمس آل محمد ادا کرے وَاتَّقٰی اور شیا طین یعنی خلفائے جور اور ائمہ باطل کی دوستی و محبت سے پرہیز کرے اور صَدَقَ بِالْحُسْنٰی اور ائمہ حق کی ولایت و امامت کی تصدیق کرنے والا ہو فَسَيُتِمُّهُ اللّٰهُ لِيُثَبِّرَہٗ تو ایسا شخص جس نیک کام کا ارادہ کرے گا اس کو خدا کے فضل سے میسر ہو جائے گا۔ وَ اَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰی اور جو شخص بخل اختیار کرے گا اور راہ خدا میں مال صرف نہ کرے گا اور اس کے سبب اپنے کو دوستان خدا سے جو ائمہ حق ہیں مستغنی ہو جائے گا اور حصول علم کے لئے ان کی جانب رجوع نہ ہو گا وَ كَذَّبَ بِالْحُسْنٰی اور ائمہ حق کی امامت کی تکذیب کرے گا فَسَيُتِمُّهُ اللّٰهُ لِيُغْضِبَہٗ تو ایسا شخص جس برائی کا ارادہ کرے گا۔ وہ فوراً اس پر عمل کر ڈالے گا وَ سَيَجْزِيْہَا اَلَّا تَقٰی اور وہ شخص جہنم کی آگ سے جلد سے جلد دور کر دیا جائے گا جو زیادہ پرہیز گار رہے۔ حضرت نے فرمایا پرہیز گار سے مراد جناب رسول خدا ہیں اور جو شخص تمام اقوال و افعال میں آپ کی فرمانبرداری کرے اَلَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكٰی یعنی جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ دینا ہے یا اپنے تزکیہ نفس کے لئے خرچ کرتا ہے لوگوں کو دکھانے سنانے کے لئے نہیں حضرت نے فرمایا کہ اس سے مراد امیر المؤمنین علیہ السلام ہیں جنہوں نے زکوٰۃ میں زکوٰۃ دی وَ مَا لَا حِدَّ لَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰی یعنی کسی شخص کی کوئی نعمت اور چیز خدا کے پاس نہیں جس کا بدلہ اس کو دیا جائے حضرت نے فرمایا کہ اس سے مراد رسول خدا ہیں جن پر کسی کا کوئی احسان نہیں جس کا عوض اس کو دیا جائے بلکہ ان کا احسان تمام خلق پر ہمیشہ جاری ہے

فراست بن ابراہیم نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے کذاب یا الحسنى کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ جو شخص ولایت علی کی تکذیب کرے فَسَيَسْرُدُكَ لِلْعَشْرِیٰ تو اس کے لئے جہنم کی آگ ہے وَ مَا يُغْنِي عَنْهُ مَالُهُ إِذَا تَرَدَّتْ لِیٰ بَیْنِیْ وَ بَيْنَهُ رِجْلُہٗ گا تو اس کا مال کچھ فائدہ نہ دے گا آخر وہ جہنم میں گرے گا۔ امام نے فرمایا کہ اس کے مرنے کے بعد اس کا عمل اس کو کوئی فائدہ نہ پہنچائے گا وَ إِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰیٰ حضرت نے فرمایا کہ قرأت اہلبیت میں اس طرح ہے وَ إِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰیٰ یعنی علی اور ان کی ولایت ہدایت ہے۔ فَخَازَنَّا سِرَّكُمْ نَاطِلَظِيْ یعنی تم کو اس جہنم کے شعلوں سے

ڈرانتے ہیں امام نے فرمایا کہ اس سے مراد قائم آل محمد کی آگ ہے جبکہ وہ تلوار سے
 کر ظہور فرمائیں گے اور ایک ہزار نو سو ساٹھ اشخاص کو قتل کریں گے لایَصْلَحَا
 إِلَّا الْاَشَقَقِی الَّذِی کَذَّبَ وَتَوَلَّی امام نے فرمایا یعنی قائم آل محمد کی آگ میں وہی
 ڈالا جائے گا جو شقی ترین جھٹلا کر رخ پھیرنے والا ہوگا۔ وَ سَيُجْزِيْهَا الَّذِی الَّذِی
 یُوْثِقِ مَالَهُ یَتَذَكَّرُ امام نے فرمایا اُس آگ سے وہ مومن پر ہیزگار دور کیا جائیگا
 جو علم کو اس کے اہل و مستحق کو عطا کرتا ہے یعنی وہ پر ہیزگار مومن محفوظ رہیں گے جن کو
 قائم آل محمد کا علم عطا ہوگا۔ وَ مَا لَا اَحَدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰی یعنی جو کچھ وہ کرتا ہے
 محض خدا کی خوشنودی کے لئے کرتا ہے۔ وَ لَسَوْفَ یَرْضٰی امام نے فرمایا کہ اس
 کو خدا کی جانب سے اس قدر ثواب ملے گا کہ وہ راضی ہو جائے گا۔

مترجمین فصل اس بیان میں کہ آیات کریمہ میں نعمت و نعيم کی تاویل مفسروں
 نے ولایت اہل بیت علیہم السلام سے کی ہے اور اس
 بیان میں کہ وہ حضرات سب سے بڑی نعمت ہیں۔ اور اس بارے میں چند
 آیتیں ہیں۔

پہلی آیت :- اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ کُفْرًا وَّ اَحْلَوْا قَوْمَهُمْ
 دَارَ الْبَوَارِ ۚ جَهَنَّمَ لَا یُصْلَوْنَ بِهَا وِیْسُ الْقَرَآءِ ۝ (سپ سورہ ابراہیم آیت ۲۸ و ۲۹)
 کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے کفر سے خدا کی نعمت کو تبدیل کیا اور اپنی
 قوم کو مقامِ ہلاکت یعنی جہنم میں ڈھکیل دیا اور وہ بدترین ٹھکانا ہے۔ اکثر مفسرین نے
 کہا ہے کہ اس سے مراد کفار قریش ہیں کیونکہ جناب رسول خدا نعمت تھے۔ اس نعمت
 کے شکر کے عوض ان لوگوں نے کفر اختیار کیا اور حضرت سے عداوت اور جنگ کی
 یہ تفسیر جناب امیر اور حضرت عباسؓ اور ابن جبیر سے مروی ہے۔ اور بعض نے کہا
 ہے کہ اصل نعمت کو کفر سے تبدیل کیا اور کفر ان نعمت کیا تو ان سے نعمت سلب ہو
 گئی اور ان کا کفر باقی رہا۔ صاحب تفسیر کشاف اور تمام مفسروں نے جناب امیرؓ
 اور حضرت عمرؓ سے روایت کی ہے کہ یہ آیت قریش کے بنی امیہ و بنی مغیرہ کے دو
 سب سے بڑے فاجروں کے حق میں نازل ہوئی ہے بنی امیہ کو تو ایک مقررہ
 مدت تک مہلت ملی ہوئی ہے لیکن بنی مغیرہ کے شر سے خدا نے جنگ بدر میں بچا

لیا کیونکہ ابوجہل اور اس کے عزیز و رشتہ دار سب جنگ بدر میں قتل ہو گئے۔ اس حدیث کو عیاشی اور دوسرے محدثین نے بہت سی سندوں کے ساتھ روایت کی ہے کہ امام جعفر صادق ؑ نے لوگوں نے اس آیت کی تفسیر پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ یہ قریش کے بنی امیہ و بنی مغیرہ کے دوست و فاجروں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ مغیرہ کے تمام اعزاء و اقربا کو خدا نے روز بدر ہلاک کر دیا لیکن بنی امیہ ایک مدت تک باقی رہے۔ پھر فرمایا کہ ہم نعمت خدا ہیں جن کے ذریعہ سے خدا نے اپنے بندوں پر انعام فرمایا ہے اور ہمارے ذریعہ سے نجات پاتا ہے جو بھی نجات پاتا ہے۔

کلیلی نے بسند معتبر امیر المومنین سے روایت کی ہے کہ کیوں وہ لوگ رسول خدا اور ان کے وصی سے رُخ پھرتے ہیں اور دوسری جانب جاتے ہیں اور اس بات سے نہیں ڈرتے کہ ان پر عذاب نازل ہو جائے گا۔ اس کے بعد حضرت نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی اور کہا کہ ہم نعمت خدا ہیں جن کو خدا نے اپنے بندوں پر نعمت قرار دیا ہے اور ہماری برکت سے قیامت میں ان کو نعمتیں ملیں گی

ایضاً بسند معتبر حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ اس آیت سے مراد تمام قریش ہیں جنہوں نے رسول خدا سے دشمنی کی اور ان سے جنگ کی اور ان کے وصی کی امامت سے انکار کیا۔

بسند معتبر دیگر حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی کہ لوگوں نے انہی حضرت سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی حضرت نے پوچھا کہ سنی حضرات اس آیت کے بارے میں کیا کہتے ہیں راوی نے کہا کہتے ہیں کہ بنی امیہ و بنی مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ خدا کی قسم تمام قریش کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ خداوند عالم نے اپنے پیغمبر سے خطاب فرمایا کہ میں نے قریش کو تمام عرب پر فضیلت دی اور اپنی نعمت ان پر تمام کی اور ان کے لئے دین اسلام کو پسند کیا اور ان کی جانب ایک رسول بھیجا۔ تو انہوں نے میری نعمت کو کفر سے تبدیل کیا اور اپنی قوم کو ہلاکت کے دار بوار میں پہنچایا جو جہنم ہے۔ اور صحیفہ کاظم میں حسنی کی روایت سے حضرت صادق ؑ سے روایت کی ہے کہ خداوند عالم نے اپنے پیغمبر کو ان تمام حالات و اوقات کی خبر دے دی جو ان کے اہلبیت اور ان کے دوستوں اور شیعوں پر بنی امیہ سے ان کی بادشاہی کے زمانہ میں پہنچیں گے۔ پھر خدا نے

ان کے شان میں یہی آیت الہیہ توالی الذین بدلوا نعمۃ اللہ کفرًا بھیجی۔ اس آیت میں نعمت سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اہلبیت ہیں ان کی محبت ایمان ہے جو بہشت میں لے جائے گی اور ان کی دشمنی کفر و نفاق ہے جو جہنم میں داخل کرے گی۔

دوسری آیت: ثُمَّ لَتَسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ۔ رپ سورۃ لکھا آیت ۸ یعنی تم سے روز قیامت ان نعمتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا جو دنیا میں تم کو دی گئی تھیں۔ مفسرین نے کہا ہے کہ نعمت سے مراد دنیا کی تمام نعمیں ہیں اور بعضوں نے کہا ہے کہ اس سے مراد امن و سکون اور صحت بدن ہے اور حضرت باقر و صادق صلوٰۃ اللہ علیہما سے بھی یہی روایت ہے اور شیخ طبرسی و عیاشی اور قطب راوندی نے دعوات میں ولایت کی ہے ابو حنیفہ نے حضرت صادق علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر کے بارے میں سوال کیا۔ حضرت نے فرمایا نعمت ہمارے اعتقاد میں کیا ہے کہا کھانے کی چیزیں اور ٹھنڈا پانی۔ حضرت نے فرمایا کہ اگر خدا تم کو قیامت میں اپنے سامنے کھڑا کرے ہر طعام کے بارے میں جو تم نے کھایا ہے اور ہر پینے کی چیز کے بارے میں جو تم نے پیا ہے سوال کرے تو یقیناً تم کو خدا کے نزدیک بہت دیر تک کھڑا رہنا پڑے گا۔ ابو حنیفہ نے عرض کی میں آپ پر فدا ہوں پھر نعمت سے کیا مراد ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ نعمت ہم اہلبیت ہیں کہ خدا نے ہم کو اپنے بندوں پر انعام فرمایا ہے اور ہمارے سبب سے ان میں آپس میں محبت عطا فرمائی جبکہ وہ اختلاف رکھتے تھے اور ہمارے سبب سے ان کو محبت والا بنایا ہے اور ان کو آپس میں بھائی بھائی قرار دیا ہے جبکہ وہ ایک دوسرے کے دشمن تھے اور ہمارے ذریعہ سے ان کی اس نعمت کے حق کی ہدایت کی جو ان پر انعام فرمایا ہے اور وہ جناب رسول خدا اور ان کی عزت و صلوات اللہ علیہم ہیں۔ اور عیون اخبار الرضا میں روایت کی ہے کہ ایک روز آنحضرت کی خدمت میں ایک جماعت موجود تھی۔ حضرت نے فرمایا کہ دنیا میں حقیقی نعمت نہیں ہے۔ سینوں کے ایک عالم نے پوچھا جو اس مجلس میں حاضر تھا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے ثُمَّ لَتَسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ کیا یہ نعمت جو آب و ہوا ہے دنیا میں نہیں ہے؟ حضرت نے باواز بلند فرمایا کہ تم آیت کی یہ تفسیر کرتے ہو اور لوگوں نے چند طرح سے

نعمت سے مراد اللہ تعالیٰ کی طرف سے

تفسیر کی ہے۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ نعیم سے مراد آب سرد ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ طعام لذیذ ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ اچھا خواب ہے۔ اور حقیقت وہ ہے جو میرے پدر نے مجھ کو خبر دی ہے کہ یہ تمہارے اقوال میرے جد حضرت صادق کے سامنے ذکر کئے گئے جن کو منکر وہ حضرت غضبناک ہوئے اور فرمایا کہ خداوند عالم ان چیزوں کے بارے میں اپنے بندوں سے سوال نہیں کرے گا جو اپنے فضل سے ان کو عطا فرمائی ہیں اور ان پر ان نعمتوں کا احسان نہیں رکھتا اور جبکہ مخلوق کا احسان بخلانا قبیح ہے تو خدا کو ایسی نسبت کیونکر دی جاسکتی ہے جن کو مخلوقات پسند نہیں کرتے کہ اس سے نسبت دیں۔ سنو! نعیم سے مراد اہلبیت کی محبت ہے اور ہماری امامت کا اقرار کرنا ہے۔ خدا اس کو توحید و نبوت کا سوال کرنے کے بعد پوچھے گا اگر بندہ اس اعتقاد پر پورا اترے گا تو خدا اس کو نعمتہائے بہشت میں پہونچا دے گا جو کبھی زائل نہ ہوں گی۔ بیشک میرے پدر بزرگوار نے اپنے آباؤ اجداد سے علی علیہ السلام کی سند سے مجھ کو خبر دی ہے کہ رسول خدا نے فرمایا کہ بندہ سے اس کے مرنے کے بعد سب سے پہلے جس چیز کا سوال کیا جائے گا وہ شہادت و حدائیت و رسالت ہے اور یہ کہ اے علی تم مومنوں کے امام اور حاکم ہو اس سبب سے کہ خدا نے اور میں نے تم کو قرار دیا ہے تو جو شخص کہ یہ اقرار کرے اور دنیا و آخرت میں اس کا اعتقاد رکھتا ہو گا تو وہ ان نعمتوں کی جانب جائے گا جو کبھی زائل نہ ہوں گی اور ابو زکوان نے جو اس حدیث کے راویوں میں سے ایک راوی ہیں کہا ہے کہ اس حدیث کے سننے کے بعد چونکہ میں نعت و اشعار میں مشغول رہا اور اس حدیث کا کسی سے ذکر نہیں کیا اور ایک رات میں نے خواب میں جناب رسول خدا کو دیکھا کہ لوگ ان حضرت کو سلام کرتے ہیں اور وہ حضرت جو اب سلام دے رہے ہیں جب میں نے سلام کیا تو حضرت نے جواب نہ دیا میں نے عرض کی کہ کیا میں آپ کی امت میں نہیں ہوں۔ فرمایا کہ تو بھی ہے لیکن لوگوں کو حدیث نعیم سے آگاہ کر جو تو نے مجھ سے سنی ہے ابراہیم و شیخ طبری نے مجالس میں حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ نعیم سے مراد ولایت اہلبیت ہے اور اس کا سوال کیا جائے گا۔ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا ہے وَ قِفُوهُمْ اِنَّهُمْ مَسْئُؤُنَ۔ ان کو ٹھہراؤ بیشک ان سے سوال کیا جائے گا۔ یعنی ولایت اہلبیت کے بارے میں پوچھا

جائے گا۔ ایضاً حضرت صادقؑ سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ اس اُمرت سے سوال کریں گے اس بارے میں جو خدا نے تم پر ہماری ولایت اور محمد و آل محمد علیہم السلام کا انعام فرمایا ہے۔ اور حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہم مومن کے لئے نعیم اور غنظل (المنج پھل) کا فرق کئے میں ہیں۔ ایضاً ابو خالد کاہلی سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا تو میرے لئے کھانا لایا گیا جس سے بہتر طعام میں نے کبھی نہیں کھایا تھا۔ حضرت نے فرمایا اسے ابو خالد ہمارا کھانا تم نے دیکھا عرض کی بہت ہی بہتر تھا لیکن قرآن کی ایک آیت مجھے یاد آگئی کہ غر شگوار طعام بھی بے مزہ ہو گیا فرمایا وہ کیا وہ کہتے ہیں کہ میں نے اس آیت کی تلاوت کی حضرت نے فرمایا خدا کی قسم ہرگز تم سے اس غذا کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا۔ اُس کے بعد حضرت مسکرائے یہاں تک کہ آپ کے دندان مبارک نمایاں ہو گئے پھر فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ نعیم کیلئے عرض کی نہیں فرمایا کہ ہم نعیم ہیں یعنی تم سے ہمارے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ انبیا میں حضرت باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ نعیم سے مراد امن و صحت اور امیر المومنین کی ولایت ہے۔ اور دوسری روایت کے مطابق امام محمد باقر صادق علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ نعیم سے مراد ولایت امیر المومنین ہے۔ اور کافی میں بسند معتبر ابو حمزہ شامی سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم ایک جماعت کے ساتھ امام محمد باقرؑ کی خدمت میں حاضر تھے۔ امام کے حکم سے کھانا لایا گیا لذت و خوشبو میں جس سے بہتر ہم نے کبھی نہیں دیکھا تھا اور خرمے ایسے لائے گئے جو نہایت صاف و لطیف اور بہتر تھے کہ جن میں ہم اپنا چہرہ دیکھ سکتے تھے ہم میں سے ایک شخص نے کہا کہ اے فرزند رسول ان نعمتوں کے بارے میں آپ سے سوال کیا جائے گا جن سے آپ مستفید ہوتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ خدا اس سے زیادہ کریم اور بزرگ ہے کہ جو طعام تم کو دے اور تم پر حلال قرار دے روز قیامت اس کے بارے میں تم سے سوال کرے اور اس کا حساب لے بلکہ تم سے محمد و آل محمد جیسی نعمت کے بارے میں سوال کرے گا جو تم پر انعام فرمایا ہے اور حضرت باقر سے بھی اسی مضمون کے قریب روایت کی ہے اور آخر میں فرمایا ہے کہ تم سے اس حق کے بارے میں سوال کیا جائے گا جو تم پر ولایت

وامامت کا ہے۔ اس مضمون پر حدیثیں بہت ہیں عامہ و خاصہ کی بعض روایتوں میں وارد ہوا ہے کہ پانچ چیزوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ شکم سیری۔ آب سرد۔ میٹھی ٹینڈ۔ وہ مکانات جن میں رہتے ہیں۔ خلقت میں بے عیب پیدا ہونا۔

تیسری آیت :- وَاسْتَبْغَ عَلَيْكُمْ ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً رَّبِّكَ سَوْغَاتِ آيَاتِ (۲۰) یعنی تم پر نعمتیں پوری کیں جن میں بعض ظاہر ہیں اور بعض پوشیدہ ہیں۔ بعض قاریوں نے نعمت کو ت کے ساتھ پڑھا ہے اور بعض نے صیغہ جمع اور ضمیر کی اضافت کے ساتھ پڑھا ہے بعضوں نے ظاہری نعمت کہا ہے۔ نعمت ظاہر کے متعلق بعضوں نے کہا ہے کہ جو محسوس ہو اور باطن وہ جو معقول ہو اور عقل سے دریافت ہو یا نعمت ظاہر وہ جس کو جانتے ہیں اور باطن وہ جس کو نہ جانتے ہوں۔

بسنہ معتبر کمال الدین و مناقب میں حضرت موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ نعمت ظاہر سے مراد امام ظاہر ہے اور نعمت باطن سے مراد امام غائب ہے۔ اور علی بن ابراہیم نے امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ نعمت ظاہر سے مراد ہم اہلیت کی ولایت اور دل میں ہماری محبت رکھنا پھر امام نے فرمایا کہ خدا کی قسم جن لوگوں نے اس نعمت کا اقرار بظاہر کیا اور باطن میں اعتقاد نہ رکھا تو ان کے بارے میں خدا نے یہ آیت نازل فرمائی۔ يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِينَ قَالُوا آمَنَّا بِأَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوبُهُمْ (پ سورہ مائدہ آیت ۴۱) یعنی اے رسول تم کو ان لوگوں کا کفر کی جانب لپک کر چلا جانا نہ عجید نہ کرے جو زبان سے تو کہتے ہیں کہ ایمان لائے لیکن ان کے دل ایمان نہیں لائے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو جناب رسول خدا خوش ہو گئے اس لئے کہ خدا ان کا ایمان قبول نہیں کرتا مگر ہماری ولایت اور محبت کے ساتھ۔

چوتھی آیت :- فَيَأْتِي الْأَعْرَابَ بِكُمَا تُكْذِبَانِ (پ سورہ رحمان) یعنی اے گروہ انس و جن تم خدا کی کس کس نعمت سے انکار کرو گے۔ اس کی تفسیر میں علی بن ابراہیم نے کہا ہے کہ یہ خطاب بظاہر انس و جن سے ہے لیکن باطن میں اول و دوم سے ہے۔ اور حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ دو نعمتوں محمد و علی

میں سے کس ایک نعمت کا انکار کرو گے۔ اور کلینی کی روایت کے مطابق پیغمبر کا انکار کرتے ہو یا دھبی کا۔ اور ابن مہیار کی روایت کے مطابق ان دو نعمتوں میں سے کس ایک نعمت کی تکذیب کرتے ہو محمد کی یا علی کی کیونکہ میں نے ان دونوں حضرات کے ذریعہ سے اپنے بندوں پر انعام کیا ہے۔ اور کلینی نے بسند معتبر روایت کی ہے کہ حضرت صادق نے اس آیت کی تلاوت فرمائی فَاذْكُرُوا الْاَوَّلَاءَ اللّٰهُ لَعَلَّكُمْ تَفْلَحُونَ یعنی خدا کی نعمتوں کو یاد کرو شاید تم فلاح پاؤ۔ حضرت نے فرمایا جانتے ہو آلاء خدا کیا ہے۔ راوی نے کہا نہیں حضرت نے فرمایا کہ اس سے مراد خلق پر خدا کی عظیم ترین نعمت ہے اور وہ ہم اہلبیت کی ولایت ہے۔

پانچویں آیت: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَاسًا وَّاسِعًا وَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَاسًا وَّاسِعًا (نحل آیت ۸۳) یعنی خدا کی نعمتوں کو پہچانتے ہیں پھر بھی انکار کرتے ہیں اور ان میں سے اکثر کافر ہیں۔ علی بن ابراہیم نے کہا ہے کہ خدا کی نعمتیں ائمہ اطہار میں اور کلینی نے حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب امیر المؤمنین علیہ السلام کی امامت کے بارے میں آیہ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَاسًا وَّاسِعًا نازل ہوا تو اصحاب رسول اللہ میں سے منافقین کا گروہ مسجد مدینہ میں جمع ہوا اور آپس میں کہنے لگے کہ اس آیت کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ بعضوں نے کہا کہ اگر ہم اس آیت سے انکار کرتے ہیں تو ہم کو قرآن کی بہت سی آیتوں سے کافر ہونا پڑے گا اور اگر اس آیت پر ایمان لائے ہیں تو ذلت کا باعث ہے کہ یہ آیت ابو طالب کے بیٹے کو ہم پر مسلط کرتی ہے آخر یہ طے کیا کہ ہم جانتے ہیں کہ محمد اپنے قول میں صادق ہیں۔ ہم ان کی ولایت تو قبول کرتے لیکن علی جو کچھ حکم دیں گے ہم اس کی اطاعت نہیں کریں گے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی یٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَاسًا وَّاسِعًا یعنی علی کی ولایت کو پہچانتے ہیں مگر ان میں بیشتر علی کی ولایت سے

۱۷ مولف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اگرچہ بظاہر یہ خطاب گذشتہ امتوں سے ہے لیکن گذشتہ امت کا ذکر اس امت کی تنبیہ کے لئے ہے لہذا اس امت میں اس کا مصداق ولایت اہلبیت علیہم السلام ہے یا یہ کہ بہت سی حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ تمام امتیں جناب رسول خدا اور اہلبیت علیہم السلام کی ولایت کی مکلف تھیں۔ ۱۲

کافر ہو گئے۔

چھٹی آیت:- قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَتِمَتُّونَ (پارہ ۱۱ آیت ۵۸ سورہ یونس) اے رسولؐ کہہ دو کہ خدا کے فضل اور رحمت سے یہ لوگ خوش ہو جائیں اور جو کچھ یہ لوگ (مال دنیا سے) جمع کرتے ہیں یہ اس سے بہتر ہے۔ ابن بابویہ نے مجالس میں امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ایک روز جناب رسول خدا سوار ہو کر مدینہ کے باہر آئے جناب امیر المومنینؑ پیادہ اُن کے ساتھ تھے جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ اے ابوالحسنؑ جب میں سوار ہوں تو چاہئے کہ تم بھی سوار ہو۔ اور جب میں پیدل چلوں تو تم بھی پیدل چلو جب میں بیٹھوں تم بھی بیٹھو سولے اُن حدودِ الہی کے جن میں تم کو کھڑے ہونے یا بیٹھنے کی مجبوری ہو۔ اور خدا نے جس کرامت و منزلت سے مجھے شرف بخشا ہے وہی عزت و کرامت تم کو بھی عطا کی ہے۔ خدا نے مجھ کو اپنی رسالت و پیغمبری سے مخصوص فرمایا ہے تو تم کو میرا۔ مددگار ناصر قرار دیا ہے کہ تم حدودِ خدا کے اندر سخت و دشوار کاموں کو انجام دیتے ہو اسی خدا کی قسم کھاتا ہوں جس نے مجھے پیغمبرِ برحق بنا کر بھیجا ہے کہ وہ شخص مجھ پر ایمان نہیں لایا جس نے تم سے انکار کیا اور میری رسالت کا اقرار نہیں کیا جس نے تمہاری امامت کا انکار کیا۔ وہ شخص خدا پر ایمان نہیں رکھتا جو تم سے کافر ہو بیشک تمہارا فضل میرا فضل ہے اور میرا فضل خدا کا فضل ہے۔ یہ ہے میرے پروردگار کے اس قول قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ الْخَيْرُ کے معنی لہذا فضلِ خدا تمہارا پیغمبر ہے اور رحمتِ خدا ولایتِ علیؑ بن ابی طالب ہے امام نے فرمایا فَبِذَلِكَ یعنی نبوت و ولایت کے ذریعہ قَلْبُفْرَحُوا لِهَذَا شَيْعِيَانِ علی کو خوش ہونا چاہئے۔ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَتِمَتُّونَ یعنی شیعوں کے لئے یہی بہتر ہے اس کے مقابلہ میں جن کو مخالفینِ شیعہ دنیا میں مثل مال و زر و فرزند کے جمع کرتے ہیں۔ اے علیؑ تم پیدا نہیں کئے گئے مگر اس لئے کہ تمہارے ذریعہ سے تمہارے پروردگار کی عبادت کی جائے اور اس لئے کہ تمہارے ذریعہ سے علوم دین جانے جائیں اور راہِ ہدایت کی تمہارے ذریعہ سے اصلاح ہو بیشک وہ شخص گمراہ ہے جو تمہاری ولایت سے گمراہ ہوا اور ہرگز خدا کی جانب ہدایت نہیں پاتا وہ شخص جو تمہاری طرف تمہاری ولایت میں ہدایت نہ پائے اور یہ ہے میرے پروردگار کے

اس قول کے معنی اِنِّیْ لَتَقْفَارَنَّ لِمَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثَوَابًا اِیْنِیْ مِیْنِ
تو یہ کرنے والوں ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو بخش دیتا ہوں تو وہ
ہدایت پاتا ہے۔ بیشک میرے پروردگار نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہارا حق واجب
قرار دوں جس طرح میرا حق واجب ہوا ہے۔ بیشک تمہارا حق فرض و واجب ہے ہر
اس شخص پر جو مجھ پر ایمان لایا ہے۔ اگر تم نہ ہوتے تو خدا کا دشمن پہچاننا جاتا۔ جو شخص
تمہاری ولایت کے ساتھ خدا سے ملاقات نہ کرے تو اس نے دین و دنیا کی کسی چیز
کے ساتھ ملاقات نہیں کی بلکہ دنیا سے بے ایمان گیا ہے۔ بیشک خدا نے مجھ پر یہ
آیت نازل کی ہے یَا اَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَبِّكَ یعنی اے
رسول جو حکم تمہارے پروردگار کی جانب سے تم پر نازل ہوا ہے اس کو پہونچا دو پیغمبر
نے فرمایا یعنی اے علی تمہاری ولایت کے بارے میں۔ وَ لَنْ نَعُوْذَ فَمَا
بَلَغْتَ مِنْ سَاَلَتِنَا اگر تم یہ حکم نہ پہونچا یا تو تم نے خدا کی رسالت ہی نہیں پہنچائی حضرت
نے فرمایا کہ اگر وہ حکم جس پر میں مامور ہوا تھا نہ پہونچا تا یعنی تمہاری ولایت کے بارے
تو بیشک میرے اعمال ضبط ہو جاتے اور جو شخص بغیر تمہاری ولایت کے خدا سے ملاقات
کرے گا تو یقیناً قیامت کے دن اس کے تمام اعمال ضبط ہو جائیں گے وہ رحمت
خدا سے دور ہو گا۔ اور تمہارے حق میں جو کچھ میں کہتا ہوں وہ میرے خدا کا قول ہے
جو تمہارے باری میں اس نے میرے پاس بھیجا ہے

کیلینی نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے۔
یعنی ولایت محمد و آل محمد علیہم السلام بہتر ہے اس سے جو کچھ مخالفین دنیا کی چیزیں جمع
کرتے ہیں۔ اور عیاشی نے بھی اسی مضمون کو جناب امیر علیہ السلام سے روایت کی
ہے کہ فضل رسول خدا ہیں اور رحمت امیر المؤمنین ہیں چاہے شیعیان علی اس پر خوش
ہوں کیونکہ یہ بہتر ہے اس سونے اور چاندی سے جو دشمنان علی جمع کرتے ہیں۔

ساتویں آیت۔ فَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَكُنْتُمْ مِنَ
الْخَاسِرِیْنَ دہل آیت ۶۲ سورہ بقرہ یعنی اگر خدا کا فضل و احسان اور اس کی رحمت تم
پر نہ ہوتی تو بیشک تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوتے عیاشی نے دو سند کے ساتھ
حضرت باقر و صادق علیہما السلام سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ فضل خدا

اگر پیغمبر علی کی ولایت کا حکم لوگوں کو پہونچتا تو آپ کے تمام اعمال ضبط ہو جاتے۔

رسول اللہ ہیں اور رحمت خدا امہ طاہرین کی ولایت ہے۔

آٹھویں آیت:- مَا يَفْتَحُ اللَّهُ لِلنَّاسِ مِنْ تَرَحُّمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا يَنْفَعُ خُدا نے لوگوں کے لئے جو رحمت قرار دی ہے اس کو کوئی روک نہیں سکتا۔ ابن مہیار نے حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ رحمت سے مراد علوم اور حکمتیں ہیں جو خدا نے امام کی زبان پر لوگوں کی ہدایت کے لئے جاری کی ہیں۔

نویں آیت:- وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَهُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَكِنْ يَدْخُلُ مَنْ يَشَاءُ فِي تَرَحُّمَتِهِ وَالظَّالِمُونَ مَا لَهُمْ مِنْ ذِي وَلَا فَصِيدٍ (پچاس سورہ شوریٰ آیت ۱۵)

یعنی اگر خدا چاہتا تو تمام خلق کو ایک امت قرار دے دیتا لیکن خدا جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے۔ اور ظالموں کا قیامت میں نہ کوئی دوست ہوگا نہ مددگار۔ علی بن ابیہر نے کہا ہے کہ اگر خدا چاہتا تو تمام خلق کو معصوم قرار دیتا جیسے فرشتے اور ظالموں سے علاء آل محمد پر ظلم کرنے والے ہیں۔ محمد بن العباس نے حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ رحمت سے مراد ولایت علی ابن ابی طالب ہے

دسویں آیت:- وَاللَّهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ (پچاس سورہ بقرہ آیت ۱۰۵) یعنی خدا جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت کے لئے مخصوص کر لیتا ہے۔ دیلمی نے حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ رحمت خدا سے مخصوص پیغمبر خدا اور آپ کے وصی صلوات اللہ علیہا مراد ہیں بیشک خدا نے سوار رحمتیں خلق کی ہیں نفاق سے رحمتوں کو محمد و آل محمد کے لئے جمع کر رکھا ہے اور ایک رحمت کو تمام موجودات پر پھیلا دیا ہے۔

گیارھویں آیت:- ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ (اور وَلَا تَمْنُوا مَا فَضَّلَ اللَّهُ بِهِ بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ) پہلی آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ یہ خدا کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ دوسری آیت کا ترجمہ خدا نے تم میں سے بعض کو بعض پر جو فضیلت دی ہے اس کی تمامت کرو۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ دونوں اہلبیت علیہم السلام کی شان میں نازل فرمائی ہے۔

بارھویں آیت:- وَلِيُشْكِرَ وَاللَّهُ مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ (یعنی خدا کو اس کی بزرگی کے ساتھ یاد کرو اس لئے کہ اس نے تمہاری ہدایت کی ہے تاکہ تم اس کا شکر ادا کرو۔ محاسن میں روایت کی ہے کہ شکر سے مراد اصول دین کی معرفت

یا ائمہ معصومین کی معرفت ہے۔

ایضاً اس آیت کی تفسیر میں لَا یَرْحَمُ الْعِبَادَ ۝ الْكَفَرُ دَانُ تَشْكُرُ ذَا یَرْحَمُ لَكَوُ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ خدا نے بندوں کے لئے کفر نہیں پسند کیا اگر تم اس کا شکر کرو تو وہ تمہارے لئے پسند کرتا ہے۔ فرمایا کہ کفر ائمہ اطہار کی مخالفت کرنا ہے اور شکر سے مراد ائمہ طاہرین کی ولایت اور ان کی معرفت ہے۔

تیرھویں آیت ۝ وَتَجْعَلُونَ سِرَازَکُمْ أَتَکُمُ تَکَلِّبُونَ تاویل الایات میں روایت کی ہے یعنی تم اس نعمت کا جو خدا نے تم کو محمد و آل محمد کے سبب عطا کی ہے۔ اور اس کے ساتھ تم پر منت رکھی ہے شکر یہ ادا کرتے ہو لیکن ان کے وصی علی بن ابی طالب کی تکذیب کرتے ہو۔ فَلَوْ لَا إِذَا بَلَغَتِ الْخُلُقُومَ ۚ وَأَنْتُمْ حِينًا تَنْظُرُونَ (سورہ واقفہ آیت ۸۳ و ۸۴) تو جب موت کے وقت جان بکھینے کر حلق تک آجاتی ہے اس وقت تم وصی رسول علی بن ابی طالب کی جانب دیکھتے ہو جو اپنے دوست کو بہشت کی اور اپنے دشمن کو جہنم کی خوشخبری دیتے ہیں وَتَحْنُ أَقْرَبُ إِلَیْهِ مِنْکُمْ اور میں امیر المومنین سے تم سے زیادہ نزدیک ہوتا ہوں وَلَیْکِنَّ لَا تُبْصِرُونَ لیکن تم نہیں جانتے اور نہ دیکھتے ہو۔ اُن خبروں (حدیثوں) کے بیان میں جن میں شمس و قمر و نجوم و برج وغیرہ کی تاویل ائمہ علیہم السلام سے وارد ہوئی ہے۔

اٹھارھویں فصل

علی بن ابراہیم نے سورہ رحمن کی آیتوں کی تاویل میں امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ امام نے فرمایا یعنی امیر المومنین علیہ السلام کو خدا نے ان تمام چیزوں کی تعلیم دیدی جس کی لوگوں کو ضرورت ہے اَلْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ یعنی وہ دو ملعون جو آفتاب و ماہتاب کے مخالف ہیں جانتے ہیں کہ عذاب الہی میں مبتلا ہونگے اَلنَّجْعُ وَالشَّجَرُ یَسْجُدَانِ یعنی نجم و شجر سجدہ یعنی عبادت خدا کرتے ہیں۔ نجم سے مراد جناب رسول خدا ہیں اور شاید اسی بنا پر شجرہ کا ائمہ علیہم السلام سے کنایہ ہے اَلسَّمَاءُ سَاقِعًا وَدَضَعَ الْیَبْرَانَ یعنی آسمان رسول خدا سے کنایہ ہے جن کو خدا معراج میں اوپر لے گیا۔ اور میزان کنایہ ہے امیر المومنین سے جو ترازوئے عدل ہیں جس کو خدا نے خلق کے لئے نصب فرمایا ہے اَلَا تَطْعَمُوْنَ اِیَّ الْیَبْرَانَ کہ ترازو کے بار میں سرکشی مت کرو یعنی امام کی نافرمانی مت کرو۔ وَاقِمُْوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ یعنی امام عادل

کی امامت پر قائم رہو۔ وَلَا تُخْسِرُوا الْيَمِينَ اَنْ یعنی امام کے حق کو کم مت کرو اور اس پر ظلم مت کرو۔

ایضاً بسند معتبر و موثق حضرت صادق سے قول حق تعالیٰ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَ رَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ یعنی دو مشرقوں اور دو مغربوں کا پروردگار ہے یعنی دو مشرقی کنایہ ہے رسول خدا و امیر المومنین علیہم السلام سے کہ انوار ربانی ان سے دنیا بارہوتا ہے اور دو مغرب کنایہ ہے حسن و حسین علیہم السلام سے کہ انوار جن میں جمع ہوتے ہیں۔ اسی طرح ہر امام ناطق ہے جس کا علم امام صامت میں پوشیدہ ہو جاتا ہے جو اس کے بعد ہونے والا امام ہے۔

تاویل الایات میں انہی حضرت سے قول حق تعالیٰ فَلَا أُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ کی تاویل میں روایت کی ہے یعنی میں مشرقوں اور مغربوں کے پروردگار کی قسم نہیں کھاتا فرمایا کہ مشرقوں سے مراد انبیاء ہیں اور مغربوں سے مراد اُن کے اوصیاء ہیں۔

علی بن ابراہیم نے انہی حضرت سے قول خدا وَالْمَشَارِقِ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الطَّارِقُ النَّجْمُ الثَّاقِبُ (سورہ طارق آیت ۱۷) کی تفسیر میں روایت کی ہے یعنی میں قسم کھاتا ہوں آسمان اور ستارہ کی جوشب کو ظاہر ہوتا ہے کیا تم کو معلوم ہے کہ طارق کیا ہے۔ وہ ایک بہت روشن ستارہ ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ سما اس مقام پر امیر المومنین سے کنایہ ہے اور طارق وہ روح القدس ہے جو ائمہ میں ہوتی ہے اور خدا کی جانب سے وہ علوم پہونچاتی ہے جوشب و روز میں حادث ہوتے ہیں۔ اور ان کو خطا و غلطی سے محفوظ رکھتی ہے اور ستارہ روشن کنایہ ہے جناب رسول خدا سے لے

ایضاً علی بن ابراہیم نے بسند معتبر تفسیر سورۃ وَالنَّجْمِ وَصَلُّهَا (پتہ سورہ شمس) میں حضرت صادق سے روایت کی ہے یعنی قسم ہے آفتاب اور اس کی روشنی کی جو دن چڑھے ہوتی ہے حضرت نے فرمایا کہ شمس کنایہ ہے رسول خدا سے جن کے سبب سے

۱۔ موقوف فرماتے ہیں کہ اس تاویل کی بنا پر شاید نجم الثاقب مجاز پر محمول ہو یعنی صاحب نجم ثاقب کیونکہ جب روح القدس اُن میں آنحضرت کے سبب سے بہم پہونچتی ہے تو مجاز پر محمول کیا ہو۔ ۱۲

خدا نے لوگوں کے لئے ان کے دین کو واضح کیا ۱۰ اَلْقَمِي ۱۱ اِذَا اَتَلْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۱۲ چاند کی قسم جو آفتاب کے پیچھے طلوع ہوتا ہے حضرت نے فرمایا مراد قر سے امیر المؤمنین ہیں جیسا کہ مانتا ہے کی روشنی آفتاب سے ہے اسی طرح اُن حضرت کے علوم رسول خدا سے حاصل ہوئے ہیں ۱۳ اَللّٰهُ سِرَ اِذَا اَجَلْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۱۴ قسم ہے دن کی جو سورج کو جلا دیتا ہے امام نے فرمایا کہ نہا سے مراد ذریت فاطمہ صلوات اللہ علیہا سے امام ہیں کہ جب ان سے دین رسول خدا کے بارے میں سوال کرتے ہیں تو وہ جلا دیتے ہیں اور اس کو سوال کرنے والے پر واضح کرتے ہیں ۱۵ اَلْقَمِي ۱۶ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۱۷ قسم ہے رات کی جو آفتاب کو پوشیدہ کر دیتی ہے حضرت نے فرمایا اس سے مراد امیر جو رہیں جنہوں نے خلافت کو آل رسول سے غصب کر لیا اور اس مجلس میں بیٹھے جس میں آل رسول سب سے بہتر موجود تھے اور دین رسول خدا کو ان لوگوں نے ظلم و جور کے ساتھ پوشیدہ کیا ۱۸ اَلْقَمِي ۱۹ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۲۰ قسم ہے نفس کی اور اس کی جس نے اس کو پیدا کیا اور درست کیا ۲۱ اَلْقَمِي ۲۲ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۲۳ ان کو حق و باطل میں تمیز کرنے کا الہام کیا ہے ۲۴ اَلْقَمِي ۲۵ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۲۶ اس نے نجات پائی جس کو خدا نے پاکیزہ قرار دیا ۲۷ اَلْقَمِي ۲۸ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۲۹ اور نامید وہ ہوا جس کا نفس خدا نے اس کی جہالت و فسق کے سبب پوشیدہ کیا ۳۰ اَلْقَمِي ۳۱ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۳۲ ثمود بطغوا تھا یعنی ثمود کے قبیلہ نے اپنی سرکشی کے باعث تکذیب کی امام نے فرمایا کہ ثمود سے مراد شیعوں کا وہ گروہ ہے جو مذہب حقہ امامیہ کے خلاف ہیں جیسے زید یہ وغیرہ چنانچہ دوسری جگہ فرمایا ہے ۳۳ اَلْقَمِي ۳۴ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۳۵ اَلْقَمِي ۳۶ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۳۷ اَلْقَمِي ۳۸ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۳۹ اَلْقَمِي ۴۰ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۴۱ اَلْقَمِي ۴۲ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۴۳ اَلْقَمِي ۴۴ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۴۵ اَلْقَمِي ۴۶ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۴۷ اَلْقَمِي ۴۸ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۴۹ اَلْقَمِي ۵۰ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۵۱ اَلْقَمِي ۵۲ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۵۳ اَلْقَمِي ۵۴ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۵۵ اَلْقَمِي ۵۶ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۵۷ اَلْقَمِي ۵۸ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۵۹ اَلْقَمِي ۶۰ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۶۱ اَلْقَمِي ۶۲ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۶۳ اَلْقَمِي ۶۴ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۶۵ اَلْقَمِي ۶۶ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۶۷ اَلْقَمِي ۶۸ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۶۹ اَلْقَمِي ۷۰ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۷۱ اَلْقَمِي ۷۲ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۷۳ اَلْقَمِي ۷۴ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۷۵ اَلْقَمِي ۷۶ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۷۷ اَلْقَمِي ۷۸ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۷۹ اَلْقَمِي ۸۰ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۸۱ اَلْقَمِي ۸۲ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۸۳ اَلْقَمِي ۸۴ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۸۵ اَلْقَمِي ۸۶ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۸۷ اَلْقَمِي ۸۸ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۸۹ اَلْقَمِي ۹۰ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۹۱ اَلْقَمِي ۹۲ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۹۳ اَلْقَمِي ۹۴ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۹۵ اَلْقَمِي ۹۶ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۹۷ اَلْقَمِي ۹۸ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۹۹ اَلْقَمِي ۱۰۰ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۱۰۱ اَلْقَمِي ۱۰۲ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۱۰۳ اَلْقَمِي ۱۰۴ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۱۰۵ اَلْقَمِي ۱۰۶ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۱۰۷ اَلْقَمِي ۱۰۸ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۱۰۹ اَلْقَمِي ۱۱۰ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۱۱۱ اَلْقَمِي ۱۱۲ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۱۱۳ اَلْقَمِي ۱۱۴ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۱۱۵ اَلْقَمِي ۱۱۶ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۱۱۷ اَلْقَمِي ۱۱۸ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۱۱۹ اَلْقَمِي ۱۲۰ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۱۲۱ اَلْقَمِي ۱۲۲ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۱۲۳ اَلْقَمِي ۱۲۴ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۱۲۵ اَلْقَمِي ۱۲۶ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۱۲۷ اَلْقَمِي ۱۲۸ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۱۲۹ اَلْقَمِي ۱۳۰ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۱۳۱ اَلْقَمِي ۱۳۲ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۱۳۳ اَلْقَمِي ۱۳۴ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۱۳۵ اَلْقَمِي ۱۳۶ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۱۳۷ اَلْقَمِي ۱۳۸ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۱۳۹ اَلْقَمِي ۱۴۰ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۱۴۱ اَلْقَمِي ۱۴۲ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۱۴۳ اَلْقَمِي ۱۴۴ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۱۴۵ اَلْقَمِي ۱۴۶ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۱۴۷ اَلْقَمِي ۱۴۸ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۱۴۹ اَلْقَمِي ۱۵۰ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۱۵۱ اَلْقَمِي ۱۵۲ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۱۵۳ اَلْقَمِي ۱۵۴ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۱۵۵ اَلْقَمِي ۱۵۶ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۱۵۷ اَلْقَمِي ۱۵۸ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۱۵۹ اَلْقَمِي ۱۶۰ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۱۶۱ اَلْقَمِي ۱۶۲ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۱۶۳ اَلْقَمِي ۱۶۴ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۱۶۵ اَلْقَمِي ۱۶۶ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۱۶۷ اَلْقَمِي ۱۶۸ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۱۶۹ اَلْقَمِي ۱۷۰ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۱۷۱ اَلْقَمِي ۱۷۲ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۱۷۳ اَلْقَمِي ۱۷۴ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۱۷۵ اَلْقَمِي ۱۷۶ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۱۷۷ اَلْقَمِي ۱۷۸ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۱۷۹ اَلْقَمِي ۱۸۰ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۱۸۱ اَلْقَمِي ۱۸۲ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۱۸۳ اَلْقَمِي ۱۸۴ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۱۸۵ اَلْقَمِي ۱۸۶ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۱۸۷ اَلْقَمِي ۱۸۸ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۱۸۹ اَلْقَمِي ۱۹۰ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۱۹۱ اَلْقَمِي ۱۹۲ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۱۹۳ اَلْقَمِي ۱۹۴ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۱۹۵ اَلْقَمِي ۱۹۶ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۱۹۷ اَلْقَمِي ۱۹۸ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۱۹۹ اَلْقَمِي ۲۰۰ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۲۰۱ اَلْقَمِي ۲۰۲ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۲۰۳ اَلْقَمِي ۲۰۴ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۲۰۵ اَلْقَمِي ۲۰۶ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۲۰۷ اَلْقَمِي ۲۰۸ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۲۰۹ اَلْقَمِي ۲۱۰ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۲۱۱ اَلْقَمِي ۲۱۲ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۲۱۳ اَلْقَمِي ۲۱۴ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۲۱۵ اَلْقَمِي ۲۱۶ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۲۱۷ اَلْقَمِي ۲۱۸ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۲۱۹ اَلْقَمِي ۲۲۰ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۲۲۱ اَلْقَمِي ۲۲۲ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۲۲۳ اَلْقَمِي ۲۲۴ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۲۲۵ اَلْقَمِي ۲۲۶ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۲۲۷ اَلْقَمِي ۲۲۸ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۲۲۹ اَلْقَمِي ۲۳۰ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۲۳۱ اَلْقَمِي ۲۳۲ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۲۳۳ اَلْقَمِي ۲۳۴ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۲۳۵ اَلْقَمِي ۲۳۶ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۲۳۷ اَلْقَمِي ۲۳۸ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۲۳۹ اَلْقَمِي ۲۴۰ اِذَا اَيَّسْتُمْ لَهَا يَسْنِي ۲۴۱ اَلْقَمِي ۲۴۲

فَكَذَّبُوهُ فَعَقَرُوْهُ هَآذَا مَدَامَ عَلَيْهِمْ تَهْتُوْبٌ يَّأْتِيهِمْ فَسَوَّيْهَا يَٰعِصِي بَشَرِ
 انہوں نے پیغمبر کی تکذیب کی اور ناقہ صالح کو پے کر دیا تو خدا نے ان کے گناہ کے سبب
 ان کو عذاب سے ڈھک دیا اور ان کو گھیر لیا اور سب کو ہلاک کر دیا اور مٹا دیا فرمایا اس
 سے مراد رجعت میں ان کا عذاب ہے وَ لَا يَخَافُ عُقْبَتَهَا یعنی امام رجعت میں ان کا واپس
 سے جو دنیا میں واقع ہوئے ہیں نہیں خوف کرے گا لہ

معانی الاخبار میں بہت سی سندوں کے ساتھ جابر بن عبد اللہ انصاری، انس بن مالک
 ابو ایوب انصاری سے روایت ہے کہ ایک روز حضرت رسالت نے ہمارے ساتھ
 صبح کی نماز ادا کی جب فجر ہوئے تو روئے مبارک ہماری طرف پھیرا اور فرمایا کہ
 اے گروہ مردم پیروی کرو آفتاب کی۔ جب آفتاب پوشیدہ ہو جائے تو چاند سے
 فائدہ اٹھاؤ اور اس کی پیروی کرو اور جب چاند چھپ جائے تو زہرہ کی پیروی کرو جب
 زہرہ پوشیدہ ہو جائے تو فرقہ ان دو ستاروں کی پیروی کرو۔ لوگوں نے اس کلام کی
 تشریح چاہی تو فرمایا کہ میں آفتاب ہوں میرا بھائی علیؑ میرا وصی اور تدبیر ہے اور میرا
 قمر من ادا کرنے والا ہے اور میرے بیٹوں کا باپ ہے اور میرے اہل میں میرا جانشین

لے مولف فرماتے ہیں کہ جو تاویلیں ان احادیث میں وارد ہوئی ہیں وہ بڑی گہری اور خفی ہیں اور اسی پر مبنی ہیں
 جو مذکور ہوئیں کہ خداوند عالم نے جن قصوں کا قرآن میں ذکر کیا ہے اس امت کے ڈرانے کے لئے ہیں یا
 عمل صالح کی ترغیب کے لئے ایضاً معلوم ہوا کہ جو کچھ سابقہ امتوں میں گذرا ہے اس کی نظیر اس امت میں بھی
 واقع ہوگی۔ لہذا جس طرح خداوند عالم نے ناقہ کو قوم صالح کے لئے بھیجا تاکہ ایک نشانی اور ایک معجزہ
 ان کے لئے ہو اور اس کے دودھ سے فائدہ اٹھائیں لیکن ان لوگوں نے کفران نعمت کیا اور ناقہ کو پے
 کر دیا اور اپنے کو دنیا و عقبیٰ کی نعمتوں سے محروم کیا۔ اسی طرح خدا نے امیر المومنینؑ اور تمام اماموں کو
 اس امت کے لئے مقرر فرمایا تاکہ پیغمبر کی حقیقت پر معجزہ اور خلق میں خدا کی نشانیاں ہوں تو دنیا والے
 ان کے برکات سے محروم ہوئے اور خدا کے غضب میں گرفتار ہوئے۔ چنانچہ حدیث میں وارد ہوا
 ہے کہ امیر المومنین ناقہ اللہ ہیں اور باسانید متواترہ منقول ہے کہ ان حضرت کا قاتل ناقہ صالح کے پے
 کرنے والے کے مثل ہے اور اگلے لوگوں میں شقی ترین مردم ناقہ کا پے کرے گا اور پچھلے لوگوں میں
 ان حضرت کا قاتل ہے۔ اگر اس تحقیق کو تم درست سمجھو تو بہت سی مشکل حدیثوں کو سمجھ سکتے ہو۔ ۱۲

ہے وہ ماہتاب ہے اور فاطمہ زہرہ ہیں اور حسن و حسین علیہم السلام فرقدان ہیں۔ اور فرمایا کہ خدا نے ہم کو خلق فرمایا اور آسمان کے ستاروں کے مانند قرار دیا ہے۔ جب کوئی ستارہ غروب ہوتا ہے تو اس کی جگہ پر دوسرا ستارہ طلوع ہو جاتا ہے اسی طرح میری عمرت و اہلبیت ہیں جو قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن ان کے ساتھ ہے یہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچیں۔

ابن مہیار نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول نے فرمایا کہ تمہارے درمیان میری مثال آفتاب کی سی ہے اور علی کی مثال ماہتاب کے مانند ہے۔ جب آفتاب غروب ہو جاتا ہے تو ماہتاب سے لوگ ہدایت پاتے ہیں۔ ایضاً روایت کی ہے کہ حارث اعور نے امام حسین علیہ السلام سے وَالشَّمْسُ وَصَاحِبُهَا کی تفسیر پوچھی فرمایا کہ شمس سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں وَالْقَمَرُ إِذَا تَلَّهَا قُرْآنُكُمْ امیر المؤمنین ہیں جو کمالات میں رسول خدا کے تالی یعنی ان کے بعد ہیں۔ وَالْقَمَرُ إِذَا أَجْلَھَا سے مراد قائم آل محمد ہیں جو زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَاهَا سے مراد بنی امیہ ہیں۔ اور ابن عباس نے روایت کی ہے کہ رسول خدا نے فرمایا کہ خدا نے مجھے پیغمبری کے ساتھ بھیجا میں نے بنی امیہ کے پاس آکر کہا میں تمہاری طرف خدا کا رسول ہوں۔ ان سب نے کہا آپ جھوٹ کہتے ہیں۔ (معاذ اللہ) آپ خدا کے رسول نہیں ہیں۔ اس کے بعد میں بنی ہاشم کے پاس گیا اور کہا میں تمہاری جانب خدا کا رسول ہوں یہ سُننے ہی علی بن ابیطالب نے ظاہر و پوشیدہ طور سے میری تصدیق کی اور ابوطالب نے ظاہری طور سے میری حمایت کی اور پوشیدہ طور سے مجھ پر ایمان لائے پھر خدا نے جبریلؑ کو بھیجا انھوں نے اپنا علم بنی ہاشم میں نصب کیا۔ اور شیطان نے اپنا علم بنی امیہ کے درمیان گاڑا اس لئے ہمیشہ وہ ہمارے دشمن ہیں اور ہمیشہ دشمن رہیں گے اور ان کے ماننے والے قیامت تک ہمارے شیعوں کے دشمن رہیں گے۔ وَالْقَمَرُ إِذَا أَجْلَھَا یعنی ہم اہلبیت میں سے ائمہ آخر زمانہ میں زمین کے مالک ہوں گے اور زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے جو شخص ان کی مدد کرے گا اس شخص کے مانند ہے جس نے فرعون کے مقابلہ میں موسیٰؑ کی مدد کی اور جو شخص بنی امیہ کی مدد

کرے گا ایسا ہے جیسے اس نے موسیٰؑ کے مقابلہ میں فرعون کی مدد کی۔
 علیٰ ابراہیم نے قول خداوند عالم **وَالتَّجْوِیٰ اِذَا هُوَ یُؤْتِ**
 خدا ہیں کہ خدا نے ان کی قسم اس وقت کھائی جب وہ حضرت معراج میں اُپر جا رہے تھے
 کلینی نے روایت کی ہے کہ علی بن ابراہیم نے قبر محمدؐ کی قسم کھائی جبکہ وہ دنیا سے رخصت
 ہوئے۔

ابن بابویہ نے امالی میں حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جب جناب رسول خداؐ
 علیل ہوئے حضرت کے پاس آپ کے اہلبیتؑ اور اصحاب جمع ہوئے۔ اور کہا کہ آپ کو
 مرض موت لاحق ہوا ہے ہم میں آپ کا خلیفہ کون ہوگا۔ حضرت نے کوئی جواب نہ دیا۔ دوسرے
 دن پھر جمع ہوئے اور یہی سوال کیا۔ حضرت نے کوئی جواب نہ دیا۔ تیسرے روز پھر اسی طرح
 جمع ہو کر سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ کل آسمان سے ایک ستارہ میرے ایک اصحاب
 کے گھر میں نازل ہوگا وہی میرا خلیفہ اور جانشین ہوگا جو تھے روز تمام اصحاب اپنے اپنے
 حجرہ میں بیٹھے ستارہ کے نازل ہونے کا انتظار کر رہے تھے کہ ناگاہ ایک ستارہ آسمان
 سے جدا ہوا کہ تمام عالم روشن ہو گیا اور امیر المومنینؑ کی گود میں آ گیا۔ یہ دیکھ کر منافقین
 کہنے لگے کہ یہ شخص اپنے چچا زاد بھائی کی محبت میں گمراہ ہو گیا ہے۔ (معاذ اللہ) جو کچھ کہتا
 ہے اپنی خواہش سے کہتا ہے اس وقت یہ آیتیں نازل ہوئیں **وَالتَّجْوِیٰ اِذَا هُوَ یُؤْتِ**
 کی قسم جبکہ وہ نیچے آیا **مَا صَلَّ صَلَّ صَاحِبُکُمْ وَمَا عَوَى تَهَارَا سَاحَتِی (محمدؐ) گمراہ نہیں ہوا**
 اور نہ خطا کی۔ **وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ** وہ اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتا **اِنْ هُوَ**
اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی جو کچھ کہتا ہے وہ وحی ہوتی ہے جو اس کی طرف بھیجی جاتی ہے۔

ابن مہیار نے روایت کی ہے کہ ابن کو اس نے امیر المومنینؑ سے اس قول خدا **فَلَا أَقِیْمُ**
بِالْخُنُیْسِ الْجَوَارِ الْکُنُیْسِ رپٹا سورہ تکویر آیت ۱۸ تا ۱۵ کی تفسیر دریافت کی یعنی میں اُن ستاروں کی قسم
 نہیں کھاتا ہوں یا کھاتا ہوں جو رجوع کرنے والے پیچھے ہٹنے والے اور غروب ہونے
 والے ہیں۔ جناب امیرؑ نے فرمایا کہ خُسن وہ گروہ ہیں جو علم اور صیائے پیغمبرؐ کو پھلتے ہیں اور
 دوسروں کی موت کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے ہیں۔ اور جوار وہ فرشتے ہیں جو علم کے
 ساتھ رسول خداؐ پر نازل ہوتے ہیں اور کُنُسن پیغمبرؐ کے اوصیا ہیں جو ان کے علم کو سمیٹ کر جمع کرتے
 ہیں **وَ الْکَلِیْلِ اِذَا عَسَعَسَ** فرمایا کہ اس سے مراد شب کی تاریکی ہے یہ خدا نے مثال دی

جناب رسول خداؐ کا ارشاد کہ جس نے کُنُسن سے ستارہ اتر لیا گا۔ وہ دنیا میں پیغمبر ہے۔

ہے اس شخص کی جو اپنے لئے ناحق دعوائے امامت کرتا ہو۔ وَالصُّبْحِ إِذْ اَنْتَفَسَ فَرَمَا یَا کہ یہ علم اوصیاء سے کنایہ ہے جن کا علم آفتاب سے زیادہ روشن اور واضح ہے۔ اور خُشْن کی تفسیر میں بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں کہ اس سے مراد وہ امام ہے جو اپنے لوگوں سے پوشیدہ ہو کر پھر مثل شہاب کے ظاہر ہوتا ہے جو تاریک رات میں چمکتا ہے خداوند عالم فرماتا ہے۔ عَلَامَاتٍ بِالتَّجْوَدِ هُمْ يَهْتَدُونَ مفسروں نے کہا ہے کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ لوگوں کے لئے زمین میں مثل پہاڑ وغیرہ کے چند علامتیں مقرر کی ہیں جن سے راستہ معلوم کرتے ہیں اور ستاروں سے اندھیری راتوں کو ہدایت پاتے ہیں یا ستارہ جدی سے قبلہ کی سمت کا پتہ لگاتے ہیں اور کلینی، علی ابن ابراہیم، عیاشی اور شیخ طوسی نے مجالس میں اور ابن شہر آشوب نے مناقب میں اور شیخ طبری اور دوسرے محدثین نے بہت سی حدیثوں میں حضرت باقر و صادق و امام رضا علیہم السلام سے روایت کی ہے کہ علامات ائمہ معصومین علیہم السلام ہیں جو دین کے راستے اور نشانات ہیں اور نجم جناب رسول خدا ہیں اور اکثر حدیثوں کا ظاہر یہ ہے کہ نجم اور یہتدوں کی منہیں علامات کی راجع ہیں یعنی ائمہ جناب رسول خدا ص سے ہدایت پاتے ہیں۔ اور عیاشی نے حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ آیت کا ظاہر و باطن ہے ظاہر کے یہ معنی ہیں کہ ستارہ جدی سے دریا و صحرا میں قبلہ کی سمت کی طرف ہدایت پاتے ہیں کیونکہ وہ ستارہ اپنی جگہ سے حرکت نہیں کرتا اور پوشیدہ نہیں ہوتا۔ آیت کے باطنی معنی یہ ہیں کہ ائمہ علیہم السلام رسول خدا ص سے ہدایت پاتے ہیں اور بعض روایت میں ہے کہ نجم جناب امیر ہیں۔ اور امام رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ جناب رسول خدا ص نے امیر المومنین سے فرمایا کہ یا علی تم ہی بنی ہاشم کے نجم ہو۔ اور جناب رسول خدا ص نے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ نے ستاروں کو اہل آسمان کے لئے امان قرار دیا ہے اور میرے اہلبیت کو امان اہل زمین بنایا ہے۔

۱۹۔ **فصل** اس بیان میں کہ وہی حضرات جبل اللعڑۃ اور عڑۃ الوثقی اور مثل ان کے ہیں۔ اس بارے میں آیتیں کثرت سے ہیں۔

پہلی آیت۔ فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ یعنی جس شخص نے طاغوت (شیاطین) سے انکار کیا اور خدا پر ایمان لایا تو اس نے بیشک مضبوط رسی پکڑ لی جو ٹوٹنے والی نہیں ہے۔

اور خدا بڑا سننے والا اور جاننے والا ہے واضح ہو کہ طاعوت شیطان، بت اور ہر وہ معبود ہے جو خدا کے علاوہ ہو اور ہر باطل پیشوا۔ بہت سی حدیثوں میں ائمہ نے اس کی تعبیر خلفائے جور اور دشمنان دین سے کی ہے خواہ وہ جبت یا طاعوت یا عزلی ہوں اور منافق اول و دوم کا دو صنم تشریش نام رکھا ہے۔ را اور حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ خدا کی کتاب میں ہمارے دشمن کو فشا، منکر، اوثان، جبت اور طاعوت کہا گیا ہے۔ کیلینی نے بسند موثق حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ عروۃ الوثقیٰ مراد ایمان ہے اور سند صحیح سے دوسری روایت کی ہے کہ عروۃ الوثقیٰ خدائے یکتا پر ایمان لانا ہے جس کا کوئی شریک و ہم نہیں۔ بسند معتبر محاسن میں ابنی حضرت سے روایت ہے کہ عروۃ الوثقیٰ مراد توحید ہے اور ابن شہر آشوب نے بسند معتبر حضرت امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ عروۃ الوثقیٰ ہم اہلبیت کی محبت ہے اور عجول اخبار الرضا میں ابنی حضرت سے روایت ہے کہ جناب رسول خدائے فرمایا کہ جو شخص چاہے کہ کشتی نجات میں سوار ہو اور عروۃ الوثقیٰ سے متمسک ہو اور جبل المتین خدا کو پکڑ لے تو اس کو چاہے کہ میرے بعد علی سے دوستی اور اس کے دشمنوں سے دشمنی رکھے اور اس کی اولاد میں سے ہدایت کرنے والے اماموں کی پیروی کرے۔

ایضاً بسند ہائے معتبر ابنی حضرت سے روایت کی ہے کہ رسول خدائے فرمایا کہ جو شخص یہ چاہے کہ عروۃ الوثقیٰ کو پکڑ لے اس کو چاہے کہ علی اور میرے اہلبیت سے محبت کرے۔ ایضاً روایت کی ہے کہ جناب رسول خدائے فرمایا کہ جو شخص فردمان حسین کے اماموں کی اطاعت کرے تو بلاشبہ اس نے خدا کی اطاعت کی اور جو شخص ان کی نافرمانی کرے تو اس نے خدا کی نافرمانی کی۔ وہ عروۃ الوثقیٰ ہیں اور وہ خدا تک پہنچنے کے لئے بندوں کا وسیلہ ہیں۔ بسند دیگر روایت کی ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے مامون کے لئے محض اسلام و شرائع دین تحریر فرمایا۔ اُس نوشتہ میں یہ بھی تحریر فرمایا تھا کہ حجت خدا سے زمین خالی نہیں رہتی اور وہ قیامت تک عروۃ الوثقیٰ اور ائمہ ہدیٰ اور دنیا والوں پر حجت خدا ہیں۔ اور کتاب توحید میں روایت کی ہے کہ حضرت امیر المؤمنین نے فرمایا کہ میں جبل اللہ المتین ہوں اور میں عروۃ الوثقیٰ ہوں۔ اور کمال الدین میں روایت کی ہے کہ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم خلق میں جتہائے خدا ہیں اور کلمہ تقویٰ

۲۸۵
۲۸۶
۲۸۷

اور عرودۃ الوثقیٰ ہیں اور کتاب معانی الاخبار میں حضرت رسول خدا سے روایت کی ہے کہ جو عرودۃ الوثقیٰ سے متمسک ہونا چاہئے جو کبھی نہیں ٹوٹنے والی ہے اس کو چاہئے کہ میرے بھائی اور میرے وصی علی بن ابیطالب کی ولایت سے متمسک ہو۔ بلاشبہ وہ ہلاک نہ ہوگا جو اس کو دوست رکھے اور اس کی امامت کا اعتقاد رکھے۔ اور نجات نہیں پائے گا جو اس سے دشمنی رکھے۔ اور کتاب تاویل الآیات میں امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے جناب رسول خدا نے فرمایا کہ جو شخص عرودۃ الوثقیٰ کو پکڑنا چاہے اس کو چاہئے کہ ولایت علی بن ابیطالب سے متمسک ہو۔ دوسری روایت کے مطابق چاہئے کہ وہ ہمارے اہلبیت سے متمسک ہو۔ اور دوسری روایت کے مطابق زید بن علی سے روایت کی ہے کہ عرودۃ محکم محبت آل محمد علیہم السلام ہے۔

دوسری آیت :- وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا۔

تیسری آیت :- ضَرَبَتْ عَلَيْهِمُ الدَّلَّةُ أَيَّمَا تُقِفُوا إِلَّا بِحَبْلِ مِّنَ اللَّهِ۔

دوسری آیت کا ترجمہ :- سب کے سب مل کر خدا کی رسی کو مل کر مضبوط پکڑ لو اور متفرق نہ ہو۔

تیسری آیت کا ترجمہ :- ان پر ذلت و غواری کی مار پڑی سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے خدا اور انسانوں کی رسی مضبوط پکڑ لی۔ اکثر محدثین نے کہا ہے یعنی خدا کے اور لوگوں کے عہد پر جو لوگ باقی رہے وہ محفوظ ہیں عیاشی نے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے قول خدا وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا کی تفسیر دریافت کی آپ نے فرمایا علی بن ابی طالب حبل اللہ المتین ہیں یعنی خدا کی مضبوط رسی ہیں۔ بسند معتبر دیگر امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ آل محمد علیہم السلام خدا کی رسی ہیں جن کو مضبوط پکڑنے کا اس آیت میں خدا نے حکم دیا ہے۔ اور حضرت صادق سے بھی روایت کی ہے آپ فرماتے ہیں کہ ہم حبل خدا ہیں۔ اور علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ حبل اللہ سے مراد توحید خدا اور ولایت اہلبیت علیہم السلام ہے۔

ایضاً حضرت باقر سے قول خدا تَعَالَىٰ وَلَا تَفَرَّقُوا کی تفسیر میں روایت کی ہے ۔

حضرت نے فرمایا کہ خداوند عالم جانتا تھا کہ اس امت کے لوگ اپنے پیغمبر سے متفرق ہوں گے اور ان سے اختلاف کریں گے تو ان کو متفرق ہونے سے ممانعت کی جس طرح کہ اس جماعت کو ممانعت فرمائی تھی جو ان سے پہلے تھے۔ لہذا حکم دیا ان کو کہ ولایت محمد و آل محمد پر متحد رہیں اور متفرق نہ ہوں۔ اور عیاشی نے حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ جب خدا کتاب خدا ہے اور جبل ناس علی بن ابی طالب ہیں۔ اور مجالس میں شیخ طوسی نے اور مناقب میں ابن شہر آشوب نے حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ ہم جبل اللہ ہیں۔

بیشویں فصل حکمت اور اولی الثغی کی تفسیر آئمہ طاہرین کے ساتھ۔

علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ حضرت صادق سے قول خدا لَقَدْ اَتَيْنَا لُقْمَانَ الْحِكْمَةَ کی تفسیر دریافت کی گئی یعنی ہم نے لقمان کو حکمت عطا کی حضرت نے فرمایا کہ حکمت سے مراد امام زمانہ کا پہچانا ہے۔ محاسن برقی اور کافی اور تفسیر عیاشی میں بسند صحیح حضرت صادق سے اس قول خدا کی تفسیر میں روایت کی ہے۔ وَ مَنْ يُؤْتِ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا یعنی جس کو حکمت عطا کی گئی اس کو خیر کثیر دیا گیا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ حکمت سے مراد خدا کی عبادت اور امام کا پہچانا ہے۔ اور عیاشی نے بسند دیگر امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حکمت سے مراد اصول دین کی معرفت ہے اور مسائل دین میں جو فقیہ و دانائے وہ حکیم ہے۔

بصائر الدرجات اور تفسیر ابن مہیار اور مناقب ابن شہر آشوب میں بسند معتبر روایت کی ہے کہ حضرت صادق علیہ السلام سے اس قول خدا کی تفسیر دریافت کی۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَاتٍ لِّاُولِيْ الْاَلْبَابِ یعنی بیشک زمین۔ راستوں اور مہاروں کے پیدا کرنے اور بارش بھیجنے اور درختوں کے اگانے یا کافروں کے شہر کے شہر کے ہلاک ہونے میں جو خدا اور اس کے پیغمبروں کے منکر تھے سمجھداروں کے لئے چمن نشانیوں ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ خدا نے اپنے رسول کو جو کچھ اُن کے بعد ہوگا سب کی خبر دیدی تھی کہ ابوبکر کا خلافت حاصل کرنا ان کے بعد عمر و عثمان اور تمام بنی امیہ کا خلافت کا دعویٰ کرنا پھر ان تمام امور کی رسول خدا نے علی کو اطلاع دیے

دی اور وہ تمام امور اُسی طرح واقع ہوئے جس طرح خدا نے رسول کو اور رسولؐ نے علیؑ کو خبر دے دی تھی اور یہ تمام خبر علیؑ سے ہم تک پہنچی جو کچھ بنی امیہ کی بادشاہی کے بارے میں ہونے والا تھا۔ تو یہ ہے اس آیت کے معنی جس کا ذکر خدا نے کیا کہ **إِنِّي ذُلْتُ لَكَ وَلِيَّيَ الْهَيْهَاتَ لِهَذَا هِمٌّ** اولیٰ ہی ہیں کیونکہ ان سب کا علم ہم تک پہنچا ہوا ہے اور ہم نے خدا کی اطاعت کے لئے صبر کیا اور اس کی قضا پر راضی ہو گئے۔ تو ہم خدا کی مخلوق میں اس کے حکم پر قائم رہنے والے ہیں اور اس کے دین کے خزانہ دار ہیں اور اس کے دین و علم کی حفاظت کرنے والے اور اپنے دشمنوں سے پوشیدہ رکھنے والے ہیں جس طرح کہ رسول خدا نے پوشیدہ رکھا یہاں تک کہ خدا نے مکہ سے مدینہ کی جانب ان کو ہجرت کی اور مشرکوں سے جہاد کرنے کی اجازت دی۔ الغرض ہم آنحضرتؐ کے طریقہ پر ہیں اور دین کو پنہاں رکھتے ہیں یہاں تک کہ خدا ہم کو اجازت دے تو ہم اس کے دین کی تلوار کے ذریعہ سے اشاعت کریں اور لوگوں کو اس کی جانب بلائیں۔ اس وقت ہم آخر کار شمشیر زنی کریں گے جس طرح رسول اللہؐ نے ابتداء میں حکم خدا پہنچانے کے بعد شمشیر زنی کی تھی۔

اس ذکر میں کہ صافون مسجون، صاحب مقام معلوم، عرش کے حامل اور سفرہ کرام برزہ ائمہ معصومین ہیں۔

اکبسیوں فصل

حق تعالیٰ فرشتوں کی شان میں فرماتا ہے **وَمَا مِثْلًا إِلَّا لَهُ مَقَامٌ مَّعْلُومٌ** اِنَّا لَنَعْنُ الصَّاقُونَ وَ اِنَّا لَنَعْنُ الْمُسْتَعُونَ۔ مفسروں نے کہا ہے کہ فرشتے کہتے ہیں کہ ہم میں سے کوئی ایسا نہیں جس کے لئے اس کی عبادت کا جانا ہوا مقام معین نہ ہو۔ بیشک ہم تسبیح کرنے والے ہیں۔

علی بن ابراہیم و ابن شہر آشوب اور فرات نے سند ہامغیر حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ یہ آیت **وَمَا مِثْلًا إِلَّا لَهُ مَقَامٌ مَّعْلُومٌ** آل محمد علیہم السلام میں سے ائمہ اور اوصیا کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ ایضاً تفسیر علی بن ابراہیم ہیں دوسری معتبر سند سے انہی حضرت سے روایت کی ہے آپؐ نے فرمایا کہ ہم پیغمبری کے درخت اور رسالت کے معدن اور فرشتوں کی آمد و رفت کے محل و مقام ہیں اور ہم ہیں خدا کا عہد یعنی امام خدا نے ہمارے لئے لوگوں سے عہد لیا ہے اور ہم ہیں خدا کے معین

کئے ہوئے امام اور ہم ہیں خدا کی موت یعنی ہماری محبت خدا کی محبت ہے اور ہم ہیں خدا کی محبت۔ ہم چند نور تھے جو عرش خدا کے گرد صف باندھے ہوئے اس کی تسبیح کرتے تھے۔ اہل آسمان نے ہمارے سبب سے تسبیح کی۔ یہاں تک کہ ہم زمین پر بھیجے گئے تو ہم نے خدا کی پاکیزگی بیان کی تو اہل زمین نے ہم سے تسبیح و تہلیل نہ کرنا سیکھا۔ ہم صافون اور سجون ہیں جو خدا نے فرمایا ہے تو جس نے ہمارے عہد کو پورا کیا تو بلاشبہ اس نے عہد خدا کو پورا کیا اور جس نے ہمارے عہد کو توڑا تو بیشک اس نے خدا کے عہد کو توڑا۔

ابن ماریار نے بسند معتبر حضرت امیر المومنین سے روایت کی ہے کہ آپ نے بعض خطبوں میں فرمایا کہ ہم آل محمد ہیں ہم عرش کے گرد چند نور تھے خدا نے ہم کو تسبیح کرنے کا حکم دیا تو ہم نے تسبیح کی۔ اور فرشتوں نے ہماری تسبیح سے تسبیح کی پھر خدا نے ہم کو زمین پر بھیجا اور تسبیح کا حکم تو ہم نے تسبیح کی تو اہل زمین نے ہماری تسبیح سے تسبیح کی۔ لہذا ہم صافون ہیں اور ہم ہی سجون ہیں۔ ایسا روایت کی کہ ابن عباس سے اسی مذکورہ آیت کی تفسیر پوچھی گئی انہوں نے کہا کہ ہم جناب رسول اللہ کی خدمت میں حاضر تھے کہ امیر المومنین تشریف لائے۔ جب آنحضرت کی نظر ان حضرت پر پڑی آپ مسکرائے اور فرمایا کیا کہنا ہے اس شخص کا جس کو خدا نے آدم سے چالیس ہزار سال پہلے پیدا کیا ہے۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے رسول خدا سے عرض کی کہ کیا بیٹا باپ سے پہلے تھا فرمایا ہاں خدا نے مجھ کو اور علیؑ کو تمام انبیاء سے پہلے خلق فرمایا اس کے بعد تمام چیزوں کو پیدا کیا۔ اور تمام چیزیں تاریک تھیں۔ انبیاء کا نور میرے اور علیؑ کے نور سے تھا۔ پھر خدا نے ہم کو عرش کی جانب جگہ دی۔ پھر فرشتوں کو خلق کیا۔ ہم تسبیح و تہلیل کہتے تھے۔ ہم نے خدا کی تہلیل کی اور اس کی یکتائی کا اقرار کیا تو فرشتوں نے تہلیل کی۔ ہم نے خدا کی تکبیر کی تو فرشتوں نے تکبیر کی اور یہ سب میری اور علیؑ کی تعلیم کے ذریعہ ہوا اور خدا کے علم میں پہلے ہی سے ہے میرا اور علیؑ کا دوست جہنم میں نہ جائے گا۔ اور دشمن جنت میں داخل نہ ہوگا۔ بیشک خدا نے چند فرشتے خلق فرمائے جن کے ہاتھوں میں چاندی کی صراحیاں ہیں جن میں جنت کا آب حیات بھرا ہوا ہے۔ شیعیان علیؑ میں کوئی شیئہ نہیں مگر یہ کہ اس کے باپ ماں پاکیزہ اور پرہیزگار ہیں اور برگزیدہ اور خدا پر ایمان رکھنے والے ہوتے ہیں۔ جب ان میں سے کوئی اپنے

اہل سے مقاربت کرنا چاہتا ہے ان فرشتوں میں سے ایک فرشتہ جن کے ہاتھوں میں بہشت کے پانی کی صراحیاں ہوتی ہیں اس پانی کا ایک قطرہ اس کو پلا دیتا ہے تو اس سے اس کے دل میں ایمان اُگتا ہے جس طرح کھیتی اُگتی ہے۔ اس لئے وہ خدا کی جانب سے اس کے رسول کی جانب سے اس کے وصی علی بن ابیطالب کی جانب سے میری دستر قاطمہ برہر کی جانب سے اس کے فرزند حسن حسین اوحید کے فرزندوں کے اماموں کی جانب سے مدینہ و بکر ہان پر ہوتے ہیں۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ وہ ائمہ کون ہیں۔ فرمایا وہ گیارہ نفوس علی کے فرزندوں میں حسین علیہم السلام کی نسل سے ہوں گے۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ میں اس خدا کی حمد کرتا ہوں جس نے علی کی محبت اور ان پر ایمان رکھنے کو بہشت میں داخل ہونے اور جہنم سے نجات کا سبب قرار دیا۔

علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ ابو بصیر نے حضرت صادق سے دریافت کیا کہ فرشتے زیادہ ہیں یا آدم کی اولاد۔ حضرت نے فرمایا اسی خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے فرشتے آسمانوں میں زمین کے فزوں کی تعداد سے بہت زیادہ ہیں اور آسمان پر ایک پیر کے بقدر جگہ نہیں ہے مگر یہ کہ اس میں ایک فرشتہ ہے جو خدا کی تسبیح و تہنیز کرتا ہے۔ اور زمین میں کوئی درخت کوئی کنکری نہیں ہے مگر یہ کہ اس پر ایک فرشتہ موقوف ہے اور ہر روز اس کے اعمال اور احوال سے خدا کو آگاہ کرتا ہے باوجود اس کے کہ ان کے احوال سے وہ ان فرشتوں سے زیادہ باخبر ہے اور کوئی فرشتہ نہیں ہے مگر ہر روز خدا کی بارگاہ میں ہم اہلیت کی ولایت و محبت کے ساتھ تقرب حاصل کرتا ہے اور ہمارے دوستوں کے لئے طلب مغفرت کرتا ہے اور دشمنوں پر لعنت کرتا ہے اور وہ سب فرشتے خدا سے عرض کرتے ہیں کہ خدا ان پر عذاب نازل کرے جیسا کہ حق ہے۔ اس کے بعد اس قول خداوند عالم **وَالَّذِينَ يَخْتَلِفُونَ أَلْعَرْشِ** یعنی جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں کی تفسیر میں فرمایا کہ وہ جناب رسول خدا اور ان کے بعد ان کے اوصیاء جو حاملین علم خدا ہیں اور عرش سے مراد علم ہے **وَمَنْ حَوْلَهُ** یعنی وہ جو عرش کے گرد ہیں حضرت نے فرمایا یعنی وہ فرشتے جو عرش کے چاروں طرف ہیں۔ **يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ** **وَيُكَمِّلُونَ بِهٖ** **وَيَسْتَغْفِرُونَ لَهُمْ** یعنی اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ تہنیز کرتے ہیں اور خدا پر ایمان رکھتے ہیں اور اہل ایمان کے لئے طلب مغفرت کرتے ہیں۔

اس سے کہ کوئی فرزند حضرت نے فرمایا کہ وہ اہل ایمان شیعیان آل محمد ہیں۔ سَرَاتِنَا وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ وَرَحْمَةً
 وَ عَلِمْنَا يَعْنِي اے ہمارے پروردگار تو ہر چیز کو رحمت اور علم کے ذریعہ سے گھیرے
 ہوئے ہے یعنی تیری رحمت ہر شخص اور ہر چیز کو پہنچی ہوئی ہے اور تیرا علم ہر چیز کو گھیرے
 ہوئے ہے فَاعْفِرْ لِلَّذِينَ تَابُوا يَعْنِي اس جماعت کو بخش دے جس نے ولایت و محبت
 خلفائے جور و بنی امیہ سے توبہ کی ہے۔ وَ اتَّبِعُوا سَبِيلَكَ اور تیری راہ کی پیروی کی ہے
 حضرت نے فرمایا کہ راہ خدا سے ولایت اور ولی خدا علی بن ابی طالب کی امامت و
 ولایت کا اعتقاد مراد ہے۔ وَ قِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ سَرَاتِنَا وَ ادْخِلْهُمْ جَنَّاتٍ عَدْنٍ
 الَّتِي وَعَدْتَهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ ابْنَائِهِمْ وَ اسْرُوا بِهِمْ وَ ذُرِّيَّتَهُمْ اسْكَ
 أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ یعنی اے پروردگار ان کو عذاب دوزخ سے محفوظ رکھ اور
 بہشت کے باغوں میں داخل کر جس میں ہمیشہ رہیں اور ان لوگوں کو بھی جو ان کے باپ دادا
 ہیں اور ان کی عورتوں اور فرزندوں کو بھی جو نیک ہوں داخل کر جس کا تو نے اُن سے
 وعدہ کیا ہے بیشک تو غالب اور حکیم ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ نیک لوگوں سے مراد وہ
 ہیں جو محبت و ولایت علی ابن ابی طالب سے بہرہ ور ہوں۔ وَ قِهِمُ السَّيِّئَاتِ وَ مَنْ
 اتَّقِ السَّيِّئَاتِ يَوْمَئِذٍ فَسَقَ سَرَّحْتَهُ وَ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْنُ الْعَظِيمُ اے خدا
 ان کو گناہوں کی سزا سے قیامت کے روز محفوظ رکھ اور جس کو تو نے اس روز محفوظ رکھا
 تو اس پر بڑا رحم فرمایا اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے حضرت نے فرمایا یہ کامیابی اس کے
 لئے جو خلفائے جور کی محبت سے نجات پا جاتا ہے۔ پھر خدا نے فرمایا اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
 بِشَيْءٍ جَوْ لَوْ كَافِرٌ هُوَ كَفَرٌ لِّمَنْ كَفَرَ بِشَيْءٍ مِّنْهُ لَمَقْتُ اللّٰهِ الْكَبِيْرُ
 مَقْتُكُمْ اَنْفُسَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ اِلَى الْاِيْمَانِ فَتَكْفُرُوْنَ ان کو قیامت کے روز ندا
 دیں گے کہ خدا کی دشمنی اس دشمنی سے بہت بڑی ہے جو تم اپنی ذات کے ساتھ کرتے
 تھے جبکہ تم کو ایمان کی طرف بلایا جاتا تھا اور تم نے ایمان سے منہ پھیر کر کفر اختیار کیا فرمایا
 یعنی تم کو ولایت علی کی جانب بلایا جاتا تھا۔

ایضاً ابن مایہ نے بھی بسند معتبر امام محمد باقر سے روایت کی ہے لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
 سے مراد شیعیان محمد و آل محمد ہیں اور الَّذِيْنَ تَابُوْا سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے
 محبت خلفائے جور و بنی امیہ سے توبہ کی۔ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سے مراد بنی امیہ ہیں اور

ایمان سے مراد ولایت علی علیہ السلام ہے۔

کلینی نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ خدا کے کچھ فرشتے ہیں جو شیعوں کے صلبوں سے گناہوں کو اس طرح
سجھاڑ دیتے ہیں جس طرح ہوا موسم خزاں میں درختوں سے پتے گرا دیتی ہے خدا کے اس قول سے اسی طرف اشارہ ہے
يَسْجُدُونَ بِحَبْلٍ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا اَلَمْ نَقُلْ لَكَ اَنْ يَسْجُدُوا لَكَ وَارْتَضِىَ لَكَ اَنْ يَسْجُدُوا لَكَ
سے مراد نہیں لیا ہے۔ اور ابن مہیار نے عیون اخبارضا میں بہت سی سندوں کیساتھ روایت کی ہے کہ اَلَّذِينَ آمَنُوا
سے وہ لوگ مراد ہیں جو امیر المومنین کی ولایت پر ایمان لائے ہیں حضرت نے فرمایا کہ فرشتے ہمارے اور ہمارے شیعوں کے
خادم ہیں۔ ابن مہیار نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے اَلَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ سے مراد اٹھ نفوس ہیں عِصَا
وَعَلَىٰ وَحِشٍ وَحِشَيْنَ وَابْرَاهِيمَ وَاسْمَاعِيلَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ اجمعین اور ابن بابویہ نے
عقائد میں کہا ہے کہ عرش الہی کو اٹھا افراد اٹھائیں گے چار پہلے لوگوں میں اور چار بعد والوں میں سے پہلے والے چار حضرت
جناب لوح و لہم و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام ہیں اور بعد والوں میں سے محمدؐ و علیؑ و حسنؑ و حسینؑ صلوات اللہ علیہم اور بیان کیا ہے کہ ہم
کو صحیح سندوں کیساتھ ائمہ اطہار سے ایسی ہی خبر پہنچی ہے اور ابن مہیار نے حضرت امیر المومنین سے روایت کی ہے کہ اپنے فرمایا
کہ میرا افضل اس آیت میں آسمان سے رسول اللہؐ نازل ہوا ہے وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا اور یہ آیت بھی اس وقت نازل
ہوئی جبکہ دنیا میں سولے میرے اور جناب رسولؐ کے کوئی مومن نہ تھا اور بندہ محترم امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے جناب میر نے فرمایا
کہ سات سال اور چند مہینے تک نہ تھے جناب رسولؐ آپ اور مجھ پر صلوات بھیجتے رہے اور ہماری شان میں یہ آیت اَلَّذِينَ يَحْمِلُونَ
الْعَرْشَ سے اَنْتَ الْغَنِيُّ الْحَكِيمُ تک نازل ہوئیں۔ اور دوسری روایت کے مطابق حضرت راسخا کتاب سے روایت کی ہے اپنے
فرمایا کہ بلا شک خدا اور فرشتوں نے کئی برس تک مجھ پر اور علیؑ پر صلوٰۃ بھیجی ہے کیونکہ ہم نماز پڑھتے تھے اور ہمارے سوا کوئی نہیں پڑھتا
تھا اور دوسری کئی سندوں سے روایت کی ہے کہ حضرت صادقؑ نے فرمایا کہ خدا کی قسم فرشتوں کا استغفار کرنا تم شیعوں کے لئے ہے۔ نہ کہ
تمام خلق کیواسطے خداوند عالم قرآن مجید کی فضیلت میں ارشاد فرماتا ہے اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ لِّمَنْ شَاءَ ذَكَرْهُ فِيْ صُغْفٍ مُّكْتَفٍ خَوْفٍ
مُّطَهَّرٍ بِأَيِّدِي سَفَرَةٍ كَرَامٍ بَرٍّ سَاطِعٍ لِّمَنِ يُّشِيكُ فَرَّانَ لَوْ كُنْكَ لَمْ تَسِرْ نَصِيحَتٍ تَزْجِرْ جَابِجٍ اس قرآن نے نصیحت حاصل کر
یرا ان صحیفوں میں ہے جو منزلت والے بلند مرتبہ اور پاکیزہ ہیں ابھی ایسے گھنے والوں کے ہاتھ میں ہے جو خدا کے نزدیک باعزت نیکو کار اور
بلند مرتبہ جیسے فرشتے۔ انبیاء اور ان کے اوصیاء میں۔ احادیث معتبرہ میں منقول ہے کہ سفرہ سے مراد ائمہ علیہم السلام ہیں اَلَّذِينَ عِنْدَ رَبِّكَ اَلَمْ يَكُنْ لَكَ
عَنِ عِبَادَتِهِ وَيَسْجُدُونَ لَكَ لَيْسَ يَجِدُونَ لَكَ عِشْقًا لِّمَنِ يُّشِيكُ فَرَّانَ لَوْ كُنْكَ لَمْ تَسِرْ نَصِيحَتٍ تَزْجِرْ جَابِجٍ اس قرآن نے نصیحت حاصل کر
کرتے ہیں۔ اور اسکی بارگاہ میں سجدہ کرتے ہیں مفسر نہیں یہ شہور ہے کہ اس سجدہ فرشتے ہیں لیکن حدیثوں میں وارد ہو چکا ہے کہ اس سجدہ انبیاء و ائمتہ
اور ائمہ طاہرین ہیں صلوات اللہ علیہم اور یہ کوئی بعید نہیں کہ خدا کے قرب میں فرشتوں کا ہونا جہم منوی کیساتھ ہے بلکہ قرب منوی مراد ہے اور وہ انبیاء و ائمہ
علیہم السلام میں زیادہ ہے۔ ایضاً حق تعالیٰ نے فرمایا ہے وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي اَعْزَمَ لَكَ اَمْرًا كَيْتَبُكَ كَيْتَبُكَ كَيْتَبُكَ كَيْتَبُكَ كَيْتَبُكَ كَيْتَبُكَ

اس سے کہ کوئی فرزند رکھا ہو۔ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ بلکہ خدا کے نزدیک چند بندے گرامی ہیں۔ لَا يَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ خدا پر گفتگو میں سبقت نہیں کرتے یعنی جب تک خدا کوئی چیز نہیں فرماتا وہ نہیں کہتے وَ هُوَ بِأَمْرِهِ يُعْمَلُونَ اور اس کے حکم کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ خدا اُن چیزوں کو جانتا ہے جو ان کے سامنے اور پیچھے ہیں۔ وَلَا يَشْفَعُونَ لِمَنِ ارْتَضَى وَ هُوَ مِنَ خَشِيَتِهِ مُشْفِقُونَ اور شفاعت نہیں کرتے مگر اسی کی جس کی شفاعت کے لئے خدا راضی ہوتا ہے اور وہ لوگ خدا کی عظمت و ہیبت سے ڈرتے ہیں۔

ابن مہیار وغیرہ نے حضرت باقرؑ سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت حضرت نے پڑھی تو اپنے سینہ کی طرف اشارہ کیا (یعنی مطلب یہ تھا کہ یہ آیتیں ہم اہلبیت کی شان میں نازل ہوئی ہیں) اس بیان میں کہ اہل رضوان و درجات ائمہ علیہم السلام ہیں اور عقاب بائیسویں فصل و عذاب والے ان کے دشمن اور مخالفین ہیں اس میں چند آیتیں ہیں۔

پہلی آیت۔ اَتَمَنَ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللَّهِ لَمَنْ بَاءَ بِسَخَطِ مِنَ اللَّهِ وَمَا لَهُ جَهَنَّمَ وَ يَبْسُ الْمَصِيبُ هُمْ ذَرَجَاتُ جَدِّ اللَّهِ وَ اللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ۔ یعنی کیا جو شخص خدا کی خوشنودی کے مطابق عمل کرتا ہے اس شخص کے مانند ہو سکتا ہے جس کی بازگشت خدا کے غضب کی طرف ہو اور جس کا ٹھکانا دوزخ ہو اور جہنم بڑی جگہ ہے وہ لوگ (یعنی خدا کی خوشنودی پر عمل کرنے والے) خدا کے نزدیک بلند مرتبہ ہیں۔ اور جو کچھ یہ لوگ عمل

۱۔ مؤلف فرماتے ہیں کہ اکثر مفسروں نے کہا ہے کہ یہ آیتیں اس جماعت کے قول کی رو میں نازل ہوئی ہیں جو کہتی ہیں کہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں۔ لہذا عبادِ مکرموں سے مراد فرشتے ہوئے لیکن زیارت سے جیسے زیارت جامعہ وغیرہ بہت سی دعاؤں سے اور دوسری معتبر حدیثوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس مراد ائمہ معصومین ہیں۔ اس بنا پر دو احتمال وارد ہوتے ہیں اول یہ کہ ان لوگوں کے قول کی رو ہو جو اہل المؤمنین اور ائمہ ظاہرین کی اور بیت کے قائل ہیں تو عبادِ مکرموں سے مراد یہ ہو گی کہ وہ لوگ خدا کے بندے ہیں جن کو وہ خدا سے رحمن گمان کرتے ہیں۔ دوسرا احتمال یہ کہ یہ آیت اس گروہ کے قول کی رو میں ہو جو فرشتوں کو خدا کے لڑکے جانتے ہیں تو خدا نے نفی کر دی کہ خدا کے کچھ مقرب بندے ہیں جن کو خدا محترم رکھتا ہے اور اپنا خلیفہ بناتا ہے اور یہ انتخاب فرزند نبی کا باعث نہیں ہوتا۔ اس بنا پر ممکن ہے کہ اس سے خاص طور پر ائمہ علیہم السلام مراد ہوں یا عام طور پر تمام مقررانِ خدا مراد ہوں جیسے علامہ انبیاء اور اوصیاء علیہم السلام ۱۲۔

کرتے ہیں خدا اس سے خوب واقف ہے (پہلی آیت ۱۶۲ و ۱۶۳ سورہ آل عمران)

ابن شہر آشوب اور عیاشی نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جو لوگ خدا کی خوشنودی اور رضا کے پابند رہے وہ ائمہ آل محمد ہیں۔

خدا کی قسم یہی لوگ مومنین کے لئے درجات ہیں ان کی محبت دوستی اور معرفت کی وجہ سے جو ہم کو حاصل ہے خداوند عالم ان کے اعمال کا ثواب دُنیا و آخرت میں دونا کر دیتا ہے۔ عیاشی کی روایت کے مطابق فرمایا کہ خدا کی قسم جو لوگ خدا کے غضب میں مبتلا ہوئے وہ ہیں جو علی بن ابیطالب علیہ السلام کے حق سے انکار کرنے والے ہیں۔ اسی واسطے وہ لوگ خدا کے غیظ و غضب کے مستحق ہوئے ہیں۔ اور امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ مومنین کے جو درجات بلند ہوتے ہیں ان کے دو درجوں کے درمیان اس قدر فاصلہ ہے جس قدر آسمان و زمین کے درمیان فاصلہ ہے۔

دوسری آیت: ذٰلِكَ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اَتَّبَعُوْا مَا اَسْحَطُ اَللّٰهُ وَكَرِهُوْا اَسْوَ اَنَّهُۥ فَاَحْبَطُ اَعْمَالَهُمْ (پہلی سورہ محمد آیت ۲۸) یعنی مرنے کے وقت فرشتے ان کے چہروں اور پیٹھ پر مارتے ہیں اس لئے کہ انہوں نے اس چیز کی پیروی کی ہے جس نے خدا کو غضبناک کیا ہے۔ اور اُس امر سے کراہت رکھتے تھے جو خدا کی خوشنودی کا سبب ہے لہذا خدا نے ان کے اعمال کا ثواب مٹا دیا۔

ابن مہیار نے حضرت باقرؑ سے کِرْهُوْا اِدْخُلُوْا اَنۡفَکَ کی تفسیر میں روایت کی ہے یعنی وہ لوگ جناب علی مرتضیٰؑ اور ان کی ولایت سے کراہت رکھتے تھے۔ حالانکہ علیؑ خدا اور رسولؐ کے پسندیدہ ہیں اور خدا نے بدر و حنین کے دن اور یثرب نخلہ اور ترویہ کے روز علیؑ کی ولایت کا حکم دیا ہے اور ان کی شان میں بائیس آیتیں حدیث جعفرہ اور غدیر خم میں نازل ہوئی ہیں حالانکہ کفار قریش نے جناب رسولؐ خدا کو مسجد الحرام میں داخل ہونے سے روکا تھا۔ اور علی بن ابراہیم نے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ جس کی متابعت خدا کو غضبناک کرتی ہے وہ ولایت و دوستی ہے خلفائے جور کی اور ان تمام لوگوں کی جنہوں نے امیر المومنینؑ پر ظلم و ستم کئے لہذا خدا نے ان کے اعمال کو جط کر لیا اور ان کے ہر نیک عمل کے ثواب کو باطل کر دیا جو انہوں نے کیا تھا۔

تیسری آیت: يٰۤاَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً

قَدْ خَلَقْنِي عَبَادِي وَادَّخَلْنِي جَنَّتِي دُت سورة الفجر آیت ۲۷ تا ۳۰ یعنی اے نفس مطمئنہ اپنے پروردگار کی جانب راضی و خوش خدا کے ثواب کے ساتھ پلٹ آ اور میرے نیک بندوں میں شامل اور میری بہشت میں داخل ہو جا۔

ابن مہیار نے حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ یہ آیت حضرت امام حسین علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے ایضاً انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ سورہ فجر کو اپنی واجبی اور سستی نمازوں میں پڑھو کیونکہ وہ سورہ امام حسین کی ہے اس کے پڑھنے کی رغبت کرو تا کہ خدا تم پر رحمت کرے۔ ابواسامہ نے کہا کہ یہ سورہ کس طرح امام حسین سے مخصوص ہے تو حضرت نے فرمایا کہ تم نے یہ آیت نہیں سنی ہے۔ یَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ ۖ اِس سے مراد وہی حضرت ہیں اور وہی صاحب نفس مطمئنہ ہیں جو خدا کے حکم پر راضی تھے اور اس کے نزدیک محبوب تھے اور ان کے اصحاب آل محمد میں سے ہیں۔ اور خدا ان سے راضی ہے اور یہ سورہ امام حسین اور آل محمد کے شیعوں کی شان میں نازل ہوئی ہے اور انہی سے مخصوص ہے۔ لہذا جو شخص اس سورہ کو ہمیشہ پڑھے تو بہشت میں ان حضرت کے ساتھ ان کے درجہ میں ہوگا اور خدا غالب اور حکیم ہے۔ ایضاً یکلینی اور ابن مہیار نے سدید صرف سے روایت کی ہے کہ اس نے حضرت صادق سے عرض کی کہ آپ پر خدا ہوں اے فرزند رسول خدا کیا آپ مومن کی قبض روح سے تکلیف محسوس کرتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا خدا کی قسم جب ملک الموت اس کے پاس روح قبض کے لئے آتے ہیں اور وہ فریاد کرتا اور ڈرتا ہے تو ملک الموت اس سے کہتے ہیں کہ اے خدا کے دوست فریاد مت کر اُس خدا کی قسم جس نے محمد کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے میں تجھ پر تیرے مہربان باپ سے زیادہ مہربان ہوں اپنی آنکھیں کھول کر دیکھ تو اس کے سامنے بناب رسول خدا و امیر المومنین و فاطمہ و حسن و حسین اور تمام ائمہ اطہار صلوات اللہ علیہم اجمعین متمثل ہوتے ہیں۔ ملک الموت کہتے ہیں کہ یہ تیرے رفیق ہیں وہ مومن آنکھیں کھول کر ان حضرات کو مشاہد کرتا ہے پھر اس کی روح کو رب العزت کی جانب سے ایک منادی ندا دیتا ہے کہ اے پرسکون نفس محمد و آل محمد اور اپنے پروردگار کی جانب پلٹ آ تو ان کی ولایت سے راضی اور ثواب کے سبب پسندیدہ ہے پھر تو میرے خاص بندوں میں شامل ہو جا یعنی محمد و علی اور ان کے اہلبیت میں اور میرے بہشت میں داخل ہو جا اس کے بعد اس سے زیادہ

سورہ فجر اپنی واجبی اور سستی نمازوں میں پڑھو کیونکہ وہ سورہ امام حسین کی ہے اس کے پڑھنے کی رغبت کرو تا کہ خدا تم پر رحمت کرے۔ ابواسامہ نے کہا کہ یہ سورہ کس طرح امام حسین سے مخصوص ہے تو حضرت نے فرمایا کہ تم نے یہ آیت نہیں سنی ہے۔ یَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ ۖ اِس سے مراد وہی حضرت ہیں اور وہی صاحب نفس مطمئنہ ہیں جو خدا کے حکم پر راضی تھے اور اس کے نزدیک محبوب تھے اور ان کے اصحاب آل محمد میں سے ہیں۔ اور خدا ان سے راضی ہے اور یہ سورہ امام حسین اور آل محمد کے شیعوں کی شان میں نازل ہوئی ہے اور انہی سے مخصوص ہے۔ لہذا جو شخص اس سورہ کو ہمیشہ پڑھے تو بہشت میں ان حضرت کے ساتھ ان کے درجہ میں ہوگا اور خدا غالب اور حکیم ہے۔ ایضاً یکلینی اور ابن مہیار نے سدید صرف سے روایت کی ہے کہ اس نے حضرت صادق سے عرض کی کہ آپ پر خدا ہوں اے فرزند رسول خدا کیا آپ مومن کی قبض روح سے تکلیف محسوس کرتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا خدا کی قسم جب ملک الموت اس کے پاس روح قبض کے لئے آتے ہیں اور وہ فریاد کرتا اور ڈرتا ہے تو ملک الموت اس سے کہتے ہیں کہ اے خدا کے دوست فریاد مت کر اُس خدا کی قسم جس نے محمد کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے میں تجھ پر تیرے مہربان باپ سے زیادہ مہربان ہوں اپنی آنکھیں کھول کر دیکھ تو اس کے سامنے بناب رسول خدا و امیر المومنین و فاطمہ و حسن و حسین اور تمام ائمہ اطہار صلوات اللہ علیہم اجمعین متمثل ہوتے ہیں۔ ملک الموت کہتے ہیں کہ یہ تیرے رفیق ہیں وہ مومن آنکھیں کھول کر ان حضرات کو مشاہد کرتا ہے پھر اس کی روح کو رب العزت کی جانب سے ایک منادی ندا دیتا ہے کہ اے پرسکون نفس محمد و آل محمد اور اپنے پروردگار کی جانب پلٹ آ تو ان کی ولایت سے راضی اور ثواب کے سبب پسندیدہ ہے پھر تو میرے خاص بندوں میں شامل ہو جا یعنی محمد و علی اور ان کے اہلبیت میں اور میرے بہشت میں داخل ہو جا اس کے بعد اس سے زیادہ

اس مومن کے نزدیک کوئی چیز محبوب و عزیز نہیں ہوتی سوائے اس کے کہ اس کی روح قبض کر لی جائے اور وہ اُن ذوات مقدسہ سے ملتی ہو جائے۔

چوتھی آیت: لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ۔ (پک سورہ الفتح آیت ۱۸) یعنی بیشک خدا ان مومنوں سے راضی ہوا جبکہ انہوں نے درخت کے نیچے اسے رسولِ قم سے بیعت کی۔ ابن مہیار نے روایت کی ہے کہ جابر نے حضرت باقرؑ سے سوال کیا کہ اس وقت اس جماعت نے جس نے بیعت کی کتنے افراد تھے۔ فرمایا بارہ سو افراد تھے پوچھا کہ کیا علیؑ بھی اس جماعت میں تھے یا نہیں فرمایا کہ ہاں بلکہ ان کے سردار اور رئیس تھے لہ

لہ مؤلفؒ فرماتے ہیں کہ یہ اشارہ ہے بیعت رضوان کی جانب جو عمرہ حدیبیہ میں واقع ہوئی۔ اور جناب رسول خدا بقصد عمرہ تشریف لے گئے اور قریش مانع ہوئے اور مکہ میں داخل نہیں ہونے دیا اور جناب رسول خداؐ نے حضرت عثمان کو کچھ پیغام دے کر ان کے پاس بھیجا تھا اور یہاں شکر میں یہ مشہور ہو گیا کہ کفار نے ان کو قید کر لیا اس وقت جناب رسول خداؐ نے ایک کانٹے دار یا بیر کے درخت کے نیچے اپنے اصحاب کو جمع کیا اور اُن سے اس بات پر بیعت لی کہ کفار قریش سے جنگ کریں تو بھاگیں گے نہیں۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت نے فرمایا کہ خدا مومنوں سے راضی ہوا۔ لہذا منافقین اس سے خارج ہو گئے اور اول و دوم اور ان کے مثل اشخاص اس آیت میں داخل نہیں ہیں۔ خدا نے اسی سورہ میں فرمایا ہے۔ ذَٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّعَلَّ يَرْجِعُونَ۔ (پک سورہ الفتح ۲۵) یعنی جو شخص بیعت توڑے گا تو اس کا نقصان اسی کو پہنچے گا اور جو اس عہد کو جو خدا سے اس نے کیا ہے وفا کرے گا تو اس کو جلد خدا اجر عظیم عطا فرمائے گا۔ علی بن ابراہیم نے کہا ہے کہ یہ آیت لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ کے بعد نازل ہوئی ہے لہذا خدا کی خوشنودی مشروط ہے اس پر کہ عہد کو نہ توڑے۔ تو جن لوگوں نے عہد کو توڑا اور اہل بیت کے حق کو غضب کیا اور روز غدیر کی بیعت کو توڑا اور نص رسولؐ سے انکار کیا وہ سب کافر ہو گئے۔ وہ آہ رضوان میں داخل نہیں ہیں۔ اس سلسلہ کی بعض باتیں اس کے بعد کی کتاب میں انشاء اللہ بیان ہوں گی۔ اور اس واقعہ کی تفصیل جلد دوم میں بیان کی جا چکی ہے ۱۲۔

تیسویں فصل

اس ذکر میں کہ ناس سے مراد اہلبیت اور شبیہ ناس سے مراد ان کے شیعہ ہیں اور ان کے غیر نساں ہیں۔

کلینی اور فرات بن ابراہیم نے بسند ہائے معتبر امام زین العابدین و حضرت صلوات علیہما السلام سے روایت کی ہے ایک شخص نے امیر المومنین کی مجلس میں کھڑے ہو کر پوچھا کہ اگر آپ عالم ہیں تو مجھے بتائے کہ ناس اور شبیہ ناس اور نساں کون کون ہیں حضرت نے امام حسینؑ سے فرمایا کہ تم جواب دو۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ ناس جناب رسول خدا ہیں اور ہم انہی سے ہیں اور ناس میں داخل ہیں جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے **ثُمَّ أَفِضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ** یعنی سامان بار کرد اور اس جگہ سے جہاں لوگ بار کرتے ہیں جلد روانہ ہو جاؤ۔ فرمایا کہ رسول خدا نے سامان بار کیا اور لوگوں کے ساتھ عرفات سے روانہ ہو گئے۔ لہذا اس جگہ ناس سے مراد جناب رسول خدا ہیں اور ہم اہلبیت بھی انہی میں شامل ہیں اور انہی حضرت کے حکم میں ہیں اور اشیاء ناس ہمارے شیعہ ہیں۔ وہ ہم سے ہیں اور ہم سے مشابہ ہیں اسی وجہ سے حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا **تَابِعْنِي فَإِنَّكَ مَعِي** یعنی جو شخص میری پیروی کرے وہ مجھ سے ہے۔ اور نساں یہ ہمارے دشمن ہیں۔ اور اپنے ہاتھ سے مخالفوں کی طرف اشارہ کیا۔ اس کے بعد اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ **إِنَّ هَؤُلَاءِ لَأَنْعَامٌ بَلْ هُمْ آصْلُ سَبِيلٍ** یعنی وہ نہیں ہیں مگر چوپائے بلکہ اس سے بھی بدتر ہیں لہ

لہ مؤلف فرماتے ہیں کہ خدا کے اس قول **ثُمَّ أَفِضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ** کی تفسیر میں مفسرین نے اختلاف کیا ہے بعض کہتے ہیں کہ قریش عرفات میں نہیں جاتے تھے حج میں مشعر الحرام میں ٹھہرے رہتے پھر منیٰ کی طرف واپس چلے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم حرم خدا کے مالک ہیں ہم دوسرے لوگوں کی طرح نہیں ہیں کہ حرم سے باہر جائیں اور لوگوں کو چاہئے کہ باہر جائیں۔ جب جناب رسول خداؐ بھی مشعر میں نہیں ٹھہرے اور عرفات کو روانہ ہو گئے تو قریش کو ناگوار گذرا اس وقت خدا نے یہ آیت نازل فرمائی۔ الغرض بعض مفسرین کا قول ہے کہ ناس سے مراد جناب ابراہیمؑ واسحاقؑ اور تمام پیغمبر ہیں (علیہم السلام) اور جو تاویل حضرت نے فرمائی وہ اس سے ملتی جلتی ہے کہ خطاب قریش سے ہو یعنی رسول خداؐ کے ساتھ عرفات مت جاؤ اور وہیں سے بار کر کے آنحضرتؐ کے ساتھ مشعر چلے جاؤ۔ تو پیغمبر کو خدا نے ناس فرمایا اور اس میں آنحضرتؐ کے اہلبیت بھی داخل ہیں اور انسان حقیقی جو کمال علم (بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۰۱ پر ملاحظہ فرمائیں)

اس بیان میں کہ بحر، لؤلؤ اور مرجان ائمہ طاہرین علیہم السلام ہیں۔

<http://fb.com/ranajabirabbas>

قول ہے کہ دو دریاؤں سے مراد ایک دریائے شور اور دوسرا دریائے شیریں ہے اور شیریں دریائے کا پانی دریائے شور میں داخل ہوتا ہے اور بقدرت الہی ایک دوسرے سے مخلوط ہوتے ہیں اور جہاں یہ دونوں پانی جمع ہوتے ہیں وہاں موتی پیدا ہوتا ہے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ اس سے مراد دریائے آسمان و دریائے زمین ہیں کہ جب ابن بیساں دریائیں برتتا ہے صدف اپنے منہ کھول دیتے ہیں اور ان سے موتی پیدا ہوتے ہیں۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ مراد دریائے فارس اور دریائے روم ہے۔ اور ان آیات کی تاویل میں عامہ و خاصہ کے طریق سے بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔ چنانچہ عامہ کے معتبر مفسروں سے تعلیمی نے روایت کی ہے انہوں نے سفیان ثوری اور ابن جریر سے روایت کی ہے کہ وہ دو دریا علی وفاطہ علیہما السلام ہیں اور برزخ جناب رسول خدا ہیں اور لؤلؤ و مرجان جن حسین صلوات اللہ علیہما ہیں۔ حسن کو بڑے موتی سے تشبیہ دی ہے اور حسین کو چھوٹے موتی سے یا مرجان سے جو باعتبار سرخی آنحضرت کی شہادت سے مناسبت رکھتا ہے اور شیخ طبرسی نے بھی اس حدیث کو سلمان فارسی، سعید بن جبیر اور سفیان سے روایت کی ہے اور ابن مہیار نے بھی اسی روایت کو ابن عباس سے نقل کیا ہے۔ ایضاً غیروں کے طریق سے بہت سی سندوں کے ساتھ ابو سعید خدری سے اور شیعوں کے طریق سے حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ دو دریا علی وفاطہ ہیں یعنی علی وفاطہ علیہما السلام پر زیادتی نہیں کرتے اور ان سے حسن و حسین پیدا ہوئے

لے مؤلف فرماتے ہیں کہ ان حدیثوں کی بناء پر جن میں جناب رسول اللہ اکا ذکر نہیں ہے ممکن ہے برزخ سے مراد ان دونوں نفوس قدسیہ کی عصمت ہو جو بغاوت و سرکشی سے ان دونوں حضرات کو ایک دوسرے پر زیادتی کرنے سے روکتی ہو۔

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) لوگ ابوبکر و عمر کے پاس پناہ لینے آئے۔ دیکھا کہ وہ بھی بہت ڈرے ہوئے ہیں اور حضرت علی مرتضیٰ کے بیت الشرف کی طرف جا رہے ہیں۔ یہ سب لوگ بھی ان کے ہمراہ چلے جب آپ کے دروازہ پر پہنچے دیکھا کہ وہ حضرت گھر سے نہایت اطمینان و سکون کے ساتھ بلا خوف و ہراس تشریف لارہے ہیں۔ ان لوگوں کو دیکھ کر حضرت نے فرمایا کہ تم لوگوں کو میرا اطمینان دیکھ کر تعجب ہوا، لوگوں نے عرض کی ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ میں بڑوں وہ انسان جس کے بارے میں خدا نے فرمایا ہے قَالَ اَلَا تَسْأَلُنَّ مَا لَهَا میں روز قیامت زمین سے سوال کرونگا اور وہ مجھ سے اپنی خبریں بیان کرے گی۔ کلینی کی روایت کے مطابق فرمایا کہ اگر بزرگ قیامت ہوتا تو زمین میرا جواب دیتی۔ ۱۲

ابن ماریہ نے مخالفین کی سند سے حضرت ابوذرؓ سے روایت کی ہے کہ بحر بن علی وفاطمہ ہیں اور لوگوں کو مرجان حسن و حسین ہیں۔ تو ان چاروں حضرات کے مثل کس نے دیکھے ہیں۔ ان کو سوائے مومن کے کوئی دوست نہیں رکھتا اور سوائے کافر کے کوئی دشمن نہیں لہذا محبت اہلبیت کے سبب مومن رہو۔ اور ان کی دشمنی کر کے کافر مت بنو ورنہ خدا تم کو دوزخ میں ڈال دے گا۔

ابن بابویہ نے خصال میں حضرت صادقؑ سے اسی آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے یعنی علیؑ وفاطمہ علم کے دو گہرے دریا ہیں جن میں سے کوئی ایک دوسرے پر زیادتی نہیں کرتا۔ اور لوگوں کو مرجان حسن و حسین ہیں۔ اور ابن شہر آشوب نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ایک روز جناب فاطمہؑ نے اپنی غریبی اور پریشانی کی شکایت جناب رسول خداؐ سے کی۔ حضرت نے فرمایا اے فاطمہ اپنے شوہر پر قناعت کرو کیونکہ وہ سید و سردار ہیں اور دنیا و آخرت میں بہترین خلایق ہیں اس وقت خدا نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔ مَرْجَحَ الْبَحْرِ يَنْتَقِينَ۔ میں وہ خدا ہوں جس نے دو دریا بھیجے۔ علی بن ابی طالب دریا ہے علم ہیں اور فاطمہ دریا ہے پیغمبری جو باہم متصل ہیں اور میں نے ان کو آپس میں متصل کیا ہے لَنْفُكُنَا بَرْدَ نَاحٍ۔ یعنی ان کے درمیان ایک رکاوٹ ہے جو ذات پیغمبر خدا ہے جو علی کو روکتے ہیں اس سے کہ وہ دنیا میں تنگدستی کے سبب رنجیدہ ہوں۔ اور فاطمہ کو اس سے منع کرتے ہیں کہ وہ علیؑ سے اس بارے میں کچھ کہیں۔ تو اسے گروہ انس و جن تم خدا کی کسی ایک نعمت کی یعنی ولایت امیر المومنینؑ یا محبت فاطمہ علیہا السلام کی تکذیب کرتے ہو کیونکہ یہ دونوں خدا کی تم پر بڑی نعمتیں ہیں لہذا لوگوں سے مراد امام حسن اور مرجان سے امام حسین علیہما السلام ہیں کیونکہ لوگوں بڑا موتی اور مرجان چھوٹا موتی ہے۔

پچیسویں فصل | اس بیان میں کہ ماء معین، بئر معطلہ، قصر مشید، سحاب، بارش اور فواکہ اور تمام ظاہری نفع بخش چیزوں سے مراد ائمہ ظاہرین

علیہم السلام اور ان کے علوم و برکات ہیں اور اس بارے میں بہت سی آیتیں ہیں۔ پہلی آیت :- قُلْ اَمَّا يَتْلُمَنَّ اَنْ اَصْبَحَ مَا وَكَّلُوهُ عَوْرًا اَحْمَنَ يَأْتِيَكُمُ السَّاعَةُ فَيُعَذِّبُكُمْ فِيهَا يَوْمَئِذٍ تَجْعَلُونَ يَدَيْكُمْ رِقَابًا سوره الملک آیت ۳۰ یعنی اے محمدؐ اپنی قوم سے کہہ دو کہ اگر تمہارے واسطے پانی زمین میں غائب ہو جائے تو کون ہے جو تمہارے لئے زمین پر چشمے جاری اور ظاہر

کرے۔ علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ اس سے مراد ہے کہ اگر تمہارا امام غائب ہو جائے تو کون ہے جو اس کے مثل امام تمہارے لئے لا سکتا ہے۔ اور امام رضاؑ عیسیٰ کی ہے کہ آپ نے اس آیت کی تاویل میں فرمایا کہ تمہارا پانی خدا کی جانب تمہارے دروازے ہیں اور آمد اطہار تمہاری طرف خدا کے دروازے ہیں جن کو خدا نے اپنے اور اپنی مخلوق کے درمیان کھولا ہے اور آب جاری کنیا یہ ہے علم امام سے اور شیخ طوسی نے کتاب غیبت میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے اس آیت کی تاویل میں روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ اگر تم اپنے امام کو نہ پاؤ اور وہ غائب ہو جائے اور تم اس کو نہ دیکھو تو کیا کرو گے۔ ابن مہیار نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ اگر تمہارا امام تمہاری بد اعمالیوں کے سبب غائب ہو جائے تو کون تمہارے واسطے بنایا امام لائے گا۔ اس بارے میں حدیثیں بہت ہیں۔ اور علم کا کنیا یہ پانی سے کیا ہے۔ جس طرح پانی جسم کی حیات کا سبب ہے اسی طرح جو علم شیعوں کو ان کے ائمہ سے ملا ہے روح کی حیات کا باعث ہے۔ کیونکہ یہ احسان رکھنے کے لئے زیادہ سزاوار ہے کیونکہ پانی دنیا کی چند روزہ زندگی کا سبب ہے اور علم آخرت کی حیات ابدی کا باعث ہے۔ اور آیت کا باطن ہے جو آیت کے ظاہری معنی کا مخالف نہیں ہے۔ اور دونوں مراد ہیں کیونکہ قرآن کے ساتھ بطون بلکہ ستر بطون ہیں۔

دوسری آیت: **وَ اَنْ تَوَاسْتَفِیْا مَوَاعِلَ الطَّرِیْقَةِ لَا تُقِنَّا هُمْ مَاءً عَذًّا قَلًا** یعنی اگر یہ راہ حق پر قائم رہتے اور گمراہی کے راستہ پر نہ جاتے تو ہم ان کو خوب پانی پلاتے کافی اور مناقب میں امام محمد تقیؑ سے روایت کی ہے۔ یعنی اگر یہ لوگ اگر علی بن ابی طالب اور ان کے اوصیا کی ولایت و محبت اور ان کی امامت کے اعتقاد پر قائم رہتے تو ہم ان کے دلوں کو ایمان خالص سے بھر دیتے۔ یہ بھی آیت کا بطن اسی وجہ سے ہے جو مذکور ہوئی۔

تیسری آیت: **فَكَآیِّنَ مِنْ قَرْیَةٍ اَهْلَكْنَاهَا فَمَا لِمَنْ ظَلَمْنَا فَبِئْسَ مَا كَانَتْ** یعنی بہت سے شہر ہیں جن میں رہنے والوں کو ہم نے ہلاک کر دیا تو وہ اپنے رہنے والوں سے خالی ہو گئے اور ان آبادیوں کی دیواریں اور چھتیں منہدم ہو کر گر پڑیں اور بہت سے کنوئیں اور قصر برباد ہو گئے کہ تہ اب ان میں سے کوئی پانی پینے والا ہے اور نہ ٹھلوں میں کوئی رہنے والا

ہے۔ اکثر مفسروں نے کہا ہے کہ بر مغلطہ وہ کنواں ہے جو حضرت موت کے دامن کوہ میں واقع ہے۔ اور قصر سے مراد وہ قصر ہے جو اُس پہاڑ کی چوٹی پر واقع ہے جس کے دامن میں یہ کنواں ہے اور ان کو خطلہ ابن صفوان کی قوم نے جو حضرت صالح کی قوم کے باقی لوگوں میں سے تھی بنایا تھا جب خطلہ نے اپنے پیغمبر کو شہید کر دیا تو خدا نے ان کو ہلاک کر دیا پھر وہ کنواں اور قصر ویران ہو گئے لہٰذا ابن بابویہ نے بسند ہائے معتبر حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ چاہے مغلطہ سے مراد امام خاموش ہے جس کا حق غصب کیا گیا۔ اور وہ مخالفوں کے خوف سے اپنی امامت کا اظہار نہ کر سکا جو شخص چاہے وہ اس چشمہ حکمت سے فائدہ حاصل کر سکتا ہے۔ اور قصر محکم سے مراد وہ بولنے والا امام ہے۔ جو بلا تفتیہ اور بلا خوف بول سکتا ہے اور دعوائے امامت علانیہ کر سکتا ہے اور غائب امام وہ ہے جس پر امام صامت (خاموش) کا اطلاق کرتے ہیں جس کی امامت کا وقت ابھی نہیں آیا ہے اور امام ناطق کا اطلاق اس پر کرتے ہیں۔ جو امام بظاہر ہو چکا ہو۔ ایضاً بسند معتبر دیگر روایت کی ہے کہ قصر مشید محکم جناب امیر ہیں اور بر مغلطہ جناب فاطمہؑ اور ان کے فرزندان میں ائمہ طاہرین ہیں جو ملک و بادشاہی سے مغلطہ ہیں اور ان کا حق غصب کر لیا گیا اور کتاب مناقب میں جناب رسول خداؐ سے منقول ہے کہ قصر مشید و بر مغلطہ دونوں کنایہ ہیں حضرت امیر المومنینؑ سے ملے

چو تھی آیت: وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرِجُ نَبَاتَهُ يَادُّونَ رَيْثَهُ وَالَّذِي خَبِثَ لَا يَخْرِجُ
 (الکافی ۱/۲۰۷) اور پے سورۃ الاحزاب (آیت ۵) یعنی جس شہر کی خاک پاکیزہ اور طیب ہے اس میں گھاس (سبزہ وغیرہ) اپنے پروردگار کے حکم اور قدرت سے باسانی بغیر دقت و مشقت کے اگتی ہیں۔ اور وہ شہر جس کی زمین خبیث اور کھاری اور پتھریلی ہے اس میں گھاس نہیں اگتی مگر بہت

۱۔ تفصیل کے لئے دیکھئے حیات القلوب جلد اول حالات خطلہ (مترجم)

۲۔ مولف فرماتے ہیں کہ ان تاویلات کی بناء پر جو ان حدیثوں میں وارد ہوئی ہیں ممکن ہے ہلاکت قریب سے مراد ان کی معنوی ہلاکت ہو یعنی ان کی ضلالت و گمراہی کہ انہوں نے نہ امام صامت سے فائدہ اٹھایا نہ امام ناطق سے اور یہ تاویلات بھی معنی ہیں انہی پر جو سابق میں مذکور ہو چکیں حیات معنوی کی تشبیہ حیات ظاہری سے ہے اور روحانی فائدوں کی تشبیہ جسمانی فائدوں سے ہے۔ اور کتاب بجا لالہ میں ان مراتب کی تحقیق کی جا چکی ہے۔ اس کتاب میں ان کلمے ذکر کی گنجائش نہیں ہے۔ ۱۲۰

ظہیر اور بر مغلطہ کا تذکرہ

مختوڑی۔ علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ بَلَدٌ طَيِّبٌ اُمُّ کے لئے ایک مثال ہے جن کا علم بغیر محنت کے خدائے تعالیٰ کے الہام سے حاصل ہوتا ہے اور بلد خبیث سے مراد ان کے دشمن ہیں جن کا علم خبیث و باطل ہے کہ اگر مختوڑا علم بھی ان سے دُنیا کو پہنچے تو اس سے کچھ بھی فائدہ نہیں ہوتا۔ شیخ طبرسی نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ یہ مثالیں خدائے تعالیٰ نے مومن و کافر کی دی ہیں کہ جس طرح ساری زمین ایک جنس سے ہے لیکن بعض پاکیزہ ہے جو بارش سے نرم ہو جاتی ہے اور اچھے سبزے اس میں اُگتے ہیں اور اس میں پیداوار زیادہ ہوتی ہے اور بعض زمینیں کھاری اور کنکریلی ہوتی ہے جس میں کوئی چیز نہیں اُگتی اور اگر اُگتی بھی ہے تو اس میں کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ اسی طرح تمام دل ہیں جو گوشت اور خون سے بنے ہوتے ہیں لیکن بعض پند و نصائح سے نرم ہو جاتے ہیں اور بعض سخت ہوتے ہیں جو نصیحت قبول نہیں کرتے۔ لہذا جس کا دل یا خدا سے نرم ہو جائے اس کو اس نعمت پر خدا کا شکر ادا کرنا چاہئے لے

پانچویں آیت: اِنَّ اللّٰهَ قَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوْیِ یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمِیْتِ وَمُخْرِجُ الْمِیْتِ مِنَ الْحَیِّ دہ آیت ۱۰ سورہ الانعام، یعنی بیشک خدا اُس دانہ کا شگافتہ کرنے والا ہے جس سے گھاس اُگتا ہے اور دانہ کو پھاڑنے والا ہے جس سے درخت اُگتا ہے اور زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے جیسے نطفہ اور انڈے سے حیوانات اور دانہ سے درخت پیدا کرتا ہے۔ حضرت صادق سے منقول ہے کہ حب سے مراد مومن ہے خدا جس کو دوست رکھتا ہوئی سے مراد کافر ہے جو ہر چیز سے دور ہے۔ دوسری روایت کے مطابق دانہ کا شگافتہ کرنا یہ ہے کہ کثرت سے علوم اُمداطہار سے ظاہر کرتا ہے اور فوئی وہ ہے جس سے علم دور ہے۔ اور دوسری روایت کے مطابق حب سے مومن کی طینت مراد ہے جس میں اپنی

لے مولف فرماتے ہیں کہ جو تاویل کہ حدیث میں وارد ہوئی ہے وہ ممکن ہے کہ نیک و بد کی طرف اشارہ ہو جیسا کہ احادیث میں وارد ہوا ہے کہ نیک طینت انسان علوم معارف خداوندی اور فیوضات الہی کو قبول کر لیتا ہے اور زندگی میں اچھائیوں اور نیکیوں کو اختیار کر لیتا ہے اور جن کی طینت بد ہے ان سے جہالت اور شقاوت کے سوا کچھ پھل نہیں ملتا۔ وہ ربانی فیوضات اور الہی ہدایات سے فائدہ نہیں حاصل کر سکتے۔ ۱۲۔

محبت پیدا کر دی ہے اور نوری سے مراد کافر کی طینت ہے اور زندہ کو مردہ سے باہر لاتا ہے۔ یعنی طینت کافر کو مومن سے جدا کرتا ہے اور دوسری روایت کے مطابق مومن کو کافر کے صلب سے باہر لاتا ہے۔ اور اس باطنی تاویل کو میں نے بجا رانوار میں ذکر کیا ہے۔

چھٹی آیت: **وَاصْحَابُ الْيَمِينِ مَا أَصْحَابُ الْيَمِينِ فِي سِدْرٍ مَّخْضُودٍ وَطَلْحٍ مَّنْضُودٍ وَظِلٍّ مُّمدَّدٍ وَذِمَاءٍ مَّسْكُوبٍ وَفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ لَا مَقْطُوعَةٍ وَلَا مَمْنُوعَةٍ وَفُرُشٍ مَّدْخُوعَةٍ** (پچھلے سورہ واقعہ آیت ۳۲ تا ۳۴) یعنی داہنے ہاتھ والوں کا جو ہیر اور کیلے کے درختوں کے سایہ میں ہوں گے ایسے ہیر کے درخت جن میں کانٹے نہ ہوں گے اور کیلے کے درخت جن میں اوپر سے نیچے تک پھل لدے ہوں گے اور لمبے لمبے سائے ہوں گے ایسے دلکش جیسے صبح کا سہانا وقت اور آبشاروں سے پانی گرتے ہوں گے اور بے حساب میوے جو کبھی ختم نہ ہوں گے اور نہ ان کے کھانے کی کوئی ممانعت ہوگی اور اونچے اونچے گدوں کے فرش پر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ بصائر الدرجات میں حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ یہ تمام چیزیں کنایہ ہیں امام علیہ السلام اور ان کے علوم سے جن سے خلق کو فائدہ پہنچتا ہے۔

ساتویں آیت: سورہ التین کی تاویل ہے **وَالْزَيْتُونِ وَالْأَلْجُنِ** (سورہ التین آیت ۸ تا ۱۰) مفسرین نے کہا ہے کہ خداوند عالم نے انجیر اور زیتون کی قسم کھائی ہے کیونکہ انجیر پاکیزہ

۱۔ مؤلف فرماتے ہیں یہ تاویلیں گہری ہیں اور ممکن ہے کہ یہ مراد ہو کہ ایسا نہیں کہ مومنوں کی بہشت ظاہری بہشت پر منحصر ہو جسے خداوند عالم آخرت میں ان کو عطا فرمائے گا۔ بلکہ دنیا میں بھی ان کے امداد کے برکات روحانی بہشت ہیں جیسے ان کی حمایت اور ہر بایاں اور شفاعت کے سائے جو شیعوں کے سروں پر چھائے ہوئے ہیں۔ اور ان کے علوم و معارف کے سرچشمے جن سے مومنوں کے نفوس اور روحیں حیات ابدی کے ساتھ زندہ ہوتی ہیں اور میووں کی کثرت ان کی طرح طرح کی حکمت و معارف میں جو کبھی منقطع نہیں ہوتیں اور شیعوں کے لئے ان کی طرف سے کوئی ممانعت نہیں اور فرش مرفوعہ سے مراد ان کے آداب و اخلاق حسنہ ہیں جس نے ادب حاصل کرتے ہیں اور لذت اندوز ہوتے ہیں بلکہ آخرت میں بھی ان کی جسمانی و روحانی لذتیں ہوں گی جیسا کہ عین الحیوۃ وغیرہ میں اس کی تحقیق میں نے کی ہے۔ ۱۲۰

پھل ہے زود ہضم اور دوا ہے کثیر النفع۔ اور زیتون ایسا پھل ہے جو سالن کا کام دیتا ہے اور لطیف چکنائی رکھتا ہے اور اس میں فائدہ ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ دو پہاڑوں کے نام ہیں وَطُوسِ سِینِیْنِ یعنی وہ پہاڑ جس پر حضرت موسیٰ نے خدا سے مناجات کی تھی۔ وَ هَذَا الْبَلَدِ الْأَمِینِ اور اس شہر کی قسم جو اس میں داخل ہوتا ہے۔ امان میں ہو جاتا ہے۔ یعنی مکہ معظمہ۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ یعنی ہم نے انسان کو ظاہری و باطنی دونوں اعتبار سے بہت اچھی صورت پر پیدا کیا ہے إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لیکن جو لوگ ایمان لائے اور اچھے اچھے کام کرتے رہے فَلَهُمْ أَجْرٌ غَیْرُ مُمْتَنُونَ تو ان کے لئے وہ اجر ہے جو کبھی منقطع نہ ہوگا۔ فَمَا یُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالذِّیْنِ تو اسے رسول ان واضح نشانیوں کے بعد تمہاری کس بات کی یہ لوگ تکذیب کرتے ہیں۔ أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمَ الْحَاكِمِیْنَ پھر کیا تمہارا خدا تمام حاکموں میں سب سے بڑا حاکم یا حکیم ترین حکم کرنے والا نہیں ہے۔ اس سورہ کی تاویل میں عجیب و غریب حدیثیں وارد ہوئی ہیں جینا علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے تین سے مراد جناب رسول خدا ہیں اور زیتون سے حضرت امیر المومنینؑ اور طور سینین حسن و حسین علیہما السلام ہیں اور اس سورہ میں انسان سے مراد شقی اول ہے جو جہنم کے سب سے نیچے طبقے میں جائے گا وَالَّذِیْنَ آمَنُوا کے مصداق امیر المومنینؑ ہیں فَلَهُمْ أَجْرٌ غَیْرُ مُمْتَنُونَ یعنی خدا ان پر ثوابوں کا احسان نہیں رکھتا ہے جو ان کو عطا فرماتا ہے۔ غرض خدا پیغمبرؐ سے خطاب فرماتا ہے کہ کس چیز کے بارے میں لوگ دین میں تمہاری تکذیب کرتے ہیں یعنی امیر المومنین اور ان کی امامت کے بارے میں۔ ابن مہیار نے بہت سی سندوں کے ساتھ روایت کی ہے کہ تین سے مراد حسنؑ ہیں اور زیتون سے حسینؑ اور طور سینین علی بن ابی طالبؑ ہیں اور بلد الامین سرور کائناتؑ ہیں کیونکہ جو شخص آنحضرتؐ کی اطاعت کرتا ہے۔ عذاب الہی سے بے خوف ہو جاتا ہے۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ سَے مراد وہی شقی اول ہے جس سے خدا نے اپنی پروردگاری کا اور محمدؐ کی رسالت اور ان کے اوصیا کی امامت کا عہد لیا تو اس نے ظاہری طور سے اقرار کیا اس کے بعد حقوق آل محمدؐ کو غصب کیا اور جو ظلم چاہا ان پر کیا تو خدا نے اس کو جہنم کے سب سے نیچے طبقہ میں ڈال دیا۔ وَالَّذِیْنَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سے مراد امیر المومنینؑ اور ان کے شیعہ ہیں فَمَا یُكَذِّبُكَ حضرت نے فرمایا کہ آیت اس طرح نازل ہوئی

ہے کُنَّا يَكْتُمُكَ بِكَ بَعْدَ يَالَيْدِيْنِ اور بالمَدِينِ سے مراد ولایت امیر المومنین ہے اور خصال میں روایت کی ہے کہ تین مدینہ ہے اور زیتون بیت المقدس اور طور سینین کو فہ اور بلد امین مکہ ہے لہ

چھ بیسویں فصل | اس بیان میں کہ نخل سے مراد ائمہ معصومین علیہم السلام ہیں۔

خداوند عالم فرماتا ہے اَوْحِيْ ذِكْرَكَ اِلَى النَّخْلِ یعنی تمہارے پروردگار نے شہد کی مکھی کی طرف وحی فرمائی۔ بعضوں نے کہا ہے کہ اس کو الہام کیا۔ بعضوں کا قول ہے کہ

لہ مؤلف فرماتے ہیں۔ اس تاویل کی بناء پر جو حدیثوں میں وارد ہوئی ہے ہو سکتا ہے کہ (نخلتین) یعنی انجیر کا استعارہ امام حسن علیہ السلام سے ہو کیونکہ تین لذیذ ترین پھل ہے اور دوسری روایت میں وارد ہوا ہے کہ تین بہشت کا میوہ ہے جس میں بہت فائدے ہیں چنانچہ امام حسینؑ بہشت کے میوے سے خلق ہوئے ہیں اور علوم و حکمت جو آنحضرتؐ سے دنیا والوں کو پہنچے شیعوں کی روحوں کی تقویت و تغذیہ کا باعث ہیں اور زیتون کا استعارہ امام حسینؑ سے اس لئے کیا ہے کہ اس میں بہت فضیلتیں ہیں۔ اور اُس سے عمدہ و لطیف تیل حاصل ہوتا ہے اور اس سے جسمانی درودوں کے دفع کرنے میں بہت فائدہ ہوتا ہے۔ تو اسی طرح امام حسینؑ مقرر بان الہی کے میوہ دل (محبوب ترین فرد) ہیں اور آپ کے علوم و مومنوں کے دلوں کی قوت کا باعث ہیں۔ اور آپ کے انوار امامت سے جو آپ کی اولاد میں پہنچا ہے اس سے اور آپ کی اولاد اطہار کے نور سے تمام مقررین ہدایت پاتے ہیں۔ اور آیہ نور کی تاویل میں بیان ہو چکا ہے کہ خداوند عالم نے ان کے نور کی زیتون کے درخت سے مثال دی ہے اور لفظ طور کو حضرت امیر المومنینؑ سے استعارہ فرمایا ہے اس کی کئی وجہیں ہیں۔ پہلی وجہ یہ کہ حضرت علیؑ اور آپ کے اہلبیت کی فضیلت بذریعہ وحی حضرت موسیٰؑ پر اسی پہاڑ پر بیان فرمائی ہے جیسا کہ بہت سی حدیثوں میں وارد ہوا ہے۔

دوسری وجہ یہ کہ آپ کی بلند می شان اور امر دین میں ثابت قدمی اور علم میں پہاڑ کی طرح مضبوط و مستحکم ہونا ہے چنانچہ آپ کی وفات کے روز جناب حضرت نے آپ سے خطاب کیا کُنْتُ نَحْمَلُ لِحَاظِكَ اَلْعَوَاصِدَ یعنی آپ امر دین میں کوہ کے مانند ثابت و مستحکم رہے کہ نیز ہوا میں اس کو نہیں ہلا سکتیں۔ اسی طرح آپ عظیم فتنوں میں جگہ سے نہ ہلے (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ پر)

اس کی طبیعت میں یہ قرار دیا اور اسی طبیعت پر اس کو پیدا کیا اِنْ اَتَّخَذْتُم مِّنَ الْجِبَالِ مَسَاكِنًا
وَمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَغْرِشُونَ ۖ یعنی شہد کے لئے پہاڑوں اور درختوں پر اپنے چھتے بنا
اور جن کو دار بست کہتے ہیں جو درخت انگور ہے یا وہ خانے اور سوراخ جو لوگ ان کے
لئے بناتے ہیں یا ایسے مسدس خانے بناتی ہیں جن کو دیکھ کر تمام مہندس (انجینیر) حیران ہو
جاتے ہیں۔ تَوَكَّلْ عَلَىٰ مَنۢ كُلِّ الْفُرَاتِ پھر مختلف پھلوں سے جس سے چاہے کھا۔ فَاَسْلَكُوكِ
سَرَاتِكُمْ ذُلًّا۔ تو اے مکھی تو ان راہوں پر چل جو تیرے خدا نے تیرے لئے مقرر کئے ہیں اور

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) اور یقین میں ثابت قدم رہے۔

تیسری وجہ یہ کہ جس طرح پہاڑ زمین کی میخیں ہیں جو اس کے متزلزل نہ ہونے اور اثبات و
استقرار کا باعث ہوتے ہیں اسی طرح امیر المؤمنین اور آپ کی وریّت سے ائمہ اطہار علیہم السلام
جب تک زمین میں ہیں آپ کی برکت سے زمین قائم و برقرار ہے۔ چنانچہ بہت سی حدیثوں میں وارد
ہوا ہے کہ اگر ایک لمحہ زمین میں امام نہ ہو تو یقیناً وہ برباد ہو جائے جیسا کہ علامہ غلامی نے
نقل کیا ہے کہ جناب رسول خدا نے فرمایا کہ علی عالم زمین اور اس کی میخ ہیں جن سے زمین ساکن و
برقرار ہے۔

چوتھی وجہ یہ کہ آنحضرتؐ تجلیات والہ الہی کے نازل ہونے کی جگہ ہیں جیسا کہ طور سینین تھا
پانچویں وجہ یہ کہ رسول خدا صلعم کے دو سبط بزرگوار جو تین و زبوتوں کے شمال ہیں۔ باپ ہیں وہ
ان حضرت (علیؑ) سے پیدا ہوئے ہیں۔ جس طرح کہ اُن دونوں میوؤں کی بہترین اقسام اس پہاڑ سے پیدا
ہوتی ہیں۔ اور بلداہین کو جناب رسالت مآبؐ سے کنایہ کیا ہے۔ اس کی بھی کئی وجہیں ہیں۔
پہلی وجہ یہ کہ آنحضرتؐ مکہ کے رہنے والے ہیں اور اُس مقام مبارک کا شرف انہی حضرت
سے ہے۔

دوسری وجہ یہ کہ آنحضرتؐ بہ نسبت تمام مقرب انبیاء کے مثل مکہ کے ہیں جس کو تمام شہروں پر
فضیلت حاصل ہے۔

تیسری وجہ یہ کہ جو شخص آنحضرتؐ اور آپ کے اہلبیتؑ پر ایمان لایا وہ آپ کی ولایت کے بیت الحرام
میں داخل ہو گیا اور ضلالت دنیا اور عذاب آخرت سے محفوظ رہا جس طرح کوئی مکہ میں داخل ہوتا ہے۔
دنیا کی مکروہات و تکالیف سے بے خوف ہو جاتا ہے اور اگر ایمان کے (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ پر ملاحظہ ہو)

اُن پر تیرا چلنا آسان کر دیا ہے یا یہ کہ اُس حال میں کہ تو خدا کی مطیع و فرمانبردار رہ۔ یَخْرُجُ مِنْ بَطُونِهَا شَرَابٌ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ۔ اُن کھیلوں کے پیٹ سے مختلف رنگ کے شہد نکلتے ہیں یعنی بعض سفید، بعض زرد، بعض سرخ اور بعض سبزی مائل ہوتے ہیں فَبِهِ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ اس شہد میں لوگوں کے لئے درودوں اور تکلیفوں کی شفاء ہے۔ کم دوائیں ایسی ہوتی ہیں جن کا جزو شہد نہ ہوا اِن فِيْ ذٰلِكَ لَا يَاتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ (پک سورہ النحل آیت ۶۸-۶۹) یعنی بیشک جو کچھ مذکور ہوا اُس میں خدا کے وجود اُس کے علم و قدرت کی فکر کرنے والوں کے لئے بہت بڑی نشانیاں ہیں۔ اس آیت کی تاویل میں علی بن ابراہیم نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ ہم ہیں نخل خدا جن پر خدا نے وحی کی ہے اور جبال سے مراد عرب والے ہیں خدا نے ہم کو حکم دیا ہے عرب والوں کو شیعہ بنائیں وَ مِنَ الشَّجَرِ يَنْجِي عَجْمٌ سَوِيٌّ اَوْرَانُ آزاد شدہ غلاموں میں سے جو قبائل عرب میں داخل ہو گئے ہیں جو عجم وغیرہ سے ہیں مختلف رنگوں کی پلٹنے والی شراب سے یہ مطلب ہے کہ طرح طرح کے علوم جو ہم سے ظاہر ہوتے ہیں۔ ایضاً دریلمی نے انہی حضرت سے اسی آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ شہد کی کھیاں کیا مرتبہ رکھتی ہیں کہ خدا نے تعالیٰ ان کی طرف وحی فرمائے بلکہ یہ آیت ہماری شان میں نازل ہوئی ہے اور خدا نے نخل سے ہمارا تشبیہ دی ہے اور ہم ہیں جو زمین میں خدا کے حکم سے اقامت کریں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ساتھ داخل ہو تو دونوں جہان کی تکلیفوں سے محفوظ ہو جائے گا۔ اور جناب رسول خداؐ نے فرمایا ہے کہ میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں اب ان تمام سابقہ حدیثوں کی تاویل سے جو میں نے بیان کی ہیں اچھی طرح معلوم ہو سکتا ہے لیکن انسان کی تاویل فتناس یعنی اول سے ممکن ہے اس کے نازل ہونے کا سبب یہ ہو کہ آیت عام ہو یا یہ کہ اس مقام پر چونکہ شقاوت اور اسفل السافلین جہنم میں جانے میں سب سے کامل فرد وہی تھا اور اس امت کے تمام اشتیاق کی شقاوت کا باعث وہی تھا اس سبب سے اسی کی تخصیص فرمائی ہے۔ جس طرح الذین امنوا سے امیر المؤمنینؑ کی تخصیص انہی وجہوں سے فرمائی ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کا سبب اور تمام مومنوں سے کامل اور ایمان میں دوسروں کے متصف ہونے کا سبب ہونے کے لحاظ سے کامل ترین ذات جناب امیرؑ کی ہے۔ اس صورت میں استثنا منقطع ہو گا اور صیغہ جمع اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا کا استعمال تعظیم کے لئے یا تمام ائمہ طاہرین کے داخل ہونے کے اعتبار سے ہو گا واللہ اعلم۔ ۱۲

نخل سے مراد ائمہ صحابہ ہیں

ہیں اور پہاڑ سے مراد ہمارے شیعہ ہیں اور شجر سے مومنہ عورتیں ہیں۔ اور عیاشی نے انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ نخل کنایہ ہے امّہ علیہم السلام سے اور جبال عرب والے ہیں اور شجر سے مراد آزاد کردہ غلام ہیں وَ مِمَّا يَعْرِشُونَ اور لوط کے اور غلام ہیں جو آزاد نہیں ہوئے ہیں اور خدا اور رسول و امّہ کی محبت رکھتے ہیں۔ اور رنگ برنگ کی شراب سے مراد مختلف علم ہیں جن کی امّہ اپنے شیعوں کو تعلیم دیتے ہیں فَيُخَوِّشُهُمْ وَيَشْفَاهُ لِّلنَّاسِ یعنی علم میں لوگوں کے لئے شفا ہے اور ہمارے شیعہ ناس ہیں اور غیر شیعہ کو خدا بہتر جانتا ہے کہ کیا چیز ہیں اور اگر اس آیت کے معنی وہی ہوں جو لوگ گمان ہیں کہ وہ ایک قسم کا شہد ہے جسے لوگ کھاتے ہیں لہذا جو بیمار اس کو کھائے چاہئے کہ ضرور شفا پائے کیونکہ خدا کا وعدہ غلط نہیں ہوتا اور وعدہ غلطی خدا کے وعدہ میں نہیں ہوتی بلکہ شفاء علم قرآن میں ہے۔ کیونکہ خدا فرماتا ہے۔ تَنْزِيلَ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ لِّكُلِّ دُخَانٍ وَلِلْمُؤْمِنِينَ یعنی میں قرآن میں سے وہ چیز نازل کرتا ہوں جس میں مومنین کے لئے شفا و رحمت ہے حضرت نے فرمایا کہ بس قرآن شفا و رحمت اپنے اہل کے لئے اور اُس کے اہل امّہ ہیں جو ہدایت کرنے والے ہیں جن کے بارے میں خداوند عالم نے فرمایا ہے تَحَرَّوْا زِينَةَ الْكِتَابِ الَّتِي بَيْنَ يَدَيْكُمْ اَصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِكُمْ اَلَّذِينَ هُمْ لَكُمْ قُرْآنٌ مِّرَاثٌ میں دیا ان لوگوں کو جن کو ہم نے اپنے بندوں میں برگزیدہ کیا اور یہ گزر چکا کہ وہ امّہ طاہرین ہیں۔

ایضاً عیاشی نے بند دیگر انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ نخل سے مراد رسول خدا ہیں۔ اِنْ اَتَّخِذْتُمُ الْعِبْرَةَ مِمَّا يَرْشُونَ یعنی قریش کی عورت سے نکاح کرو وَ مِنَ الشَّجَرِ اور تمام عرب سے بھی وَ مِمَّا يَعْرِشُونَ سے مراد اہل عجم اور غلام ہیں اور مختلف رنگوں کی شراب سے مراد علوم ہیں اور تفسیر امام موسیٰ کاظمؑ میں روایت کی ہے کہ نخل سے مراد امّہ علیہ السلام ہیں اور جبال قریش ہیں اور شجر تمام عرب اور مِمَّا يَعْرِشُونَ عجمی اور غلام ہیں۔ وَ فِي سَبِيلِ رَبِّكَ سے مراد وہ دین حق ہے جس پر ہم لوگ ہیں اور مختلف قسم کے شہد سے کنایہ ہے علم امیر المومنینؑ سے جو لوگوں کو پہنچا ہے جو جہالت و ضلالت کے امراض کی شفا کا باعث ہے۔ چنانچہ قرآن کے بارے میں فرمایا ہے وَ شَفَاؤُا لِّمَا فِي الصُّدُورِ اَلَّذِينَ اِنْ اَمْرُصْنِ كَ لِّمُؤْمِنِيْنَ جو سینوں میں ہوتے ہیں لہ

لہ مؤلف فرماتے ہیں کہ مکرر مذکور ہو چکا ہے جو کچھ قرآن میں جسمانی (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ پر ملاحظہ ہو)

ستائیسویں فصل

سبع مثانی کی تاویل کے بیان میں -

خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنَ الْحَكِيمَ یعنی ہم نے تم کو سات آیتیں یا سات سورتیں جو مثانی ہیں اور قرآن حکیم عطا کیا مفسروں میں مشہور ہے کہ سبع سورہ فاتحہ ہے اور مثانی اس لئے کہا ہے کہ ہر نماز میں کم سے کم دو بار پڑھی جاتی ہے یا خدا اور بندہ کے درمیان ہے یا اس کے الفاظ مکرر آئے ہیں یا نصف خدا کی ثنا ہے اور نصف دعا ہے یا دو مرتبہ نازل ہوا ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ

(بقیہ حاشیہ گذشتہ) غذاؤں اور ظاہری زندگی اور ظاہری لذتوں کے فائدہ سے متعلق مذکور ہوا ہے آیات کے باطن میں اغذیہ روحانی اور لذات معنوی اور حیات ابدی و اخروی کی طرف اشارہ ہے جیسے پانی کی تاویل علم اور نور کی حکمت سے لہذا بعید نہیں ہے کہ مثال نخل کی آنحضرت اور ائمہ علیہم السلام سے ہو کر نہ جس طرح شہد کی مکھیاں لطیف غذاؤں کو جمع کرتی ہیں جن سے سب سے بہتہ غذا حاصل ہوتی ہے اور جو جسمانی بیماریوں کی شفا کا باعث ہوتی ہے اور مختلف مقامات پر گھر بناتی ہیں اور اُن کے بادشاہ حسن تدبیر میں ایسے ہوتے ہیں کہ بنی آدم کے بادشاہ ان سے تعلیم پاتے ہیں اسی طرح پیشوایان دین اشرف خلائق ہیں اور شیعوں کے لئے معارف وحی الہام الہی کے ذریعے حاصل کرتے ہیں اور اُن پر بقدر قابلیت اضافہ کرتے ہیں۔ اور نہ ختم ہونے والی روحانی لذتیں ان کی روحوں کو پہونچاتے ہیں اور شیعہ روحانی تکلیفیں اور بیماریاں اور اپنے نفسانی امراض کا جو جہالت و غفلت ہے اس سے علاج کرتے ہیں نیز اکثر ائمہ باعتبار مخالفوں سے مظلوم و مغلوب ہونے کے اور اپنے علوم حقہ کو ان سے پوشیدہ رکھنے کے اور ہر قوم و قبیلہ کے شیعوں کو فائدہ پہونچانے کے نخل کے مانند ہیں جس سے تمام حیوانات اُس چیز کے سبب سے جو اُس کے پیٹ میں ہے دشمن ہوتے ہیں اور شہد کی مکھیاں اسی خوف سے اُن سے بھاگتی ہیں اور اپنے مکانات ایسے مقامات پر بناتی ہیں جہاں ان کے ضرر سے محفوظ رہیں۔ جیسا کہ حضرت صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اپنے دین کے بارے میں ڈرو اور تقیہ کے ذریعہ پوشیدہ رکھو اس لئے کہ وہ شخص محفوظ نہیں رہتا جو تقیہ نہیں کرتا۔ تم مخالفوں میں شہد کی مکھی کے مانند ہو جو پرندوں کے درمیان میں ہوتی ہے۔ اگر پرندوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ ان مکھیوں کے شکم میں کون سی چیز ہے تو کسی (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ پر ملاحظہ ہو)

سبغ سورہ فاتحہ ہے اور مثانی قرآن ہے کہ اس میں قصے اور خبریں مذکور ہیں۔ بعضوں نے کہا ہے سبغ مثانی سات سورتوں پر مشتمل ہے جو قرآن کی ابتداء میں ہیں کیونکہ احکام کے سوا ان میں خبریں مکرر وارد ہوئی ہیں اور بعضوں نے کہا ہے کہ پورا قرآن سبغ مثانی ہے کیونکہ قرآن سات حصوں پر تقسیم ہے۔

علی بن ابراہیم و فرات و صدوق و عیاشی نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ہم و مثانی ہیں جنہیں خدا نے پیغمبر کو عطا فرمایا ہے اور ہم زمین میں لوگوں کے درمیان خدا کی حجت ہیں جو مختلف حالات میں رہتے ہیں جو ہم کو پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہے اور جو نہیں پہچانتا تو موت کے بعد جو اس کے سامنے ہے پہچائے گا۔ اور دوسری روایت کے مطابق جو شخص ہم کو پہچانتا ہے تو وہ یقین سے دلیل کے ساتھ دنیا میں پہچانتا ہے اور آخرت میں یقین کی آنکھوں سے ہم کو دیکھے گا اور جو شخص ہم کو نہیں پہچانتا اس کے روئے جہنم ہے اور وہ اُس میں داخل ہوگا۔ اور بصائر میں سابق مضمون کو امام موسیٰ کاظم سے روایت کی ہے۔ اور عیاشی نے روایت کی ہے کہ حضرت صادق سے لوگوں نے اس آیت کی تفسیر پوچھی حضرت نے فرمایا کہ اس کا ظاہر سورہ حمد ہے اور باطن میں مراد ائمہ ہیں جو ہر ایک اپنے پدر بزرگوار کے بعد امام ہیں اور امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے روایت کی ہے کہ سبغ مثانی

(بقیہ حاشیہ گذشتہ) ایک کو زندہ نہ چھوڑیں اور سب کو کھا جائیں اسی طرح اگر مخالفین جائیں کہ تمہارے سینوں میں کیا ہے یعنی دوستی اہلبیت کہ تم ہم اہلبیت کو دوست رکھتے ہو تو اپنی زبان سے تم کو کھا جائیں اور ظاہر پوشیدہ طور سے تم کو اذیت پہنچائیں۔ خدا اس پر رحم کرے جو ہماری ولایت کا دلی میں متفق ہو اور اُسے پوشیدہ رکھے۔ اور تشبیہ عرب پہاڑ سے اس بنا پر کہ عرب بھی دین میں مضبوط اور ثابت قدم ہیں یا یہ کہ وہ قبیلے کے قبیلے اکٹھے ہیں اور درختوں سے اہل عجم کی تشبیہ اس سبب سے ہے کہ وہ متفرق ہیں یا یہ کہ ان سے بہت سے فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ یا اس لئے کہ وہ جلد مطیع و فرمانبردار ہو جاتے ہیں اور کمالات کی قابلیت ان میں بہت زیادہ ہے اور غلاموں اور آزاد کئے ہوئے یا قبائل سے ملحق ہونیوالوں کی تشبیہ چھتوں سے اس لئے ہے کہ وہ اپنے آقا اور قبیلوں سے ملحق ہو گئے ہیں گویا مصنوع اور بنائے ہوئے ہیں اور اس قسم کی مثالیں اور استعارات آیتوں میں بہت ہیں جن کے ظاہری معنی سے کوئی اختلاف نہیں ہے جیسا کہ بہت سی حدیثیں بھی ظاہری معنی پر دلالت کرتی ہیں۔ ۱۲۔

ائمہ ہیں اور قرآن عظیم حضرت صاحب الامر ہیں لہ
آٹھائیسویں فصل | اس بیان میں کہ قرآن میں علماء سے مراد ائمہ ہیں اور اولوالالباب
 (صاحبان عقل) ان کے شیعہ ہیں۔

حَقُّنَا لَیْ فَرَمَاتَا بِہِ۔ قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الَّذِینَ یَعْلَمُونَ وَالَّذِینَ لَا یَعْلَمُونَ
 اِنَّمَا یَتَذَكَّرُ اُولُو الْاَلْبَابِ۔ (پچھ سوہ الزمر آیت ۹) اے رسول کہہ دو کہ کیا وہ لوگ جو
 جانتے ہیں اور صاحبان علم ہیں اور وہ لوگ جو نہیں جانتے اور جاہل ہیں برابر ہو سکتے
 ہیں؟ اور یہ تو صاحبان عقل ہی سمجھتے ہیں۔ یہ آیہ کریمہ صریح ہے اس بارے میں کہ علم امتیاز و
 فوقیت کا سبب ہے اور جو شخص زیادہ عالم ہے وہ امامت کے لئے دوسروں سے اولیٰ اور

لہ مؤلف فرماتے ہیں کہ ان حدیثوں کا سمجھنا ہر شخص کے بس کی بات نہیں کیونکہ اس میں بہت گہرے باطنی
 معنی بیان ہوئے ہیں اس لئے کہ سات کی عدد ان کے اعداد سے موافقت نہیں رکھتی اس کی تاویل چند وجوہوں
 سے کی جاسکتی ہے۔

پہلی وجہ یہ کہ سات عدد ائمہ معصومین کے سات اسمائے گرامی کے اعتبار سے ہوگا۔ یعنی علی فاطمہ
 حسن وحسین و باقر و جعفر و موسیٰ کاظم علیہم السلام۔

دوسری وجہ یہ کہ سات عدد اس اعتبار سے کہ اکثر و بیشتر علوم کی نشر و اشاعت ائمہ اطہار کے ستا
 افراد سے امام رضا تک زیادہ ہوئی ہے۔ اور حضرت امام زین العابدین سے شدت تقیہ کی وجہ سے سوائے
 دُعا کے اور کوئی علم نہ حاصل ہوا۔ اور امام رضا کے بعد تمام ائمہ معصومین کی خوف اور تقیہ اور قید میں رہ
 ہوئی اُن حضرات سے بھی علوم حاصل ہوئے مگر بہ نسبت دوسرے ائمہ کے کم حاصل ہوئے۔ اس وجہ
 سے ان کو شمار نہیں کیا گیا ہے۔ ان دونوں وجہوں کی بناء پر مثانی اس اعتبار سے ہے کہ ان حضرات
 کو آنحضرتؐ نے قرآن کے ساتھ ملحق کیا ہے یہ فرما کر کہ اِنِّیْ نَسَّیْتُ لَکُمْ التَّوْرَۃَ الْکَثِیْرَ ۚ وَ اٰھْلَیْکُمْ ۙ
 تو یہ جو ائمہ نے فرمایا ہے کہ ہم مثانی ہیں یعنی ہم وہ ہیں کہ جناب رسول خداؐ نے ہم کو قرآن
 کے ساتھ متصل کیا ہے اور اس کا ثانی قرار دیا ہے جیسا کہ ابن بابویہ نے کہا ہے یا یہ کہ ان کو خدا نے
 جناب رسول خداؐ سے متصل فرمایا ہے یا اس اعتبار سے ہو کہ ان حضرات نے خدا کی شاک ہے یا یہ
 کہ خدا نے ان کی شان کی ہے۔ یا اس اعتبار سے کہ وہ حضرات ذو جہت ہیں۔ ایک تقدیس و شہادت
 ہے جس کے ذریعہ جناب اقدس الہی اور روحانیوں یعنی ملائکہ سے رابطہ رکھتے ہیں (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ پر)

زیادہ مستحق ہے۔ اور اس میں بھی شک نہیں ہے کہ ائمہ علیہم السلام میں سے ہر ایک اپنے اپنے زمانہ میں سب سے بہت زیادہ جاننے والے تھے۔ خاص کر ان لوگوں سے جو ان کے زمانہ میں امامت و خلافت کے مدعی ہوئے ہیں۔ ائمہ علیہم السلام کبھی علم میں کسی دوسرے کی طرف رجوع نہیں ہونے بلکہ دوسرے ان کی جانب رجوع ہوئے ہیں۔ اور

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) اور وحی والہام کے ذریعہ علوم حاصل کرتے ہیں اور دوسری جہت بشریت ہے جو صورت اور جنسیت میں بعض مفتوں میں تمام انسانوں کی شبیہ میں اسی وجہ سے خلافت کو علوم سے مستفیض فرماتے ہیں جیسا کہ سابق میں ہم تحقیق کر چکے ہیں۔

تیسری وجہ یہ کہ سات کی تعداد ثانی سے مل کر چودہ ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ ثنی بمعنی دو ہے کہ سات کو دو نا کرنے سے چودہ ہوتے ہیں پھر رسول کے بارے میں ایک تکلف کا ارتکاب کرنا پڑے گا۔ جو ایک حیثیت سے معطی ہیں اور ایک حیثیت سے معطی نہیں ہیں اس لئے کہ پیغمبری اور لا اہتیا کمالات کے اعتبار سے آپ ایک نعمت ہیں۔ جو عطا کی گئی ہے۔ اس سے قطع نظر آپ ایک شخص ہیں جن کو عطا ہوا ہے۔ یا یہ کہ قرآن کو شامل کرتے ہوئے چودہ ہوتے ہیں مگر اس میں تکلف زیادہ ہے۔

چوتھی وجہ یہ کہ ان تاویلات میں بھی سبع ثانی سے مراد سورہ مد ہے اور مطلب یہ ہو کہ حقیقتاً لے نے سورہ فاتحہ کو اس آیت میں تمام قرآن کے برابر قرار دیا ہے۔ اس سبب سے کہ اس سورہ میں ہمارا ذکر اور ہماری اور ہمارے طریقہ کی مدح ہے۔ اور ہمارے دشمنوں اور ان کے طریقہ کی مذمت ہے۔ کیونکہ بہت سی حدیثوں کے مطابق صراط آلذین انعمت علیہم ان بزرگوار کا طریقہ اور راستہ ہے اور وہی صراط مستقیم ہیں۔ اور مخلصین علیہم ان کے حقوق کے غصب کرنے والے ہیں اور ضالین سے مراد گمراہ لوگ ہیں جنہوں نے اُن غاصبین کی متابعت کی ہے۔ اور ان کو پیشوا جانتے ہیں۔ لہذا مراد یہ ہے کہ یہ سورہ ان حضرات کی شان میں نازل ہوا ہے۔ اور اس سبب سے تمام قرآن مجید پر یہ سورہ امتیاز رکھتا ہے ان وجہوں میں سے اکثر وجہیں میرے ذہن میں گزری ہیں۔ لیکن آخری وجہ کو تمام وجہوں سے زیادہ ظاہر و واضح سمجھتا ہوں۔

تمام فرقوں میں سے اس بارے میں کسی کو اختلاف نہیں ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام تمام صحابہ سے زیادہ عالم تھے۔

کلینی۔ صفار۔ ابن ابیاری اور ابن شہر آشوب وغیرہم نے بسند ہائے بسیار حضرت باقر صادق علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ ان حضرات نے فرمایا کہ اَلَّذِینَ یَعْلَمُونَ ہم ہیں اور اَلَّذِینَ لَا یَعْلَمُونَ ہمارے دشمن ہیں اور ہمارے شیعہ اولوالالباب ہیں جو ہم اور ہمارے دشمنوں میں تمیز کرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ ہم دشمنوں سے خلافت کے زیادہ مستحق ہیں۔ اور صفار نے روایت کی ہے کہ حضرت صادق سے اس آیت کی تفسیر لوگوں نے دریافت کی فرمایا کہ ہم دانا ہیں اور ہمارے دشمن نادان۔ اور ہمارے شیعہ اولوالالباب ہیں۔ کلینی نے بسند موثق عمار ساباطی سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت صادق سے قول خدا اِذَا مَسَّ الْاَشْکَانُ خُذْ عَاصِیَتَکَ مُذِیْبًا اِلَیْہِ یعنی جب آدمی کو کوئی تکلیف چھو جاتی ہے تو وہ خدا کو اس کی طرف دل سے رجوع ہو کر پکارتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ آیت منافق اول کے حق میں نازل ہوئی ہے جو جناب رسول خدا کو جادوگر سمجھتا تھا جب وہ بیمار ہوتا تو ظاہری طور سے دُعا کرتا اور اُس قول سے باز گشت ہونے کا اظہار کرتا جو جناب رسول خدا کے حق میں کہتا تھا۔ ثُمَّ اِذَا حَوَّلْنَا نِعْمَتَہٗ مِنْہٗ پھر جب خدا اس کو اپنی جانب سے کوئی نعمت عطا فرماتا یعنی وہ اس بیماری سے نجات پاتا اور تندرست ہو جاتا وَ لَسَیْ مَا کَانَ بِہٖ عُوْا اِلَیْہِ مِنْ قَبْلُ۔

یعنی خدا کو اس نے فراموش کر دیا جو پہلے دُعا کرتا تھا حضرت نے فرمایا کہ خدا سے توبہ کرنا فراموش کر دیا اُس عمل سے جو رسولؐ کے حق میں کہتا تھا کہ وہ ساحر ہیں اس سبب سے خدا نے فرمایا قُلْ تَمَتَّعْتُ بَكُمُ لَكُمْ قَلِيلًا إِنَّكَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ یعنی اے رسولؐ کہہ دو کہ تو تھوڑے زمانہ تک تو فائدہ اٹھالے آخر تو جہنم میں تو جائے ہی گا۔ امام نے فرمایا کہ کفر سے مراد وہ امارت تھی جس کا اس نے ناحق دعوے کیا تھا اور امیر المؤمنینؑ کا حق غصب کر لیا۔ نہ خدا کی جانب سے خلیفہ تھا نہ رسولؐ نے مقرر کیا تھا پھر حضرت نے فرمایا کہ اس کے بعد خدا نے کلام کا رُخ حضرت علیؑ کی طرف موڑ دیا ہے اور لوگوں کو ان کے حال سے اور ان کی فضیلت سے آگاہ کیا۔ پھر فرمایا آمَنْ هُوَ قَائِلُ النَّاسِ اللَّيْلُ سَاجِدًا وَقَائِمًا يَخْضَعُ بِالْآخِرَةِ وَيَرْجُو أَرْحَمَ رَبِّهِ كَمَا وَه

کافر اس کے برابر ہے جو راقوں کو عبادت کرنے والا اور دُعا کرنے والا ہے کبھی وہ سجدہ میں ہوتا ہے اور کبھی قیام میں اس حال میں کہ عذابِ آخرت سے پرہیز کرتا اور ڈرتا ہے اور خدا کی رحمت کا امیدوار ہوتا ہے۔ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ یعنی کیا برابر ہیں وہ لوگ جو جانتے ہیں کہ محمد خدا کے رسول ہیں اور وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ وہ جادوگر اور جھوٹے ہیں۔ اسے عمار اس آیت کی تاویل یہ ہے۔ اور خداوند عالم فرماتا ہے تِلْكَ الْأَمْثَالُ لِنَصْرِ بِهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ یعنی لوگوں کے لئے ہم یہ مثالیں دیتے ہیں لیکن سوائے جاننے والوں کے یہ مثالیں کوئی نہیں سمجھتا ابن مہیار نے حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ اس آیت میں عالموں سے مراد ہم ہیں۔ ہم جانتے ہیں قرآن کو اور ہم سمجھتے ہیں اس کی مثالوں کو۔ ایضا خداوند عالم فرماتا ہے وَمَا أَوْثَقْتُمُوهَا إِلَّا قَلِيلًا مِّنَ الْعِلْمِ مفسرین کہتے ہیں کہ خدا نے تم کو تھوڑا سا علم دیا ہے۔ عیاشی نے حضرت باقر سے روایت کی ہے آپ فرماتے ہیں کہ تم کو رسول اور ائمہ اطہار علیہم السلام کے ذریعہ سے بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے یعنی دوسروں کو علم سے حصہ نہیں ملا ہے لیکن اتنا ہی جس قدر ان حضرات سے حاصل کیا ہے۔ پھر خداوند عالم فرماتا ہے کہ بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ یعنی قرآن چند واضح آیتوں کا مجموعہ ہے یہ ان لوگوں کے سینوں میں ہے جن کو علم دیا گیا اور کلینی اور ابن مہیار وغیرہم بہت سی سندوں سے حضرت باقر و صادق و حضرت کاظم علیہم السلام سے روایت کی ہے کہ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ ہم ہیں اور لفظ قرآن اور اس کے معنی ہمارے سینوں میں ہیں لہذا خدا نے یہ نہیں فرمایا کہ قرآن دو بیبتوں کے درمیان ہے بلکہ فرمایا کہ ہمارے سینوں میں ہے۔ ایضا حقیقتاً فرماتا ہے۔ اِنَّمَا يَخْتَشَى اللّٰهُ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ یعنی خدا سے علماء کے سوا کوئی نہیں ڈرتا۔ ابن مہیار نے روایت کی ہے کہ یہ آیت جناب امیر کی شان میں نازل ہوئی ہے جو عالم تھے اور اپنے پروردگار کو پہچانتے تھے اور خدا سے ڈرتے تھے اور ہمیشہ خدا کو یاد کرتے رہتے۔ اور فرائض پر عمل کرتے تھے اور راہِ خدا میں جہاد کرتے تھے۔ اور تمام احکامِ خدا کی اطاعت کرتے اور سوائے خوشنودی خدا و رسول کے کوئی کام نہیں کرتے تھے۔

انتیسویں فصل

اس بیان میں کہ ائمہ طاہرین علیہم السلام متوسمین ہیں جو ہر شخص کو دیکھ کر پہچان لیتے ہیں کہ وہ مومن ہے یا منافق۔

حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَاتٍ لِّمَنۡتَوَسَّعَ بَصَرًا يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوۡنَ مفسروں نے کہا ہے یعنی ہم نے جو قوم لوط کے ہلاک کرنے کا ذکر کیا اس میں غور و فکر کرنے والوں اور عبرت حاصل کرنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ بعضوں نے کہا ہے کہ متوسمین وہ ہیں جو علامتوں اور نشانیوں سے چیزوں کو معلوم کر لیتے ہیں اور فراست اور زیر کی سے چیزوں کو سمجھ لیتے ہیں اور جناب رسول خدا سے روایت کی ہے کہ مومن کی فراست سے پرہیز کر دیکھنا ہے۔ اور فرمایا کہ خدا کے چند بندے ہیں جو لوگوں کو فراست و دانائی سے پہچانتے ہیں پھر حضرت نے اس آیت کو پڑھا وَ اَتَّهٰا لِيَسْبِيْلٍ مُّسْتَقِيْمٍ یعنی قوم لوط کا شہر جو مدینہ اور شام کے درمیان واقع ہے تہاری سیدھی راہ پر ہے جس سے تم شام جاتے وقت گزرتے ہو یعنی اور بصائر و مناقب و تفسیر عیاشی اور علی بن ابراہیم اور تمام کتابوں میں بہت سی حدیثیں ائمہ معصومین علیہم السلام نے منقول ہیں کہ ہمیں متوسمون اور راہ بہشت اور ہم میں قیامت تک راہ بہشت مقیم اور ثابت ہے۔ اور شیون اخبار الرضا میں منقول ہے کہ اُن حضرت سے لوگوں نے پوچھا کہ کیا ذریعہ ہے کہ آپ لوگوں کو ان کے دلوں کی پوشیدہ باتوں سے آگاہ کر دیتے ہیں فرمایا شاید تو نے نہیں سنا ہے کہ رسول خدا نے فرمایا ہے کہ فراست مومن سے دُور کہ وہ نور خدا کے ذریعہ دیکھتا ہے۔ راوی نے کہا ہاں یا حضرت سنا ہے تو نے فرمایا کہ کوئی مومن نہیں ہے مگر یہ کہ اس میں ایک فراست ہے کہ وہ اپنے نور ایمان اور دانائی کے بقدر نور خدا کے ذریعہ دیکھتا ہے اور خداوند تعالیٰ نے ہم اہلبیت میں وہ تمام فراست جمع کر دی ہے جو تھوڑی تھوڑی تمام مومنین میں ودیعت فرمائی ہے اور قرآن میں فرمایا ہے اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَاتٍ لِّمَنۡتَوَسَّعَ بَصَرًا۔ تو پہلے متوسمین رسول خدا تھے اُن کے بعد امیر المومنین پھر حسن و حسین اور حسین کے فرزندوں میں سے قیامت تک کہ ائمہ طاہرین علیہم السلام۔ اور بصائر و اختصاص میں عبد الرحمن بن کثیر سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت صادق کے ساتھ حج کو گیا اُنہائے راہ میں حضرت ایک پہاڑ پر تشریف لے گئے اور لوگوں کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ کس قدر زیادہ لوگوں کی تبلیہ

مومن صاحب فراست ہوتا ہے۔

کی آواز ہے لیکن ان میں کتنے تھوڑے ہیں جن کا حج قبول ہوتا ہے۔ ابوسلیمان نے کہا یا بن رسول اللہ کیا ان لوگوں کی دُعا جن کو ہم دیکھتے ہیں خدا قبول فرمائے گا۔ حضرت نے فرمایا کہ اے ابوسلیمان خدا اس کے گناہ نہیں بخشے گا جس نے شرک کیا ہوگا اور ولایت و امامت علیؑ سے انکار کرنے والابت پرست کے مثل ہے اُس نے عرض کی آپ پر خدا ہوں کیا آپ اپنے دوست اور دشمن کو پہچانتے ہیں حضرت نے فرمایا دائے ہو تجھ پر جو بندہ پیدا ہوتا ہے البتہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیاں لکھا ہوتا ہے کہ مومن ہے یا کافر اور جو شخص ہماری ولایت کے ساتھ ہمارے پاس آتا ہے ہم اس کی پیشانی کے درمیان مومن لکھا ہوا دیکھتے ہیں اور اگر ہماری عداوت دل میں لئے ہوئے آتا ہے تو ہم دیکھ لیتے ہیں کہ اس کی پیشانی پر کافر لکھا ہوتا ہے۔ ہم متوسمین ہیں جن کی شان میں خدا نے فرمایا ہے اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَاتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ اور ہم اسی فراست سے اپنے دوست اور دشمن کو پہچان لیتے ہیں۔ ایضاً بصائر وغیرہ میں بسند متبر روایت کی ہے کہ ایک شخص حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایک مسئلہ دریافت کیا حضرت نے اس کا جواب دے دیا پھر دوسرا شخص آیا اور وہی سوال کیا حضرت نے دوسرا جواب دیا پھر ایک تیسرا شخص آیا اور وہی سوال کیا حضرت نے اُن دونوں جوابوں کے علاوہ تیسرا جواب دیا پھر فرمایا کہ خدا نے خلائق کے امور ہم پر چھوڑ دیئے ہیں اور جو کچھ ان کی قابلیت اور فہم کے لائق ہوتا ہے ہم جواب دیتے ہیں جس طرح خدا نے امور دنیا کا اختیار حضرت سلیمانؑ پر چھوڑ دیا تھا اور فرمایا تھا هٰذَا اَعْطَاوْنَا قَامِنًا اَوْ اَعْطٰ بِغَيْرِ حِسَابٍ یہ آیت قرأت علی میں یوں ہی ہے۔ راوی نے پوچھا کہ تمام امام لوگوں کے مذہب اور ہر شخص کی قابلیت کو جانتے ہیں جس سے اس کے مناسب حال جواب دیتے ہیں۔ حضرت نے تعجب سے پوچھا سبحان اللہ شاید تو نے کلام الہی نہیں پڑھا ہے کہ قرآن میں فرماتا ہے وَاَنْهٰا لِبَسْبِیْلِ مَّقْدِرٍ اور یہ نشانیاں ایک راہ مقیم ہیں ہمیشہ قائم ہیں جس سے کوئی شخص باہر نہیں جاسکتا یعنی امامت کے ساتھ ہے اور امامت کبھی دائرہ اہلیت سے باہر نہیں جاسکتی۔ پھر فرمایا کہ جب امام کسی کو دیکھتا ہے اس کو پہچان لیتا ہے۔ اُس کے رنگ اور نوع کو جانتا ہے اگر اس کی باتیں دیوار کے پیچھے سے بھی سنتا ہے تب بھی اس کو پہچان لیتا ہے اور جان لیتا ہے کہ کون اور کیا ہے اس کی صفیں جانتا ہے کیونکہ خداوند عالم فرماتا ہے وَمِنْ

حضرت صادقؑ کا تین شخصوں کو ایک ہی سوال کا تین جواب دینا اور امامی مومنین

آيَاتِهِ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَخْتَلَفَ اَلْسِنَتِكُمْ ذٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّلْعٰلَمِيْنَ (پک سورہ روم آیت ۲۲) یعنی آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کے اختلاف میں عالم کے لئے خدا کی قدرت و عظمت کی نشان دہی ہے۔ حضرت نے فرمایا ائمہ علماء ہیں جن کے بارے میں خدا نے اس آیت میں فرمایا ہے۔ اور امام ہر قوم کی زبانیں جانتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ وہ بولنے والا ناجی ہو گا یا دوزخی اسی لئے وہ ہر شخص سے اس کی حالت اور قابلیت کے موافق جواب دیتا ہے۔ ایضاً بشارت میں امام رضاؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا ہماری وہ آنکھیں ہیں جو عام لوگوں سے مشابہت نہیں رکھتیں۔ ہماری آنکھوں میں وہ نور ہے جس میں شیطان کی کوئی شرکت نہیں۔ عیاشی نے اس آیت کی تاویل میں حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ یقیناً امام میں متوسمین کے لئے چند علامتیں ہیں۔ امام سبیل مقیم اور راہ راست پر ثابت ہے اور اس نور کے ذریعہ دیکھتا ہے جو خدا نے اس کی آنکھ میں قرار دیا ہے اور وہ خدا کی جانب سے گھٹو کرتا ہے اور اس سے چیز بنہاں نہیں رہتی جس کا ارادہ کرتا ہے۔ بشارت و اختصا ص وغیرہ ہیں حضرت باقرؑ سے روایت کی ہے ایک روز امیر المومنینؑ کو فدک مسجد میں تشریف فرما تھے ناگاہ ایک نور آئی جس کا اس کے شوہر سے جھگڑا تھا۔ حضرت نے اس کے شوہر کے حق میں فیصلہ کیا۔ اس ملعون نے کہا وا ائدیا میں جیسا آپ نے حکم کیا ہے آپ مساوی تقسیم نہیں کرتے اور رعایا کے درمیان عدالت نہیں کرتے آپ کا فیصلہ خدا کا پسندیدہ نہیں ہے۔ جناب امیرؑ کو غصہ آیا اور ایک بار اس کو دیکھا اور فرمایا کہ اے جرات کرنے والی اے گالیاں بکنے والی اے شلفلق یہی اے عجیب جوئی کرنے والی اے کہ تو دوسری عورتوں کی طرح حائض نہیں ہوتی۔ جب اس ملعون نے یہ باتیں سنیں تو منہ پھیر کر بھاگی کہتی جاتی تھی کہ وائے مجھ پر وائے مجھ پر اے پسڑابی طالب میرا پوشیدہ پردہ آپ نے چاک کر دیا اور مجھ کو رسوا کیا۔ یہ دیکھتے ہی عمرو بن حریش جو خوارج کا ایک سردار تھا اور وہاں موجود تھا اس کے پیچھے دوڑا اور بولا ابتداء میں تو نے پسڑابی طالب سے ایسی باتیں کر کے مجھے غرش کیا لیکن جب انھوں نے تجھ سے جو کچھ کہا تو تو وادہ بلا کرنے لگی۔ اُس عورت نے کہا خدا کی قسم میرے متعلق وہ بات بیان کی جو مجھ میں موجود ہے اور کوئی دوسرا نہیں جانتا۔ میں ہمیشہ پیچھے کی راہ سے حائض ہوتی ہوں۔ یہ سُکر وہ ملعون خدمت امیر المومنین میں واپس آیا اور

امام رضاؑ کا نام زبان میں جانتا ہے۔

امام سے کہا کہ ان بات پر شیعہ نہیں ہوتے۔

کہا اے پیڑا بوطالب یہ کہانت کیا تو چاہا آپ نے اُس عورت سے کہی حضرت نے فرمایا اے پیڑا حُرثیت یہ کہانت نہیں ہے کہ کسی جن نے خبر دی ہو۔ یقیناً خالق ارواح نے دُنیا پیدا کرنے سے دو ہزار سال پہلے جب رُوحوں کو ان کے بدنوں میں جگہ دی تو ان کے دونوں آنکھوں کے درمیان لکھ دیا کہ مومن ہے۔ یا کافر اور وہ باتیں بھی لکھ دیں جن میں وہ مبتلا ہوں گے اور اُن کے تمام نیک و بد اعمال بھی یہاں تک کہ اُن کے نامہ اعمال میں بقدرِ گوش ہوش لکھ دیا کہ فلاں مومن ہے یا کافر اور جن باتوں میں وہ مبتلا ہوگا۔ پھر اس بارے میں اپنے پیغمبر پر قرآنی آیت بھی نازل فرمائی اِن فی ذلک لآیات للمتوسمین۔ رسول خدا متوسمین تھے اُن کے بعد میں متوسم ہوں اور میرے فرزندوں میں سے ائمہ متوسم ہیں۔ لہذا جب میں نے اُس عورت کی پیشانی پر نظر کی اس کا تمام حال مجھ پر ظاہر ہو گیا۔

فصل ۳۱۔ سورہ فرقان کی آخری آیتوں کی تاویل ائمہ کی شان میں۔

خداوند تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْسُکُوْنَ عَلٰی الْاَرْضِ هٰذَا رَکِیۡۃٌ سُوْرہ فرقان آیت ۶۳ یعنی خدائے رحمن کے خالص بندے وہ لوگ ہیں جو روئے زمین پر آہستگی اور سکینہ و وقار سے راستہ چلتے ہیں وہ تکبر و شیخی سے نہیں چلتے۔

علی بن ابراہیم۔ کلینی، ابن مہیار اور دوسروں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ یہ آیت اور اس کے بعد کی آیتیں آخر تک کہ اپنے دشمنوں کے خوف سے آہستہ راہ چلتے ہیں۔ ائمہ کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلَامًا۔ جب ان سے جاہل اور بے عقل لوگ خطاب کرتے ہیں تو یہ لوگ سلام کہتے ہیں۔ یعنی ان کی جہالت کے جواب میں ایسی بات کہتے ہیں جس سے گناہ سے سالم رہیں یا اُن سے نیک اور بھلائی کی بات کہتے ہیں یا سلام کرتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ یہ بھی اوصیا کی

لے مؤلف فرماتے ہیں کہ اس بارے میں حدیثیں بہت ہیں اور ان تاویلوں کی مطابقت کا ذکر میں نے ہمارا انوار میں کیا ہے۔ اور اکثر تاویلات کی بناء پر ذلک سے اشارہ قرآن کی طرف ہے اور بسبیل سے مراد بعض تاویلوں میں امام ہے اور بعض میں امامت۔ بعض میں راہ حق اور بعض میں راہ ہدایت۔

راہ ہدایت۔ ۱۲۔

شان میں نازل ہوئی ہے جو دشمنوں کے ساتھ بھی نیکی کرتے ہیں وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا جو لوگ تمام رات اپنے خدا کی بارگاہ میں سجدہ اور کبھی قیام میں گزارتے ہیں۔ دوسری حدیث میں وارد ہوا ہے کہ یہ آیت بھی ائمہ کی شان میں نازل ہوئی ہے اور برقی نے محاسن میں سلیمان ابن خالد سے روایت کی ہے کہ میں سورہ فرقان پڑھ رہا تھا جب اس آیت پر پہونچا وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ يَلْقَ أَثَمًا يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَيَخْلُدْ فِيهِ مُهَانًا۔ یعنی وہ لوگ جو خدا کے ساتھ کسی دوسرے خدا کو نہیں پکارتے اور کسی نفس کو قتل نہیں کرتے جس کو خدا نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ اور زنا نہیں کرتے اور جو شخص ایسے کام کرتا ہے وہ اپنے گناہ کا بدلہ پاتا ہے خدا اس کے عذاب کو قیامت میں دونا کر دے گا۔ اور وہ ہمیشہ اسی ذلیل کرنے والے عذاب میں مبتلا رہے گا۔ حضرت صادقؑ نے فرمایا کہ یہ آیتیں ہمارے حق میں نازل ہوئی ہیں۔ اور خدا کی قسم اس نے ہم کو نصیحت کی ہے اگرچہ وہ جانتا تھا کہ ہم بھی زنا نہیں کرتے۔ سلیمان کہتے ہیں پھر میں نے یہ آیت پڑھی۔ اَلَا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا قَدْ خَلَّكَ مِن دُونِكَ إِلَهٌ لَّنَّ اللَّهُ سَيِّئًا تَقْهَرُ حَسَنَاتٍ لیکن جب لوگوں نے توبہ کی اور ایمان لائے اور عمل صالح بجالائے تو خدا ان کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دے گا۔ حضرت نے فرمایا یہاں رک جاؤ۔ یہ آیت تم شیعوں کے حق میں نازل ہوئی ہے بیشک ایک مومن گناہگار کو قیامت کے دن لائیں گے اس کو خلیفہ عالمین کے سامنے کھڑا کریں گے اور وہ خود اس کے حساب کی جانب متوجہ ہوگا اور اس کا ایک ایک گناہ اس کو گنوائے گا اور فرمائے گا کہ فلاں وقت تو نے یہ گناہ کیا اور فلاں وقت یہ کیا وہ اقرار کرے گا کہ ہاں میں نے کیا ہے اُس وقت اُس سے خداوند غفار فرمائے گا کہ تیرے ان گناہوں کو میں نے دنیا میں چھپایا اور تجھ کو رسوا نہیں کیا۔ اور آج سب کو بخشتا ہوں پھر فرشتوں کو حکم دے گا کہ اس کے گناہوں کو مٹا دیں اور ان کے بجائے نیکیاں اور عبادتیں لکھ دیں اس کے بعد اس کے نامہ اعمال پر بند کرینگے تاکہ تمام لوگ دیکھ لیں۔ اس وقت لوگ تعجب سے کہیں گے کہ سبحان اللہ اس بندہ کے نامہ اعمال میں کوئی گناہ نہیں یہ ہیں معنی خدا کے اس قول خَاوِلُكَ يَبْدُلُ اللَّهُ سَيِّئًا تَقْهَرُ حَسَنَاتٍ

<http://fb.com/ranajabirabbas>

تو پوچھا گیا کہ پھر آیت کس طرح نازل ہوئی فرمایا اس طرح وَجَعَلْنَا لَنَا مِنَ الْمُتَّقِينَ إِمَامًا ۖ
یعنی ہمارے واسطے متقیوں اور پرہیزگاروں میں سے ایک امام قرار دے۔ اور دوسری
روایت میں فرمایا کہ ہم اہلبیت متقین کے پیشوا ہیں۔ اور دوسری روایت کے مطابق ازواجنا
سے مراد جناب خدیجہؓ ہیں اور ذریعہ سے جناب فاطمہؓ اور قرۃ العینؓ سے حسنؓ و حسینؓ علیہما
السلام ہیں وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا سے علی بن ابی طالبؓ ہیں۔

ابن مہیار نے ابن عباس سے روایت کی ہے امام نے تمام آیتوں کی تلاوت کر کے فرمایا
کہ ہم کو ہدایت کرنے والا قرار دے تاکہ لوگ ہم سے ہدایت پائیں اور یہ آیت آل محمدؐ کی شان
میں نازل ہوئی ہے۔ ایضاً ابوسعید خدریؓ نے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی جناب
رسول خداؐ نے جبریلؑ سے پوچھا کہ انہو! جن سے مراد کون ہے۔ جبریلؑ نے کہا جناب خدیجہؓ
ہیں پوچھا ذریعہ سے مراد کون ہے۔ کہا فاطمہ صلوٰۃ اللہ علیہا ہیں پوچھا قرۃ العین جو میری
روشنی چشم کا باعث ہیں۔ کون ہیں کہا حسن و حسین علیہما السلام ہیں پوچھا وَجَعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ
امام سے مراد کون ہیں فرمایا علی بن ابی طالبؓ علیہما السلام اور ابن شہر آشوبؒ نے سعید بن
جبیر سے اس قول خدا کے تعلق والے الَّذِينَ يَقُولُونَ هَبْ لَنَا مِنْ رَحْمَتِكَ رُحْلًا کی تفسیر میں اس طرح روایت
کی ہے کہ واللہ یہ آیت امیر المومنینؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے اور اکثر و بیشتر ان حضرت کی
دعا یہی تھی کہ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَثَرِ رَحْمَتِكَ رُحْلًا یعنی فاطمہ عطا کر وَذُرِّيَّتِنَا یعنی حسنؓ و حسینؓ
ایسے فرزند دے وَذُرِّيَّةَ آخِئِنِ امام حسینؑ کے بعد ائمہ اطہار اسی کی اولاد میں ہوں حضرت
امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں نے اپنے فرزندوں کو خدا کا مطیع پایا تو میری آنکھیں
روشن ہو گئیں اور میں خوش ہو گیا۔ اس کے بعد فرمایا وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا یعنی ہم
پیروی کرتے ہیں۔ پرہیزگاروں کی ان لوگوں کی جو ہم سے پہلے تھے اور ہماری پیروی کریں
وہ لوگ جو ہمارے بعد آئیں۔ اُولَئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوا یعنی ان لوگوں
کو دنیا میں خدا کی اطاعت کے عوض اور خدا کے دشمنوں نے جو ان کو آزار پہنچا

ان پر صبر کرنے کا اجر بہشت کے محل اور بلند درجے عطا کئے جائیں گے پھر سعید بن جبیر نے
فرمایا کہ اس سے مراد علی بن ابی طالبؓ و حسنؓ و حسینؓ اور فاطمہ صلوٰۃ اللہ علیہم ہیں وَيُكَفَّرُونَ
فِيهَا نَجَاتَهُمْ وَسَلَامًا خَالِدِينَ فِيهَا حَسَنَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا آیت ۶۳ تا ۶۴ سورہ فرقان
۱) یعنی فرشتے ان کے استقبال کے لئے آتے ہیں اور ان کو خدا کی جانب سے صلوٰۃ و سلام

پہنچاتے ہیں یہ لوگ ان بہشت کے بالاخانوں اور مخلوق میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ رہنے کی کتنی اچھی جگہ ہے۔

شجرہ طیبہ کی تاویل اہلبیت علیہم السلام شجرہ ملعونہ کی تاویل ان کے دشمنوں سے۔

اکیسویں فصل

خدا نے تعالیٰ فرماتا ہے کہ اَلْعَرِكَیْفُ صَمَابُ اللّٰهِ مَثَلًا کَلِمَةً طَیِّبَةً کَشَجَرَةٍ طَیِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَمَیْثٌ وَفَرْعُهَا فِی السَّمَاءِ تُوْتِیْ اُكْلَهَا کُلُّ حَیْنٍ یَّادِیْنِ سَرَاتِهَا وَ یَحْتَرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ وَ مَثَلُ کَلِمَةٍ خَبِیْثَةٍ کَشَجَرَةٍ خَبِیْثَةٍ اِجْتَسَتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مِنْ مَّالِهَا مِنْ قَرَارٍ رَیْطَ مَکَہِ اِبْرَہِیْمَ آیت ۲۴ تا ۲۷ یعنی خدا نے درخت طیبہ یعنی نیک اور پاکیزہ کلمہ کی جو بعض کے قول کی مطابقت والا ہے اور بعض کے قول کے مطابق ہر نیک کلام اور مثال اس درخت طیبہ سے دی ہے جو بہت بڑھنے والا اور خوب پھیلنے والا ہو جس کی جڑیں زمین میں بہت نیچے اور مضبوط ہوں اور اس کی شاخیں آسمان تک پہنچی ہوئی ہوں۔ اور وہ درخت ہمیشہ یا ہر سال یا ہر چھ ماہ کے بعد خدا کے حکم اور اس کی قدرت سے پھل دیتا ہو۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ وہ درخت نر ماہیے اور بعض کا قول ہے کہ ہر اس درخت کی مثال دی ہے جس کی جڑیں زمین میں پھیلی ہوئی ہوں اور اس کی شاخیں آسمان تک پہنچی ہوں اور جب چاہو اس میں سے پھل لے لو۔ اگرچہ خارج میں ایسا کوئی درخت موجود نہ ہو اور بعض کہتے ہیں کہ کلمہ طیبہ ایمان ہے۔ اور شجرہ طیبہ بھی مراد ایمان ہے۔ خدا نے یہ مثال لوگوں کے لئے بیان کیا تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ اور کلمہ خبیثہ کی مثال کلمہ شرک ہے یا ہر باطل اعتقاد اور بُرا کلام جس سے خدا نے منع فرمایا ہو۔ اس بُرے درخت خبیث کے مانند ہے جو بڑھنے والا نہ ہو اس کا پھل بھی برا ہو اس کی جڑ اور ہی ٹکلی ہو اور اس کو ثبات و قرار نہ ہو۔ بعض نے کہا کہ وہ درخت خنظل یعنی تھوہڑ کا ہے بعض کا قول ہے کہ وہ کانٹے دار درخت ہے بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد بہت بد بو دار اور بہت کمزور درخت ہے جس کا وجود بظاہر نہیں ہے۔ دونوں تشبیہیں نہایت مکمل اور واضح ہیں کیونکہ کلمات صادقہ اور عقائد حقہ اس درخت کے مانند ہیں جس کی جڑیں مضبوط شک و شبہات کی آندھیوں سے اپنی جگہ سے نہیں ہلتیں اور اس کی شاخیں آسمان کی جانب بلند ہوتی ہیں اور بہت بلند ہوتی جاتی ہیں۔

اور وہ کلمات و عقائد حقہ بارگاہ الہی میں مقبول ہوتے ہیں اور روز بروز صحیح غور و فکر اور نیک اعمال کے سبب فیوضات الہی کی بارش سے وہ درخت پھل دار ہوتا جاتا ہے اور دنیا میں آنا فائزہ پاکیزہ پھل دیتا ہے اور یقین اور اعمال صالحہ کی زیادتی اور اچھے اخلاق کی وجہ سے قرب الہی حاصل کرتا جاتا ہے۔ اور اہل باطل ہر چند کوشش کرتے ہیں کہ اُس کو نکال پھینکیں اور برباد کر دیں لیکن نہیں کر سکتے اور آخرت میں وہ درخت نعیم ابدی اور نہ ختم ہونے والی لذتوں اور بلند درجوں کے ثمر سے بہرہ مند کرتا ہے اور بھوٹی باتیں اور باطل عقائد عقل سلیم کے لئے خنفل کے مانند کڑوے اور ناگوار ہیں ہر چند گمراہ اور جاہل لوگ اس کی تقویت میں کوشش کرتے رہتے ہیں لیکن وہ بوڑھے جلد اکھڑ جاتا ہے اُس کو ثبات نہیں ہوتا اور آخرت میں اُس کا ثمرہ خرابی اور بربادی بہنم میں تھوہڑ پیپ اور خون کھانے اور پینے کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔

ان آیتوں کی تاویل میں خاصہ و عامہ نے جو حدیثیں ذکر کی ہیں ان میں سے عامہ نلبان عباس سے روایت کی ہے کہ جبریلؑ نے جناب رسول خداؐ سے کہا کہ آپ ہی وہ درخت ہیں اور علیؑ اس کی شاخ ہیں اور حسنؑ و حسینؑ اس کے پھل ہیں۔

فردوس الاخبار میں جناب رسول خداؐ سے روایت کی ہے کہ میں درخت ہوں اور فاطمہؑ اس کی شاخ اور علیؑ و فاطمہؑ کے ذریعہ سے اُس میں پھل پیدا ہونے کی صلاحیت ہوتی ہے اور حسنؑ و حسینؑ اس کے پھل ہیں۔ اور اہلبیت کے دوست اس درخت کے پتے ہیں اور اس کے تمام اجزاء بہشت میں ہیں۔ اور کلینی و صفار اور ابن بابویہ نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ میں اُس درخت کی اصل اور جڑ ہوں اور امیر المومنینؑ اس کے تنہ ہیں اور ان کی اولاد میں سے ائمہ اس کی شاخیں ہیں اور ائمہ کا علم اُس درخت کے پھل ہیں اور مومنین اس کے پتے ہیں کیا درخت میں ان چیزوں کے علاوہ کچھ اور بھی ہوتا ہے۔ راوی نے کہا نہیں خدا کی قسم۔ حضرت نے فرمایا خدا کی قسم جو مومن پیدا ہوتا ہے ایک پتہ اس درخت میں نکل آتا ہے اور جب کوئی مومن مرتا ہے اس درخت میں سے ایک پتہ گر جاتا ہے۔ اور معانی الاخبار میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ درخت رسول خداؐ ہیں اس کے تنہ امیر المومنینؑ، شاخ جناب فاطمہؑ اور اس کے پھل اُن کے فرزند صلوات علیہم ہیں اور اس کے پتے

ہمارے شیعہ ہیں۔ بیشک ہمارے شیعوں میں سے جب کوئی مومن مر جاتا ہے تو اس درخت کا پتہ ٹوٹ جاتا ہے اور اگر ہمارے شیعوں میں سے کسی کے یہاں کوئی لڑکا پیدا ہوتا تو ایک پتہ اُس درخت میں اُگ آتا ہے۔

علی بن ابراہیم اور صفار نے انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ درخت رسول خدا ہیں جن کا نسب بنی ہاشم میں ثابت ہے اس کا تنہ علی بن ابی طالب ہیں اس کی شاخ جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا اور اُس کے پھل فرزندان علی و فاطمہ ہیں اور اس کے پتے ان کے شیعہ ہیں تو قی اکھاکل حین باذن رہا تھا سے مراد وہ علوم ہیں جن سے ائمہ اپنے شیعوں کو حج و عمرہ میں مسائل حلال و حرام کا فتوے دیتے ہیں۔ بھائے الدرجات میں حضرت صادق سے روایت کی ہے شجرہ سے سدرۃ المنتہی مراد ہے رسول خدا اس کی جڑ علی اس کا تنہ فاطمہ اس کی شاخ اور ذریت فاطمہ میں سے ائمہ اس کی شاخیں اور اس کے پتے ان کے شیعہ ہیں۔ اور اس کے پھل جو ہر وقت فراہم ہیں وہ علوم ہیں جو ہر وقت ائمہ سے پوچھے جاتے ہیں اور وہ ان کے جواب میں فرماتے ہیں لوگوں نے پوچھا کہ اس کو منتہی کیوں کہتے ہیں فرمایا اس لئے کہ خدا کی قسم دین خدا اس تک منتہی ہوتا ہے اور جو اُس درخت کا پتہ نہیں ہے وہ نہ مومن ہے نہ ہمارے شیعوں میں ہے۔

عیاشی نے حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ شجرہ طیبہ ایک مثال ہے جس کو خدا نے اپنے پیغمبر کے اہلبیت کے بارے میں فرمایا ہے اور شجرہ خبیثہ وہ مثال ہے جو ان کے دشمنوں کے بارے میں بیان کیا ہے۔ اور مجمع البیان میں حضرت باقر سے روایت کی ہے کہ شجرہ خبیثہ سے بنی امیہ مراد ہیں

خدا نے تعالیٰ کے اس قول وَمَا جَعَلْنَا الرُّعْيَا الَّتِي اَسْمَيْنَاكَ اِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُونَةَ فِي الْقُرْآنِ وَنُحْوَاهُمْ فَمَا يَزِيدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيرًا۔ (دش بنی اسرائیل آیت ۶) یعنی ہم نے جو خواب تم کو دکھایا ہے وہ لوگوں کے لئے امتحان اور آزمائش ہے اور شجرہ ملعونہ بھی لوگوں کے لئے ایک فتنہ ہے اور ہم لوگوں کو ڈراتے ہیں۔ مگر لوگ اور سرکشی اور بغاوت کرتے ہیں اس کی تفسیر میں بہت

سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں کہ شجرہ ملعونہ سلسلہ بنی امیہ ہے۔ چنانچہ عیاشی اور دوسرے محدثوں نے بہت سی سندوں کے ساتھ حضرت امیر المومنین اور حضرت باقر و حضرت صادق

علیم السلام سے روایت کی ہے کہ شجرہ ملعونہ بنی امیہ کا سلسلہ ہے۔ جیسا کہ عیاشی نے روایت کی ہے۔ ایضاً بہت سی سندوں کے ساتھ حضرت صادقؑ سے اسی آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ رسول خداؐ نے خواب دیکھا کہ ایک جماعت کے لوگ میرے منبر پر جاتے ہیں اور لوگوں کو دین سے برگشتہ کرتے ہیں اس کے بعد جبریلؑ یہ آیت لے کر نازل ہوئے کہ خلفائے جور اور بنی امیہ تمہارے منبر پر بیٹھیں گے اور لوگوں کو دین سے برگشتہ کریں گے۔ ایضاً عیاشی نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ ایک روز جناب رسول خداؐ مخزون و مخموم گھر سے باہر نکلے صحابہ نے رنجیدگی کا سبب دریافت کیا فرمایا کہ آج رات میں نے خواب میں دیکھا کہ بنی امیہ کی اولاد میرے منبر پر چڑھتے ہیں تو میں نے حقتلے سے سوال کیا کہ کیا یہ میری زندگی میں ہوگا تو خدا نے فرمایا کہ تمہاری وفات کے بعد ہوگا۔ دوسری روایت کے مطابق پیغمبرؐ نے فرمایا کہ میں نے بنی امیہ کے بارہ اشخاص کو منبر پر چڑھتے ہوئے دیکھا۔ اور شیخ طبرسی نے روایت کی ہے کہ چند بندوں کو منبر پر چڑھتے اترتے دیکھا۔ پیغمبر خداؐ اس کے بعد جب تک زندہ رہے ان کو کسی نے ہنستے ہوئے نہیں دیکھا۔ حدیث صحیفہ کاملہ میں حضرت صادقؑ سے روایت ہے کہ ایک روز حضرت رسالتؐ پر جب کہ آپؐ بالائے منبر تھے خواب طاری ہوا آپؐ نے خواب میں چند مردوں کو دیکھا کہ آپؐ کے منبر پر اچکتے کودتے ہیں جس طرح بندر اچکتے ہیں۔ اور لوگوں کو پس پشت واپس کرتے ہیں۔ یہ دیکھ کر حضرت چومک پڑے اور آپؐ کے رشتے مبارک سے آثار رنج و اندوہ ظاہر ہوئے۔ اُس وقت جبریلؑ اس آیت کو لائے اور شجرہ ملعونہ کی بنی امیہ سے تفسیر کی۔

شیخ طبرسی نے احتجاج میں اس مناظرہ کے ضمن میں روایت کی ہے جو جناب امام حسن علیہ السلام اور معاویہ اور اس کے ساتھیوں کے درمیان ہوا تھا۔ امام حسنؑ نے مروان بن الحکم سے فرمایا کہ خدا نے تجھ پر اور تیرے باپ اور تیرے عزیزوں اور اولاد پر لعنت کی ہے اور وہ لعنت تم سب کی سرکشی، کفر و گناہ کی زیادتی کا باعث ہوئی۔ جیسا کہ خداوند عالم نے فرمایا ہے وَالشَّجَرَةُ الْمَلْعُونَةُ فِي الْقُرْآنِ اے مروان تو اور تیری اولاد شجرہ ملعونہ ہے جن پر قرآن میں خدا نے لعنت کی ہے اور ہم جو کہ اہل قرآن ہیں اور قرآن کے ظاہر و باطن کو جانتے ہیں۔ ہم اُس شجرہ سے جن کی مدح خدا نے ان الفاظ میں فرمائی ہے اصلہا

ثابت و فرعہا فی السماء یعنی علم قرآن ہم سے ہر زمانہ میں لوگوں کے واسطے ظاہر ہوگا اور ہمارے دشمن شجرہ ملعونہ والے ہیں جو یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے نور بھونک کر بجھادیں اور خدا بیشک ہمارے نور کو پورا کرے گا۔ اگرچہ کفار و منافقین انکار کریں اور نہ چاہیں۔ اگر منافقین اس آیت کے معنی سمجھتے جو میں نے بیان کیا تو یقیناً اس کو قرآن سے خارج کر دیتے۔ جیسا کہ قرآن سے بہت سی آیتیں نکال دیں جو ہماری مدح اور ہمارے دشمنوں کی مذمت میں بہت واضح تھیں لہ

لہ مؤلف فرماتے ہیں کہ جو تاویلیں ان حدیثوں میں وارد ہوئی ہیں آیات کریمہ سے ان کا مطابق ہونا نہایت واضح ہے کیونکہ معلوم ہے کہ خدا نے ایمان و علوم حق کے متعلق یہ مثال بیان فرمائی ہے۔ اور یہ وہ امور ہیں اور ان کی تشبیہ ایک درخت سے دی ہے اس لئے کہ خداوند عالم نے اکثر آیتوں میں روحانی لذتوں کی مثال جسمانی لذتوں سے دی جو پست ہمت اور کم علم والوں کا مقصود ہے۔ اور معقول باتوں کی محسوس امور سے تشبیہ دی ہے کیونکہ وہی جاہلوں کے علم کا سرچشمہ ہیں اسی طرح علم و ایمان اور اعمال صالحہ کی مضبوط اور ثابت درخت سے تشبیہ دی ہے جو اپنا سر آسمان تک بلند کئے ہوئے ہے۔ اس کی بڑھ حضرت رسالت مآب ہیں جو تمام کمالات کا سرچشمہ ہیں جس طرح اجزائے درخت اپنی غذا جڑ سے حاصل کرتے اور بڑھتے ہیں اسی طرح تمام ائمہ علیہم السلام اور ان کی پیروی کرنے والے آنحضرت کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے ان سے بہرہ مند ہوتے ہیں اور اس درخت کا تنہ امیر المؤمنین ہیں جو درخت کا اول نمونہ ہوتا ہے اور درخت کی پہچان اسی سے ہوتی ہے اور تمام اجزائے درخت اسی کے توسط سے فائدہ حاصل کرتے ہیں اور جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا اس درخت کی بڑی شاخ کے مانند ہیں جو جناب رسالت مآب کے ساتھ تمام ائمہ کی انتساب کا باعث ہیں اور اسی توسط سے آنحضرت کا باعث ہیں اور اسی توسط سے آنحضرت کا نور ان میں اثر انداز ہے اور دوسری شاخیں جو بڑی شاخ سے نکلتی ہیں تمام ائمہ علیہم السلام ان کی مثال ہیں جن کے واسطے سے آنحضرت کے علوم مخلوقات کو پہنچتے ہیں اور حضرت پیغمبر اور امیر المؤمنین کے انوار سب کے سب ان میں جمع ہو گئے ہیں۔ جو شخص ان میں سے کسی شاخ کو کھڑ لیتا ہے وہ رفعت کے آسمان پر بلند ہو جاتا ہے اور جو علوم ان سے خلق کو پہنچتے ہیں اور ان سے شیعوں کے دل اور دھڑ تریبیت اور قوت حاصل کرتی ہیں وہ اس درخت بلند کے پھول کے مانند ہیں۔ اور (بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۳۱ پر)

تیسویں فصل ائمہ علیہم السلام کی ہدایت سے متعلق آیتوں کی تاویل کا بیان۔
اس مطلب پر آیتیں بہت ہیں۔

پہلی آیت :- وَ مِمَّنْ خَلَقْنَا أُمَّةً يَهْدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُونَ (پہ سو اعراف آیت)
یعنی ہماری مخلوقات میں ایک جماعت ہے جو لوگوں کی حق کی طرف ہدایت کرتی اور حق کے
ساتھ فیصلہ کرتی ہے۔ علی بن ابراہیم، عباسی، کیلنی، صفار اور ابن شہر آشوب وغیرہم نے
بہت سی سندوں کے ساتھ حضرت باقر و صادق علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ
اس سے مراد ائمہ آل محمد علیہم السلام ہیں۔

محدثین عامہ میں سے حافظ ابو نعیم اور ابن مردود نے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے
آپ نے فرمایا کہ اس امت میں تہتر فرقے ہوں گے۔ بہتر فرقے جہنم میں جائیں گے اور
ان میں کا ایک فرقہ بہشت میں جائے گا اور وہ فرقہ وہ ہے جس کی شان میں خدا نے فرمایا ہے وَ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) شیعہ جو ان کے علوم کے محافظ و حامی اور اچھے پھل ہیں جو اپنی جان کو ہلاکت میں ڈال کر
ان پر فدا ہو جاتے اور ان کے علوم و معارف کو دوسروں سے پوشیدہ رکھتے ہیں۔ وہ اُس درخت طیبہ
کے پتے ہیں جو ان پھلوں کو ہوا کی مصرت اور آفتاب کی حرارت اور گرد و غبار سے محفوظ رکھتے ہیں
اور ان کو اپنے درمیان پرشیدہ رکھتے ہیں اور ان حضرات کے دشمنوں کی مثال شجرہ ملعونہ سے فرمائی
جے۔ بعض اُن دشمنوں میں سے اس کی جڑ کے مانند ہیں۔ جیسے اول و دوم اور بعض اس
درخت کی شاخ کے مثل ہیں جیسے نبی عباس وغیرہم اور اُن کے گمراہ پیرو اُس درخت خبیثہ کے
پتوں کے مانند ہیں اور اس ملعونہ درخت میں شبہات و شکوک اور اُن کے باطل
علوم ہیں جو مثل غفل کے ناگوار تلخ و بد مزہ ہیں جو گمراہوں کے لئے ستم قاتل کی طرح ہیں۔
اور پہلے درخت کی مثال درخت طوبیٰ کی سی ہے جو بہشت میں ہے جس کی جڑ امیر المومنین کے
خانہ اقدس میں ہے اور ہر شیعہ کے گھر میں اُس کی ایک شاخ ہے یا وہ درخت سدرۃ المنتہی
ہے۔ اور دوسرے درخت کی مثال آخرت میں زقوم (مٹھو ہڑ) کا درخت ہے جو جہنم
میں اگتا ہے اس کا پھل دشمنانِ اہلبیت کی غذا ہے۔ اس مقام
پر بہت سی باتیں قابلِ ذکر ہیں۔ مگر اس کتاب میں ان کی گنجائش نہیں
ہے۔

مَنْ خَلَقْنَا امَّه يَهُودًا وَبَنِي إِسْرَءِيلَ وَبَنِي كَلْبَ وَبَنِي عَدْنَانَ - اور وہ فرقہ ہمارے شیعہ ہیں۔ اور عیاشی نے اسی طرح دو حدیثیں حضرت امیر المومنینؑ سے روایت کی ہے۔

دوسری آیت :- وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ لَكَنَّ الْعَمُوسِينَ - (پک سورہ حکمت آیت ۶۹) یعنی وہ لوگ جو ہماری راہ میں جہاد کی کوشش کرتے ہیں یقیناً ہم اپنے راستوں کی طرف ان کی ہدایت کرتے ہیں اور اللہ بیشک نیک لوگوں کے ساتھ ہے۔ علی بن ابراہیمؑ نے حضرت باقرؑ سے روایت کی ہے کہ یہ آیت آل محمد علیہم السلام اور ان کے شیعوں کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اور فرات نے انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ یہ آیت ہم اہلبیت کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

تیسری آیت :- اَفَمَنْ يَهْدِي الْاِلٰهِي الْحَقُّ اَحَقُّ اَنْ يَتَّبِعَ اَمَّنْ لَا يَهْدِي الْاِلٰهَ اَنْ يَضَلَّ اَفَمَنْ يَضَلَّ كَيْفَ تَحْكُمُونَ (پارہ ۱۱ سورہ یونس آیت ۳۵) کیا وہ شخص جو لوگوں کی ہدایت حق کی جانب کرتا ہے اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اس کی پیروی کی جائے یا وہ جو بغیر ہدایت کرنے والے کے ہدایت نہیں پاتا۔ تم کو کیا ہو گیا ہے تم کیسا حکم کرتے ہو۔ علی بن ابراہیمؑ نے حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ جو لوگوں کو حق کی جانب ہدایت کرتا ہے وہ پیغمبر ہیں ان کے بعد ان کی آل اطہار۔ اور جو بغیر ہدایت کے ہدایت نہیں پاتا وہ ہے جو اہلبیت رسولؑ کی رسول کے بعد مخالفت کرتا ہے۔ اور ابن شہر آشوب نے زید بن علیؑ سے روایت کی ہے اور پہلے ہم نے بیان کیا ہے کہ یہ آیت امامت ائمہ کے بارے میں بہت واضح ہے کیونکہ بالاتفاق ان میں سے ہر ایک اپنے اہل زمانہ سے سب سے زیادہ علم والے تھے خصوصاً ان لوگوں سے جنہوں نے خلافت کا دعوے کیا ہے۔

چوتھی آیت :- وَمَنْ اخْلَصَ مَتَنًا اتَّبَعَهُ هَدًى يُغَيِّرُ هَدًى مِّنَ اللّٰهِ رِپْٹ سورہ قصص آیت ۵) اور اس شخص سے زیادہ کون گمراہ ہو گا جو خدا کی ہدایت کے بغیر اپنی خواہش نفس کی پیروی کرتا ہے۔ کلینی اور صفار وغیرہ نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے صحیح سندوں کے ساتھ روایت کی ہے کہ اس سے وہ شخص مراد ہے جو ہدایت کرنے والے اماموں میں سے کسی امام کی ہدایت کے بغیر دین اختیار کر لے۔ دوسری روایت میں ہے کہ ائمہ ہدیٰ میں سے کسی امام کی ہدایت کے بغیر دین اختیار کرے۔ کلینی نے روایت کی ہے کہ حضرت امام علیہ السلام نے سدر صرف سے فرمایا کہ کیا میں نہیں ان لوگوں کو دکھاؤں جو

دین خدا سے لوگوں کو روکتے ہیں اس نے جو دیکھا تو مسجد میں گمراہوں کے امام اور پیشوا بیٹھے ہوئے تھے۔ امام نے فرمایا کہ یہ لوگ دین خدا کے رہزن ہیں جو خدا کی جانب سے بغیر ہدایت کے اور کتاب کے اپنے کو ہادی ظاہر کرتے ہیں اگر یہ چند خبیث اپنے گھروں میں بیٹھ رہیں اور لوگ کسی کو خدا و رسول پر جھوٹ باندھتے ہوئے نہ پائیں تو ہمارے پاس آئیں اور جو کچھ خدا و رسول کی جانب سے حق ہے ہم ان سے کہیں گے پھر وہ لوگ گمراہ نہ ہوں گے۔

پانچویں آیت: اِنِّیْ لَنَفَّاسٌ لِّمَنۡ تَابَ وَامِّنٌۭ وَعِیۡلٌۭ صَالِحًا تَهۡتَدٰی (پہلے سورہ طہ آیت ۸۲) یعنی میں بہت بخشنے والا ہوں اس کو جو توبہ کرے مفسرین نے کہا ہے کہ یعنی شرک سے توبہ کر کے ایمان لائے۔ یعنی خدا و رسول پر ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے یعنی واجبات بجالائے تو ہدایت پائے گا مفسرین کا قول ہے کہ ایمان پر قائم رہے یہاں تک کہ دنیا سے رخصت ہو یا ایمان کے بعد شک نہ کرے یا یہ کہ دین میں بدعت نہ کرے۔

کلینی و عیاشی اور ابن ماہیار نے حضرت باقر و صادق علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ ہم اہلبیت کی ولایت کی جانب ہدایت پاتے ہیں خدا کی قسم اگر کوئی شخص تمام عمر یا قیامت تک رکن و مقام کے درمیان عبادت کرے جو دنیا میں عبادت کی بہترین جگہ ہے۔ اور ہماری ولایت کے بغیر مجائے تو خدا اس کو روز قیامت جہنم میں ڈالے گا۔

چھٹی آیت: مَنۡ اَتَّبَعَ هٰذَاۤیَ فَلَیۡ یُضِلَّ وَّلَا یُشۡقٰی (پہلے سورہ طہ آیت ۱۲۳) یعنی جو شخص ہدایت کی پیروی کرے وہ کبھی گمراہ نہ ہوگا اور نہ دنیا و آخرت میں تکلیف اٹھائے گا بلکہ عافیت سے رہے گا۔

ابن ماہیار و کلینی اور دوسرے مفسرین نے حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ جو شخص ائمہ علیہم السلام کی امامت کا قائل ہوگا اور ان حضرات کی پیروی کرے گا اور ان کے حکموں سے سرباکی نہ کرے گا دنیا میں گمراہ نہ ہوگا اور آخرت میں تکلیف نہ اٹھائے گا۔ دوسری روایت کے بموجب جناب رسول خدا نے فرمایا کہ لوگو ہدایت خدا کی پیروی کرو تاکہ ہدایت پاؤ اور نیک و صلاح پر فائز ہو۔ خدا کی ہدایت میری ہدایت ہے اور میری ہدایت علی کی ہدایت ہے جو شخص اس کی ہدایت کی پیروی میری زندگی میں اور میری وفات کے بعد کرے تو

یقیناً اس نے میری ہدایت کی پیروی کی ہے اور جس نے میری ہدایت کی پیروی کی تو شبہ
اس نے خدا کی ہدایت کی پیروی کی ہے۔ وہ ہرگز گمراہ اور شقی نہ ہوگا۔ پھر فرمایا کہ مَنْ
أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَنَحْشًا كَذَلِكَ يُؤْمَرُ الْغَافِلِينَ اَعْلَى رِطْل
سورہ طہ آیت ۱۲۲) یعنی جو شخص میرے ذکر سے روگردانی کرے تو اس کے لئے دنیا میں یا قبر
میں یا جہنم میں تنگی اور تکلیف کی زندگی ہے اور قیامت میں وہ اندھا محسوس ہوگا جس طرح دنیا
میں ولایت علی سے اس کا دل اندھا اور وہ اپنے دین میں حیران رہا ہے۔ آخرت میں بھی
اندھا اور حیران رہے گا۔

ساتویں آیت :- قَالَ تَبَّ لِمَنْ حَشَوْا ثَمِيًّا أَعْلَى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيرًا رِطْل سورہ طہ
آیت ۱۲۵) وہ کہے گا کہ اے میرے پروردگار مجھے اندھا کیوں محسوس کیا حالانکہ میں دنیا
میں بینا تھا۔ قَالَ كَذَلِكَ أَتَتْكَ آيَاتُنَا فَنَسِيتَهَا وَكَذَلِكَ الْيَوْمَ تُنْشَى رِطْل آیت ۱۲۶
سورہ طہ) محسوس فرمائے گا کہ اسی طرح تیرے پاس ہماری آیتیں اور نشانیاں آئیں تو
ان کو تو نے فراموش کر دیا حضرت نے فرمایا کہ آیات سے مراد ائمہ ہیں جن کی متابعت
تو نے ترک کر دی اسی طرح ہم نے آج تجھ کو فراموش کر دیا یعنی تجھ کو جہنم میں ڈالوں گا۔
جس طرح تو نے ہمارے خلفاء کو ترک کر دیا تھا اور ان کی باتیں نہیں مانی تھیں۔ وَكَذَلِكَ
يُخَذَّرُ مَنْ أَشْرَفَ وَ لَعَلَّ يَوْمَئِذٍ بَيِّنَاتٍ تَرَاهُ (آیت ۱۲۷ سورہ طہ) یعنی ہم اسی طرح
جزا دیتے ہیں اس کو جو خدا کی نافرمانیوں میں حد سے گزر جاتا ہے اور اپنے پروردگار
کی آیتوں پر ایمان نہیں لایا۔ حضرت نے فرمایا کہ مطلب یہ ہے کہ ایسی ہی چیز ہم اس کو
دیتے ہیں جو دشمنی کے سبب سے ائمہ کو ترک کرتا ہے اور ان کی امامت کا اعتقاد نہیں
کرتا اور ان کے آثار کی پیروی نہیں کرتا اور آل محمد کی عداوت کے سبب حد سے گزر جاتا
ہے۔

آٹھویں آیت: فَسَتَعْلَمُونَ مَنْ أَصْحَابُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدَى
(آیت ۱۲۸ سورہ طہ) یعنی بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ صراط مستقیم پر کون سے اور کون
ہے جس نے ہدایت پائی۔ ابن مہیار وغیرہم نے بہت سی سندوں کے ساتھ حضرت باقر
وصادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ امیر المومنین علی بن ابی طالب صاحب صراط المستقیم
ہیں اور جو شخص کہ ہدایت یافتہ ہے وہ ہے جس نے ہماری ولایت قبول کی ہے۔

نویں آیت: اُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَىٰ اللَّهُ فَبِهْدَا لَهُمْ أَقْصَادَهُ رُبَّ سُوْرَةٍ اَنَامُ آيَتِ ۙ (۹۰)
یعنی یہ وہ ہیں جن کی ہدایت خدا نے کی ہے۔ لہذا ان کی ہدایت کی اقتدا اور پیروی کرو۔
عیاشی نے حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ہم اُن میں سے ہیں۔ جن کی
ہدایت خدا نے کی ہے چاہئے کہ لوگ ہماری پیروی کریں۔

دسویں آیت: اِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ رُبَّ سُوْرَةٍ اَنَامُ آيَتِ ۙ
یعنی بیشک یہ قرآن لوگوں کی ہدایت کرتا ہے اس طریقہ کی جانب جو سب سے صحیح طریقہ ہے
صفار اور عیاشی نے حضرت باقر و صادق علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ اس طریقہ سے
مراد امام اور اس کی ولایت ہے جو سب سے صحیح طریقہ ہے۔

گیارہویں آیت: وَ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْكَ سَائِرَ ذُنُوْبِكَ وَ لَنَجْزِيَنَّكَ اَجْرَ عَمَلِكَ رُبَّ سُوْرَةٍ اَنَامُ آيَتِ ۙ (۹۱)
خدا کو بزرگی کے ساتھ یاد کرو کہ اُس نے تمہاری ہدایت کی ہے۔ محاسن میں روایت کی ہے
کہ تکبیر خدا کی تعظیم ہے اور ہدایت اہلبیت علیہم السلام کی ولایت ہے۔

بارہویں آیت: قَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰٓاَنَا لِهٰذَا وَ مَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْ
لَا اَنَّ هٰذَا اَنَا اللّٰهُ رُبَّ سُوْرَةٍ اَنَامُ آيَتِ ۙ (۹۲)
یعنی اہل بہشت کہیں گے کہ ہم خدا کا شکر اور
اس کی حمد بجالاتے ہیں جس نے ہماری اس طرف یعنی بہشت اور اس کی نعمتوں کی جانب
ہدایت کی۔ یا اس عمل کی جانب جس کے سبب ہم اس کے مستحق ہوئے۔ حالانکہ ہم اس
کے اہل نہ تھے کہ ہم اس کے مستحق ہوتے یا اس کی طرف ہدایت پاتے۔ اگر ایسا نہ ہوتا
کہ خدا ہماری ہدایت کرتا۔ کلینی نے حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ
قیامت کے روز جناب رسول خدا اور امیر المومنین اور تمام ائمہ اطہار صلوات اللہ علیہم
بلائیں گے اور مخلوق کا حساب اور ان کی شفاعت کے لئے ان حضرات کو روکیں گے۔
جب شیعہ ان کو اس عظیم مرتبہ پر دیکھیں گے تو خوش ہوں گے اور خدا کا شکر بجالائیں گے
المحمد لله الذی ہدانا لهذا یعنی خدا نے ولایت امیر المومنین کی جانب ہماری
ہدایت کی اور ان کے بعد ائمہ اطہار کی ولایت کی جانب۔

تیرہویں آیت: وَ مِمَّنْ هَدٰٓاْنَا وَ اجْتَبٰٓاْنَا اِذَا اُنْتَلٰی عَلٰیہُمْ اٰیٰتُ الرَّحْمٰنِ
خَرُّوْا سُجَّدًا اَوْ یُکِبًّا (آیت ۹۹ سورہ مریم) یعنی جن لوگوں کی ہم نے ہدایت کی اور ان کو
چن لیا ہے ان کے سامنے جب خداوند رحمن کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ منہ بھل سجدے

میں گر پڑتے ہیں اور خوف خدا سے روتے ہیں۔ طبری اور ابن شہر آشوب نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ اس آیت سے مراد ہم ہیں اور یہ ہماری مدح میں نازل ہوئی ہے۔

تیسری آیت | ان آیتوں کی تاویل کا بیان جو امام اور امت پر مشتمل ہیں اور
امہ کی شان میں ہیں۔

پہلی آیت :- وَلَتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (پہلے سورہ آل عمران آیت ۱۱۰) یعنی تم میں سے ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے جو لوگوں کو نیکی اور دین حق کی طرف بلائیں اور نیکیوں کا حکم کریں اور برائیوں سے منع کریں۔ شیخ طبری نے حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ حضرت صادق علیہ السلام اس آیت کو اس طرح پڑھتے تھے :- وَلَتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ یعنی چاہئے کہ تم میں امہ اور پیشوا ہوں۔ جو ان اوصاف سے متصف ہوں لہ
دوسری آیت :- كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ (پہلے سورہ آل عمران آیت ۱۱۰) یعنی تم بہترین امت ہو جو لوگوں کی بھلائی کے لئے پیدا کئے گئے ہو تم لوگوں کو نیکیوں کا حکم دیتے ہو اور برائیوں سے روکتے ہو اور خدا پر ایمان رکھتے ہو۔

علی بن ابراہیم نے بسند حسن مثل صحیح کے ابن سنان سے روایت کی ہے کہ میں نے اس آیت کو حضرت صادق کے سامنے پڑھا تو حضرت نے فرمایا کہ کیا یہی امت تمام انہوں میں بہتر ہے جس نے امیر المؤمنین اور امام حسن اور امام حسین علیہم السلام کو شہید کیا پھر ایک شخص نے عرض کی۔ آپ پر خدا ہوں تو یہ آیت کس طرح نازل ہوئی ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اَنْتُمْ خَيْرُ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ یعنی تم بہترین امہ ہو جو لوگوں کی ہدایت کے لئے پیدا کئے گئے ہو۔ پھر فرمایا کہ کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ خدا نے اس کے بعد ان کی مدح ان اوصاف کے ساتھ کی ہے جو اماموں کی صفات ہیں۔ اور عیاشی نے حضرت صادق

لے مولف فرماتے ہیں کہ اگر اس آیت میں لفظ امت ہو تب بھی مراد امہ ہی ہوں گے (کیونکہ نیکیوں کا حکم دینا اور برائیوں سے منع کرنا انہی حضرات کا مؤثر کام ہے۔ مترجم)

سے روایت کی ہے کہ یہ آیت محمدؐ اور ان کے اوصیا کی شان میں نازل ہوئی ہے۔
 دوسری معتبر حدیث میں بھی حضرت صادقؑ سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی
 ہے کہ امت سے وہ امت مراد ہے جن کو علمائے جناب ابراہیم واجب ہوئی ہے جیسا کہ
 خداوند عالم فرماتا ہے: **وَاذْكُرْ فَمَا بَرَّاهِيْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاسْمِعِيلَ ذِي
 الْقَبْلِ مِنْ أَثْنِ السَّمِيعِ الْعَلِيِّ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمِينَ لَكَ وَمِنْ
 ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ**
**رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ
 وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ** (پ سورہ بقرہ آیت ۱۲۷ تا ۱۲۹) یعنی اس
 وقت کو یاد کرو جب ابراہیمؑ و اسمعیلؑ خانہ کعبہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے تو دعا کرتے جلتے
 تھے کہ پالنے والے یہ ہماری خدمت قبول فرما بے شک تو سننے والا اور جاننے والا
 ہے۔ پالنے والے ہم کو اپنا مطیع و فرمانبردار قرار دے اور ہماری ذریت اور اولاد
 میں سے اپنی اطاعت کرنے والی ایک امت قرار دے اور مناسک حج سے ہم کو آگاہ
 فرما اور ہماری توجہ قبول کر بے شک تو ہی بڑا قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے
 اے ہمارے پروردگار اس امت میں سے ایک رسول مبعوث فرما جو ان کو تیری آیتیں
 پڑھ کر سنائے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور ان کو عقائد و اخلاق و اعمال
 بد سے پاک کرے۔ بیشک تو غالب اور حکمت والا ہے جب خدا نے ابراہیمؑ و اسمعیلؑ
 کی دعا قبول کر لی تو مقرر فرمایا کہ ان کی ذریت میں سے ائمہ مسلمہ اطاعت کرنے والے ہوں
 اور اس امت میں انہی میں سے ایک رسول مقرر کرے جو خدا کی آیتیں پڑھ کر ان کو سنائے
 اور کتاب و حکمت کی تعلیم دے۔ حضرت ابراہیمؑ نے اس کے بعد دوسری دعا کی کہ اس
 ذریت کو خدا کے ساتھ شریک کرنے اور بتوں کو پوجنے سے پاک و محفوظ رکھے تاکہ
 امامت ان میں ہو سکے۔ اور لوگ ان کی پیروی کریں پھر کہا: **رَبِّ اجْعَلْ هَذَا الْبَلَدَ
 آمِنًا وَاجْعَلْ بَيْنِي وَبَيْنَ آلِ إِبْرَاهِيمَ الْإِسْلَامَ رَبِّ إِنِّي أَخْشَوُكَ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ
 تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَافِرٌ رَّحِيمٌ** (پ سورہ ابراہیم آیت ۳۶) یعنی
 اے میرے پروردگار اس شہر کو جائے امن و امان قرار دے اور ہم کو اور ہماری
 اولاد کو اس بات سے محفوظ رکھ کہ ہم بتوں کی پرستش کریں۔ خداوند ان بتوں نے

لوگوں کی اکثریت کو گمراہ کر دیا ہے لہذا جو میری پیروی کرے تو وہ مجھ سے ہے اور جو میری نافرمانی کرے تو بیشک تو بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے۔

حضرت نے فرمایا کہ ائمہ اور امت مسلمہ وہی ہو سکتے ہیں جن میں سے پیغمبر مبعوث ہوئے اور وہ ذریت ابراہیم ہوگی۔ لہذا امت وسطیٰ اور خیر امت پیغمبر کے اہلبیت ہیں جن میں سے رسول مبعوث ہوئے اور خداوند عالم نے لوگوں کے قلوب ان کی طرف پھیر دیے ہیں وہ خلیل کی دُعا دَا جْعَلْ اَقْبَلًا مِّنَ الثَّانِيْنَ تَهْوِيْ اِلَيْهِمْ كِي دَجْرٍ سَہِيْنٍ ہے۔ ابن شہر آشوب نے حضرت امام باقرؑ سے روایت کی ہے کہ خیر امت سے مراد اہلبیت رسولؐ ہیں اور دوسری روایت کے مطابق اہل بیت پیغمبرؐ ہر اہلبیت سے بہتر ہیں جو لوگوں کی ہدایت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں ایضاً حضرت باقرؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے اس آیت کی اس طرح تلاوت فرمائی اَنْتُمْ خَيْرُ اُمَّةٍ اور فرمایا کہ جبریلؑ اسی طرح لائے تھے اور اس سے مراد محمدؐ و علیؑ اور ان کی اولاد ہیں سے ان کے اوصیا ہیں صلوات اللہ علیہم اجمعین لے

تیسری آیت: وَ اِنَّ هٰذِيْۤ اُمَّةًۭٔ وَ اٰحَدًاۭ وَاَنَا كَرِيْمٌ رَّحِيْمٌ سورہ مومن آیت ۵۲) یہ امت تمہاری ہے جو ایک امت ہے اور تمہارا پروردگار ہوں لہذا میرے عذاب سے ڈرو۔ اکثر مفسرین نے کہا کہ امت سے مراد ملت ہے۔ ابن مہیار اور ابن شہر آشوب نے حضرت باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ امت سے مراد آل محمدؐ ہیں۔

چوتھی آیت: وَ جَعَلْنَا مِنْهُمْ اٰيٰتٍ يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنا لِكُلِّ صَبَّوۡۤا وَاَكَاوَاۡ بِاٰيٰتِنَا يُوَفِّيُوْنَ (پہلے سورہ سجدہ آیت ۲۴) یعنی ہم نے ان میں سے امام اور پیشوا بنائے جو ہمارے حکم سے ہدایت کرتے ہیں اس لئے کہ انہوں نے صبر کیا اور ہماری آیتوں پر یقین رکھتے ہیں۔ دوسری جگہ فرعون اور اس کے لشکر کے ذکر کے بعد فرماتا ہے وَ جَعَلْنَا هُوَ

لہ مؤلف فرماتے ہیں۔ ان احادیث شریفہ سے ظاہر ہو گیا ہے کہ آیت میں انتہ ہو یا کنتہ۔ خواہ خیر ائمہ ہو خواہ خیر ائمہ ہو ہر صورت میں ائمہ اہلبیت رسولؐ سے خطاب ہے صلوات اللہ علیہم اور یہی حضرات مراد ہیں اگر تمام امت سے خطاب ہو پھر بھی ان بزرگواروں کا خیر و بہتر ہونا اس اعتبار سے ہے کہ ان حضرات کا شمار بھی امت میں ہے اور سیاق آیت سے ثابت ہے کہ مراد اس سے امت کا ہر شخص نہیں ہو سکتا۔

اِنَّكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ وَبِئْسَ الْقِيَمَةُ لَآيُنْصُرُوْنَ وَاتَّبَعْتَهُمْ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا
لَعَنَهُمُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْلِيْنَ ریت سورہ قصص آیت ۲۰، اور ہم نے ان کو
ایسا امام بنایا ہے جو لوگوں کو جہنم کی طرف بلاتے ہیں اور قیامت میں ان کی کچھ مدد نہ کی جائے
گی اور ہم نے اس دنیا میں ان کے پیچھے لعنت لگا دی ہے اور قیامت کے دن وہ ذلیل و
رسوا ہوں گے۔ علی بن ابراہیم کلینی۔ صفار اور ابن ماہیار وغیرہم نے بہت سی سندوں کے
ساتھ حضرت باقر صادق علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ ائمہ سے کتاب خدا میں دو قسم
کے امام ہیں۔ کیونکہ خدا نے فرمایا ہے وَجَعَلْنَا مِنْكُمْ اُمَّةً يَهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا یعنی لوگوں کو
ہمارے حکم کے مطابق حکم دیتے ہیں نہ کہ لوگوں کے حکم کے مطابق اور خدا کے معاملہ کو اپنے
سے اور خدا کے حکم کو اپنے حکم سے مقدم رکھتے ہیں۔ دوسری جگہ فرمایا ہے وَجَعَلْنَا هُمْ
اُمَّةً يَدْعُوْنَ اِلَى النَّاسِ یعنی وہ پیشوایان کفر و ضلالت ہیں اپنے حکم کو خدا کے حکم سے
مقدم رکھتے ہیں اور اپنی خواہش سے خدا کی کتاب کے خلاف حکم کرتے ہیں۔ بصائر الدربار
میں حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ نیک کردار امام اور بدکردار امام سے دنیا کبھی
خالی نہیں رہی ہے۔ نیک کردار امام وہ ہے جس کا ذکر پہلی آیت میں ہوا اور بدکردار امام
وہ ہے جس کا تذکرہ دوسری آیت میں ہے۔ اور دوسری روایت میں فرمایا کہ انسانوں کی اصلاح
امام عادل ہی کرتا ہے نہ کہ امام فاجر۔ اس کے بعد حضرت نے ان دونوں آیتوں کی تلاوت
فرمائی۔ اور امیر المومنین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ائمہ قریش سے ہیں نیک کردار نیک
لوگوں کے امام اور ان میں سے بدکار بدکاروں کے امام ہیں پھر اس دوسری آیت کو امام
نے پڑھا۔ فرات بن ابراہیم اور ابن ماہیار نے حضرت باقر علیہ السلام سے خدا کے
اس قول وَجَعَلْنَا اِمْنَهُمْ يَدْعُوْنَ بِاَمْرِنَا کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ یہ آیت اولادِ فاطمہ
میں سے اماموں کی شان میں نازل ہوئی ہے اور انھیں سے مخصوص ہے کیونکہ وہ خدا کے
حکم سے لوگوں کی ہدایت کرتے ہیں۔ اور ابن ماہیار نے انہی حضرات سے روایت کی ہے
کہ یہ آیت ذریتِ فاطمہ میں سے اماموں کے لئے نازل ہوئی ہے اور روح القدس ان
کے سینہ میں وحی نازل کرتے ہیں لے

لے مؤلف فرماتے ہیں کہ اس بار سے میں حدیثیں بہت ہیں جس قدر میں نے ذکر (بقیہ حاشیہ ص ۳۳۹)

پانچویں آیت :- كَذٰلِكَ جَعَلْنَا كُمْ اُمَّةً وَتَسْطٰرًا پ سورہ بقرہ آیت ۱۴۳ یعنی ہم نے اسی طرح تم کو درمیانی یا بہتر امت قرار دیا ہے تاکہ لوگوں پر گواہ رہو۔ ائمہ طاہرین سے بہت سی حدیثیں منقول ہیں کہ ہم امت وسط (درمیانی امت) ہیں اور خلق پر خدا کے گواہ ہیں۔ اور زمین پر اس کی حجت ہیں۔ اس بارے میں بہت سی حدیثیں بیان ہو چکیں۔

چھٹی آیت :- كُلُّ شَيْءٍ اَحْصَيْنَا لَآ فِيْ اَمَامٍ مُّبِيْنٍ (پہلا سورہ یسین آیت ۱۲) یعنی ہم نے کل چیزوں کا علم (کا علم) بیان کرنے والے امام میں جمع کر دیا ہے۔ اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ امام مبین سے لوح محفوظ مراد ہے لیکن بہت سی حدیثوں میں ہے جو ائمہ اطہار علیہم السلام سے منقول ہیں کہ امام مبین علی بن ابی طالب ہیں جن کی ذات میں خداوند عالم نے تمام چیزوں کا علم اکٹھا کر دیا ہے۔ اور معانی الاخبار میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت جناب رسول خدا پر نازل ہوئی ابو بکر و عمر کھڑے ہو گئے اور پوچھا یا رسول اللہ کیا امام مبین سے مراد تواریت ہے فرمایا نہیں پوچھا پوچھا کیا انجیل

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کر دیا ہے۔ وہی صاحبان عقل کے لئے کافی ہیں۔ اگر کسی کو وہم ہو کہ آیت اول حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کے تذکرہ کے بعد وارد ہوئی ہے اور دوسری جگہ بھی جناب اسحاق و یعقوب اور تمام انبیاء کے ذکر کے بعد اسی کے مثل نازل ہوئی ہے اور دوسری آیت فرعون اور اس کے لشکر کے تذکرہ کے بعد واقع ہوئی ہے۔ تو کیسے ہو سکتا ہے کہ پہلی اہلبیت علیہم السلام کی شان میں اور دوسری ان کے دشمنوں کے بارے میں ہو جواب یہ ہے کہ بار بار یہ ذکر ہوا ہے کہ خداوند عالم گذشتہ لوگوں کے قصے قرآن میں اس لئے ذکر فرماتا ہے کہ یہ امت ان سے نصیحت حاصل کرے اور ان کی نظیر اس امت میں باری کرے لہذا ظاہری آیت تو انہی گذشتہ لوگوں کے بارے میں ہے لیکن باطنی ان لوگوں کے حق میں ہوگی جو اس امت میں ان کے مثل ہیں۔ بنی اسرائیل کے انبیاء کی نظیر اس امت میں جناب رسول خدا نہیں جو ان کے بعد ائمہ طاہرین ہیں صلوات اللہ علیہم اور ان کے دشمنوں کی نظیر فرعون و قارون و فرود اور انہیں کے ایسے لوگ ہیں اس امت میں خلفائے جور اور دشمنان اہلبیت علیہم السلام ہوں گے لہذا وارد ہوا ہے کہ فرعون و قارون و قارون اول و دوم و سوم ہیں نیز اس امت کا سامری دوم اور گوسالہ اول ہے اس لئے کہ قرآن میں بہت سی آیتیں ایسی ہیں کہ ان کا ابتدائی جھٹکی کی شان میں ہے اور آخری دوسرے کے باب میں ۱۲۔

ہے فرمایا نہیں پوچھا تو پھر قرآن ہوگا فرمایا نہیں اسی وقت جناب امیر تشریف لائے حضرت نے ان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ امام مبین یہ ہے جس کو ہر چیز کا علم خدا نے عطا فرمایا ہے۔ اس مضمون پر حدیثیں بہت ہیں جو انشاء اللہ انہی حضرت کے احوال میں بیان کی جائیگی۔

چونتیسویں فصل اس بیان میں کہ سلم اور اسلام ائمہ معصومین اور ان کے حق میں ہے۔

اس بارے میں چند آیتیں ہیں۔

پہلی آیت: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُوْدٌ عَدُوٌّ مُّبِينٌ۔ (وہ سورہ بقرہ آیت ۲۰۸)۔ یعنی اے ایمان والو سب کے سب سلم میں یعنی اطاعت و فرمانبرداری خدا میں داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدم بہ قدم مت چلو کیونکہ وہ یقیناً تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔ عیاشی نے بہت سی سندوں کے ساتھ روایت کی ہے کہ سلم سے مراد ولایت علی علیہ السلام ہے اُن کے بعد اُن کے اوصیا کی ولایت اور ان کی امامت کا اقرار و معرفت اور خطوات شیطان سے مراد خدا کی قسم ولایت خلفائے جور ہے۔ یعنی ابن مہیار، اور دلمی وغیرہم نے بھی اسی مضمون کی روایت کی ہے لہ

دوسری آیت: ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا رَجُلًا فِيهِ شُرَكَاءُ مُتَشَاكِسُونَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ هَلْ يَسْتَوِيَانِ مَثَلًا أَلْحَمْدُ لِلَّهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ۔ (۲۹ سورہ الزمر آیت ۲۹)۔ یعنی خدا نے ایک غلام کی مثال دی ہے جس میں کئی اشخاص شریک ہیں جو آپس میں ایک دوسرے کے مخالف ہیں اور ایک غلام جو صرف ایک شخص کی ملکیت

لے مؤلف فرماتے ہیں کہ یہ تاویل بالکل ظاہر و واضح ہے اس لئے کہ مومنوں پر یہ خطاب کہ اسلام میں داخل ہو جاؤ کوئی معنی نہیں رکھتا لہذا خطاب اس جماعت سے ہے جو رسول پر ایمان رکھتے ہیں تاکہ جو کچھ وہ حکم دیں اس کی اطاعت کریں اور سب سے بہتر امر جس کی خدا و رسول نے دعوت دی ہے ولایت اہلبیت علیہم السلام ہے جو تمام عبادتوں کی مقبولیت کی شرط تمام علوم کے حصول کا دروازہ ہے یا منافقوں سے خطاب ہے جو بظاہر ایمان کا اظہار اور باطن میں ولایت امیر المومنین سے اور جناب رسول خدا کے تمام ارشادات سے انکار کرتے تھے اور اُن تمام باتوں پر ایمان نہیں لاتے جن میں سب سے بہتر ولایت امیر المومنین تھی ۱۲

میں ہے کیا یہ دونوں اشخاص برابر ہو سکتے ہیں۔ ہر طرح کی تعریف خدا ہی کے لئے زیبائے ہے۔ لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے۔ اکثر مفسروں نے کہا ہے کہ خداوند عالم نے یہ مثال مشرکوں اور موعودوں کی بیان ہے کہ مشرک اس غلام کے مانند ہے جس کے کئی مالک ہیں اور سب مالک آپس میں ایک دوسرے کے مخالف ہیں ایک اس غلام کو کوئی حکم دیتا ہے دوسرا کوئی دوسرا حکم دیتا ہے اور ہر ایک شخص غلام کی ضرورتوں کو دوسرے کے حوالے کرتا ہے یہی حال مشرکین کا ہے اگر وہ شعور رکھتے ہوں اور عبادت کو سمجھیں تو جو کام ان سے ظاہر ہوگا اس کا کچھ نتیجہ نہ ہوگا۔ اور موعود جو اپنے کو ایک خدا کا خالص بندہ قرار دیتا ہے اور ایک خدا کے کریم و رحیم اور صاحب قدرت کی عبادت کرتا ہے جو ہر نفع و نقصان پہنچانے پر قدرت رکھتا ہے۔ یقیناً یہ اس سے بہتر ہوگا جو کئی خداؤں کی عبادت کرتا ہے اور ان میں سے کوئی اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔

کلینی نے کافی اور معانی الاخبار میں روایت کی ہے کہ یہ مثال خداوند عالم نے امیر المومنین اور ان کے دشمنوں کے بارے میں بیان فرمائی ہے اس کی دو وجہیں ہیں پہلی وجہ یہ کہ سراج الفیہ شریکاء ظالم اقل ہے جس کے تمام پیروی کرنے والے مختلف راہوں پر گامزن ہیں۔ چونکہ ان کا امام برحق نہیں ہے اس لئے مختلف فرقے ہو گئے ہیں دوسرا جلاسل لرجل دوستان امیر المومنین ہیں چونکہ ان کا امام برحق ہے۔ اور اس کا علم خدا کی جانب سے ہے اس لئے اس کے تمام ماننے والے ایک طریقہ پر ہیں۔

دوسری وجہ یہ کہ رجل اقل مثلاً اقل اور اسی کے ایسے لوگ جو بظاہر رسول اللہ کے تابع تھے لیکن حقیقت میں شیطان اور اپنی گمراہی کے تابع تھے۔ اور رجل دوم امیر المومنین ہیں جو تمام امور میں جناب رسول خدا کے تابع تھے۔ چنانچہ ابوالقاسم حسانی نے روایت کی ہے کہ امیر المومنین نے فرمایا کہ میں وہ رجل ہوں جو رسول اللہ کے ہر امر میں ان کے ساتھ تھا دوسری حدیث میں فرمایا کہ قرآن میں میرا ایک نام مسلم ہے۔

تیسری آیت: وَإِنْ جَحَدُوا لَكَ فَاجْتَنِبْهُمْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (پٹ س انفال ۶۱) اگر یہ لوگ صلح و اطاعت کی طرف مائل ہوں تو تم بھی صلح اختیار کرو اور خدا پر توکل کرو۔ بیشک وہ سننے والا جاننے والا ہے۔ مفسرین نے کہا ہے کہ یہ آیت آیہ قتال سے منسوخ ہو چکی ہے یا اہل کتاب سے مخصوص ہے کہ ان سے جزیہ

قبول کیا جاسکتا ہے۔ کیلینی نے بسند معتبر حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ سلم سے مراد ہمارے امر میں داخل ہونا ہے یعنی ہماری امامت کو قبول کرنا ہے لہٰذا اس بیان میں کہ خدا کی جانب سے خلفاء ائمہ اطہار ہیں اور خدائے کوزمین میں متمکن کرنا چاہتا ہے۔

فصل ۳۵۔ بیست و پانچویں

اور ان سے نصرت کا وعدہ کیا ہے اور ان میں بعض آئین قائم آل محمد کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔ اور وہ بہت ہیں۔

پہلی آیت :- تَتْلُوْا عَلَیْکُمْ مِنْ نَّبِیِّ مُوْسٰی وَ فِرْعَوْنُ بِالْحَقِّ یَوْمَ یُؤْمِنُوْنَ اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلٰی اَلْاَرْضِ وَ جَعَلَ اَهْلَهَا شِیْعًا یَسْتَضِیْعُوْنَ طَافُکَ وَ تَنْهَمُ یَذَرُکُمْ اَبْنَاؤُہُمْ وَ یَسْتَحِیْیُ نِسَاؤُہُمْ لَنْ یَّکَانَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ ۝ وَ نَزَّیْدُ اَنْ لَّیْسَ عَلٰی الدِّیْنِ اِسْتِضَاعٌ فِی الْاَرْضِ وَ یَجْعَلُہُمْ اٰیۃً وَ یَجْعَلُہُمْ اَلْوَاسِیۃً ۝ وَ نُسَمِّکُ لَہُمْ فِی الْاَرْضِ وَ نَزَّی فِرْعَوْنَ وَ هَامَانَ وَ جُنُوْدَہُمَا مِنْہُمْ مَّا کَانَ اَوْ یَخْدُمُوْنِ (پہلی سورہ القصص آیت ۶ تا ۱۳) یعنی ہم تم سے موسیٰ اور فرعون کی خبر درست اور صحیح بیان کرتے ہیں۔ ان لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں۔ یقیناً فرعون نے زمین پر بلندی حاصل کی ہے اور اہل زمین کے مختلف فرقے قرار دیے۔ ان میں سے ایک گروہ کو کمزور کر دیا کہ ان کے لڑکوں کو قتل کرنا تھا اور ان کی عورتوں کو خدمت کے لئے زندہ چھوڑ دینا تھا بیشک وہ فساد کرنے والا تھا۔ اور ہم چاہتے ہیں کہ اس گروہ پر احسان کریں جو زمین میں کمزور کر دیے گئے تھے اور ان کو پیشوا اور وارث قرار دیں پھر ان کو روئے زمین پر متمکن کریں اور فرعون و ہامان اور ان کے لشکروں کو انہی کمزوروں سے وہ کچھ دکھادیں جن سے وہ ڈرتے تھے۔ علی بن ابراہیم نے کہا ہے خدا نے اپنے پیغمبر کو موسیٰ اور ان کے ہمراہیوں کے حالات سے اطلاع دی جو ان کو فرعون کے قتل و ظلم و ستم سے پہنچی تھیں تاکہ حضرت رسالت مآبؐ کی تسکین کا باعث ہو ان مصائب پر مثل قتل و اسیری وغیرہ

لے مؤلف فرماتے ہیں کہ یہ تاویل اس بنا پر ہو سکتی ہے جبکہ ضمیر منافقوں کی طرف راجع ہو یعنی اگر بظاہر امامت علی بن ابی طالبؑ قبول کرنے کا اظہار کریں تو تم بھی ان کی یہ ظاہری صورت مان لو اگرچہ تم جانتے ہو کہ درحقیقت یہ منافق ہیں اور مکر و فریب کر رہے ہیں۔ ۱۲

کے جوان کے اہلیت پر گزریں گے۔ پھر تسلی دینے کے بعد خوشخبری دی کہ ان مظلوم کے بعد خداوند عالم ان پر فضل کرے گا اور ان کو زمین میں اپنا خلیفہ قرار دے گا اور امام اور پیشوا بنائے گا تاکہ وہ اپنے دشمنوں سے رجعت میں انتقام لیں اس لئے فرمایا کہ نبیہان نعت یہاں تک کہ فرمایا و نری فرعون و ہامان و جنودہما اور یہ کنایہ ہے۔ ان لوگوں سے جنہوں نے حق محمد و آل محمد غصب کیا یعنی فلاں اور فلاں اور ان کی پیروی کرنے والے منہر یعنی آل محمد سے ماکاندا بعد و ن یعنی جن سے وہ ڈرتے تھے مثل قتل ہونے اور مصائب کے۔ اور اگر حضرت موسیٰ کا فرعون پر غلبہ مراد ہو تو چاہئے تھا کہ ضمیر مفرود ہوتی نہ ضمیر جمع۔ لہذا موسیٰ و فرعون کا ذکر مثال کے طور پر ہے یعنی جس طرح فرعون نے مدتوں کو اور ان کے اصحاب پر ظلم و ستم کئے بالآخر ہم نے موسیٰ کو ان پر فتح دی اور ان سبھوں کو ہلاک کر دیا اسی طرح طرح کے مظلوم، اس امت کے فرعونوں سے اہل بیت رسالت پر جو ہوں گے۔ آخر میں ان کو ان کے دشمنوں کے ساتھ دنیا میں ہم واپس لائیں گے تاکہ وہ اپنے دشمنوں سے انتقام لیں۔ بیشک جناب امیر نے اپنے بعض خطبوں میں اس موقع کی جانب اشارہ فرمایا ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں۔

”ایہا الناس! سب سے پہلے جس نے زمین پر خدا سے بناوٹ کی آدم کی بیٹی عناق حتیٰ خداوند عالم نے اس کو بیس انگلیاں عطا کی تھیں۔ ہر انگلی میں لمبے و نازخ ہنسیا کے مانند تھے جن سے کھیت کاٹتے ہیں۔ جب وہ بیٹھتی تھی ایک جرب زمین گھیر لیتی تھی۔ جب اس نے خدا سے بناوٹ کی اور کافر ہو گئی اور لوگوں پر ظلم و ستم کئے تو خدا نے ایک شیر کو جو جسامت میں ہاتھی کے برابر تھا اور ایک بھیڑیے کو جو اونٹ کے مانند تھا اور ایک گدے کو جو خچر کے برابر تھا اس کی ہلاکت پر ابھارا۔ یہ تمام حیوانات ابتدا میں اتنے ہی بڑے تھے۔ خدا نے ان جانوروں کو اُس پر مسلط فرمایا یہاں تک کہ اس کو قتل کیا۔ خدا نے فرعون و ہامان کو قتل کیا یعنی اول و دوم کو اور قارون کو زمین میں دھنسا دیا یعنی سوم کو اس قرینہ سے کہ حضرت نے اسکے بعد ان لوگوں کی شکایت کی کہ ان کا حق غصب کیا اور فرمایا کہ ان کی توبہ مقبول نہیں اور وہ برزخ میں خدا کے عذاب میں مبتلا ہیں یہاں تک کہ جہنم میں جائیں موسیٰ کی یہ مثال قائم آل محمد سے کس قدر ملتی ہے جو پوشیدہ طور پر پیدا ہوئے اور ہمیشہ فرعون اور اس کے ماننے والوں سے پوشیدہ اور خوفزدہ تھے۔ یہاں تک کہ ظاہر ہوئے اور اُن پر غالب ہوئے اور حضرت ظلم

آل محمد کا خروج و ظہور بھی ایسا ہی ہو گا انشاء اللہ۔

سمانی الاخبار میں مفضل سے روایت کی ہے کہ حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک روز حضرت رسالتا ب جناب امیر اور حسن و حسین علیہم السلام کو دیکھ کر رونے لگے۔ اور فرمایا کہ تم میرے بعد کمزور کر دئے جاؤ گے۔ مفضل نے پوچھا کہ حضرت رسول کی مراد اس سے کیا تھی۔ حضرت صادق نے فرمایا کہ تم میرے بعد امام ہو گے جیسا کہ خدا

تعالیٰ نے فرمایا ہے وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً ۚ وَنُقِضَ عَنْهُمْ كُرْهُوهُمْ ۚ وَعَدَ اللَّهُ مَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُحِيطُوا بِهَا ۚ أَلَمْ تَكُنْ أَتَىٰ قِيَامَتِ تَمَّكَ نَهْمِ الْبَلِيَّةِ فِي جَارِي هِيَ ۚ وَرَبِّ زَمَانَةٍ فِي هَمِّ سَ ۚ أَمَامَ هُونَكِ ۚ أَلَيْسَ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ ۚ سَ ۚ رَوَايَتِ كِي هِيَ ۚ آفَ فَرَمَاتِ هِي ۚ كِي يَ ۚ آيَتِ هَمَارِي شَانِ فِي هِيَ ۚ

ابن مہیار اور شیخ طبرسی وغیرہم نے انہی حضرت سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ قسم ہے اس خدا کی جس نے دانہ کو سگانہ کیا اور درخت کو خلق کیا اور خلایق کو پیدا کیا بیشک یہ دنیا ئے غدار ہمارے جانب جھکے گی اور مہربان ہوگی خاموشی کے بعد جس طرح بدخواہی کاٹنے والی اپنے بچوں پر مہربان ہوتی ہے اس کے بعد حضرت نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

عیاشی نے روایت کی ہے کہ ایک روز حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے حضرت صادق علیہ السلام کو دیکھا اور فرمایا خدا کی قسم یہ بھی ان میں سے ہے جن کے بارے میں خدا اس آیت میں فرمایا ہے پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ اَلَيْسَ اَمَامَ هَمَارِي شَانِ فِي هِيَ ۚ وَرَبِّ زَمَانَةٍ فِي هَمِّ سَ ۚ اَمَامَ هُونَكِ ۚ اَلَيْسَ اَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ ۚ سَ ۚ رَوَايَتِ كِي هِيَ ۚ آفَ فَرَمَاتِ هِيَ ۚ كِي يَ ۚ آيَتِ هَمَارِي شَانِ فِي هِيَ ۚ

حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے کہ نیک کر دار ہم اہلبیت اور ہمارے شیعہ ہیں جیسے جناب موسیٰ اور ان کے شیعہ نیک کر دار تھے اور ہمارے دشمن اور ان کی پیروی کرنے والے مثل فرعون اور اس کی پیروی کرنے والوں کے ہیں۔ اور فرات بن ابراہیم نے نویر بن ابی فاختہ سے روایت کی ہے کہ حضرت امام زین العابدین نے فرمایا کہ قرآن پڑھو۔ میں نے سورہ طسم کی تلاوت کی جب میں وَنَجْعَلَهُمُ الْاَسْرَافِيْنَ تَمَّكَ نَهْمِ الْبَلِيَّةِ فِي جَارِي هِيَ ۚ وَرَبِّ زَمَانَةٍ فِي هَمِّ سَ ۚ اَمَامَ هُونَكِ ۚ اَلَيْسَ اَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ ۚ سَ ۚ رَوَايَتِ كِي هِيَ ۚ آفَ فَرَمَاتِ هِيَ ۚ كِي يَ ۚ آيَتِ هَمَارِي شَانِ فِي هِيَ ۚ

بھڑ جاؤ اور فرمایا اسی خدا کی قسم جس نے محمد کو مبعوث فرمایا ہے کہ ابراہیم اہلبیت میں سے ہیں اور ہمارے شیعہ مثل موسیٰ اور ان کے شیعوں کے ہیں۔ اور علی بن ابراہیم اور دوسرے محدثین نے منہال بن عمرو سے روایت کی ہے کہ امام حسین کی شہادت کے

بعد میں نے امام زین العابدینؑ سے پوچھا آپ کا کیا حال ہے فرمایا اپنی قوم میں اس طرح ہوں جیسے بنی اسرائیل فرعونوں کے درمیان تھے کیونکہ ہمارے مردوں کو قتل کیا اور ہماری عورتوں کو اسیر کیا۔

ان آیتوں کے اہلیت کی شان میں نازل ہونے کے بارے میں حدیثیں بہت ہیں اور حضرت قائم علیہ السلام کے حالات میں انشاء اللہ مذکور ہوں گی اور آیات پر ان تاویلات کی مطابقت جیسا کہ آیات کے بارے میں سابقہ فصلوں میں ہم نے ذکر کیا ہے نہایت واضح ہے۔

دوسری آیت: مَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا۔ (پ سورہ نساء آیت ۷۵) تم کو کیا ہو گیا ہے کہ جنگ و قتال راہ خدا میں اور ان مردوں، عورتوں اور لڑکوں کی راہ میں نہیں کرتے ہو جن کو کمزور کر دیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو ان ظالموں کے قریہ سے نکال اور ہمارے لئے اپنے پاس سے ایک مددگار اور ایک نصرت کرنے والا مقرر فرما۔ اکثر مفسروں نے کہا ہے کہ اس سے کمزوروں کی وہ جماعت مراد ہے جو اسلام لانے کے سبب کافروں کے پاس مکہ میں پھنسے ہوئے تھے اور وہ کفار ان کو آزار و تکلیف پہنچاتے تھے اور وہ ہجرت کرنے پر قادر نہ تھے۔ حقیقتاً لے لے مسلمانوں کو کافروں سے جنگ کرنے کی ترغیب دی کہ ان کو کفار کے ظلم سے نجات دلائیں۔ عیاشی نے بروایت معتبر حضرت باقرؑ صادق علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ یہ آیت اہلیت علیہم السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے جن کو اس امت کے ظالموں نے کمزور کر دیا تھا اور ان کا کوئی مددگار نہ تھا۔ خداوند عالم نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ ان کی راہ میں جہاد کریں اور دشمنوں کے مقابلہ میں ان کی مدد کریں۔ لہذا ان بزرگواروں کا اس تاویل کے ساتھ مطابق کہنا بہت مناسب ہے اور اس تاویل کی بناء پر قریہ سے مراد مدینہ طیبہ ہو لہذا جناب امیر علیہ السلام نے وہاں سے کوفہ کی جانب ہجرت فرمائی اور اہل کوفہ نے آپ کی مدد نہیں کی۔ یا یہ کہ یہ تاویل آیت کی باطنی تاویل ہے اور ظاہر کے خلاف نہیں ہے۔

تیسری آیت: وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ۔ (پہلے سورہ نور آیت ۵۵ و ۵۶) یعنی خدا نے تم میں سے ان اہل ایمان سے وعدہ کیا ہے جو نیک اعمال بجالائے کہ بیشک ان کو زمین پر خلیفہ بنائے گا جیسا کہ ان لوگوں کو خلیفہ قرار دیا تھا جو ان سے پہلے تھے اور یقیناً ان کا وہ دین ان کے لئے متمکن کرے گا۔ جس کو ان کے لئے پسند کیا ہے اور بیشک خدا دشمنوں سے ان کے خوف و ہراس کو امن و اطمینان سے تبدیل کر دیگا تاکہ میری پرستش کریں اور کسی کو میرا شریک نہ قرار دیں پھر اس کے بعد جو کفر اختیار کرے گا تو ایسے ہی لوگ فاسق ہیں۔

کلینی اور دوسرے مفسرین نے بسند ہائے معتبر حضرت باقر و صادق علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ یہ آیت کریمہ ائمہ اور اہل ایمان امر سے مخصوص ہے جن سے خدا نے بعد رسول وعدہ کیا ہے اور بشارت دی ہے اور ان کو اپنے علم و دین کے لئے خلیفہ قرار دیا ہے جس طرح حضرت آدمؑ کے اوصیاء کو ان کے بعد خلیفہ بنایا تھا۔ علی بن ابراہیمؑ نے روایت کی ہے کہ یہ آیت قائم آل محمدؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ عیاشی اور دوسرے مفسرین نے حضرت علی بن الحسین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ یہ اطمینان و سکون اور امن و امان ہمارے شیعوں کے لئے اس امت کے مہدی کے زمانہ میں ہوگا۔ اور وہ ہے جس کے بارے میں جناب رسول خداؐ نے فرمایا ہے کہ اگر دنیا کا ایک روز بھی باقی رہے گا تو خداوند عالم اس کو دراز کر دے گا۔ تاکہ میری اولاد میں سے ایک شخص لوگوں پر حاکم ہو جو میرا جہنم ہوگا اور زمین کو عدالت سے بھر دے گا اس کے بعد جبکہ وہ ظلم و جور سے بھر گئی ہوگی۔ اور فرات بن ابراہیمؑ نے بہت سی سندوں کے ساتھ روایت کی ہے کہ یہ آیت آل محمدؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اور بہت سی دعاؤں اور زیارتوں میں یہ مضمون وارد ہوا ہے اور ان آیتوں کے بارے میں جو حضرت قائم آل محمدؑ کی شان میں نازل ہوئی ہیں آپ سے متعلقہ تمام حدیثیں مذکور رہوں گی انشاء اللہ۔

چوتھی آیت: الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّا لَهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَآمَرُوا بِالنُّعُوفِ وَنَهَوُا عَنِ الْمُنْكَرِ ۚ لِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ وَإِنْ يُكَذِّبُوكَ

فَقَدْ كَذَّبْتَ بَيْنَهُمْ قَوْمٌ نُّوحٍ وَعَادٌ وَثَمُودٌ وَقَوْمٌ ابْنِ إِسْمَاعِيلَ وَقَوْمٌ
لُوطٍ وَأَصْحَابُ مَدْيَنَ وَكَذَّبَ مُوسَىٰ فَأَمَلَيْتُ لِلْكَافِرِينَ ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ
كَيْفَ كَانَ نَكِيرِ رِيس جج آیت (۲۲ تا ۲۴) یعنی اگر ہم ان لوگوں کو زمین میں اختیار دے
دیں پھر بھی یہ نماز کو قائم رکھیں گے اور زکوٰۃ دے گے اور لوگوں کو نیکیوں کا حکم دیں گے
اور برائیوں سے روکیں گے اور تمام امور کی بازگشت خدا کی جانب ہے۔ اور اگر یہ لوگ
تمہاری تکذیب کریں تو ان سے پہلے قوم نوح و عاد جو ہود کی قومیں تھیں اور ثمود جو حضرت
صالح کی قوم تھی اور قوم ابراہیم اور قوم لوط اور اصحاب مدین جو شعیب کی قوم کے تھے
ان سب نے اپنے پیغمبروں کی تکذیب کی ہے اور جناب موسیٰ کی قوم نے بھی ان کو
جھٹلایا تو ہم نے کافروں کو مہلت دی پھر ہم نے ان کی گرفت کی تو وہ ہمارا انکار نہ کر
سکے۔

ابن شہر آشوب ابن مہیار اور فرات وغیرہم نے بہت سی سندوں کے ساتھ امام
محمد باقر و صادق علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ ہم وہ لوگ ہیں جن کا ذکر خدا نے اس
آیت میں فرمایا ہے۔ ایضاً ابن مہیار نے حضرت موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے روایت
کی ہے آپ نے فرمایا کہ ایک روز میں اپنے پدر بزرگوار کی خدمت میں مسجد میں حاضر
تھا ناگاہ اُن حضرت کے پاس ایک شخص آیا اور کہا اے فرزند رسول مجھ پر کتاب خدا
کی یہ آیت سمجھا دو شوار ہے۔ میں نے جا رہی تھی سے دریافت کیا انہوں نے کہا کہ آپ کے
معلوم کروں حضرت نے پوچھا وہ کون سی آیت ہے کہا الذین ان مکنتاھما فی احوہ
حضرت نے فرمایا ہاں ہماری شان میں نازل ہوئی ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ اصحاب
رسولؐ میں سے چند سربراہ اور وہ لوگ جناب رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور
کہا یا رسول اللہ یہ امر یعنی بعد آپ کے امارت و خلافت پر کون قائم ہو گا خدا کی قسم
اگر کوئی شخص آپ کے اہلیت میں سے ہو گا تو ہم اس سے اپنی جان کا خطرہ محسوس کرتے
ہیں اگر کوئی دوسرا شخص ہو گا تو شاید وہ ہم پر زیادہ مہربان اور ہم سے زیادہ نزدیک
ہو گا یہ سن کر آنحضرتؐ نہایت خشنک ہوئے اور فرمایا کہ خدا کی قسم اگر خدا اُن میں سے
خليفة مقرر فرمائے گا تو یقیناً وہ زمین میں نماز کو قائم رکھیں گے اور زکوٰۃ اس کے مستحق کو
دیجئے اور یقیناً نیکیوں کا حکم دیجئے اور برائیوں سے منع کریجئے۔ بیشک خدا ان لوگوں

کی ناک ذلت کی خاک پر رگڑے گا جو میرے اہلبیت اور میری اولاد کو دشمن رکھے گا اُس وقت خدا نے یہ آیت نازل فرمائی ان یکذبون فقد کذبت قبیلہم ابن مہیار نے حضرت باقرؑ سے روایت کی ہے کہ پہلی آیت حضرت قائم آل محمدؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ جن کو خداوند تعالیٰ زمین میں مشرق سے مغرب تک کی بادشاہی عطا فرمائے گا۔ اور ان کے ذریعہ سے دین حق کو ظاہر کریگا۔ اور ان کے اصحاب کے ذریعہ سے باطل بدعتوں کو زائل اور محو کریگا جس طرح ظالموں اور جاہلوں نے حق کو زائل و بر باد کیا ہوگا۔ اور ایسا کرے گا کہ ظلم کا کوئی اثر و نشان باقی نہ رہے گا۔ وہ نیکیوں کا حکم دیگا اور برائیوں سے منع کریگا۔ اور تمام امور کی بازگشت خدا کی جانب ہے۔

پانچویں آیت: اَقِمْنَ وَوَعَدَنَا وَوَعَدَ لِحَسْبِ الْغَيْبِ كَمَنْ مَّتَعْنَا مَتَاعَ الْخَلْقِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ مِنَ الْمُحْضَرِّينَ (پہلے سورہ قصص آیت ۸۱) کیا وہ شخص جس نے ہم سے اچھا وعدہ کیا ہے پھر اس سے وہ وعدہ پورا کیا جائیگا اس شخص کے مانند ہے جس کو ہم نے دنیا کی چند روزہ نعمتیں دے رکھی ہیں تو وہ قیامت کے دن عذاب الہی میں مبتلا کر دیا جائیگا پھر دنیا کی نعمتیں اور لذتیں اس کو کچھ فائدہ نہ دیں گی۔ ابن مہیار نے روایت کی ہے کہ یہ آیت حضرت امیر المؤمنین و حمزہؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے اور دہلی نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ وعدہ علی بن ابی طالبؑ سے کیا گیا ہے۔ خدا نے ان کے لئے اور ان کے دوستوں کے لئے آخرت میں بہشت کا وعدہ کیا ہے اور جو لوگ عذاب میں مبتلا کئے جائیں گے وہ دشمنانِ آنحضرتؐ ہیں جنہوں نے دنیا میں ان کا حق غصب کیا اور ناحق بادشاہی کی۔ خدا نے ان کو دنیا میں مہلت دی ہے۔

چھٹی آیت: سَتَرْنَاهُ آيَاتِنَا فِي الْأَفَاقِ وَفِي الْأَنْفُسِ مَا هُمْ بِخَبِيرِينَ لَهْجُورُ إِنَّهُ الْحَقُّ يَعْنِي هُمْ عَنَقَرِيبِ ان کو دنیا میں زمین کے ہر طرف اور ان کی جانوں میں اپنی آیتیں اور نشانیاں دکھائیں گے تاکہ ان پر ظاہر ہو جائے کہ وہی حق ہے۔ ابن مہیار نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ آفاق میں دکھانے کا یہ مطلب ہے کہ اطراف زمین کو اہل خلاف پر حضرت قائم علیہ السلام کے زمانہ میں تنگ کر دے گا اور ان کی جانوں کو دکھائے گا مقصد یہ ہے کہ اہل خلاف میں بعض بصورت حیوانات مسخ ہوں گے تاکہ ان پر یہ واضح ہو جائے کہ قائم آل محمدؑ وہی ہیں اور حق ان کے ساتھ ہے۔

چھٹی سو فیصل

اس بیان میں کہ کلمہ اور کلام کی تاویل آل محمدؐ اور ان کی ولایت و دوستی سے کی گئی ہے۔

اس بارے میں بھی بہت سی آئینیں ہیں۔

پہلی آیت :- وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ (۲۵) آیت
سورہ زخرف، خداوند عالم نے یہ ارشاد فرمایا کہ ہم نے کلمہ توحید کو ابراہیم
کے اعقاب میں باقی رکھا یعنی ہمیشہ ان کی ذریت میں ایک شخص ہوگا جو خدا کی یکتائی کا قائل
ہوگا اور لوگوں کو اس کی توحید کی دعوت دیگا شاید مشرکین ایمان کی جانب پلٹ آئیں۔
بہت سی حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ قیامت تک جناب
ابراہیمؑ و جناب رسولؐ کی ذریت میں کلمہ باقیہ یعنی امامت باقی ہے۔ چنانچہ شیخ طبرسی نے
کہا کہ بعضوں نے کہا ہے کہ کلمہ سے مراد توحید ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد
امامت تک ان کی ذریت میں رہے گی۔ اور حضرت صادقؑ سے بھی ایسی ہی روایت ہوئی
پھر شیخ طبرسی کہتے ہیں کہ اس میں بھی اختلاف ہے کہ ان کے اعقاب سے کون شخص مراد ہے
بعضوں نے کہا ہے کہ مراد قیامت تک فرزند ان ابراہیمؑ ہیں اور سدی نے کہا ہے کہ آل
محمدؐ علیہم السلام مراد ہیں۔ اور ابن مایار نے سلیم بن قیس سے روایت کی ہے کہ ایک روز
ہم مسجد میں تھے جناب امیر علیہ السلام ہمارے پاس آئے اور فرمایا کہ ہم سے پوچھو جو کچھ
پوچھنا چاہو قبل اس کے کہ مجھ کو نہ پاؤ۔ اور قرآن کی تفسیر دریافت کرو کیونکہ اس میں علم
اولین و آخرین موجود ہے۔ اور کسی کے لئے اس میں کوئی بات چھوڑی نہیں ہے۔ اور قرآن
کے معانی و مطالب خدا اور اسخون فی العلم کے سوا کوئی نہیں جانتا اور علم میں راسخ صرف
ایک نہیں بلکہ بہت ہیں۔ ان میں سے ایک رسول خداؐ تھے۔ خدا نے ان کو علم قرآن تعلیم
فرمایا تھا۔ آنحضرتؐ نے مجھے تعلیم فرمایا اور ان کی اولاد میں قیامت تک یہ علم رہیگا۔ پھر
حضرت نے یہ آیت پڑھی کہ خداوند عالم تابوت سکینے کے بارے میں فرماتا ہے فَبِمَا سَكَنَتْهُ
يَمِينُ رَبِّكَ مُحَمَّدٌ وَبِطَيْبَتٍ وَمِمَّا تَرَكْنَا الْاَلُومُوسَىٰ وَالْهَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ۔
یعنی صندوق میں تمہارے پروردگار کی جانب سے سکینے والے اور ان چیزوں میں سے باقی
ہیں جو آل موسیٰؑ و آل ہارونؑ نے چھوڑی ہیں فرشتے اس کو اٹھائے ہوئے ہیں۔ حضرت
علیؑ نے اس آیت کی مثال کے طور پر تلاوت فرمائی۔ یعنی جس طرح کہ حضرت موسیٰؑ اور

ان کے وصی حضرت ہارون کے بقیہ علم و آثار صندوق میں تھے اسی طرح پیغمبر آخر الزمان اور ان کے وصی کے علوم و آثار ان کی ذریت کے پاس محفوظ ہیں اس لئے فرمایا کہ مجھے پیغمبر خدا سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو جناب موسیٰ سے تھی میں سوائے پیغمبری کے تمام چیزوں میں ان کا مثل و مانند ہوں۔ اور آنحضرت کا علم قیامت تک ان کی ذریت میں ہے پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی وَ جَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً^۱ اور فرمایا کہ رسول خدا^۲ ابراہیمؑ کے بعد تھے اور میں محمدؐ اور حضرت ابراہیمؑ دونوں کے بعد ہوں۔ ایضاً امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ یہ آیت حضرت امام محمد باقرؑ کی شان میں جاری ہوئی اور جب سے امامت حضرت تک پہنچی ہمیشہ باپ سے یہ علم اس کے فرزند کو پہنچتا رہتا ہے بھائی یا چچا کو نہیں پہنچتا۔ اور امام حسینؑ کے بعد کوئی امام ایسا نہیں مگر یہ کہ اس کے فرزند ہو گا۔ بارہویں امام تک۔ اور عبد اللہ فطخ چونکہ بغیر فرزند کے دنیا سے رخصت ہوئے لہذا وہ امام نہیں ہیں۔ اور علی بن ابراہیمؑ نے بھی روایت کی ہے کہ کلمہ لعلہم بیجون سے اشارہ ہے رجعت کی طرف یعنی یہ لوگ قیامت سے پہلے دنیا میں واپس آئیں گے اور کمال الدین نے بے سند معتبر مفضل بن عمرو سے روایت کی ہے کہ حضرت صادقؑ نے اس آیت وَ جَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً^۱ فی تفسیر دریافت کی حضرت نے فرمایا کہ اس سے مراد امامت ہے جس کو امام حسینؑ کے بعد قیامت تک ان کی اولاد میں قرار دیا ہے مفضل نے کہا یا بن رسول اللہ امامت کیوں امام حسینؑ کے فرزندوں میں قرار پائی امام حسنؑ کے فرزندوں میں کیوں نہ قرار پائی حالانکہ دونوں حضرات رسول خدا کے فرزند تھے اور دونوں جو انان جنت کے سردار تھے اور آپس میں بھائی تھے حضرت نے فرمایا موسیٰ و ہارونؑ دونوں پیغمبر مرسل تھے اور ایک دوسرے کے بھائی تھے لیکن خدا نے امامت کو فرزندان موسیٰ میں نہیں بلکہ فرزندان ہارونؑ میں قرار دیا۔ کسی کو یہ حق نہیں کہ اعتراض کرے کہ کیوں ایسا ہوا۔ امامت زمین میں خلافت خدا ہے اور اسی طرح کسی کو حق نہیں کہ اعتراض کرے کہ کیوں خدا نے امامت فرزندان امام حسینؑ میں قرار دی اور فرزندان امام حسنؑ میں قرار نہیں دی کیونکہ خدا اپنے افعال میں حکیم ہے جو کچھ کرتا ہے حکمت کے مطابق کرتا ہے جیسا کہ فرمایا ہے لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَ هُوَ يُسْئَلُ عَنِ الَّذِي يَفْعَلُ^۳ یعنی جو کچھ وہ کرتا ہے اس سے اس کے بارے میں پوچھنے کا کسی کو حق نہیں البتہ لوگوں سے ان کے بارے میں

پوچھا جائیگا۔

دوسری آیت: **وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمُتَصَوِّمُونَ وَإِنْ جُنَدُنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ** (پہلے سورہ صافات آیت ۱۷ تا ۱۹) یعنی ہم اپنے رسول بندوں سے پہلے ہی وعدہ کر لیا ہے کہ بیشک ان کی مدد کی جائیگی بیشک ہمارا لشکر کافروں پر غالب ہے۔

ابن شہر آشوب نے حضرت صادق سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ ہم اللہ کا غالب لشکر ہیں۔

تیسری آیت: **وَلَوْ أَنَّ مَا فِي الْأَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ وَالْبَحْرُ يَمْدُ لَا مِنْ بَعْدِ سَبْعَةِ أَبْحُرٍ مَا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ** (آیت ۱۶) اگر دنیا کے تمام درخت قلم بن جائیں اور ساقوں سمندر سیاہی بن جائیں اور ان درختوں جیسے اور درخت اور ان سمندروں کے مانند اور دوسرے سات سمندر ان سمندروں کے ساتھ ملا دیئے جائیں پھر بھی کلمات خدا ختم نہ ہوں۔ بیشک خدا غالب حکمت والا ہے۔ جو کچھ وہ چاہتا ہے کرتا ہے اس کے تمام کام حکمت اور مصلحت پر مبنی ہیں بعض لوگوں نے کہا ہے کہ کلمات سے مراد خدا کی تقدیریں ہیں۔ امام علی نقی سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی آپ نے فرمایا کہ سات سمندر سے مراد چشمہ کبریت، چشمہ یمن، چشمہ بزموت، چشمہ طبرستان، گرماہ رسیدان، گرماہ افریقیہ اور چشمہ ماحوران۔ اور ہم وہ کلمات خدا ہیں جن کا احصا نہیں کیا جاسکتا۔ یہ حدیث مؤید ہے اس حدیث کی جو رسول خدا سے عامہ و خاصہ لے روایت کی ہے کہ اگر تمام درخت قلم بن جائیں اور سارے سمندر روشنائی ہو جائیں اور سارے جن وانس لکھنے پر مقرر کر دیئے جائیں تو فضائل علی بن ابی طالب کا سوال حصہ بھی نہیں لکھ سکتے۔ کلینی وغیرہم نے حضرت امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ

لے موافق فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ مراد یہ ہو کہ وہ کلمہ ہم ہیں یا ہماری ولایت ہے جو پیغمبروں پر پیش ہوئی ہے وانھم لھم المتصومون استیفاء دوسرا کلمہ ہو یا یہ مراد ہو کہ اس نصرت میں جس کا وعدہ خدا نے کیا ہے ہماری نصرت بھی داخل ہو کیونکہ ہماری مدد رسول خدا کی مدد ہے اور خدا ہم کو آخر زمانہ میں دشمنوں پر مدد دیگا۔

شب قدر میں تمام امور کی تفسیر امام پر نازل ہوتی ہے جو اس سے اور اس کے اہل زمانہ سے متعلق ہوتی ہے اور دوسرے اوقات میں خدا کے ہر علم خاص اور پوشیدہ اور علم کے عجیب عجیب خزانے امام زمانہ پر نازل ہوتے ہیں پھر حضرت نے یہ آیت پڑھی۔ یہ حدیث اس کی دلیل نہیں ہے کہ کلمات سے مراد وہ علوم ہیں جو خدا کی جانب سے جناب رسول خدا اور ائمہ خدا پر نازل ہوتے ہیں۔ بیشک ان حضرات کی یہ بھی ایک فضیلت ہے

قُلْ لَّوْكَانَ الْبَحْرُ مِثْلًا دَاكِلِكُمَاتٍ سَرَّيْ لَنَفِدَا الْبَحْرُ قَبْلَ أَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ سَرَّيْ وَ لَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا (پ سورہ کہف آیت ۱۰۹) یعنی اے رسول کہہ دو کہ اگر میرے پروردگار کے کلمات کے کھنکھنے کے لئے سارے سمندر سیاہی بن جائیں تو یقیناً وہ ختم ہو جائیں گے قبل اس کے میرے پروردگار کے کلمات ختم ہوں خواہ ہم اسی کیے مثل دوسرے سمندر کو سیاہی بنا دیں۔ امام نے فرمایا تفسیر اہلبیت علیہم السلام میں کلمات سے ان کے فضائل و علوم مراد ہیں۔ جو ہمیشہ خدا کی جانب سے ان پر نازل ہوتے ہیں۔ اور کبھی ختم نہیں ہوتے جیسا کہ اس کے بعد مذکور ہو گا۔ اور کلمات اللہ اور کلمۃ اللہ ائمہ کے ساتھ تفسیر میں حدیثیں بہت ہیں۔

چوتھی آیت: فَتَلَفَىٰ اٰدَمُ مِنْ سَرَّيْہِ کَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَیْہِ اِنَّہٗ ہُوَ التَّوَّابُ (الترجمہ ۲۱ سورہ بقرہ آیت ۳۷) یعنی جب آدم بہشت سے زمین پر آئے۔ تو خدا سے چند کلمات سیکھے جن کے ذریعہ سے خدا نے ان کی توبہ قبول کی۔ بیشک وہ توبہ بہت قبول کرنے والا اور مہربان ہے ان کلمات کے بارے میں بہت اختلاف ہے جن کا ذکر اس کتاب کی جلد اول میں کیا جا چکا ہے۔

کلینی اور ابن بابویہ نے معانی الاخبار اور خصال میں اور شیخ طوسی و شیخ طبرسی اور کثیر جماعت نے حضرت صادق و حضرت باقر اور جناب رسول خدا صلوات اللہ علیہم اور ابن عباس سے روایت کی ہے کہ وہ کلمات یہ تھے کہ آدمؑ نے کہا خداوند! میں تجھ سے محمد و علی و فاطمہ و حسن و حسین علیہم السلام کے حق سے سوال کرتا ہوں کہ تو مجھ پر رحم فرما اور مجھے بخش دے اور میری توبہ قبول فرما۔ تو خدا نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ اور دوسری روایت کے مطابق جب آدمؑ و حواؑ نے ان بزرگواروں کے مرتبہ کی آرزو کی اس ترک اولیٰ میں مبتلا ہوئے۔ جب ایک مدت تک زمین پر گریہ و زاری اور فریاد کی اور خدا نے چاہا کہ ان کی توبہ قبول فرمائے تو جبریلؑ ان

کے پاس آئے اور کہا آپ حضرات نے اپنی ذات پر ظلم کیا کہ اُن ذواتِ مقدسہ کے رتبہ کی تمنا کی جن کو خدا نے آپ حضرات پر فضیلت اور بلند عطا فرمائی ہے۔ لہذا انہی ناموں کا واسطہ دے کر سوال کیجئے جو سابق عرش پر آپ نے دیکھے تھے تاکہ خداوند عالم آپ کی توبہ قبول فرمائے تو آدمؑ نے کہا خداوند! میں تجھ سے بہت محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ علیہم السلام جو تیرے نزدیک تیری تمام مخلوق میں سب سے زیادہ عزت والے ہیں سوال کرتا ہوں کہ ہماری توبہ قبول فرما اور ہم پر رحم کر۔ تو خدا نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ اور دوسری روایت کے متعلق بحق محمدؐ و آل محمدؑ سوال کیا۔ اور ابن معاذؒ کی شافعی نے بھی اس آیت وَ لَقَدْ عٰهَدْنَا اٰلِیَ اٰدَمَ مِنْ قَبْلِ فَتَنَیْ وَ لَوْ یُحٰدِثُكَ عَدُوٌّ مَا رَدَّكَ سُوْرَةُ طہ آیت ۱۱۵ کی تفسیر میں اسی مضمون کی روایت کی ہے یعنی ہم نے آدمؑ سے پہلے ہی عہد لیا تھا مگر وہ بھول گئے اور ہم نے اُن میں کوئی عزم نہیں پایا۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ آیت اس طرح نازل ہوئی تھی۔ کہ ہم نے آدمؑ سے پہلے چند کلموں سے جو محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ علیہم السلام اور ان کی اولاد میں سے ائمہ کی شان میں ہیں عہد لیا تو انہوں نے ترک کر دیا اور اس بار سے میں ہم نے ان میں کوئی عزم نہ پایا۔ اس بار سے میں حدیث کتاب اول میں حضرت آدمؑ کے حالات میں بیان ہو چکیں۔

چھٹی آیت : اِذَا بَنٰی اِبْرٰہِیْمَ رَبُّہٗ بُکِیْمًا تَاۡتَمَّھُنَّ فَاۡتَمَّھُنَّ د پ سورہ بقرہ آیت ۱۲۴ یعنی یاد کرو اُس وقت کو جبکہ ابراہیمؑ کا اُن کے خدا نے چند کلمات سے امتحان لیا تو ابراہیمؑ نے اُن کو پورا کر دیا ان کلمات کی تفسیر میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا ہے کہ اس سے مراد سنتہائے حنیفہ ابراہیمؑ ہیں اور بعضوں نے کہا ہے کہ مطلق تکلیفیں ہیں۔ اور ابن بابویہ وغیرہ نے مفضل بن عمرؒ سے روایت کی ہے کہ اس نے حضرت صادقؑ سے ان کلمات کے معنی دریافت کئے حضرت نے فرمایا کہ یہ وہی کلمات ہیں جو حضرت آدمؑ نے اپنے پروردگار سے سکھے تھے اور انہی کے ذریعہ ان کی توبہ قبول ہوئی تھی آدمؑ نے کہا تھا : خداوند! میں تجھ سے بحق محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ صلوٰۃ اللہ علیہم سوال کرتا ہوں کہ میری توبہ قبول فرما تو خدا نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ مفضل نے پوچھا کہ پھر فَاۡتَمَّھُنَّ کے کیا معنی ہوئے حضرت نے فرمایا کہ ابراہیمؑ نے قائم آل محمدؑ تک ہر امام کے نام زبان پر جاری کئے۔

۱۔ مؤلف فرماتے ہیں کہ یہی تاویل نتمہ آیت پر زیادہ منطبق ہے کیونکہ اس کے بعد حقتل لے فرماتا ہے (بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۵۵ پر)

ساتویں آیت: فَأَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَىٰ وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا رِثَةً يَوْمَ نُفِخَ الْبُوقُ، یعنی پھر خدا نے اپنے رسول اور مومنین کے دلوں پر تسکین نازل فرمائی اور ان کے لئے کلمہ تقویٰ لازم قرار دیا اور وہ اس کے زیادہ حقدار تھے اور کلمہ تقویٰ وہ کلمہ ہے جو ان کو عذاب الہی سے محفوظ رکھے۔ یا وہ کلمہ ہے جس کو پرہیزگار لوگ اختیار کرتے ہیں۔ بعضوں نے کہا کہ وہ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ ہے اور دوسرے اقوال بھی ہیں اور بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں کہ وہ ولایت امیر المومنین ہے چنانچہ شیخ مفید نے حضرت باقر سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خدا نے فرمایا کہ بیشک خدا نے مجھ سے ایک عہد لینا چاہا میں نے عرض کی پالنے والے وہ عہد بیان فرما۔ خدا نے فرمایا سنو میں نے کہا سن رہا ہوں فرمایا اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) علیؑ راہ ہدایت کے نشان اور علامت تمہارے بعد ہیں اور میرے دوستوں کے پیشوا ہیں اور جو شخص میری اطاعت کر لگا اُس کے لئے کامیابی ہے اور وہ کلمہ ہے جس میں نے متقیوں کے لئے اللہ قرار دیا ہے جو شخص ان کو دوست رکھے گا اس نے مجھے دوست رکھا ہے اور جو شخص ان کو دشمن رکھے گا اس نے مجھے دشمن رکھا ہے۔ لہذا میں نے یہ جو کچھ کہا ہے ان کو بھی اس کی خوشخبری دے دو۔ کلینی نے بسند صحیح حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ کلمہ تقویٰ ایمان ہے اور خصال میں حضرت رسولؐ سے روایت کی ہے کہ آپ نے ایک خطبہ کے آخر میں فرمایا کہ ہم کلمہ تقویٰ ہیں۔ اور توحید میں روایت کی ہے کہ جناب امیرؑ نے ایک طولانی خطبہ میں فرمایا کہ ہم عروۃ الوثقیٰ اور کلمہ تقویٰ ہیں۔ اس بارے میں حدیثیں

(حاشیہ بقیہ صفحہ گذشتہ) کہ میں نے تم کو لوگوں کا امام بنایا تو ابراہیمؑ نے عرض کی پالنے والے میری ذریت میں سے بھی امام بنانا خدا نے فرمایا کہ یہ میرا عہد امامت ظالموں کو نہیں پہونچے گا یعنی تمہاری ذریت سے اسکو امام بنادیا جائیگا جو گناہوں سے معصوم ہوگا لہذا اس آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ حق تعالیٰ نے ابراہیمؑ کو ائمہ کی امامت یا ان کو عطائے امامت کی خبر دی اور ابراہیمؑ نے اس کو تمام کیا یعنی ذریت کے لئے طلب کیا اور خدا نے ان کو خوشخبری دی کہ تمہاری ذریت میں سے جو معصوم ہوگا ان سب کو امام بناؤنگا حضرت قائمؑ تک۔ لہذا آیہ کہ یہ بغیر کسی تکلف کے اسی معنی پر منطبق ہوتا ہے۔ اس تفسیر کی بنا پر ممکن ہے کہ منیر خانمہیؒ خدا کی طرف راجع ہو یعنی خدا نے امامت کو آخر یعنی قائم آل محمدؑ تک تمام کر دیا ہے۔ ۱۲۰

بہت ہیں۔

آٹھویں آیت: وَتَمَّتْ کَلِمَتُ رَبِّکَ صِدْقًا وَعَدًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِہٖ
 وَهُوَ السَّمِیعُ الْعَلِیْمُ (پ سورہ انفام آیت ۱۱۶) اور تمہارے پروردگار کا کلمہ سچائی اور
 عدل کے ساتھ تمام ہوا۔ اس کے کلمات کو بدلنے والا کوئی نہیں۔ وہ بڑا سننے والا اور جاننے
 والا ہے۔ احادیث اہلبیت علیہم السلام سے معلوم ہوتا ہے کہ کلمات خدا ائمہ حق ہیں اور
 ان کی امامت کو کوئی تبدیل نہیں کر سکتا۔ اور کلینی اور دوسرے محدثین نے بہت سی حدیثیں
 بہت سی سندوں کے ساتھ حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب خداوند عالم کا ارادہ
 امام کے خلق کا ہوتا ہے تو ایک فرشتہ کو حکم دیتا ہے اور وہ زیر عرش سے پانی لے کر امام کے پاس
 کے پاس لاتا ہے وہ اس کو پیتا ہے۔ اُس پانی سے امام کا نطفہ بنتا ہے۔ وہ چالیس روز تک ماں
 کے شکم میں آواز نہیں سنتا اس کے بعد بنتا ہے۔ پھر رحم مادر میں یا ولادت کے بعد خداوند تعالیٰ
 اس فرشتہ کو بھیجتا ہے جو امام کی پیشانی یا داہنے بازو پر یا دونوں شانوں کے درمیان یا ان
 تمام مقامات پر رکھتا ہے وَتَمَّتْ کَلِمَتُ رَبِّکَ صِدْقًا وَعَدًا (پھر جب وہ امام ہوتا ہے
 تو ایک نور کا ستون خداوند عالم اس کے لئے بلند کرتا ہے جس کے ذریعہ سے وہ تمام شہروالوں
 کے اعمال ان کے شہروں میں دیکھتا ہے۔ خدا جب کسی کو امام مقرر فرماتا تو یوں ہی فرماتا تو
 یوں ہی کرتا ہے۔ اور خدائے تعالیٰ دوسری جگہ فرماتا ہے لَا تَبْدِیْلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰہِ عَلٰی
 بن ابراہیم نے کہا ہے یعنی امامت کو کوئی تبدیل نہیں کر سکتا۔

۷۰۴
 ہر ماہ

نویں آیت: وَاِذْ یُعِیْدُ اللّٰہُ اِلَیْہِ اَحَدَی الطّٰیِفَتَیْنِ اَنَّهُمَا لَکُمْ وَتُؤَدُّنَ اَنْتُمْ
 غَیْرَ نَاصِیَةِ الشُّوْکَہِ تَکُوْنُ لَکُمْ یُرِیْدُ اللّٰہُ اَنْ یُّحِقَّ الْحَقَّ بِکَلِمَاتِہٖ وَیَقْطَعَ دَابِرَ
 الْکَافِرِیْنَ لِیُحِقَّ الْحَقَّ وَیُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ کَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ (پ سورہ انفال آیت ۶)
 یعنی اے رسول اُس وقت کو یاد کرو جبکہ خدا نے جنگ بدر میں تمہارے دو گروہوں میں
 سے ایک سے وعدہ کیا تھا کہ وہ تمہارا وزیر ہوگا۔ ایک قریش کا قافلہ جس کے پاس مال
 ہوگا دوسرا قریش کا لشکر جو ہتھیاروں سے آراستہ تمہاری طرف آتا تھا اور تم پر پسند کرتے
 تھے کہ اُس قافلہ کے پاس جاؤ جو مال رکھتا ہے اور آلات حرب سے نہیں آراستہ ہے۔ خدا
 نے چاہا کہ کلمات کے ذریعہ حق کو قائم کرے اور دین حق کو غلبہ عطا کرے۔ مفسرین نے
 کہا ہے کہ کلمات سے مراد خدا کی وحی ہے۔ یا تقدیرات الہی ہیں یا فرشتوں کو مومنین کی

مرد کا حکم دینا ہے۔ علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ کلمات سے مراد ائمہ علیہم السلام ہیں اور کافروں کی دُم کاٹ دینا اور ان کے سر پر آوردہ لوگوں کو ہلاک کرنا مراد ہے تاکہ دین حق کو ثابت کرے اور باطل کو مٹا دے اگرچہ حرم کرنے والے اور کفار پر سزا نہ کریں۔ عیاشی نے جابر سے روایت کی ہے کہ امام محمد باقر سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی حضرت نے فرمایا اُس کی باطنی تفسیر یہ ہے کہ خدا نے ایک امر کا ارادہ کیا اور مقرر کر دیا ہے کہ آل محمد کا حق ثابت کرے اور ان کو اس پر مقرر کر دے۔ بطن آیت میں کلمہ خدا سے علی بن ابطالب مراد ہیں۔ اور کافروں سے مراد بنی امیہ ہیں جن کو خدا جڑ سے اکھاڑ پھینکے گا اور یحییٰ الحق سے مراد حق آل محمد ہیں جو حضرت قائم آل محمد کے زمانہ میں ان کی طرف پلٹ آئے گا۔ اور باطل الباطل سے مراد یہ ہے کہ جب قائم آل محمد ظاہر ہوں گے بنی امیہ کو نیست و نابود کر دیں گے اور ان کی جڑ اکھاڑ پھینکیں گے لہ

دسویں آیت: فَإِنْ يَشَأْ اللَّهُ يُخْطِمْ عَلَى قَلْبِكَ وَيَمْحُ اللَّهُ الْبَاطِلَ وَيُخَيِّقُ الْحَقَّ يَكَلِّمَاتِهِ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ (سورہ شوریٰ آیت ۲۲)

کلمنی نے بند معتبر حضرت امام محمد باقر سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ حقائق نے اپنے دشمنوں کے لئے فرمایا جو شیطان کے دوست تھے اور جناب رسول خدا کی تکذیب کرتے تھے اور آپ کے کہنے کو نہیں مانتے تھے۔ قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ یعنی اے رسول منافقوں سے کہہ دو کہ میں رسالت کا اجر جو میری اہلیت کی محبت ہے تم سے نہیں مانگتا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ تم اس کو قبول نہیں کرو گے اور میں تکلیف دینے والا نہیں ہوں کہ ایسے امر کی اجرت طلب کروں جس کو تم باور نہیں کرتے اور نہ اس کے اہل ہو۔ یہ سکر منافقوں نے آپس میں کہا کہ کیا محمد کے لئے اتنا کافی نہیں ہے کہ بیس سال سے اپنے حکم کا پابند کر رکھا اور اب چاہتے ہیں کہ اپنے اہلیت کو ہماری گردنوں پر سوار کر دیں۔ اور یہ جھوٹ کہتے ہیں خدا نے نہیں کہا کہ اجر رسالت میں

لہ مؤلف فرماتے ہیں کہ ظاہر آیت کی بھی کلمات اللہ سے مراد ائمہ علیہم السلام ہیں جیسا کہ علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ ائمہ مراد ہیں اور یہ تفسیر آیت کے مطابق ہے اس لئے کہ فتح بدر جناب رسول خدا اور امیر المومنین کے ہاتھ پر ہوئی جیسا کہ جنگ کے باب میں ذکر کیا جا چکا ہے۔ ۱۲

اپنے اہلبیت کی محبت طلب کریں بلکہ یہ اپنی طرف سے کہتے ہیں۔ اور اپنے اہلبیت کو ہم پر مسلط کر دیں۔ اگر وہ قتل ہو جائیں یا مر جائیں خلافت ہم ان کے اہلبیت سے چھین لیں گے پھر کبھی ان کو واپس نہ دیں گے۔ تو خدا نے چاہا کہ اپنے پیغمبر کو آگاہ کر دے اُس سے جو ان کے دلوں میں تھا اور وہ اُسے چھپاتے تھے اور فرمایا اَمْ يَقُولُونَ افْتَدَىٰ عَلَىٰ اللّٰهِ كَذِبًا یعنی یہ منافقین کہتے ہیں کہ محمد نے خدا پر افترا کیا ہے اَفَاِنْ يَشَاءُ اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ پھر خدا نے فرمایا کہ اگر خدا چاہتا تو تمہارے دل پر مہر لگا دیتا یعنی اگر تم خدا پر جھوٹ باندھتے ہوتے تو خدا اس پر قادر تھا کہ تمہارے دل پر مہر لگا دے۔

حضرت نے فرمایا کہ خدا کہتا ہے کہ اگر میں چاہتا تو وحی کا نازل کرنا بند کر دیتا تو لوگوں کو اپنے اہلبیت کی فضیلت سے اور نہ اُن کی دوستی سے آگاہ کر سکتے پھر فرمایا وَيَسْمَعُ اللّٰهُ اَلنَّاطِلَ وَيُخَيِّطُ الْحَقَّ اِلٰى اٰخِرَةِ (آیت ۲۲ شوریٰ)

امام نے فرمایا۔ خدا جانتا ہے جو کچھ وہ اپنے دلوں میں تمہاری اور تمہارے اہلبیت کی دشمنی اور ان پر ظلم کرنے کا منصوبہ چھپائے ہوئے ہیں۔

گیارہویں آیت: وَلَوْ لَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَفُتِنَ بَيْنَهُمْ (آیت ۲۱ پارہ ۲۵ سورہ شوریٰ) یعنی اگر وہ کلمہ فضل نہ ہوتا یعنی وہ وعدہ جو خدا نے قیامت میں اپنے بندوں پر فضل کرنے کا فرمایا ہے نہ ہوتا تو یقیناً دنیا میں ان کے لئے حکم جاری ہوتا اور کافروں پر عذاب نازل ہوتا۔ علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کلمہ سے مراد امام ہے۔ وَ اِنَّ الظَّالِمِيْنَ یعنی جن لوگوں نے اس کلمہ پر ظلم کیا ہے۔ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ تَوٰى الظَّالِمِيْنَ تم ظالموں کو دیکھو گے یعنی جن لوگوں نے آل محمد پر ظلم کیا ہے مُشْفِقِيْنَ وَمَتَا كَسَبُوا اَنْ اَعْمَالَ سے خوفزدہ ہوں گے جو وہ دنیا میں کر چکے ہیں وَ هُوَ قَاتِعُ بَهِجَةٍ اور جس بات کا ان کو خوف ہے وہ اُن پر ہو کے رہیگا پھر ان لوگوں کا ذکر کیا جو کلمہ پر ایمان لائے اور اس کی متابعت کی اس کے بعد کہا قَالِ الذِّينَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحٰتِ یعنی جو لوگ کلمہ پر ایمان لائے اور اچھے اچھے اعمال بجالائے فِیْ تَرَوْضَاتِ الْجَنَّاتِ (۲۱ سورہ النور) آیت ۲۲) ان کے لئے بہشت کے باغات ہیں اور اُس میں وہ سب کچھ ہے جو چاہیں گے یہ ہے وہ فضل بزرگ۔ یہ وہ خوشخبری ہے جو خدا اپنے ان بندوں کو دیتا ہے جو اس کلمہ پر ایمان لائے ہیں اور وہ نیک اعمال بجالائے جن کا اُن کو حکم دیا گیا ہے یہاں تک علی بن ابراہیم

کی روایت تھی۔

بارہویں آیت: اِنَّ الَّذِیْنَ حَقَّتْ عَلَیْهِمْ کَلِمَتُ رَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ وَ لَوْ جَاءَتْهُمْ
کُلُّ اٰیَةٍ حَتّٰی یَرَوْا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ دوسرہ پانس پ آیت ۹۶ یعنی وہ لوگ جن پر تمہارے پُروردگار
کا کلمہ لازم ہو چکا ہے وہ اس پر ایمان نہیں لائیں گے اگرچہ ان کے پاس تمام نشانیاں آجائیں
یہاں تک کہ وہ دردناک عذاب دیکھیں۔ مفسروں نے کہا ہے کہ کلمہ خدا سے مراد خدا کی جانب
سے یہ خبر ہے کہ یہ ایمان نہیں لائیں گے یا خدا کے عذاب کا وعدہ ہے۔ اور علی بن ابراہیم
نے روایت کی ہے کہ یہ آیت اُس جماعت کی شان میں نازل ہوئی ہے جن لوگوں نے امیر المؤمنین
کی امامت سے انکار کیا جبکہ ان کے سامنے علی کی ولایت پیش کی گئی اور اُن پر واجب کیا
گیا کہ ایمان لائیں اور وہ لوگ ایمان نہیں لائے۔ لہذا کلمہ ولایت علیؑ ہے۔

سترہویں آیت: اِلَیْہِ یَصْعَدُ الْکَلِمَ الطَّیْبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُہٗ دسپ
سورہ فاطر آیت ۱۰ یعنی نیک عمل خدا کی جانب بلند ہوتا ہے اور عمل صالح کلمہ نیک کو بلند کرتا ہے
یا کلمہ طیب نیک عمل کو بلند کرتا ہے۔ ابن شہر آشوب نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے
کہ حضرت نے اپنے سینہ مبارک کی جانب اشارہ کیا اور فرمایا کہ اس سے مراد ہم اہلبیت کی ولایت
اور ہماری امامت کا اقرار ہے جو شخص ہماری ولایت نہیں جانتا اس کا کوئی عمل بلند نہیں
ہوتا اور نہ مقبول ہوتا ہے۔ ان معنوں کی توضیح دوسرے مقام پر بھی ہوئی ہے۔

اس بیان میں کہ اہلبیت خدا کی حرمت میں
سینتیسویں فصل داخل ہیں۔

خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے۔ وَ مَنْ یُعْطِلْ حُرْمَاتِ اللّٰهِ فَهُوَ حَیْرٌ لّٰہٗ عِنْدَ
رَبِّہٖ (پک سورہ الحج آیت ۳۰) یعنی جو شخص حرمت خدا کی تعظیم کرے اور اس کو بزرگ سمجھے تو یہ
اس کے لئے اس کے پروردگار کے نزدیک بہتر ہے۔ حرمت نعمت میں وہ امر ہے جس
کی رعایت لازمی ہے اور اس کی ذلت اور بے حرمتی جائز نہ ہو۔ بعض مفسرین کہتے ہیں۔
کہ اس سے مناسک حج مراد ہے۔ اور بعض کا قول ہے کہ کعبہ مراد ہے۔ اور مکہ اور ماہ حرام
اور مسجد الحرام ہے۔ ابن بابویہ نے بسند صحیح حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ خدا کی
تین حرمتیں ہیں جن کے مثل کوئی چیز نہیں۔ کتاب خدا جو خدا کی حکمت اور نور ہے اور خانہ کعبہ
جو لوگوں کا قبلہ قرار دیا گیا ہے۔ اور اس شخص کی نماز قبول نہیں جو اس کے علاوہ کسی اور طرف

رُخ کرے اور متوجہ ہو۔ اور اس کے پیغمبر کی عزت۔

مخالفین کے طریقہ سے ابو سعید سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ خدا کی حرمتیں ہیں جو شخص ان کی حفاظت کرے گا خدا اُسے تعالیٰ اس کے دین و دنیا کی حفاظت کریگا۔ اور جو شخص ان حرمتوں کی حفاظت نہیں کریگا خدا اس کے کسی امر کی حفاظت نہیں کرے گا۔ اور وہ حرمت اسلام، میری حرمت اور میرے اہلبیت کی حرمت ہے۔

ایضاً انہی کے طریقہ سے جابر بن عبد اللہ انصاری سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت رسول خداؐ سے سنا کہ قیامت کے دن تین چیزیں خدا سے شکایت کرینی بمصطفیٰ (قرآن مجید) مسجد اور میرے اہلبیت علیہم السلام۔ قرآن کہیگا خداوند امجھ میں تحریف کی ہے اور پارہ پارہ کیا۔ مسجد کہے گی خداوند امجھ کو مصل چھوڑ دیا اور میری حرمت ضائع کی اور میری عزت کہے گی خداوند امجھ کو ظالم امت نے قتل کیا اور گھروں سے نکالا اور آوارہ کیا۔ اس وقت میں لوگوں سے خصومت کے لئے دوزخ بلیٹھونگا اور خداوند عالم فرمایگا کہ میں ان امور میں لوگوں سے خصمہ کرنے کے لئے زیادہ مزاوار ہوں۔ دیلمی نے محمدؐ شان عامہ کے طریق سے فردوس الاخبار میں بھی اس حدیث کی روایت کی ہے کہ خدا نے عز و جل کی شہروں میں پانچ حرمتیں ہیں۔ حرمت رسول خداؐ، حرمت آل رسول صلوات اللہ علیہم، حرمت کتاب خدا، حرمت کعبہ اور حرمت ثمن اور ابن ماہیار نے بسند معتبر حضرت امام موسیٰ کاظمؑ سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے روایت کی ہے کہ من یعظو حجتا اللہ سے تین حرمتیں مراد ہیں جن کی رعایت ہر ایک پر واجب ہے اور جو شخص ان میں کسی ایک کو ترک کریگا تو اس نے خدا کے ساتھ مشرک کیا۔ پہلی حرمت کعبہ جس کو خدا نے حرم قرار دیا ہے۔ دوسری کتاب خدا کو معطل کرنا اور اس کے خلاف عمل کرنا۔

تیسری حرمت یعنی ہماری موت اور اطاعت کو قطع کرنا جس کو خدا نے واجب قرار دیا ہے

۱۱۔ مولف فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ اور خاصہ وعامہ کی معتبر حدیثوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ جناب رسول خداؐ اور ائمہ ہدی صلوات اللہ علیہم کی تنظیم ان کی حیات اور بعد وفات واجب ہے۔ اسی طرح ان چیزوں کی تنظیم واجب ہے جو ان حضرات کی جانب منسوب ہیں جیسے ان کے مشاہد مقدسہ اور مندرج ہائے مشرکہ اور ان کے آثار و شادات اور ان کی ذریت اور وہ لوگ (یعنی سادات) جو ان کے طریقہ پر ہوں اور ان کے ارشادات کے راوی اور ان کے علوم کے عالم حضرات۔ کیونکہ ان سب کی تنظیم انہی حضرات کی تنظیم کے سبب سے ہے۔ ۱۲۔

ترتیبوں فصل

اس تاویل کے بیان میں کہ آیات عدل و احسان و قسط و میزان کلمات ائمہ علیہم السلام اور کفر و فسوق و عصیان و فحشاء و منکر و بخی سے مراد ان کی عداوت اور ولایت کا ترک کرنا ہے۔ اس باب میں بہت سی آیتیں ہیں۔

پہلی آیت: اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَيَاْتِيَا ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاۃِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (پہلا سورہ نحل آیت ۹۰)

یعنی یقیناً خداوند عالم انصاف اور احسان اور عزیزوں کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم دیتا ہے اور برائیوں اور ناپسندیدہ افعال اور ظلم سے منع کرتا ہے خدا تم کو نصیحت کرتا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ علی بن ابراہیم نے کہا ہے کہ عدل سے مراد لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دینا ہے اور احسان سے مراد امیر المومنین ہیں اور بخی و فحشاء و منکر سے تمیزوں سمجھا کر مراد ہیں (یعنی اس امت کے فرعون و ہامان و قارون) ارشاد القلوب میں

حضرت امام باقرؑ سے روایت کی ہے کہ عدل سے مراد توحید و رسالت کی گواہی ہے اور ایفاء ذی القربیٰ سے مراد حسن و حسینؑ اور فرزند ان امام حسینؑ میں سے ائمہ طاہرینؑ مراد ہیں۔ اور فحشاء و منکر و بخی سے وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے اہلبیتؑ پر ظلم کئے، ان کو قتل کیا اور ان کا حق غصب کیا۔ اور عیاشی نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ عدل سے مراد توحید

کی گواہی دینا ہے اور ایفاء ذی القربیٰ سے مراد ہر امام کا اپنے بعد کے امام کو امامت سپرد کرنا ہے اور فحشاء و منکر و بخی ائمہ ظالمین کی محبت ہے۔ اور حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ عدل سے مراد شہادین ہیں اور احسان سے ولایت امیر المومنینؑ ہے اور فحشاء ظالم

اول اور منکر ظالم دوم اور بخی ظالم سوم ہے۔ دوسری روایت کے مطابق فرمایا کہ عدل سے مراد ذات سرور کائنات ہے جس نے آنحضرتؐ کی اطاعت کی تو اسے عدل کیا اور احسان سے مراد امیر المومنین علیہ السلام ہیں جس نے آپ کی ولایت اختیار کی اس نے نیکی اختیار کی اور محسن یعنی نیکی کرنے والے کی جگہ بہشت میں ہے۔ اور ایفاء ذی القربیٰ سے مراد ہمارے

قرابت کی رعایت کرنا ہے کیونکہ خدا نے ہماری اور ہمارے فرزندان کی مودت و محبت کا حکم دیا ہے اور منع کیا ہے لوگوں کو فحشاء و منکر و بخی سے یعنی ان لوگوں سے محبت کرنے کو جنہوں نے ہم سے بناوت کی اور ہم پر ظلم کیا اور لوگوں کو غیروں کی طرف بلایا۔ اور

قرات ابن ابراہیم نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ عدل رسول خدا ہیں

احسان امیر المومنین اور ذوی القربی اجانب معصومہ صلوات علیہم ہیں۔

دوسری آیت: صَرََبَ اللّٰهُ مَثَلًا زُجَلَيْنِ اَحَدُهُمَا اَبْكُوْا لَا يَقْدِرُ عَلٰی شَيْءٍ وَهُوَ كَلٌّ عَلٰی مَوْلَاهُ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُ لَا يَأْتِ بِخَيْرٍ هَلْ يَسْتَوِي هُوَ وَمَنْ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَهُوَ عَلٰی صِرَاطٍ مُسْتَقِيْمٍ (پک سورہ نمل آیت ۷۶) خدا نے دو شخصوں کی مثال بیان کی ہے ایک گونگا ہے جو کسی بات پر قادر نہیں اور وہ اپنے آقا پر بوجھ ہے جس کا ہم پر اس کو مقرر کرتا ہے وہ کچھ نہیں کرتا کیا وہ اور دوسرا وہ شخص برابر ہو سکتا ہے جو عدل و انصاف کا حکم دیتا ہے اور وہ سیدھی راہ پر ہے۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ خداوند عالم نے یہ مثال اپنی اور بتوں کی بیان کی ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ کافر و موسیٰ کی مثال ہے اور علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ یہ مثال امیر المومنین اور ائمہ علیہم السلام اور ان کے اصحاب خاص کے لئے بیان کی ہے کیونکہ امیر المومنین اور ائمہ معصومین علیہم السلام لوگوں میں اقوال و افعال کے ذریعہ سے عدالت کے ساتھ حکم کرتے تھے اور یہی راستہ پر تھے خدا فرماتا ہے یا رسول ہے کہ جو میرا طریقہ قرار دے گا وہی انکا تھا۔ اور ائمہ جو سب کے سب امر حق بیان کرنے اور خلافت کی ہدایت کرنے میں گونگے تھے اور خدا کا کوئی امر ان سے جاری نہیں ہوا تو کیونکہ یہ اور وہ برابر ہو سکتے ہیں۔ اس تاویل کی بناء ممکن ہے کہ آقا سے مراد خدا ہو یا جناب رسول خدا کیونکہ جناب پیغمبر خدا نے جس جنگ میں ان کو بھیجا وہ لوگ بھاگتے رہے اور کوئی امر خیر ان کی ذات سے جاری نہیں ہوا۔ آیت کی یہ تفسیر دوسری تفسیروں سے زیادہ مطابقت ہے۔

تیسری آیت: وَ اَوْفُوا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كُنْتُمْ وَاٰلُكُمْ عَلٰى صِرَاطٍ مُسْتَقِيْمٍ ذٰلِكَ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا رَّحِيْمًا (پک سورہ بنی اسرائیل آیت ۳۰) یعنی عہد و پیمان کو پورا کرو بیشک قیامت میں عہد کے بارے میں سوال کیا جائیگا اور جب کوئی چیز ناپو تو پوری ناپو اور جب کچھ تولو تو درست و صحیح ترازو سے تولو یہ تمہاری عاقبت کے لئے زیادہ بہتر ہے۔

سید ابن طاووس ابن مہیار کی تفسیر میں حضرت موسیٰ کاظم سے انہوں نے اپنے پڑاؤ گار سے روایت کی ہے کہ عہد سے مراد وہ عہد ہے جو رسول خدا نے ہم اہلبیت کی مودت اور امیر المومنین کی اطاعت کے بارے میں لوگوں سے لیا اور یہ کہ ان کی مخالفت نہ کریں گے اور خلافت میں ان پر سبقت نہ کریں گے اور نہ ان سے قطع رحم کریں گے اور لوگوں کو یہ بھی

بتلا دیا کہ خدا ان سے روز قیامت سوال کرے گا کہ اہلبیت پیغمبر اور کتاب خدا کے ساتھ کیا کیا۔ اور قسط اس سے مراد امام ہے جو عدالت کے ساتھ لوگوں میں حکم کرتا ہے اور ائمہ اطہار کا حکم میزان عدالت ہے اس لئے فرمایا کہ یہ بہتر ہے اور تاویل میں خوب تر یعنی وہ تاویل قرآن بہتر جانتا ہے اور جانتا ہے کہ لوگوں کے درمیان کیونکر حکم کرنا چاہئے۔ اسی کی مؤید وہ روایت ہے جو کلینی نے قول حق تعالیٰ وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ رپ سورہ انبیاء آیت ۴۷، یعنی قیامت کے روز ہم ترازوئے عدالت نصب کریں گے امام نے فرمایا کہ وہ ترازو پیغمبر اور ان کے اوصیا ہیں۔

پھر بھی آیت: خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ۔ (رپ س ۱۶۱ آیت ۱۹۹) یعنی لوگوں کو معاف کرو اور نیکی کا حکم دو اور جاہلوں سے روگردانی کرو عیاشی نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ معروف سے مراد ولایت ائمہ مہضوین علیہم السلام ہے۔

پانچویں آیت: وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا رپ سورہ بنی اسرائیل آیت ۸۲، یعنی قرآن سے ظالموں کے لئے سوائے نقصان کے کچھ نہیں حاصل ہوگا۔ عیاشی نے حضرت باقرؑ سے روایت کی ہے کہ آل محمدؑ پر ظلم کرنے والے مراد ہیں جنہوں نے ان کے حق کو غصب کیا۔ آیت جبریلؑ اس طرح لائے تھے وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا مُحْتَدًا حَقَّهُمْ لَا خَسَارًا۔

چھٹی آیت: اِنَّهَا حَرَّمَ سَرَائِيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطُنَ رپ س ۱۶۱ آیت ۲۳، بیشک خدا نے برے کاموں کو حرام کر دیا خواہ ان میں سے ظاہر نظر ہو یا پوشیدہ۔ مفسروں نے کہا ہے کہ اس سے مراد زنا ہے چاہے وہ ظاہر نظر ہو یا پوشیدہ طور سے ہو۔ اور کلینی اور نعمانی نے روایت کی ہے کہ قرآن کا ظاہر ہے اور باطن اور جو قرآن میں حرام ہے اس کا ظاہر حرام ہے اور اُس کا باطن حاکمانِ جور و ظلم اور دشمنانِ اہلبیتؑ ہیں اور وہ تمام امور جو قرآن میں حلال ہیں اس کا ظاہر حلال ہے اور اس کا باطن امان حق ہیں علیہم السلام۔

ساتویں آیت: وَلَئِنْ لَمْ يَفْعَلُوا فَاَحْشَہُ قَالُوا وَجَدْنَا عَلَيْنَا آيَاتِنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَأْمُرُ بِالْفَحْشَہِ اَتَقْوُونَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ رپ سورہ اعراف

یعنی جب یہ لوگ بُرے کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اس پر اپنے باپ دادا کو عمل کرتے ہوئے پایا ہے اور خدا نے ہم کو اس کا حکم دیا ہے اے رسول کہہ دو کہ خدا بُرے کاموں کا حکم نہیں دیتا تو کیا تم خدا پر افراتفرات کرتے ہو ان باتوں کا جو تم نہیں جانتے۔ کلینی نے روایت کی ہے کہ محمد بن منصور نے حضرت صادق علیہ السلام سے اس آیت کے معنی دریافت کئے حضرت نے فرمایا کہ کیا تم نے دیکھا یا سنا ہے کہ کوئی کسے کہ خدا نے مجھے زنا کرنے یا شراب پینے یا ایسے ہی فعل حرام کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس نے کہا نہیں۔ تو حضرت نے فرمایا کہ پھر وہ بُری باتیں اور عمل بقیع کیا ہے جس کا وہ دعوے کرتے تھے کہ خدا نے ان کو اس کا حکم دیا ہے۔ اس نے کہا خدا اور اس کا ولی بہتر جانتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ آیت حاکمان جو روستم کے بارے میں نازل ہوئی ہے جس کا مخالفین دعویٰ کرتے ہیں کہ خدا نے ہم کو حکم دیا ہے کہ ہم ان کی متابعت کریں۔ تو خدا نے خبردار کیا کہ وہ لوگ جھوٹ خدا پر باندھتے ہیں۔ خدا نے انکی اس متابعت کو فاحشہ کہا ہے کیونکہ یہ رسوا کرنے والا گناہ ہے۔

اس بیان میں کہ جنب اللہ و جبر اللہ اور ید اللہ وغیرہ جیسے الفاظ سے مراد رسول خدا اور ائمہ طاہرین ہیں صلوات اللہ علیہم

انتالیسویں فصل

اس باب میں آیتیں بہت ہیں۔

پہلی آیت: **وَاتَّبِعُوا الْحَسَنَ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُم مِّنْ شَرِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً تَوَاسْتَكُم لَا تَشْعُرُونَهُ أَنْ تَقُولَ نَفْسٌ يَا حَسْرَتِي عَلَىٰ مَا قَرَّبْتُ فِي جَنَّبِ اللَّهِ وَإِنْ كُنْتُ لِمِنَ الشَّاخِرِينَ** (سورہ الزمر آیت ۵۵-۵۶) یعنی جو بہتر چیز تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس بھیجی گئی ہے اس کی پیروی کرو قبل اس کے کہ تم پر دفعۃً خدا کا عذاب آئے اور تم نہ جانتے ہو تاکہ کوئی کہے کہ ہائے افسوس میں نے جنب اللہ کے بارے میں کیا زبردست تقصیر کی بیشک میں دنیا میں خدا کے دین اور اسکے پیغمبروں اور مومنین کا مذاق اڑایا کرتا تھا۔ جنب کے معنی لنت میں پہلو کے ہیں مگر یہاں مجازی معنی مراد ہیں۔ اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ تقصیر سے مراد خدا کی اطاعت میں کمی یا خدا کے قرب میں کمی ہے بہت سی حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ جنب خدا کنایہ ہے رسول خدا اور ائمہ ہدی صلوات اللہ علیہم اور ان کی اطاعت اور ولایت سے چنانچہ علی بن ابراہیم نے ان دونوں آیتوں کی تفسیر میں کہا

ہے کہ جو چیز تمہاری طرف بھیجی گئی ہے یعنی قرآن اور قرآن میں جو بہترین چیز مذکور ہے وہ امیر المومنین اور ائمہ طاہرین علیہم السلام کی ولایت ہے لہذا جنب اللہ سے مراد امام ہے۔ اور صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم جنب اللہ ہیں۔ احتجاج میں امیر المومنین سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے قرآن کی شکل آیتوں کی تفسیر انہی حضرت سے دریافت کی حضرت نے فرمایا کہ جنب اللہ سے خدا کے برگزیدہ اور دوست ہیں اس نے چاہا کہ قرآن میں اُن کے لئے حجت قرار دے جس سے خلیفہ خدا کی منزلت اور قربت ظاہر ہو۔ کیا تم کو نہیں معلوم کہ جب کوئی شخص کہتا ہے کہ فلاں شخص فلاں شخص کے پہلو میں بیٹھا ہے یعنی اس کا مقرب ہے اسی طرح قرآن میں بھی مخصوص بندوں کا خدا سے تقرب ظاہر کرنے کا ایک کنایہ یہ ہے جس کو خدا کے مقرر کردہ ائمہ اور اُن کے دوست سمجھیں اور اُن کے دشمن اس میں تحریف نہ کریں۔ اور قرآن سے خارج نہ کریں۔ جیسا کہ اور دوسری آیتوں کو خارج کر دیا۔ خدا نے ان کی آنکھوں اور دلوں کو اندھا کر دیا اور اس آیت کو نہیں سمجھا۔ پھر انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ہم دین خدا کے عزیز دار اس کے علوم کے چراغ ہیں۔ ہر امام جو دنیا سے رخصت ہوتا ہے دوسرا امام اس کے بعد لوگوں کی ہدایت کے لئے ظاہر ہوتا ہے اور وہ شخص گمراہ ہوتا ہے جو ہم پر ظلم کرتا ہے۔ لہذا اس کی چیزوں کی لالچ میں ہم سے جدا مت ہو کیونکہ وہ چیزیں بہت جلد تم سے زائل ہو جائیں گی۔ جو شخص دنیا کو آخرت پر یا ہمارے عوض اختیار کرے گا۔ قیامت میں اس کی حسرت عظیم ہو گی۔ اور کلینی نے حضرت موسیٰ بن جعفر سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جنب اللہ امیر المومنین اور اُن کے بعد ان کے اوصیا ہیں اس بلند مرتبہ کے ساتھ جو ان کو آخر تک حاصل ہے۔ نیز امیر المومنین نے فرمایا کہ میں عین اللہ یا اللہ جنب اللہ اور باب اللہ ہوں۔ ابن شہر آشوب نے ابو ذر سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خدا نے فرمایا کہ اے ابو ذر قیامت کے روز دشمن علی کو اندھا اور گونگا لایا جائے گا وہ ظلمات قیامت میں گرے گا اور اٹھتا رہیگا اور یاد دہشتارہیگا یا حسرتی علی مَا خَرَطْتُ بَنِي جَنْبِ اللَّهِ اس کی گردن میں آگ کا طوق ہو گا۔ عیاشی نے امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ہم جنب اللہ ہیں بصائر میں حضرت صادق علیہم السلام سے روایت کی ہے کہ علی جنب اللہ ہیں اور ابن مہیاری نے حضرت صادق سے

روایت کی ہے کہ ہم جنب اللہ ہیں خدا نے ہم کو اپنے نور سے خلق فرمایا ہے لہذا جب کافروں کو جہنم میں ڈال دیا جائیگا تو کہیں گے یا حسرتی علی ما فرطت فی جنب اللہ یعنی ہائے افسوس میں نے ولایت محمد و آل محمد علیہم السلام میں تقصیر کی۔ معافی الاخبار اور توحید میں بسند صحیح حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ جناب امیر نے اپنے ایک خطبہ میں فرمایا کہ میں ہوں ہدایت یافتہ اور میں یتیموں مسکینوں کا پاپا و بیٹوں کا شوہر ہوں اور میں ہر کمزور کی پناہ اور خوفزدہ کے لئے محل امن ہوں۔ اور میں مومنوں کو بہشت میں پہنچانے والا ہوں میں جل اللہ المتین ہوں میں عروۃ الوثقی ہوں میں کلمۃ تقویٰ ہوں میں چشم خدا اور خدا کی راست گوزبان اور جنب اللہ ہوں جس کے بارے میں خدا فرماتا ہے یا حسرتی علی ما فرطت اور میں دست خدا ہوں جس کو خدا نے اپنے بندوں پر اپنی رحمت و مغفرت کے لئے وسیع کر رکھا ہے اور میں اس امت کا باب خطہ ہوں جس نے مجھ کو اور میرے حق کو پہچانا تو اس نے اپنے رب کو پہچانا کیونکہ میں زمین پر اس کے پیغمبر کا دوستی ہوں اور اُس کی مخلوق پر محبت ہوں اس سے انکار وہی کر سکتا ہے جو خدا اور رسول کے ارشادات کی تردید کرتا ہے۔ دوسری سند سے توحید میں انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ جناب امیر نے فرمایا کہ میں علم خدا ہوں میں اس کا دل دانا ہوں میں اس کی دیکھنے والی آنکھ ہوں میں اُس کی بولنے والی زبان ہوں میں اس کا پہلو ہوں میں اس کا ہاتھ ہوں۔ اس طرح کی حدیثیں بہت ہیں۔ بعض بیان ہو چکیں اور بعض ذکر کی جائیں گی۔

دوسری آیت: كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَ رَبِّكَ الَّذِي ظَنَّا بِهٖ عِزًّا (سورہ قصص آیت) یعنی سوائے وجہ خدا کے ہر شے ہالک و فانی ہے اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ مراد وجہ خدا سے ذات ہے اور ہر چیز قیامت سے پہلے فنا ہو جائے گی اور پھر پیدا ہوگی۔ بعضوں نے کہا کہ خدا کا دین اور اس کی عبادت مراد ہے۔ ابن بابویہ نے توحید میں ابن خثیمہ سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت صادق سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی فرمایا وجہ خدا دین خدا ہے اور حضرت سرور کائنات اور امیر المومنین دین خدا تھے اور خدا کے بندوں کے دد میان خدا کی آنکھ تھے جو ان کے اعمال کو خدا کے نور سے دیکھتے تھے اور خدا کی زبان تھے کہ خدا ان کے قدیر سے گفتگو کرتا تھا اور یہ حضرات خدا کے علوم کو اس کے بندوں تک پہنچاتے تھے اور خدا کا ہاتھ یعنی اس کی مخلوق پر اس کی رحمت تھے اور ہم ہیں

وجہ خدا بندے ہمارے ذریعہ سے خدا تک پہنچ سکتے ہیں۔ جب تک خدا چاہے گا کہ اس کی مخلوق کے حالات درست رہیں ہم کو ان کے درمیان باقی رکھے گا اور جب وہ چاہے گا کہ اُن پر عذاب کرے اور ان میں کوئی اچھائی نہیں دیکھے گا تو ہم کو ان کے درمیان سے نکال لے جائے گا اُس کے بعد جو عذاب چاہے گا ان پر بھیجے گا۔ نیز سبند معتبراہی حضرت سے روایت ہے کہ خدا نے ہماری بہترین خلقت کی ہے اور ہم کو بہترین صورت عطا کی اور ہم کو اپنے بندوں کا نگران قرار دیا اور اپنی گویائی کی زبان بخشی اور اپنا کشادہ ہاتھ اپنے بندوں کے لئے ہم کو بنایا اور وجہ خدا قرار دیا لہذا جو شخص خدا کا تقرب چاہتا ہے ہمارے ذریعہ سے خدا کی جانب چلے اور ہم کو باب خدا بنایا کہ لوگوں کو اس کی جانب ہدایت کرتے ہیں اور ہم ہیں آسمان وزمین میں خزینہ دار خدا ہماری برکت سے درخت پھل دیتے ہیں اور کمال کو پہنچتے ہیں اور نہریں جاری ہوتی ہیں۔ ہماری برکت سے آسمان سے بارش ہوتی ہے اور زمین میں سبزے اُگتے ہیں۔ ہم کو عبادت کرتے ہوئے دیکھ کر خدا کی عبادت کی جاتی ہے۔ اگر ہم نہ ہوتے تو خدا کی عبادت نہ کی جاتی۔ یعنی ہم نے خدا کی عبادت کا طریقہ بندوں کو تعلیم کیا یہ کہ خدا کی کامل عبادت دوسروں سے نہیں ممکن ہے یا یہ کہ ہماری ولایت عبادت کی قبولیت کی شرط ہے۔ اگر ہماری ولایت نہ ہوتی تو کوئی عبادت قبول نہ ہوتی۔ ابن شہر آشوب اور دوسرے محدثین نے بہت سی سندوں کے ساتھ حضرت باقر صادق علیہما السلام سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ ہم ہیں وجہ خدا ہماری جانب سے خدا کی طرف جانا چاہئے۔ ابن مہیار اور سفار نے روایت کی ہے کہ سلام بن مشعر نے حضرت باقر سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی۔ حضرت نے فرمایا خدا کی قسم ہم وجہ خدا ہیں۔ قیامت کے دن تک باقی رہیں گے برطرف نہیں ہوں گے۔ خدا نے لوگوں کو ہماری اطاعت و ولایت کا حکم دیا ہے۔ ہم میں سے کوئی جب دُنیا سے رخصت ہوتا ہے بیشک ہم میں سے دوسرا امر امت کے ساتھ قیام کرتا ہے۔ قیامت تک یہ سلسلہ رہے گا۔ اور بروایت سفار فرمایا کہ قیامت میں وہ ہلاک نہ ہوگا جو ہماری امامت کے اعتقاد کے ساتھ ہماری اطاعت و پیروی کریگا علی بن ابراہیم نے بسند موثق حضرت باقر سے روایت کی ہے کہ آپ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ کیا لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ تمام چیز فنا ہو جائیگی اور خدا کا چہرہ

باقی رہیگا۔ خدا اس سے عظیم تر ہے کہ اس کو مخلوقات کی صفوں سے متصف کریں۔ اور اس کو دوسروں کی طرح منہ ہو۔ آیت کے یہ معنی ہیں کہ تمام چیزیں نانی اور ہالک ہیں۔ لیکن دین خدا قائم و باقی رہیگا۔ اور ہم ہیں وہ چہرہ جن کے ذریعہ سے دین خدا اور اس کی معرفت اور اس کی عبادت سیکھنا چاہئے۔ جب تک خدا کو بندوں کی ضرورت ہے یعنی اُن کو جب تک اپنی عبادت و معرفت کے قابل جانتا ہے ہم کو اُن کے درمیان باقی رکھیگا۔ اور جب بندوں میں کوئی خیر و بھلائی نہ دیکھے گا ہم کو اپنی رحمت و کرامت کی جانب اوپر اٹھالیگا پھر وہ ہمارے متعلق جو مناسب سمجھے گا عمل میں لائیگا۔ اور ابن بابویہ اور کلینی نے روایت کی ہے امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ جو عہد خدا نے ہمارے پیغمبر سے لیا ہے وہ ہم ہیں وجہ اللہ جو زمین میں تمہارے درمیان چلتے پھرتے ہیں جس نے ہم کو پہچانا اُس نے تو پہچانا اور جس نے نہیں پہچانا موت اس کے سامنے ہے اور وہ مرنے کے بعد ہم کو پہچانے گا اس وقت پہچانا کچھ فائدہ نہ دے گا۔

تفسیری آیت: كَلَّ مَنْ عَلَيْهَا فَإِنْ قَوَّيْتُ وَجْهَ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَ الْاِكْرَامِ (سورہ جن ۲۶، ۲۷) یعنی روئے زمین پر جو کچھ ہے فنا ہوگا اور تمہارے پروردگار کا چہرہ باقی رہیگا جو بزرگ و مکرم ہے۔ اکثر لوگوں نے کہا ہے کہ وجہ خدا اس کی ذات مقدس ہے اور علی بن ابراہیم نے کہا ہے کہ مراد دین خدا ہے۔ اور بسند معتبر حضرت علی بن الحسینؑ نے فرمایا کہ ہم وجہ خدا ہیں کہ خدا کی طرف منہ ہمارے ذریعہ سے کیا جاتا ہے۔ اور بسند معتبر حضرت امام محمد باقرؑ سے اس قول خدا تَبَارَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلَالِ وَ الْاِكْرَامِ کی تفسیر دریافت کی (سورہ جن آیت ۲۶، ۲۷) یعنی تمہارے پروردگار کا نام بابرکت ہے جو جلال اور اکرام والا ہے۔ فرمایا کہ ہم جلال خدا ہیں جن کے ذریعہ سے خدا بندوں کو گرامی رکھتا ہے باوجود اس کے ہماری اطاعت ان پر واجب قرار دی ہے لہ

لے مؤلف فرماتے ہیں کہ قرآن مجید عربی زبان میں نازل ہوا اور زبان عرب کا دار و مدار کنیا اور استعارات پر ہے اور جو کلام استعارہ تشبیہ و مجاز سے خالی ہوتا ہے وہ فصیح و بلیغ نہیں سمجھا جاتا۔ اور جناب رسول خدا اور ائمہ طاہرین نے بھی اسی طرح کلام فرمایا ہے اور فعلائے عجم کا دار و مدار بھی اسی پر ہے چنانچہ کہتے ہیں کہ فلاں کا منہ لوگوں کے پاس ہے یعنی فلاں (بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۶۹ پر)

اس بیان میں کہ ائمہ علیہم السلام اور ان کے شیعہ محل رحمت الہی، حزب اللہ بقیۃ اللہ اور محل علوم انبیاء ہیں

سُبْحَانَكَ يَا رَبِّ الْعَالَمِينَ
وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَا يَزَالُونَ

مُخْلِفِينَ ۝ اَلَا مَنْ سَرَّحَ رَبُّكَ وَبَدَّلَ خَلْقَهُمْ (۱۷) سوره هود آیت ۱۱۸ و ۱۱۹

بعتیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ شخص لوگوں میں عزت والا ہے۔ اور مہربان کو حجت و جانب پر اطلاق کرتے ہیں اور باقیہ کا اطلاق نعمت پر تو نسبت

پہے جیسا کہ عرب کو تھے یوں کہ ملاں کا ہاتھ ملاں پر ہے یعنی ملاں حصص کو ملاں سے فائدہ و نعمت حاصل ہے۔ اور ہاتھ سے فائدہ و نعمت حاصل ہے۔

رکتا ہے جس طرح کہ چمچہ تمام اعضائیں سب سے گرائی اور بلند مرتبہ ہے نیز کوئی شخص کسی جانب جاتا ہے تو منہ کی طرف سے جاتا ہے اسی طرح شخص

خدا کا راستہ اور اس کا قرب چاہتا ہے۔ اسکو چاہیے کہ ان حضرات کی طرف آئے نیز یہ حضرات جنت میں کہ خدا نے لوگوں کو حکم دیا ہے کہ ان کی طرف

دباغل میں سوائے ان کے دین اور طریقہ کے عین کے سنی ائمہ کے بیس اور چاسوس کے بھی ہیں اور ہر چیز کے مقرر

کے کسی جاسوسی۔ یہ سب سرکاری افسران کی طرف سے کیا گیا ہے۔ ان کے پاس اس وقت بھی اس کی کاپیاں موجود ہیں۔

ابن ابی شیبہ سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص عذواف بنی مسلمانوں کی عورتوں کو گھورتا تھا۔ امیر المومنین نے اسے منہ پر ایک طمانچہ مارا جس نے اگر حضرت عمر سے

ایک اٹھ بجے کو دوست و صحیح ماہر ابن تیرہ کہا اسکا مطلب ہے کہ مرد کے خصوصیات میں سے

حالت سے ہیں۔ کہ خدا سے خلافت کو حکم دے کہ اُن کی جاسے جائیں۔ یا غرض میں خدا کے نزدیک سے زیادہ مقرب ہیں۔ یہاں کہ جو شخص قرب الہی جانتا

ہے۔ تو اس کو چاہئے کہ ان حضرات کا تقرب حاصل کرے اور ان کی اطاعت کرے کفنی نے حضرت امام محمد باقرؑ کے رطبت کی ہے کہ جب اللہ کے حق

یہ ہیں کہ کوئی شخص پیغمبر سے زیادہ خدا کا مقرب نہیں اور کوئی ان کے دلی لڑائی کے لئے زیادہ پیغمبر کا مقرب نہیں لہذا وہ عرب خدا میں اس کے مانند ہیں جو

ہر ایک کے لیے ایک خاص اور عالمی ہے۔ اوقات اور اقدار کے تقدس کے سبب خلافت سے غائب ہے اور اپنے پیغمبر اور ان کے اوصیاء پر کفر ہے۔

کیسے ظاہر کئے اوس پناہ نام کو سپرد فرمایا تاکہ لوگوں کو معرفت خدا اوس کے احکام و امامت و اہی میں جو کچھ ضرورت ہو ان سے حاصل کریں۔ لہذا

وہ حضرت مجتبیٰؑ کے دروازہ تھا اور اس کے نگران و محافظ ہیں۔ چونکہ جناب رسولؐ نے اسے کام علوم و حکمت پر آمادہ فرمایا اور فرمایا کہ اسے

[illegible]

اور اہمیت کے بارے میں فرما کر میرے طبیعت اس امت میں مثل باب بنی اسرائیل میں لہذا اس امت میں ہے اسی امت کی طرف اشارہ ہے کہ ان کا تعلیم اور ان کی

کلمات و فرما بڑی کریں۔ پھر فرمایا کہ حسین و نیکو کاروں سے راوہ لوگ ہیں جو اس دروازہ کی حیثیت و بلندی امر تبر میں تسک نہیں کرتے اور دوسری بجائے

[illegible]

پر قرار دیتا یہ لوگ ہمیشہ مختلف دینوں پر رہیں گے سوائے اس کے جس پر تمہارا پروردگار رحم کرے اور ان کو اسی لئے پیدا کیا ہے۔ جانا چاہئے کہ اس میں اختلاف ہے کہ لذلک کا اشارہ اختلاف کی طرف راجع ہے یعنی ان کو اختلاف کے لئے پیدا کیا ہے اور ان کو رحم کرنے کے لئے پیدا کیا ہے۔ قول آخر مذہب امامیہ اور تمام اہل انصاف کے نزدیک زیادہ مناسب ہے اور تمام معتبر حدیثیں بھی اسی پر دلالت کرتی ہیں چنانچہ علی بن ابراہیم نے حضرت امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ وہ لوگ ہمیشہ دین میں اختلاف کرتے رہیں گے۔ مگر خدا جس پر رحم کرے یعنی آل محمد اور ان کے شیعہ اور ان کی پیروی کرنے والے اختلاف نہ کریں گے۔ وَلِذَلِكَ خَلَقَهُمْ۔ یعنی ائمہ اور ان کے شیعوں کو اہل رحمت خلق کیا ہے جو دین میں اختلاف نہیں کرتے۔ اور عیاشی نے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے امام زین العابدین علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی حضرت نے فرمایا کہ جو لوگ اختلاف کرتے ہیں وہ اس امت میں ہمارے مخالفین ہیں اور وہ سب کے سب آپس میں دین کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں اور وہ لوگ جن پر خدا نے رحم کیا ہے وہ مومنین میں سے ہمارے شیعہ ہیں اور خدا نے ان کو ہماری طینت سے خلق فرمایا ہے۔ کیا تم نے جناب ابراہیم کا قول نہیں سنا ہے کہ آپ نے دعا کی تھی کہ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا بَلَدًا اِیْمَانًا وَاَسْرَ دُنْیَ اَهْلَکَ مِنَ التَّمَرَاتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ دپ سورہ بقرہ آیت ۱۲۹) یعنی خداوند اس شہر یعنی مکہ کو مقام امن قرار دے اور یہاں کے رہنے والوں کو جو اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان لائے ہیں ان کو پھلوں کی روزی دے۔ حضرت نے فرمایا اس سے مراد ہم اور ہمارے شیعہ ہیں۔ وَمَنْ کَفَرَ فَاُتِمِّعْهُ قَلِیْلًا ثُمَّ اَلْصَلِّ عَلٰی عَذَابِ النَّارِ۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو کافر ہوگا تو اس کو ہم تھوڑا فائدہ دینا میں پہنچائینگے پھر ہم اس کو عذابِ جہنم سے مضطرب و محزون بنا دیں گے۔ حضرت نے فرمایا کہ کافروں سے مراد مجھے جس نے ان کی امت میں سے حضرت ابراہیم کے وصی سے انکار کیا اور ان کے وصی کی اطاعت نہیں کی اور خدا کی قسم اس امت کا حال بھی ایسا ہی ہے یعنی جن لوگوں نے اپنے پیغمبر کی اطاعت کی انھوں نے نجات پائی اور مومنین میں داخل ہوئے اور جن لوگوں نے ان حضرت کے وصی کی متابعت نہیں کی وہ کافر ہیں اور آنحضرت کی برکت کے سبب چند روز دنیا کی نعمتوں سے فائدہ اٹھایا اور آخرت میں ان کی بازگشت جہنم کی آگ کی جانب ہے

اور توحید میں حضرت صادقؑ سے خدا کے اس قول کی تفسیر میں روایت کی ہے وَلِذَا لِكْ خَلَقَهُمْ یعنی خدا نے خلق کیا ان کو اس لئے کہ وہ ایسے کام کریں جو خدا کی رحمت کا باعث ہو اور خدا اُن پر رحم کرے۔

دوسری آیت: اِنَّ يَوْمَ الْقَضٰى مِيْقَاتُهُمْ اَحْبَبُ يَوْمَ لَا يُغْنِي مَوْلٰى عَنْ مَوْلٰى شَيْئًا وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ اَلَا مَنْ تَرٰ جَهَنَّمَ (پہلے سورہ النہل - آیت ۴۰ و ۴۱) بیشک یوم فصل یعنی قیامت جبکہ نیک اور بد ایک دوسرے سے الگ کر دیئے جائیں گے کافروں کی وعدہ گاہ ہے وہ ایسا دن ہے جس میں کوئی دوست کسی دوست کے کام نہ آسکے گا اور نہ ان کی مدد کی جائیگی سوائے اُس کے جس پر خدا رحم کرے۔ کلینی اور ابن ماہیار نے زید بن شحام سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں ایک سفر میں حضرت صادق علیہ السلام کی خدمت میں تھا شب جمعہ میں آپ نے فرمایا کہ قرآن پڑھو کہ یہ رات قرآن پڑھنے کی رات ہے۔ میں نے تلاوت شروع کی جب اس آیت پر پہنچا تو حضرت نے فرمایا کہ یہ ہمارے مخالفین ہیں جن کو ان کے دوست اور پیشوا کچھ فائدہ نہ پہنچا سکیں گے لیکن وہ لوگ جن کو خدا نے یہ فرا کر مستثنیٰ کر دیا ہے کہ سوائے اس کے جس پر خدا رحم کرے وہ ہم ہیں اور ہماری شفاعت ہمارے شیعوں کو پہنچے گی اور ہماری ولایت ان کو نفع پہنچائے گی۔ ابن ماہیار نے بسند دیگر انہی حضرت سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ رحمت خدا کے اہل ہم ہیں۔

تیسری آیت: بَقِيَّةُ اللَّهِ خَيْرٌ لِّكَ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (پہلے سورہ ہود آیت ۸۶) حضرت شعیبؑ نے اپنی قوم سے کہا کہ بقیہ خدا جو تمہارے درمیان خدا نے چھوڑا ہے وہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم مومن ہو۔ مفسرین نے کہا ہے کہ بقیہ کے بارے میں بہت سے اقوال ہیں بعضوں نے کہا ہے کہ وہ روزنی حلال ہے جو ترازو اور ناپ تول میں چوری ترک کرنے کے بعد حاصل ہو یا تمہارے لئے خدا کا اپنی نعمتوں کو باقی رکھنا مراد ہے۔ یا آخر کا باقی رہنے والا ثواب مراد ہے۔ بہت سی حدیثوں میں ائمہ اطہار علیہم السلام سے منقول ہے کہ مراد انبیاء و اوصیاء علیہم السلام ہیں جن کو خدا نے زمین پر ہدایت خلق کے لئے چھوڑا ہے یا پیغمبروں کے اوصیاء ہیں جن کو خدا نے پیغمبروں کی وفات کے بعد امت میں چھوڑا ہے اور ان میں سب سے بہتر حضرت صاحب الامرؑ ہیں چنانچہ کلینی نے بسند معتبر روایت کی ہے

کہ جب ہشام بن عبد الملک امام محمد باقر کو شہام لے گیا۔ جب ہشام کے دروازہ پر پہنچے اس ملعون نے بنی امیہ وغیرہ میں اپنے اصحاب سے کہا کہ جب میں ان سے بات کر کے خاموش ہو جاؤں تو تم میں سے ہر ایک ان کو سرزنش اور ملامت کرنا پھر حضرت کو داخل ہونے کا حکم دیا۔ جب حضرت داخل ہوئے تو حضرت نے تمام اہل مجلس کی طرف اشارہ کیا۔ اور ایک مرتبہ سلام کیا اور بیٹھ گئے یہ دیکھ کر اس ملعون کا غصہ آنحضرت پر زیادہ ہوا کہ آپ نے اس کو خصوصیت سے سلام نہیں کیا اور بغیر اس کی اجازت کے بیٹھ گئے تو اس نے حضرت کی ذلت اور ناراضگی کی باتیں شروع کیں اور بہت سی باتیں کہیں ان کے درمیان میں یہ بھی کہا کہ اسے محمد بن علی تم میں کا ہر شخص ہمیشہ مسلمانوں کے عصا کو توڑنے کی کوشش کرتا ہے یعنی ان کی جمعیت کو پراگندہ کرتا ہے اور لوگوں کو اپنی طرف بلاتا اور امامت کا دعویٰ کرتا ہے اور یہ نادانی، کم عقلی اور کم علمی کا سبب ہے یعنی جو کچھ خود اس کے لائق تھا کہا جب خاموش ہوا تو ان ملعونوں میں سے ہر ایک نے جو کچھ چاہا کہا سب چپ ہو گئے تو حضرت نے اٹھے اور فرمایا ایہا الناس تم نے کیا خیال کیا ہے اور یہ کیسی گمراہی کی راہ ہے جس پر دوڑ رہے ہو شیطان تم کو کہاں لے جا رہا ہے خدا نے ہمارے برکت سے تمہارے اول کی ہدایت کی اور ہماری بدولت تمہارے آخر کو ختم کرے گا۔ تم کو یہ چند روزہ اور جلد زائل ہونے والی حکومت مل گئی ہے تو کیا ہم کو آخرت میں غلیم بادشاہی حاصل ہوگی اور ہماری حکومت و سلطنت کے بعد کوئی سلطنت نہ ہوگی کیونکہ ہم وہ ہیں جن کا انجام بہتر ہے جیسا کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ یعنی نیک طاقت پر ہمیزگاروں کی ہے۔ یہ بیان سنکر اس نے حکم دیا تو ان حضرت کو قید خانہ میں لے گئے۔ تھوڑی ہی مدت میں قید خانہ کے نگران و ملازمین نے آنحضرت کی محبت و ولایت اختیار کر لی۔ قید خانہ کا دہرہ ہشام کے پاس آیا اور اطلاع دی کہ مجھے خوف ہے کہ اگر کچھ دنوں اور یہ بزرگ اس شہر میں رہیں گے تو تمام شام کے لوگ ان کے معتقد ہو جائیں گے اور تجھ کو شاہی تخت پر متمکن نہ رہنے دیں گے۔ یہ سنکر اس ملعون نے حکم دیا کہ ان حضرت کو مع ان کے اصحاب کے مدینہ پہنچا دیں۔ اور تاکید کی کہ کہیں راستہ میں کسی شہر کے لوگ ان سے نہ ملنے پائیں اور کھانے پینے کی کوئی چیز ان کے ہاتھ فروخت نہ کریں۔ تین روز میں تیزی کے ساتھ شہر مدین تک حضرت کو لائے اور اس اثناء میں کوئی چیز ان لوگوں

ہشام کا امام محمد باقر اپنے دربار میں امانت کرنا اور مدینہ میں ان کا حضرت کو قید خانہ میں لے کر آنا اور ان کے ساتھ ہونا۔

کھانے پینے کی زندگی۔ جب شہر مدائن میں پہنچے جو حضرت شعیب کا شہر ہے وہاں کے لوگوں نے شہر کا دروازہ بند کر لیا اور کوئی چیز ان کے لئے نہیں دی تو آنحضرتؐ کے اصحاب بھوک اور پیاس سے بے چین ہوئے اہل شہر سے ہر چند کہا سنا مگر ان لوگوں نے شہر کا دروازہ نہیں کھولا حضرتؐ نے جب یہ حال دیکھا اس پہاڑ پر تشریف لے گئے جو شہر سے متصل تھا اور باواز بلند ندا کی جس سے تمام شہر میں زلزلہ سا آیا اور فرمایا کہ شہر کے وہ لوگ جو ظالم و ستمگار ہو میں تمہارے پیغمبر کا بقیہ خدا ہوں جیسا کہ قرآن میں خدا نے ذکر فرمایا ہے بقیۃ اللہ خیر لکم ان کنتم مؤمنین و ما انا علیکم بحفیظ ایک بوڑھے شخص نے جو اس شہر میں تھا جب یہ آواز سنی تو اپنی قوم کے پاس آکر کہا کہ خدا کی قسم یہ وہی تمہارے پیغمبر شعیبؑ کی آواز ہے اگر اب بھی تم ان کے لئے بازار نہ کھولو گے تو تم کو خدا کا عذاب اور پوری سزا سے گھیر لے گا۔ اس مرتبہ تم میری بات کا یقین کرو اور میری اطاعت کرو اس کے بعد چاہے مت جانتا کیونکہ میں تمہارا خیر خواہ اور ناصح ہوں۔ یہ سنتے ہی لوگوں نے بازار کھول دیے اور کھانے پینے کی بہت چیزیں ہتیا کر دیں۔ جب یہ خبر ہشام ملعون کو پہنچی اس بوڑھے شخص کو پکڑ کر بلایا پھر کسی کو نہیں معلوم ہوا کہ اُس غریب پر کیا گذری۔ یہ حدیث اور بہت سے معجزے اور طولانی قصے اُن حضرت کے حالات میں آئندہ مذکور ہونگے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور حضرت حضرت امام رضا علیہ السلام کی ولادت کے سلسلہ میں بھی ایسے ہی واقعات بیان ہوں گے۔ انشاء اللہ۔ اور جب حضرت امام رضاؑ پیدا ہوئے تو امام موسیٰ کاظمؑ نے اُن حضرت کو گود میں لے کر اُن کے کانوں میں اذان و اقامت کہی اور ان کے تالو کو آبِ فرات سے دھویا پھر آپ کی والدہ نجمہؑ کو دیکر فرمایا کہ اس کو لوہے میں پر بقیہ خدا ہے۔ اور بلند معتبر احمد بن اسحاق سے منقول ہے کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام ایک روز بیت الشرف سے باہر تشریف لائے ایک بچہ ان کے کاندھے پر چڑھوئیں رات کے چاند کے مانند بیٹھا تھا۔ جو جسم کے لحاظ سے تین سالہ معلوم ہوتا تھا۔ امام نے فرمایا کہ یہ میرا فرزند جناب رسول خدا کا ہمنام ہے۔ اُس کے بعد وہ بچہ نہایت فصیح عربی زبان میں گویا ہوا اور فرمایا کہ میں زمین پر بقیہ خدا ہوں اور دشمنانِ خدا سے انتقام لوں گا۔ نیز حضرت امام محمد باقرؑ سے منقول ہے کہ جب حضرت صاحب الامرؑ ظاہر ہوں گے سب سے گفتگو میں اسی آیت کی تلاوت فرمائینگے بقیۃ اللہ خیر لکم ان کنتم مؤمنین پھر فرمائینگے کہ میں تم پر بقیہ خدا، حجت خدا اور خلیفہ خدا ہوں اور پھر جو شخص ان

یہاں تک کہ قیامت آئے اور حضرت امام رضاؑ کو گود میں لے کر اُن کے کانوں میں اذان و اقامت کہی اور ان کے تالو کو آبِ فرات سے دھویا پھر آپ کی والدہ نجمہؑ کو دیکر فرمایا کہ اس کو لوہے میں پر بقیہ خدا ہے۔ اور بلند معتبر احمد بن اسحاق سے منقول ہے کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام ایک روز بیت الشرف سے باہر تشریف لائے ایک بچہ ان کے کاندھے پر چڑھوئیں رات کے چاند کے مانند بیٹھا تھا۔ جو جسم کے لحاظ سے تین سالہ معلوم ہوتا تھا۔ امام نے فرمایا کہ یہ میرا فرزند جناب رسول خدا کا ہمنام ہے۔ اُس کے بعد وہ بچہ نہایت فصیح عربی زبان میں گویا ہوا اور فرمایا کہ میں زمین پر بقیہ خدا ہوں اور دشمنانِ خدا سے انتقام لوں گا۔ نیز حضرت امام محمد باقرؑ سے منقول ہے کہ جب حضرت صاحب الامرؑ ظاہر ہوں گے سب سے گفتگو میں اسی آیت کی تلاوت فرمائینگے بقیۃ اللہ خیر لکم ان کنتم مؤمنین پھر فرمائینگے کہ میں تم پر بقیہ خدا، حجت خدا اور خلیفہ خدا ہوں اور پھر جو شخص ان

حضرت کو سلام کریگا یہ کہے گا اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا بَقِیَّتَ اللّٰهِ فِیْ اَکْزَرِ حِجَہ۔ اور ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ حضرت صادقؑ نے فرمایا کہ ہم ہیں کعبہ خدا، ہم ہیں قبلہ امور ہم ہیں بقیۃ خدا اور کافی میں بسند معتبر روایت کی ہے کہ ایک شخص نے حضرت صادقؑ سے پوچھا کہ جب لوگ حضرت قائمؑ کو سلام کریں گے تو کیا امیر المومنینؑ کہہ کر سلام کریں گے؟ فرمایا نہیں یہ نام تو خدا نے حضرت علیؑ کے لئے مخصوص فرمایا ہے نہ اُن سے پہلے اس نام سے کسی کو مستثنیٰ کیا نہ آپ کے بعد سوائے کافر کے کوئی اپنے لئے یہ نام جائز نہ رکھیگا۔ راوی نے کہا آپ پر خدا ہوں پھر ان کو کس طرح لوگ سلام کریں گے فرمایا یہ کہہ کر اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا بَقِیَّتَ اللّٰهِ اُس کے بعد حضرت نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔

چوتھی آیت: وَمَنْ يَتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ اٰمَنُوا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغَالِبُونَ (پ سورہ مائدہ آیت ۵۴) یعنی جو شخص خدا اور اس کے رسولؐ اور صاحبانِ ایمان یعنی ائمہ معصومینؑ کو اپنا ولی قرار دیگا تو وہ بیشک خدا کے لشکر میں سے ہے اور ایسے ہی لوگ غالب ہیں جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ صاحبانِ ایمان وہ لوگ ہیں جو ہر زمانہ میں پیغمبر خدا کے اوصیاء میں سے امین خدا ہیں۔ اور توحید میں حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ جب قیامت میں آئینگے تو نور پروردگار عالم سے مستفیض ہونگے اور ہم نور رسالت سے اور ہمارے شیعہ ہمارے نور سے۔ اور ہمارے شیعہ حزب اللہ ہیں اور وہی غالب ہیں۔ نور خدا سے مراد دین خدا ہے اور ہمارے شیعہ اُسی سے متمسک ہونگے حق تعالیٰ نے دوسری جگہ منافقوں کی صفت میں فرمایا ہے اُولَئِكَ حِزْبُ الشَّیْطَانِ هُمْ اَلْخٰیصُوْنَ۔ علی بن ابراہیم نے کہا ہے کہ وہ شیطان کے لشکر اور اس کے مددگار ہیں اور یقیناً شیطان کا لشکر گھٹے میں ہے پھر مومنین کی صفت میں فرمایا ہے اُولَئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَا اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (پ سورہ مجادلہ آیت ۲۲) یعنی یہ لوگ خدا کا لشکر ہیں اور آگاہ ہو جاؤ کہ یقیناً خدا کا لشکر کامیاب ہے۔ اور اُن کے دشمن شیطان کا لشکر ہیں۔ علی بن ابراہیم نے اور محدثین عامہ میں سے حافظ ابو نعیم نے امیر المومنینؑ سے روایت کی ہے کہ سلمانؓ نے بیان کیا کہ میں جس وقت رسول خداؐ کے پاس آتا تھا تو وہ حضرت امیرؑ کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر فرماتے تھے کہ یہ یعنی علیؑ اور اس کا لشکر سب کے سب رستگار و کامیاب ہیں۔ یعنی مطلق شیعہ جو شیخ میں سلمانؓ کے تابع ہیں یا عجمی لوگ جو محبت

خدا کے امیر المومنین کا لقب حضرت علیؑ کے لئے مخصوص فرمایا ہے۔ ان سے پہلے کسی کو اس لقب مخصوص کیا نہ ہوا۔ آپ کے واسطے کہ فرسک کی ابتدا ہے۔ اہل جان و رستگار۔

دولایت اہلیت اختیار کرینگے اور یہ واضح تر ہے۔

پانچویں آیت: قُلْ أَرَأَيْتُمْ مَتَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَرُونِي مَا
ذَآخَلُوا مِنْ الْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمَوَاتِ إِنِّي تُوتِي بِكِتَابٍ مِّنْ قَبْلِ
هَذَا أَوْ أَثَارَةٍ مِّنْ عِلْمٍ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ۔ (پ ۲۶ س احقاف آیت ۱۷)
محمدؐ تم پرست مشرکوں سے کہو کہ تم لوگ خدا کے سوا جن کو پکارتے ہو مجھ کو دکھاؤ
کہ انہوں نے زمین میں کیا پیدا کیا ہے۔ یا آسمانوں کے پیدا کرنے اور ان کے نظم و نسق
میں ان کی کوئی شرکت ہے۔ اس (قرآن) سے پہلے کی کوئی کتاب یا علم کا کچھ بقیہ لاؤ اگر تم
سچے ہو۔ مفسرین نے کہا ہے کہ آثارہ علم علوم کا بقیہ ہے جس کو ان کے لوگوں سے نقل
کرتے ہیں۔ اور کلینی اور صفار وغیرہم نے امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ کتاب سے
مراد توریت و انجیل ہیں اور آثارہ علم سے مراد پیغمبروں کے علوم ہیں۔ اور حضرت صادقؑ
سے منقول ہے کہ کتاب جعفر اور مصحف فاطمہ صلوات علیہا آثارہ علم میں داخل ہیں۔
اکتالیسویں فصل ان آیتوں کے بیان میں جو فرشتوں کی اہلیت اور ان کے شیعوں
سے دوستی و محبت کے ذکر میں نازل ہوئی ہیں۔

ارشاد رب العزت ہے: الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ
مُحَمَّدًا رَبَّهُمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ
شَيْءٍ رَّحْمَةً وَعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِينَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ
رَبَّنَا وَأَدْخِلْهُمْ جَنَّاتِ عَدْنٍ الَّتِي وَعَدَ اللَّهُ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ
وَأَنفُسِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ وَقِهِمُ السَّيْئَاتِ وَمَنْ تَقِ السَّيْئَاتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ
رَحِمْتَهُ وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنَادُونَ لِمَقْتُ اللَّهِ
أَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ أَنْفُسَكُمْ إِذْ تُدْعَوْنَ إِلَى الْإِيمَانِ فَتَكْفُرُونَ ۝ ۲۷ س ہومن
آیت ۲۷، یعنی وہ لوگ جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور وہ لوگ جو عرش کے گرد اپنے پروردگار
کی تسبیح و تقدیس کرتے ہیں اور اس کی حمد میں مشغول ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ان
لوگوں کے لئے طلب مغفرت کرتے ہیں جو ایمان لائے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار
جس کی رحمت اور علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے ان لوگوں کو بخش دے جنہوں نے توبہ
کی ہے اور تیری راہ کی پیروی کی ہے ان لوگوں کو عذاب جہنم سے محفوظ رکھ اے ہمارے پروردگار

ان کو ہمیشہ باقی رہنے والی بہشت میں داخل فرما جس کا ان سے تو نے وعدہ کیا ہے اور اس کو بھی جو ان کے آباؤ اجداد ان کی عورتوں اور ان کے فرزندوں میں نیک ہیں بیشک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔ اور ان کو سُنَّیَات یعنی برائیوں سے بچا اور جس کو تو اس دن برائیوں سے محفوظ رکھے تو بیشک تو نے اُس پر بڑا رحم کیا ہے اور یہی بڑی کامیابی ہے اور جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ان کو قیامت کے روز ندامت دی جائے گی کہ یقیناً تم پر خدا کا غیظ و غضب اس سے زیادہ سخت ہے جو تم کو خود اپنی ذات پر ہے۔ کیونکہ جب تم ایمان کی طرف بلائے جاتے تھے تو تم انکار کرتے رہے۔

کلینی نے بسند معتبر ابو بصیر سے روایت کی ہے کہ حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا کے چند فرشتے ہیں جو ہمارے شیعوں کے گناہوں کو ان کی پشت سے گراتے رہتے ہیں جیسے کہ ہوا درختوں کے پتوں کو فصل خزاں میں گراتی ہے جیسا کہ خداوند عالم فرماتا ہے وَ يَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا خدا کی قسم اے ابو بصیر اس سے تم شیعوں کے سوا کوئی مراد نہیں اور اُن کا استغفار تمہارے لئے ہے۔ اور عیون میں امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ فرشتے ہمارے شیعوں کے خادم ہیں پھر حضرت نے یہ آیت پڑھی اور فرمایا کہ اس آیت میں مومنوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو ہماری ولایت پر ایمان لائے ہیں اور علی بن ابراہیم نے بسند معتبر روایت کی ہے کہ حضرت صادق سے لوگوں نے پوچھا کہ فرشتے زیادہ ہیں یا آدم کی اولاد حضرت نے فرمایا خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے آسمانوں میں فرشتے اس سے بھی بہت زیادہ ہیں جس قدر زمین میں ذرے ہیں۔ آسمان میں قدم رکھنے کی کوئی جگہ نہیں جہاں فرشتے نہ ہوں جو خدا کی تسبیح و تقدیس کرتے ہیں اور زمین میں کوئی درخت اور کوئی ٹکڑ نہیں مگر یہ کہ اس پر ایک فرشتہ موکل ہے اور ہر روز اس کا ٹھل خدا کے سامنے پیش کرتا ہے باوجود اس کے کہ خدا اُس سے زیادہ اُس کے عمل کو جانتا ہے اور ہر روز ہم اہلبیت کی ولایت کے اظہار سے خدا کا تقرب چاہتا ہے اور ہمارے دوستوں اور شیعوں کے لئے طلبِ امرِ نیک کرتا ہے اور ہمارے دشمنوں پر لعنت کرتا ہے اور خدا سے سوال کرتا ہے کہ اُن پر سخت عذاب نازل کرے۔ نیز حضرت امام باقر سے اس قول خدا وَ كَذَلِكَ حَقَّقْتُ كَلِمَةً مِنْ رَبِّكَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّهُمْ أَصْحَابُ النَّارِ (سورہ مومن آیت ۶) یعنی اسی طرح تمہارے ہمارے پروردگار کا حکم (عذاب) اُن پر لازم

ہو گیا ہے جو کافر ہو گئے بیشک وہ لوگ جہنمی ہیں۔ حضرت نے فرمایا وہ بنی امیہ ہیں۔ اور قول پروردگار عالم الذین یحملون العرش سے مراد رسول خدا ہیں اور ان کے بعد ان کے اوصیا ہیں جو حامل علم الہی ہیں ومن حولہ سے مراد فرشتے ہیں جو تسبیح و تقدیس و حمد خدا کرتے ہیں اور ان لوگوں کے لئے مغفرت طلب کرتے ہیں جو ایمان لائے ہیں وہ شیعیان آل محمد ہیں۔ فاغفر للذین تابوا کہتے ہیں کہ خداوندان لوگوں کو بخش دے جنہوں نے ظالمین آل محمد اور تمام بنی امیہ کی محبت سے توبہ کی ہے۔ وَاتَّبِعُوا سَبِيلَكَ اور ولی خدا امیر المومنین کی متابعت کی ہے۔ ومن صلح من ابائہم تا آخر آیت یعنی جو شخص ان کے اباؤ اجداد اور اولاد اور عورتوں میں سے نیک اور صالح ہیں۔ حضرت نے فرمایا صالح وہ ہیں جنہوں نے ولایت علی بن ابی طالب علیہ السلام اختیار کی ہے اور ان کی اور ان کے فرزندوں کی امامت کا اقرار کیا ہے۔ وَفِيهَا السَّيِّئَاتِ وَمَنْ تَقَى السَّيِّئَاتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْنَاهُ یعنی جو شخص دنیا میں ان کی ولایت کی حفاظت کرے تو وہ بیشک قیامت میں تیری رحمت کا محل ہو گا۔ یہی عظیم کامیابی ہے اُس کے لئے جو دشمنان آل محمد صلوٰۃ اللہ علیہم کی ولایت و محبت سے نجات پائے۔ ان الذین کفروا یعنی بنی امیہ اذ تَدْعُوْنَ اِلَى الْاِيْمَانِ فَتَكْفُرُوْنَ ایمان سے ولایت علی بن ابی طالب مراد ہے۔ ابن مہیار نے ان تمام مضامین کو جابر جعفی کے واسطے سے امام محمد باقر سے روایت کی ہے نیز امیر المومنین سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ میری فضیلت اس آیت کے ضمن میں جناب رسول خدا پر نازل ہوئی ہے یعنی الذین یحملون العرش کیونکہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی اس وقت میرے سوا کوئی آنحضرت پر ایمان نہیں لایا تھا۔ نیز حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ فرشتوں نے سات سال اور چند ماہ تک استغفار کسی کے لئے نہیں کیا سوائے رسول خدا کے اور میرے لہذا یہ آیتیں ہمارے حق میں نازل ہوئی ہیں کیونکہ ہمارے سوا کوئی مومن نہ تھا۔ نیز مخالفوں کے طریقے سے روایت کی ہے کہ فرشتوں نے ساہ سال تک علی پر صلوات بھیجی کیونکہ ان حضرت کے سوا کوئی ایمان نہیں لایا تھا۔ اور نہ کسی نے نماز پڑھی تھی۔ نیز بسند معتبر حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ سبیل خدا سے اس آیت میں علی بن ابی طالب مراد ہیں والذین امنوا سے شیعیان علی مراد ہیں۔

۴۲ بیابیسویں فصل | اس بیان میں کہ آیات صبر و م رابطہ و تیسر و عسراۃ علیہم السلام اور ان کے شیعوں کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔

پہلی آیت، قَالِ الْعَصْرَانِ الْاَنْشَانِ لَفِيْ خُسُوٍ۔ یعنی عصر کی قسم کہ یقیناً انسان گھاٹے میں ہے کمال الدین میں روایت ہے کہ عصر سے مراد زمانہ خروج صاحب الامر علیہ السلام ہے جیسا کہ اس کے بعد ذکر کیا جائے گا بعضوں نے کہا ہے کہ عصر سے مراد دنیا کا آخری دن ہے اور بعضوں کا قول ہے کہ عصر سے مراد جناب رسول خدا ہیں اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ سَوَّاهُ ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور اچھے اچھے کام کرتے رہے وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (سورہ صبر) اور ایک دوسرے کو حق کی وصیت کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کرتے ہیں۔ علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ حضرت صادقؑ اس سورہ کو اس طرح پڑھتے تھے وَالْعَصْرَانِ الْاَنْشَانِ لَفِيْ خُسُوٍ اِنَّهُ فِیْهِ مِنَ الدَّهْرِ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ وَاتَّقُوا بِالْتَّقْوٰی وَاتَّقُوا بِالصَّبْرِ یعنی عصر کی قسم کہ آدمی بیشک گھاٹے میں ہے اور یقیناً وہ آخر عمر تک نقصان میں ہے سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے اور پرہیزگاری اختیار کی اور صبر و شکیبائی اختیار کتاب احتجاج میں امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے جناب رسول خداؐ نے خطبہ غدیر میں ارشاد فرمایا کہ خدا کی قسم سورہ عصر امیر المومنینؑ کی شان میں ہے اور کمال الدین میں حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ عصر سے مراد زمانہ خروج حضرت قائم علیہ السلام ہے۔ اِنَّ الْاَنْشَانَ لَفِيْ خُسُوٍ ہمارے دشمن مراد ہیں جو گھاٹے میں ہیں اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا یعنی وہ لوگ جو آیتوں پر ایمان لائے ہیں وَعَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ اور برادران مومن کے درمیان اپنے مال میں برابری قائم رکھی ہے وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ یعنی انہوں نے آپس میں ایک دوسرے کو امامت برحق یعنی ولایت ائمہ طاہرینؑ کی وصیت کی۔ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ۔ علی بن ابراہیم اور ابن ماہیہ اور دوسرے مفسرین نے اسند ہائے معتبر انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ خداوند عالم نے اپنی مخلوق میں سے اپنے برگزیدہ بندوں کو مستثنیٰ فرمایا ہے۔ یعنی تمام انسان گھاٹے میں ہیں سوائے ان لوگوں کے جو ولایت امیر المومنینؑ پر ایمان لائے اور خدا کے فرائض کو عمل میں لائے اور اپنے فرزندوں اور باقیماندہ لوگوں کی ولایت ائمہ کی وصیت کی اور صبر کیا ان تکلیفوں پر جو دین حق اختیار کرنے

کے سبب ان کو اینائے زمانہ سے پہنچیں۔

دوسری آیت: یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (پک س آل عمران آیت ۲۰۰) یعنی اے ایمان والو صبر و شکیبائی اختیار کرو اور

دشمن کے مقابلہ کے لئے آمادہ رہو اور غدا پر ہیز کرو۔ تاکہ نجات پاؤ۔ اکثر

مفسروں نے کہا ہے کہ اپنے دین پر صبر کرو اور کافروں سے جنگ میں ثابت قدم رہو اور دشمنوں کی تاک میں رہو تاکہ سرحدوں پر مسلمانوں پر حملہ نہ کریں۔ ابن بابویہ

وغیر ہم نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ مصیبتوں پر صبر کرو اور مخالفوں سے تقیہ کے سبب صبر کرو اور اس امام سے عداوت ہو جو تمہارا پیشوا ہے۔ اور عیاشی

نے انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ گناہوں کو ترک کرنے پر اور خدا کی عبادتوں میں جو تکلیف پہنچے ان سب پر صبر کرو اور راہ خدا میں ربط قائم رکھو جو اس نے اپنے او

اپنی مخلوق کے درمیان قرار دیا ہے اور جو ہماری فکر میں رہے اور ہمارا انتظار کرتا رہے تو ایسا ہے جیسے کہ اس نے پیغمبر خدا کی حمایت میں جہاد کیا ہے۔ اور پرہیزگاری

خدا سے مراد یہ ہے کہ لوگوں کو اچھی باتوں کا حکم کرے اور برائیوں سے منع کرے اور ظلم سے بدتر کون سا منکر (برائی) ہے جو اس امت نے ہم پر کیا اور ہم کو شہید کیا۔

نیز بسند دیگر انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ ادائے فرائض پر اور مصیبتوں میں صبر کرو اور اپنے کو ائمہ علیہم السلام کی متابعت کا پابند رکھو۔ نیز یعقوب سراج

نے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ میں نے حضرت صادقؑ سے عرض کیا کہ کیا زمین بغیر کسی عالم کے۔ جو آپ حضرات میں سے ہو باقی رہتی ہے جس کی جانب لوگ پناہ لیں۔

اور اپنے دینی مسائل اس سے حاصل کریں فرمایا نہیں اگر زمین بغیر امام کے ہو تو اس میں خدا کی عبادت نہ ہوگی لے یعقوب زہین ہم میں سے کسی عالم سے کبھی خالی نہیں

رہتی جس کی امامت لوگوں پر ظاہر ہو اور لوگ اس سے حلال و حرام معلوم کریں اور یہ بات کتاب خدا سے ظاہر و آشکار ہے۔ حضرت نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اور فرمایا

کہ اپنے دین پر صبر کرو اور اپنے دشمنوں کی آزار سانی پر صبر کرو جو دین میں تمہارے مخالف ہیں اور اپنے تئیں اپنے امام سے وابستہ رکھو اور خدا سے ان چیزوں میں ڈٹنے

پر جو حق کا حکم اس نے تم کو دیا ہے اور تم پر واجب کیا ہے۔ اور دوسری روایت کے مطابق

فرمایا کہ ہماری محبت کی راہ میں ان تکلیفوں پر صبر کرو جو تم کو پہنچتی ہیں اور دشمنوں سے تقیہ کر کے اپنے امام کی موافقت کرو اور اُس سے جدا نہ ہو۔ اور دوسری روایت کے موافق حضرت امام باقرؑ سے روایت کی ہے کہ گناہوں کے ترک کرنے پر صبر کرو اور دشمنانِ دین سے تقیہ کرنے کے ساتھ صبر کرو اور اپنے امام سے ربط قائم رکھو اور اپنے پروردگار کی مخالفت سے پرہیز کرو تاکہ تم نجات پاؤ۔ اور نعمانی اور کلینی وغیرہ نے روایت کی ہے کہ عبداللہ ابن عباسؓ نے ایک شخص کو امام زین العابدینؑ کی خدمت میں بھیجا کہ اس آیت کی تفسیر دریافت کرے حضرت غضبناک ہوئے اور فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ وہی شخص مجھ سے پوچھے جس نے تجھ کو میرے پاس دریافت کرنے کے لئے بھیجا ہے تاکہ میں اس کو بتاؤں کہ یہ آیت کس کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ آیت اس کے فرزندوں کی اور ہماری شان میں نازل ہوئی ہے اور وہ رابطہ جس پر ہم مامور ہوئے ہیں اس کا وقت ابھی نہیں آیا ہے ہماری نسل سے ایک شخص ہوگا جو اس پر مامور ہوگا اور اس کی صلب میں وہ ہیں جو آتش جہنم کے لئے خلق ہوئے ہیں۔ اور بہت جلد ظاہر ہوں گے اور بہت سے گروہ کو فوج در فوج دینِ خدا سے باہر کریں گے اور جلد ہی زمین کو آلِ محمدؐ کے ان بچوں کے خون سے رنگیں کریں گے جو قبل از وقت اپنے آشیانوں سے پرواز کریں گے۔ اور وہ امر طلب کریں گے جس کو حاصل نہ کر سکیں گے اور مومنین اس زمانہ میں ظہور قائم کا انتظار کریں گے اور مخالفوں کے مظالم پر صبر کرینگے یہاں تک کہ خدا ان کے درمیان فیصلہ کرے اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔ اور کلینی نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ خدا نے جب پیغمبرِ خدام اور ان کے وصی علی بن ابیطالب اور ان کی دختر اور ان کے فرزند حسن و حسین اور تمام ائمہ اطہار علیہم السلام کی پاک رگوں کو اور ان کے شیعوں کی رگوں کو خلق کیا اور ان کے شیعوں سے عہد لیا کہ دشمنوں کے جور و ظلم پر صبر کریں گے اور تقیہ اختیار کریں گے اور ائمہ علیہم السلام کی متابعت سے دست بردار نہ ہوں گے اور ان کی مخالفت سے پرہیز کریں گے۔

تیسری آیت: اُولَٰئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوا وَآوَيْنَا ذُرِّيَّتَكَ بِالنَّحْسَةِ النَّسِيئَةِ وَنَمَارَظَتْهُمْ بِنُفْقَائِهِمْ وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا عَنْهُ وَقَالُوا لَنَا أَعْمَالُكُمْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجَاهِلِينَ

دہت سورہ قصص آیت ۵۵ و ۵۶ یعنی اس گروہ کو دوہرا اجر دیا جائیگا اس لئے کہ وہ صبر کرتے ہیں اور برائی کو نیکی سے دفع کرتے ہیں اور جو روزی ہم نے ان کو دی ہے اُس میں سے ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں اور جب لغو باتیں سنتے ہیں تو اس سے روگردانی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے اعمال ہمارے لئے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لئے ہیں۔ تم پر سلام۔ ہم جاہلوں کی جانب توجہ نہیں کرتے۔ اکثر مفسروں نے کہا ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کی شان میں نازل ہوئی ہے جو اہل کتاب سے ایمان لائے تھے۔ جیسے سلمانؓ اور ان کے ایسے اشخاص۔ اور علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ ائمہؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے جنہوں نے مخالفوں کے مظالم پر صبر کیا اور لوگوں کے بُرے سلوک پر ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا اور بھوٹ اور لہو اور غنلے سے روگردانی کی۔ اور یکنی نے حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ صبر تقیہ کے ساتھ مراد ہے اور سبیہ سے مراد ائمہ اطہارؑ کے رموز کو فاش کرنا اور ترک تقیہ ہے۔

چوتھی آیت: وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً أَتَصْبِرُونَ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيرًا (پس فرقان آیت) اور ہم نے تم میں سے بعض کو بعض کے لئے آزمائش قرار دیا ہے تو کیا تم صبر کرتے ہو۔ اور تمہارا پروردگار بڑا دانابقیہ ہے۔ ابن ماسیار نے موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خداؐ نے ایک روز جناب امیرؑ اور جناب فاطمہؑ و حضرات حسنؑ و حسینؑ علیہم السلام کو گھر میں ایک جگہ بٹھایا اور خود ان کے سامنے بیٹھ گئے اور فرمایا کہ اے میرے اور خدا کے اہل بیشک خدا تم کو سلام کہتا ہے اور یہ جبریلؑ یہاں موجود ہیں اور کہتے ہیں کہ خداوند جلیل فرماتا ہے کہ میں نے تمہارے بعض دشمن کو تمہارے واسطے ایک فتنہ و امتحان قرار دیا ہے تو تم کیا کہتے ہو ان لوگوں نے کہا ہم حکم خدا بجالانے کے لئے ان مصیبتوں پر صبر کریں گے جو ہم پر نازل ہوں گی تاکہ جب ہم اس کی بارگاہ میں حاضر ہوں تو ہم کو بہت ثواب ملے۔ اس لئے کہ ہم نے سنا ہے کہ یقیناً خدا نے صبر کرنے والوں سے اچھا وعدہ کیا ہے۔ یہ سنکر جناب رسول خداؐ نے باوازن بلند کر یہ کیا جس کو ان لوگوں نے بھی سنا جو بیرون خانہ تھے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيرًا یعنی خدا پہلے سے جانتا تھا کہ یہ لوگ راضی ہوں گے۔ اور اس امتحان

اہلیت رسول کا مسابقتی امتحان

میں صبر کریں گے۔

پانچویں آیت: وَلَقَدْ أَمَرْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا أَنْ أَخْرِجَ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَذَكَرَهُمْ بِآيَاتِ اللَّهِ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ (پہلے سورہ ابراہیم آیت) بیشک ہم نے موسیٰ کو اپنی بہت سی نشانیوں کے ساتھ بھیجا کہ اپنی قوم کو کفر و جہالت کی تاریکیوں سے نکال کر نور ایمان و علم کی طرف لاؤ اور ان کو خدا کے دنوں کی یاد دلاؤ بیشک اس میں بہت صبر کرنے والوں اور بہت شکر کرنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ اکثر مفسروں نے کہا ہے کہ خدا کے دنوں سے مراد ان غذاؤں کے ایام ہیں جو کافران گذشتہ پر بھیجے ہیں۔ اور عیاشی نے حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ ایام خدا سے مراد اس کی نعمتیں ہیں۔ اور ابن بابویہ نے حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ ایام خدا سے مراد ظہور قائم علیہ السلام ہے اور روزِ رجعت ائمہ علیہم السلام ہے اور ان کے بعض دوست اور بعض دشمنوں کی رجعت کا دن ہے اور روزِ قیامت ہے۔

علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ حضرت قائم علیہ السلام کے ظہور کا دن اور روزِ مرگ اور روزِ قیامت ہے۔ ابن ماہیار نے حضرت باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ صبار اسے مراد وہ لوگ ہیں جو خدا کی طرف سے نازل شدہ بلاؤں، نعمتوں اور رزق پر اور دشمن کے ہر آزار پر جو ہماری محبت کے سبب ان پر وارد ہوتے ہیں صبر کرتے ہیں اور ہماری نعمت پر خدا کا شکر کرتے ہیں جو خدا نے ان کو عطا کی ہیں۔

چھٹی آیت: وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا وَذَسُرُّنِي وَالْمُكَذِّبِينَ أُولِي النِّعَمَةِ وَمَهْلَهُمْ قَلِيلًا (پہلے س مزل آیت ۱۰۱) یعنی خدا نے رسول سے کہا کہ اے ہمارے نبی جو کچھ یہ کافران منافق کہتے ہیں اس پر صبر کر و اور ان سے الگ رہو جیسا کہ حق ہے اور صاحبانِ نعمت کو چھٹلانے والوں کا معاملہ مجھ پر چھوڑ دو اور ان کو تھوڑے دنوں تک مہلت دیدو ابن ماہیار نے روایت کی ہے کہ اے محمد تمہاری تکذیب جو لوگ کرتے ہیں اس پر صبر کرو بیشک میں ان سے تمہارے ایک فرزند کے ذریعے سے انتقام لوں گا جو میرا قائم ہو گا میں اس کو ظالموں

کے خون پر مسلط کر دینگا۔ یعنی وہ ان کو قتل کرے گا۔ اور ان کا خون بہائے گا اور کیلنی نے حضرت امام موسیٰ کاظمؑ سے روایت کی ہے کہ جو کچھ منافقین اسے رسول تمہارے حق میں کہتے ہیں اس پر صبر کرو اور ان سے علیحدہ رہو جیسا کہ حق ہے اور ان کا معاملہ میرے اوپر چھوڑ دو جو تمہارے وصی علی بن ابی طالبؑ کو مقرر کرنے پر تمہاری تکذیب کرتے ہیں۔ اور بند معتبر انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو صبر کا حکم دیا یہاں تک کہ دشمنوں نے ان کو بہت برائیوں سے مفسوب کیا اور ان حضرت نے صبر کیا۔ احتجاج میں جناب امیرؑ سے روایت کی ہے کہ جناب رسولؐ خدا ہمیشہ منافق ہمارہیوں کے ساتھ ہوا صنع پیش آئے تھے اور ان کی تالیف قلب فرماتے تھے۔ اور اپنے قریب بلا کر اپنے بائیں جانب بٹھاتے تھے یہاں تک کہ خدا نے آنحضرتؐ کو انھیں دور کرنے کا حکم دیا اور فرمایا واھجر ہم ہجراً جمیلاً۔

تینا بیسویں فصل ان آیتوں کا تذکرہ جو آئمہ معصومین علیہم السلام کی مظلومیت کے بارے میں نازل ہوئی۔

پہلی آیت: اَللّٰهُ اَحْسَبُ النَّاسَ اَنْ يُّشْرَكَوْا اَنْ يَقُوْلُوْا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْقَهُوْنَ ۚ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلْيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَافِرِيْنَ ؕ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّئَاتِ اَنْ يَّسْبِقُوْنَا سَاءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ؕ (رپ سورہ عنکبوت آیت ۲۴) کیا لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ صرف اتنا کہنے پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور ان کا امتحان نہ لیا جائیگا حالانکہ ہم نے ان لوگوں کا امتحان لیا جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں۔ تاکہ خدا جان لے کہ ان میں سے کس نے سچ کہا ہے اور یقیناً یہ بھی جان لے کہ کون جھوٹ بولتا ہے۔ کیا وہ لوگ جو بُرے کام کرتے ہیں سمجھتے ہیں کہ ہم سے بچ کر نکل جائیں گے۔ اور ہم ان کو ان کے گناہوں کی سزا نہ دیں گے۔ وہ کیسا مہمل حکم کرتے ہیں۔

حضرت امیر المومنینؑ و امام جعفر صادقؑ علیہما السلام سے منقول ہے یہ دونوں حضرات فلیعلمن کو دونوں جگہ باب افعال سے پڑھتے تھے یعنی سی پر پیش اور لام کو زیر کے ساتھ یعنی فلیعلمن حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ یہ دونوں آیتیں جناب رسول خداؐ کے بعد

کے فتنے سے متعلق ہیں جو جناب امیرؑ کی خلافت غضب کرنے کے سلسلہ میں کیا گیا کہ وہ لوگ جنہوں نے غدیر خم میں امیر المومنینؑ کو وصی رسولؐ مان کر بیعت کی تھی دنیا کے تابع ہو گئے اور بیعت کو توڑ ڈالا۔ اور مومن و منافق ایک دوسرے سے الگ نمایاں ہو گئے جیسا کہ شیخ مفید نے ارشاد میں روایت کی ہے کہ جب مخالفین امیر المومنینؑ نے دوسروں کے ہاتھ پر بیعت کر لی تو ایک شخص امیر المومنینؑ کی خدمت میں آیا جبکہ وہ حضرت بیچہ ہاتھ میں لئے ہوئے جناب رسول خداؐ کی قبر مطہرہ درست کمرہ سے تھے اس شخص نے کہا سب نے ابو بکر کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور انصار کے درمیان چونکہ اختلاف ہو گیا اس لئے وہ رہ گئے اور جماعت خلفاء نے جن میں منافقین تھے اور جبراً ایمان لائے تھے موقع کو غنیمت سمجھ کر جلد ابو بکر کی بیعت کر لی۔ تاکہ ایسا نہ ہو کہ خلافت آپؐ کو مل جائے۔ جب وہ یہ سب کہہ چکا حضرت نے بیچہ ہاتھ سے رکھ دیا اور انہی آیتوں کی تلاوت سادہ مایحکون تک کی۔ اور ابن مہیار نے جناب امام حسینؑ سے روایت کی ہے کہ جب آیہ کریمہ آلہم احسب الناس نازل ہوئی جناب امیرؑ نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہؐ جس فتنہ کا ذکر خداوند تعالیٰ نے کہا ہے وہ کون سا فتنہ ہے پیغمبر نے فرمایا اے علیؑ وہ تم ہی ہو۔ کہ تمہاری امامت کے ذریعہ سے خداوند عالم نے لوگوں کو مبتلا کیا اور ان کا اتھاہ لیا ہے اور تم اس بارے میں ان لوگوں سے مخاصمہ کرو گے جنہوں نے تمہاری خلافت کو غضب کیا اور تمہاری امامت کے قائل نہیں ہوئے لہذا تم حجت و دلیل کے ساتھ مخاصمہ کے لئے تیار رہو۔ نیز بسند معتبر حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خداؐ نے ایک رات مسجد میں بسر کی جب صبح نزدیک ہوئی امیر المومنینؑ مسجد میں تشریف لائے پیغمبر نے اُن کو آواز دی۔ علیؑ نے عرض کی لبیک۔ آنحضرتؐ نے فرمایا میرے پاس آؤ۔ امیر المومنینؑ حضرت کے نزدیک گئے تو حضرتؐ نے فرمایا یا علیؑ تم نے دیکھا کہ آج تمام رات میں نے یہاں مسجد میں بسر کی اور اپنی ہزار حاجتیں خدا سے طلب کیں خدا نے سب پوری کر دیں اور ویسی ہی حاجتیں تمہارے واسطے میں نے طلب کیں اور خدا نے سب عطا فرمائیں۔ پھر میں نے سوال کیا کہ تمام امت کو تمہاری امامت پر جمع کر دے تاکہ سب تمہاری خلافت کا اقرار کریں اور تمہاری متابعت کریں۔ خدا نے میری یہ دعا قبول نہ فرمائی اور یہ آیتیں بھیجی ہیں۔ نیز سدی نے روایت کی ہے الذین صدقوا سے علی علیہ السلام

25

اور آپ کے اصحاب مراد ہیں ولیعلمن الکاذبین سے مراد آپ کے دشمن ہیں جو اپنے دعوئے ایمان میں جھوٹے تھے۔

دو سہری آیت: وَقِيلَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ قَدْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنُوا وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْفُرْ اِنَّا اَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ نَارًا اَحَاطَ بِهِنَّ سُرَادِقُهَا رِطاس کہف آیت ۱۲۹

اے رسول کہدو کہ حق تمہارے پروردگار کی طرف سے ہے لہذا جو چاہے ایمان لائے اور جو شخص چاہے کفر اختیار کرے بیشک ہم نے ظالموں کے لئے آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے جن کے پر دے چاروں طرف سے گھیر لیں گے۔ یحییٰ اور علی ابن ابراہیم اور عیاشی نے بسند ہائے معتبر حضرت باقر و صادق علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ حق سے مراد ولایت علی بن ابی طالب ہے اور ظالمین سے مراد آل محمد علیہم السلام پر ظلم کرنے والے ہیں۔ اور آیت اس طرح نازل ہوئی ہے اِنَّا اَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ نَارًا یعنی ہم نے اُن ظلم کرنے والوں کے لئے جنہوں نے آل محمد کا حق غضب کیا ہے جہنم کی آگ تیار کر رکھی ہے۔ ابن مہیار نے حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ آیت اس طرح نازل ہوئی ہے قِيلَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ قَدْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنُوا وَلَا يَتَوَعَّلِيْهَا تَمَكُّرًا اِنَّا اَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِيْنَ النَّارَ حَقَّقَهُمْ نَارًا۔ اس کے معنی وہی ہیں جو گذر چکے۔

تیسری آیت: اُوۤدِنَ لِلَّذِيۡنَ يُقَاتِلُوۡنَ بِاَنۡفُسِهِمْ ظُلُمًا وَّاِلَّا اللّٰهُ عَلٰی
نَصْرِهِمْ لَقَدْ يَرۡءَاۤلَّذِيۡنَ اُخۡرِجُوۡا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيۡرِ حَقٍّ اِلَّا اَنۡ
يَقُوۡلُوۡا رَبَّنَا اللّٰهُ دَنَا سُوۡرَةُ حَجَّ آیت ۳۹) یعنی ان کو کافروں سے جہاد کی اجازت دی گئی
جن سے کفار لڑتے ہیں اس لئے کہ ہم سے کفر کرنے والوں نے اُن پر ظلم کیا ہے بیشک
خدا اُن کی مدد کرنے پر قادر ہے جو ناحق اپنے گھروں سے نکلے گئے اور سوائے
اس کے ان کا تصور نہیں تھا کہ وہ کہتے تھے کہ ہمارا پروردگار خدا ہے۔ علی بن ابراہیم
نے کہا ہے کہ یہ آیتیں امیر المومنین وجعفر طیار و حمزہ کی شان میں نازل ہوئی ہیں اس
کے بعد امام حسینؑ کے بارے میں جاری ہے وَالَّذِيۡنَ اُخۡرِجُوۡا مِنْ دِيَارِهِمْ
بِغَيۡرِ حَقٍّ امام حسین علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے کہ یزید پلید نے لوگوں کو
بھیجا کہ ان حضرت کو پکڑ کر شام لے جائیں تو اُس کے خوف سے حضرت مدینہ سے کوفہ کی

جانب گئے اور کربلا میں شہید ہو گئے۔ اور بسند حسن مثل صحیح حضرت صادق سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ اہل خلاف کہتے ہیں کہ پہلی آیت جناب رسول خدا کی شان میں نازل ہوئی ہے جبکہ کافران قریش نے ان کو مکہ سے باہر نکالا۔ امام نے فرمایا ایسا نہیں ہے بلکہ اس آیت سے مراد حضرت صاحب الامر صلوات اللہ علیہ ہیں جس وقت کہ امام حسین علیہ السلام کے خون کا انتقام لینے کے لئے خروج کریں گے اور کہیں گے کہ ہم اُن حضرت کے ولی ہیں کہ اُن کے ظلم کا انتقام لیتے ہیں۔ اور ابن شہر آشوب نے حضرت باقر سے روایت کی ہے کہ اَلَّذِينَ اَخْرَجُوا مُحَمَّدًا وَآلَهُ مِنْ مَّكَّةَ ہمارے شان میں نازل ہوئی ہے اور ابن مہیار نے حضرت کاظم سے روایت کی ہے کہ یہ آیتیں ہمارے شان میں نازل ہوئی ہیں۔ اور دوسری سند سے حضرت امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ یہ آیتیں امام حسن و حسین علیہما السلام کی شان میں نازل ہوئی ہیں نیز انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ حضرت قائم علیہ السلام اور آپ کے اصحاب کی شان میں نازل ہوئی ہیں اور مجمع البیان میں حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ یہ آیت مہاجرین کے حق میں نازل ہوئی ہے اور تمام آل محمد کے حق میں نازل ہوئی ہے اور تمام آل محمد کے حق میں جاری ہوئی ہے کیونکہ اُن حضرات کو شہر سے ظالموں نے باہر نکالا اور ہمیشہ ان میں سے ہر ایک نے تقیہ اور خوف کے عالم میں بسر کی۔

چوتھی آیت: وَإِذْ قُلْنَا اَدْخُلُوا هَذِهِ الْقَرْيَةَ فَاَكُلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ مِمَّا عَدَا اَوْ اَدْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّ قُولُوا حِطَّةٌ نَغْفِرْ لَكُمْ خَطَايَاكُمْ وَسَنَزِيدُ الْمُحْسِنِينَ فَتَلَمَّذَ الْكَافِرُ قَوْلَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِي تَلَمَّذُوا مِنْ السَّمَاءِ مَائِدًا كَانُوا يَفْسُقُونَ ۝۱۵۱
سورہ بقرہ آیت ۱۵۱ (۱۵۱) یعنی اس وقت کو یاد کرو جبکہ ہم نے بنی اسرائیل سے کہا کہ اس شہر یعنی بیت المقدس یا اریحا میں داخل ہو اور اس میں سے فراوانی کے ساتھ نعمتیں کھاؤ جو چاہو اور اس شہر کے دروازہ سے نضوج کئے ساتھ سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو اور دعا کرتے رہو کہ خداوند ہمارے گناہوں کو بخش دے تاکہ ہم تمہارے گناہوں کو بخش دیں اور یقیناً ہم نیک کردار لوگوں کے ثواب میں زیادتی کریں گے تو جن لوگوں نے اپنے اوپر ظلم کیا۔

انھوں نے اس کلمہ کو بدل دیا جو ان سے کہا گیا تھا تو ہم نے اس گروہ پر ان کی نافرمانی کے سبب آسمانوں سے عذاب نازل کیا۔ مفسروں کے درمیان مشہور ہے کہ یہ آیت بنی اسرائیل کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ ان میں سے اکثر لوگوں نے داخل شہر ہونے کے وقت آزمائش نہیں طلب کی اور بعضوں نے دنیاوی نعمت طلب کی تو ان پر طاعون کی بلا نازل ہوئی جس کے سبب وہ ایک ہی گھنٹہ میں چوبیس ہزار اشخاص مر گئے۔ احادیث اہلبیت علیہم السلام میں بروایت کبھی وغیرہم وارد ہوا ہے کہ یہ آیتیں اہلبیت کی شان میں ہے اور آیت اس طرح ہے۔ قَدْ آتَيْنَا آلَ مُحَمَّدٍ حَقَّهُمْ قَوْلًا خَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ فَأَنْزَلْنَاهُ عَلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا آلَ مُحَمَّدٍ حَقَّهُمْ رِجْزًا مِنَ السَّمَاءِ یعنی جن لوگوں نے آل محمد صلوٰۃ اللہ علیہم پر ظلم کیا اور ان کے حقوق غصب کئے انہوں نے اس بات کو تبدیل کر دیا جو ان سے کہی گئی تھی۔ لہذا ہم نے ان پر اس ظلم کے سبب آسمان سے عذاب نازل کیا ہے

لے مؤلف فرماتے ہیں کہ اس ترجمہ کی توجیہ دو طرح ممکن ہے۔

اول یہ کہ چونکہ خداوند عالم نے قرآن مجید میں سابقہ امتوں کے قصے اس امت کی تسمیہ اور خوشخبری کے لئے بیان فرمائے ہیں اور بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں کہ جو کچھ بنی اسرائیل میں واقع ہوا اس امت میں بھی واقع ہوگا اور بہت سی حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ میرے اہلبیت کی مثال اس امت میں بنی اسرائیل کے باب حطہ کی سی ہے یعنی جس طرح وہ لوگ مامور ہوئے تھے کہ دروازہ میں داخل ہوں اور حضور ظاہر کریں اور سجدہ کریں جس نے ایسا کیا اس نے نجات پائی اور جس نے اس حکم پر عمل نہیں کیا اس پر عذاب نازل ہوا اسی طرح اس امت میں میرے اہلبیت کی ولایت ہے جو شخص ان کی ولایت اختیار کرے گا اور ان کی تعظیم و فرمانبرداری کریگا۔ نجات پائیگا اور جو شخص ایسا نہ کرے گا اس پر عذاب نازل ہوگا۔ اس امت کا عذاب ظاہری تھا اور اس امت کا عذاب ضلالت و جہالت کے سبب ہلاک ہونا اور سعادت سے محروم رہنا اور ہر قسم کی بلاؤں میں مبتلا ہونا اور اسی قسم کے عذاب جیسے قتل و غارت وغیرہ اور امت کے درمیان اختلاف اور طرح طرح کی دوسری بلاؤں اور مصیبتوں میں گرفتار ہونا ہے جو اہلبیت علیہم کی مخالفت کے سبب ان پر واقع ہوئی۔ (بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۸۸ پر ملاحظہ فرمائیں)

جو کچھ بنی اسرائیل میں واقع ہوا اس امت میں بھی ہوگا۔

پانچویں آیت: وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَىٰ
وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ (سورہ بقرہ پ ۱۲۱ آیت ۳۴) یعنی یاد کرو اس وقت کو جب کہ
ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا لیکن شیطان نے انکار کیا اور
غور کیا اور کافروں میں سے ہو گیا۔ لیکن نے بلند معتبر حضرت موسیٰ بن جعفر علیہما السلام
سے روایت کی ہے کہ جب جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ خلفائے
جور اور بنی امیہ میرے منبر پر چڑھ رہے ہیں تو حضرت کو بہت صدمہ ہوا کہ اُن کے بعد اُنکے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) دوم، ممکن ہے کہ بنی اسرائیل بھی ولایت اہلبیت علیہم السلام کے
مکلف رہے ہوں۔ جیسا کہ تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام میں اسی آیت کی تفسیر میں منقول ہے
کہ خلاق عالم نے محمد و علیؑ اور تمام اہلبیت علیہم السلام کی ولایت کا عہد و پیمان بنی اسرائیل سے لیا
جبکہ صحرائے تیرے ان لوگوں نے نجات پائی تو خدا نے ان کو حکم دیا کہ اریحاکے دروازہ میں داخل
ہوں جو شام میں تھا جب وہ لوگ شہر کے دروازہ پر پہنچے دیکھا کہ حضرت محمد و علیؑ صلوٰۃ اللہ
علیہما کی تصویریں دروازہ کے اوپر نصب ہیں اور دروازہ نہایت کشادہ اور بلند ہے۔ تو خدا نے
ان کو حکم دیا کہ جب دروازہ میں داخل ہو تو ان دونوں بزرگوں کی تعظیم کے لئے جھک جاؤ اور
ان کی بیعت کو تازہ کر دو جو میں نے تم سے لی ہے۔ اور کہو کہ پائے والے ہم نے محمد و علیؑ کے لئے
تعظیمی سجدہ کیا اور ان کی ولایت کی تجدید کی اس لئے کہ تو میرے گناہوں کو پست کرے اور
میری خطاؤں کو معاف کرے تو میں تمہارے گذشتہ گناہوں کو بخش دوں گا اور جس کا کوئی گناہ نہ ہوگا،
اور وہ ان کی ولایت و محبت پر قائم ہوگا تو اس کا ثواب زیادہ کروں گا۔ لیکن ان میں سے اکثر نے
میرے حکم کو نہ مانا اور کہا کہ ہمارے ساتھ مذاق ہو رہا ہے ہم اس دروازہ کی بلندی کے باوجود کیونچم
ہوں اور جن کو نہیں دیکھا ہے ان کی تعظیم کیوں کریں پھر ان لوگوں نے دروازہ کی جانب پشت کیا اور
اس طرح داخل ہوئے اور بجائے خط (بخشش) کے خطہ حرام (لال گندم) کہتے ہوئے داخل ہوئے یا
ہمارا حاصل کیا ہوا ہمارے واسطے اُس سے بہتر ہے جس کی ہم کو تکلیف دی جا رہی ہے تب خدا نے
آسمان سے وہ عذاب جو ان کے لئے مقرر تھا ان پر نازل کیا جس سے ایک روز سے کم میں طاعون میں
ان کے ایک لاکھ میں ہزار اشخاص مر گئے اور وہ ایسے لوگ تھے جن کو خداوند عالم جانتا تھا کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے
اور انکی نسل سے کوئی مومن پیدا نہ ہوگا۔ حدیث تمام ہوئی۔ اور ان دو آیتوں کی بنا پر کسی اور تاویل کی ضرورت نہیں ہے

وصی کے حق کو غضب کرینگے اس وقت خدا نے اس آیت کو ان حضرت کی تسلی کے لئے نازل کیا اور ان کو وحی کی کہ اے محمدؐ میں نے حکم دیا اور انہوں نے میری اطاعت نہ کی لہذا تم رنج نہ کرنا جبکہ وہ لوگ تمہارے وصی کے حق میں تمہاری اطاعت نہ کریں۔

پھٹی آیت :- اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَظَلَمُوْا لَمْ یَسْکُنِ اللّٰهُ لَیْغِفِرْ لَهُمْ وَلَا لِیَهْدِیْهُمْ طَرِیْقًا اِلَّا طَرِیْقَ جَهَنَّمَ خَالِدِیْنَ فِیْهَا اَبَدًا وَكَانَ ذٰلِكَ عَلٰی اللّٰهِ یَسِیْرًا یَا اَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَکُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَبِّکُمْ فَاٰمِنُوْا حَتّٰی تَکْمُوْرَ اِنْ تَکْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَکَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَکِیْمًا (پس سنا آیت ۶۸ تا ۷۰) یعنی جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور ظلم کیا تو خدا ان کو کبھی معاف نہ کرے گا اور نہ جہنم کی راہ کے سوا کوئی اور راہ دکھائیگا جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ امر خدا پر آسان ہے۔ اے انسانو تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی جانب سے سچا رسول آیا ہے تو تم اس پر ایمان لاؤ یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم نے کفر اختیار کیا تو دیکھو پرواہ نہیں جو کچھ آسمان وزمین میں ہے سب بیشک خدا ہی کا اور خدا بڑا جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ چنانچہ امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ آیت اس طرح نازل ہوئی اِنَّ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اِلَّا مُتَحِدِّ حَقُّهُمْ یعنی جن لوگوں نے آل محمد صلوات اللہ علیہم پر ظلم کیا اور ان کا حق غضب کیا ہے اور دوسری آیت اس طرح ہے یَا اَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَکُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَبِّکُمْ فَاٰمِنُوْا حَتّٰی تَکْمُوْرَ اِنْ تَکْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَکَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَکِیْمًا یعنی تمہاری طرف تمہارے پروردگار کی طرف سے رسول حق و راستی کے ساتھ ولایت علیؑ کے بارے میں آیا ہے۔ لہذا ولایت علیؑ پر ایمان لاؤ تو تمہارے واسطے بہتر ہے اور اگر ولایت علیؑ سے کفر اختیار کرو گے تو خدا بے نیاز ہے تم سے کیونکہ آسمان وزمین کی تمام چیزیں اسی کی ہیں۔

ساتویں آیت :- وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَاۗءٌ لِّکُلِّ سَکَمٍ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ وَلَا یَزِیْدُ الْغَآلِیْمِیْنَ اِلَّا خَسَآرًا (آیت سورہ بنی اسرائیل ۸۲) یعنی ہم قرآن سے وہ نازل کرتے ہیں جو مومنوں کے لئے شفا و رحمت ہے۔ لیکن ظالموں کے لئے اس سے نقصان ہی میں اضافہ ہوتا ہے۔

ابن ابیہار نے کئی سندوں کے ساتھ حضرت باقر و صادق علیہما السلام سے روایت

کی ہے کہ ظالموں سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے آل محمدؐ پر ظلم کیا ہے اور آیت اس طرح نازل ہوئی ہے۔ وَلَا يَزِيدُ ظَالِمًا لِّإِلٰهِ مُحَمَّدٍ حَقَّهُ إِلَّا خَسَارًا۔

آٹھویں آیت: وَمَا ظَلَمُونَا وَالْكِتَابُ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ (پہلے آیت ۵) یعنی ان لوگوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا بلکہ خود اپنی ذات پر ظلم کرتے تھے۔ کلینی وغیرہم نے حضرت باقرؑ کا ظلم علیہا السلام سے روایت کی ہے۔ کہ حق تعالیٰ اس سے بہت بلند و رفیع ہے کہ اس کی طرف ظلم کا گمان بھی کیا جائے بلکہ اس نے ہم اہل بیت کو شامل کر کے فرمایا ہے اور ہم پر ظلم کو اپنے اوپر ظلم ہونا شمار کیا ہے یعنی جن لوگوں نے میری امانتوں اور محبتوں پر ظلم و ستم کیا انہوں نے جو تکلیفیں اُن کو پہنچائی ہیں وہ خود اپنے اوپر ظلم کیا ہے کہ اپنے تئیں عذاب ابدی کا مستحق قرار دیا ہے۔

نویں آیت: اَحْشَوْا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَنْتُمْ وَاَجْهَدُ (پچاس صافات آیت ۲۲) علی بن ابراہیم نے کہا ہے یعنی جمع کرو ان لوگوں کو اور ان کے دوستوں اور مددگاروں کو جنہوں نے آل محمدؐ پر ظلم کیا ہے۔

دسویں آیت: وَمَا اَتَاكُمْ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوْا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (پہلے سورہ حشر آیت ۱) یعنی جو کچھ رسولؐ نے تم کو دیا ہے یعنی جس بات کا حکم دیا ہے اس کو لے لو یعنی اس پر عمل کرو اور جس بات سے تم کو منع کیا ہے اس سے باز آ جاؤ۔ اور عذاب خدا سے پرہیز کرو بیشک خدا سخت عذاب کرنے والا ہے۔ ابن مہیار نے امیر المؤمنینؑ سے روایت کی ہے کہ خدا سے ڈرو اور آل محمدؐ پر ظلم کرنے سے باز رہو یقیناً خدا اس پر سخت عذاب کریگا جو آل محمدؐ پر ظلم کریگا گیارھویں آیت: وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا (پہلے سورہ طہ آیت ۱۱۲) ابن مہیار نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے یعنی رحمت خدا سے وہ ناامید ہے جس نے آل محمدؐ پر ظلم کو جائز رکھا۔

بارھویں آیت: وَلَمَّا اَنْتَصَرَبَعْدَ ظُلْمِهِ قَاوُلًا لِّكَ مَا عَلَيْكَ مِنْ سَبِيلٍ (پہلے سورہ شوریٰ ع آیت ۴۱) یعنی وہ شخص کہ جس پر ظلم ہوا ہے اگر وہ انتقام لے تو اس پر کوئی الزام نہیں۔ ابن مہیار نے حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ یہ آیت حضرت قائمؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے کہ جب وہ حضرت ظاہر ہوں گے تو جی امید سے

اور ان لوگوں سے جو فضول ائمہ طاہرین کی تکذیب کی ہے اور ان سے جو ان ذوات مقدسہ سے دشمنی رکھتے تھے انتقام لیں گے۔

تمام شد

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے اس بے مایہ سے اس عظیم خدمت کی تکمیل کرا دی اور وہ ہے کہ خداوند عالم مومنین کرام کو اس سے فائدہ حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

سید بشارت حسین کا قلم مرزا پوری

نئے سال کی بہترین کارآمد اور مقبول عام اثنا عشری جنتری کلاں

جس میں عیسوی سال کی تاریخوں کے مطابق اسلامی سن ہجری اور سن بکری کی مکمل تقویم، نوروز عالم افروز کا مکمل خاکہ، تاریخ نجات، سعد و نحس، فہرست تعطیلات کے علاوہ ہر سال نئے موضوعات پر مذہبی، معاشی، طبی اور سائنسی عنوانات پر ملک کے باہر نازاد ہونے والی تخلیقات اور تحقیقات شامل اشاعت ہوتی ہیں۔ تقویم و نجوم، بارہ ہرچیز کی حالت، حضرت امام رضاؑ کی ہدایت کی مطابق ماہانہ حالات، عملیات و تعویذات جیسے موضوعات پر بھی بہترین معلومات سے مرصع "اثنا عشری جنتری" ہر سال ہزاروں کی تعداد میں طبع ہو کر ہدیہ قارئین ہوتی ہے اس کے مستقل قاری اس باب کے شاہد ہیں کہ یہ سب سے بہتر کارآمد اور معیاری جنتری ہے۔ بہترین رنگین ٹیبل، آفٹ بیدہ زیب طباعت و کتابت و عمدہ کاغذ سے مزین، ضخامت سب سے زیادہ۔ ہدیہ سب سے کم۔ اپنے شہر کے قریبی کسٹال سے خریدیں یا براہ راست ہم سے طلب فرمائیے۔

مکتبہ کا۔ امامیہ کتب خانہ مغل پورلی۔ اندرون پچی دروازہ۔ حلقہ لاہور

مفتاح الجنان اردو

مترجمہ: جناب شیخ الجامعہ مولانا مولوی اختر عباس صاحب قبلہ

یہ کتاب لاکھوں کی تعداد میں ایران میں طبع ہو چکی ہے اور لاکھوں زائرین اس سے زیارات بجالا چکے ہیں۔ ایران میں ہر شیعہ کے گھر میں اس کتاب کا ہونا ضروری سمجھا جاتا ہے۔ اس کتاب کی اتنی بڑی اہمیت کو مد نظر رکھتے ہوئے مولانا موصوف نے اسے اردو میں ترجمہ کر کے مذہب شیعہ کے لئے ایک بہت بڑی خدمت کی ہے۔

نوٹ: کتاب مفتاح الجنان اردو ہر سائز میں خریدتے وقت امامیہ کتب خانہ لاہور کی مطبوعہ خریدیں کیونکہ یہ ایڈیشن ہر لحاظ سے بہتر ہے۔

آفٹ پھیائی - عمدہ کاغذ - سائز ۱۰ x ۱۰ حجم ۶۴۰ صفحات ہدیہ عام سفید کاغذ مجلد ڈائیدار - ۹۵/- ہدیہ آفٹ پیپر ولایتی مجلد پلاسٹک کور - ۹۰/-

بڑا سائز یعنی ۹ x ۱۱ عام سفید کاغذ مجلد ڈائیدار - ۱۰۰/- گلابی کاغذ والی - ۱۱۰/-

" " " آفٹ پیپر ولایتی مجلد ڈائیدار ہدیہ مناسب -

چھوٹا سائز یعنی ۵ x ۷ عام سفید کاغذ مجلد ڈائیدار ہدیہ - ۵۰/-

" " " " " مجلد پلاسٹک کور - ۴۵/-

سفر میں ہمراہ لے جانے کے لئے بہترین تحفہ

خرچہ ڈاک بذمہ خریدار ہوگا۔

ملنے کا پتہ

امامیہ کتب خانہ - مغل حویلی - حلقہ ۲

اندرون موچی دروازہ لاہور